نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن

سید محمد بشیر حسین شاہ حسینی نقوی مدظلہ العالی
زیب سجادہ آستانہ عالیہ حسینیہ گوجرانوالہ

مکتبۃ الحسنین حافظ آباد

نزهۃ الرحمٰن

فی

تفسیر القرآن

سید شبیر حسین شاہ حسینی نقوی حافظ آبادی
زیب سجادہ آستانہ عالیہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ

مکتبۃ الحسنین حافظ آباد

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں

نام کتاب	...---------...	نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن (جلداوّل)
مفسر	...---------...	پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی الحسینی حافظ آبادی
	...---------...	سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف
زیرنگرانی	...---------...	سیّد عظمت علی شاہ نقوی حافظ آبادی
پروف ریڈنگ	...---------...	صاحبزادہ سیّد محمد عطاء الحسنین علی نقوی
تاریخ اشاعت	...---------...	جنوری 2010ء
صفحات	...---------...	560
کمپوزنگ	...---------...	عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور 0344-4996495
تعداد	...---------...	1100
ناشر	...---------...	مکتبۃ الحسنین حافظ آباد
ہدیہ	...---------...	

ملنے کے پتے

- روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
- مکتبہ رضائے مصطفٰی گوجرانوالہ
- اشرف بک ڈپو جتی شاہ جمال راہوالی

نوٹ: قارئین کرام جہاں تک ممکن تھا ہم نے اپنی بساط کے مطابق متعدد بار پروف ریڈنگ کی پھر بھی آیات ترجمہ اور تفسیر میں کسی قسم کی غلطی دیکھیں تو براہ کرم اطلاع دیں۔ آئندہ ایڈیشن میں فوری تصحیح کر دی جائے گی۔ (ناشر)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

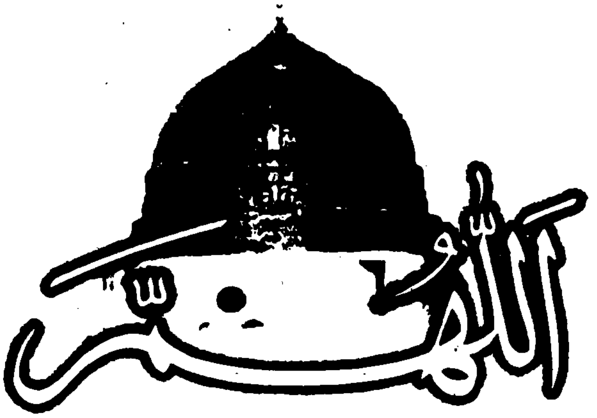

اللّٰهمّ

صلِّ علىٰ سيّدنا ومولانا محمّدٍ وعلىٰ اٰلهٖ
وصحبهٖ وبارك وسلّم

مولاے صلِّ وسلّم دائماً ابداً
علىٰ حبيبك خيرِ الخلقِ كلّهمِ

محمّدٌ سيّدُ الكونينِ والثّقلينِ
والفريقينِ من عربٍ ومن عجمِ

marfat.com
Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	سورۃ الفاتحہ	13
2	ضروری وضاحت	16
3	منافقت کی علامت	17
4	کفر کی صورت یہ ہے	18
5	دوسری دلیل	19
6	ماتحت الاسباب و مافوق الاسباب کی وضاحت	21
7	اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا	23
8	فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	23
9	سورۃ البقرہ	26
10	محبت کیا ہے؟	33
11	نائب کے اختیارات کا اقرار	48
12	قصہ ہاروت و ماروت	101
13	حلالہ کی وضاحت	210
14	سورۃ آل عمران	252
15	جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوست کو زندہ کرنا	282
16	مردہ اپنی چار پائی اٹھا کر گھر آ گیا' فضیلت عیسیٰ علیہ السلام	282
17	لڑکی کا زندہ ہونا	283
18	لوگوں کا اعتراض	283
19	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سام بن نوح کو زندہ کرنا	283
20	سام بن نوح کا خطاب کرنا	284
21	اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کرنا	286
22	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موت وحیات کا علم	287
23	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مَا فِی الْاَرحام کا علم ہے	288
24	بدعقیدہ کا اعتراض	335
25	ضروری وضاحت	351
26	دوسرا جواب	352
27	مختصر وضاحت	376
28	سورۃ النساء	387
29	(اہلسنت کا موقف)	401
30	حرمت متعہ	401
31	دوسری دلیل	402
32	حرمت متعہ شیعہ کتب سے	402
33	دوسری حدیث حرمت متعہ پر	402
34	گواہی کی وضاحت	413
35	سورۃ المائدہ	498
36	مختصر وضاحت	501
37	مختصر وضاحت	515
38	اختیارات کی مختصر بحث	553

marfat.com

Marfat.com

نشانِ منزل

صاحب تفسیر نزہۃ القرآن مدظلہ

پند ونصائح اور وعظ وتبلیغ' انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی سنت متواترہ ہے۔ جسے سیّد المرسلین' رحمۃ للعلمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عروج وکمال کی بلندیوں پر پہنچایا۔ صحابہ کرام' اولیائے عظام' علمائے ذی الاحترام نے حرز جان بنایا۔ جن کی مساعی جمیلہ سے قرآن وسنت کی بہاریں قائم ودائم ہیں۔

دنیائے اسلام میں بڑے بڑے عظیم الشان صاحب البیان' مقررین وواعظین اور خطباء نے اپنی فصاحت وبلاغت' شیریں بیانی اور خداداد تاثیر سے یگانوں' بیگانوں کو ایسے متاثر کیا کہ وہ اسلام اور بانی اسلام' مفخر انام' ختم الرسل' ہادیٔ سبل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شیدائی وفدائی بنے۔ جنہیں تاریخ نے خوب خوب پذیرائی بخشی اور صفحات دہر میں ان کا نام زندہ وپائندہ ہوگیا۔

مگر زبانی ولسانی مواعظ وتبلیغ کا دائرہ واعظ وخطیب اور مقرر ومبلغ کی حیات ظاہری تک محدود رہتا ہے۔ جب آنکھ بند ہوئی ان کے پند ونصائح اور تقاریر کا سلسلہ تمام ہوگیا۔ اس کے برعکس ان مبلغین وواعظین' خطباء اور مقررین کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے واعظ حسنہ کیلئے قلم کو وسیلہ بنایا۔ اور اس سلسلہ میں نہایت ایمان افروز' روح پرور' نکتہ رساں اور دلکش خطبات ومواعظ کو کتاب کی صورت دی۔ انہیں منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا اور نہ صرف ان کی حیات مبارکہ سے لوگوں نے استفادہ کیا بلکہ صدیاں گذر گئیں' زمانے بیت گئے' مگر ان کی تبلیغ سے اہل علم وعمل خاص وعام بھی مستفید ہوتے آرہے ہیں۔

قرآن مجید جو اوّل وآخر خداوند عالم جل وعلیٰ' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء ومرسلین کے مواعظ کا سب سے فائق مجموعہ' علم وحکمت' اعجاز آفرین دستاویز' اور وعظ وتبلیغ کا ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے اس میں بھی قلم کی عظمت کو اجاگر کرنے کیلئے خالق لوح وقلم از خود ''ن والقلم وما یسطرون'' ایسے قدیمی کلمات سے قسمیں فرمارہا ہے۔ احادیث مبارکہ جن کا ایک ایک نقطہ' حرف' کلمہ' جملہ' پند ونصائح کا مرقع ہے' اسے قلم نے ہی ہم تک پہنچایا' لہٰذا یقین کیجئے قلم کا سکہ ہمیشہ چلتا رہے گا' قلم کے فیضان سے علوم وفنون کے جہاں سدا آباد رہیں گے' یقین کیجئے نوک قلم سے نکلے ہوئے الفاظ تا قیام قیامت فنا نہیں ہوں گے۔ پیش نظر تفسیر ''نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن'' جو حقیقت میں ایمان وایقان اور عقائد ونظریات اسلام وسنیت کی محافظ ونگہبان

marfat.com
Marfat.com

ہے اپنی مثال آپ ہے۔ اسے دنیائے اسلام کے شہرۂ آفاق خطیب' حضرت علامہ مولانا الحاج پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی حافظ آبادی دامت برکاتہم العالیہ نے نہایت حکیمانہ انداز میں رقم فرمایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی مدظلہٗ نے نزہۃ الرحمٰن تحریر فرما کر آنے والی نسلوں پر احسان عظیم فرمایا ہے اور جیسے تقریر سے ان کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ ملک اور بیرون ملک' یورپین ممالک یا اسلامی ریاستوں کی زمین پر اتنا بڑا نام میدان خطابت میں نہیں جسے ہر اہل ایمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہو اور جن کے دلوں میں حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کا تحفظ کرنے والے اس عابدِ شب زندہ دار شہزادے کی جھلک دیکھنے کیلئے بے تاب ہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جسے یگانے' بیگانے اعتراف کرتے ہیں دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا اور یہ عظمت وشان حضرت پیر صاحب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خصوصی عطیہ ہے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔**

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سوانحی خاکہ

حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی دامت برکاتہم العالیہ مملکت خداداد پاکستان کے معروض وجود میں آنے سے تقریباً ۶ ماہ بعد ۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو ''منڈیالہ تیگہ'' ضلع گوجرانوالہ میں آفتاب نقشبندیت' مہتاب ولایت پیر سیّد نواب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے' جو اپنے زمانے کے بہت معروف بزرگ تھے۔ جن کا مزار پرانوار جامع مسجد پیر نواب علی شاہ والی جو آپ کے نام سے معروف ہے' زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

جب پیر سیّد شبیر حسین شاہ صاحب نقوی حسینی پیدا ہوئے تو آپ کے والد گرامی اپنے چچا کے پاس لائے جو بہت بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔ جن کی کرامات کو اپنے پرائے' یگانے بیگانے سبھی مانتے ہیں۔ بکثرت ہندو' سکھ اور دیگر غیر مسلم ان کی کرامات دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے' یہ وہ حقیقت ہے جس کے عینی شاہد آج بھی موجود ہیں۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت پیر سیّد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا جو حضرت بابا پیر کے نام سے مشہور تھے' حضرت بابا پیر اکثر مسجد میں تشریف رکھتے اور اپنے وظائف میں مصروف رہتے' تو حضرت ممدوح پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی کے والد ماجد اپنے چچا حضرت پیر سیّد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارک باد پیش کی نیز عرض کیا۔ حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوتا عطا فرمایا ہے تو آپ نے تین مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا: الحمدللہ' الحمدللہ' الحمدللہ' مسکراتے ہوئے گھر تشریف لائے اور ایک کان میں اذان دوسرے میں تکبیر کہی' اس اثناء میں پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی صاحب کی والدہ ماجدہ نے حضرت قبلہ پیر حسین شاہ

marfat.com
Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ باباجی کی خدمت میں عرض کریں، حضور گھٹی بھی آپ دیں تاکہ یہ نیک اور خوش قسمت ہو، تو یہ پیغام سنتے ہی حضرت بابا پیر سیّد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں چلے گئے۔ تقریباً دس منٹ تک مراقبہ میں رہنے کے بعد فرمایا اس کا منہ کھولیں، جب پیر سیّد شبیر حسین شاہ صاحب کا منہ کھولا تو حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور گھٹی دی، اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکرم کے بعد حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی صاحب مدظلہ کو تقریر وتحریر میں جو کمال حاصل ہیں یہ سب ان کے والد گرامی اور حضرت باباجی پیر سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات کا ثمرہ ہے۔

تعلیم وتربیت

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو گھر میں ہی قرآن کریم اور ابتدائی اسلامی تعلیم کا آغاز ہوا۔ جیسے جیسے بڑھتے گئے۔ تعلیم میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ آپ نے علوم وفنون اسلامیہ کے حصول میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ جامعہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور بھکھی شریف گجرات کے قابل قدر مدارس میں اساطین علم وفن سے خوب جواہر علمیہ کو سمیٹا۔

حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی مدظلہ کے عالی مرتبت اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے علمی وتدریسی فیضان وتجربات سے ایک زمانہ مستفیض ہوتا آرہا ہے۔

- حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبداللطیف صاحب مدظلہ، (گوجرانوالہ)
- حضرت علامہ مولانا مفتی حاکم علی صاحب (راہوالی)
- حضرت علامہ مولانا غلام نبی صاحب (گکھڑ)
- حضرت علامہ مولانا عبدالقادر صاحب (سوکن ونڈ)
- حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صاحب (بھکھی شریف)
- عاشق مدینہ حضرت مولانا علامہ حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)

شرف بیعت

خطیب عرب وعجم حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی صاحب اپنے والدین کریمین کی خواہش وآرزو کے مطابق آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت الحاج میاں غلام احمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف رکھتے ہیں اور دستار خلافت حاصل کرنے کا بھی شرف حاصل ہے جو روحانی ودینی سطح میں بہت بلند مقام پر فائز تھے، حضرت میاں صاحب کشتۂ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وآلہ وسلم تھے۔ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مدظلہٗ کوٹلی لوہاراں رقم طراز ہیں "ایک بار مدینہ طیبہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہم حاضر تھے کہ رحمت وکرم کی بارش برسنے لگی۔ حضرت میاں صاحب گنبد خضریٰ سے بارش کا جو پانی نیچے آرہا تھا اس سے کپڑوں سمیت نہانے لگے۔ ایک بدعقیدہ شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا۔ یہ کیا کررہے ہو۔ چھوڑو! آپ نے فرمایا میزاب رحمت سے جب پانی گرتا ہے تو وہاں لوگ بیت اللہ شریف کی برکات سے مستفیض ہونے کیلئے جمع ہوجاتے ہیں۔ اگر وہاں پر برکت ورحمت مل سکتی ہے تو رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گنبد شریف سے مس ہوکر آنے والی بارش سے بھی یقیناً رحمت و برکات کے ثمرات پائے جاسکتے ہیں۔ وہ بحث وتمحیت میں پڑنے لگا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

زاہدا اچھی نہیں ہے عاشقوں سے چھیڑ چھاڑ
میرا مسلک اور ہے تیرا عقیدہ اور ہے

آغاز خطابت

دنیائے اسلام جسے آج خطیب عرب وعجم، خطیب اسلام مفسر قرآن حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ نقوی حسینی مدظلہٗ حافظ آبادی کے نام سے اچھی طرح جانتی ہے انہوں نے خطابت کا آغاز پاکستان کے مشہور صنعتی شہر گوجرانوالہ سے ۱۹۶۷ء میں ایک بدعقیدہ گستاخ کی منفی تقاریر کے جواب میں مثبت اور عاشقانہ انداز میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے بڑی مقبولیت سے نوازا' دنیائے سنیت کا بچہ بچہ آپ کے پرتاثیر خطبات ومواعظ کا فدائی اور شیدائی ہوتا چلا گیا۔ وہاں سے کچھ عرصہ قلعہ دیدار سنگھ میں اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے رہے آخرکار باشندگان حافظ آباد کے پرزور اصرار پر ۱۹۷۲ء میں حافظ آباد کو اپنا مستقل مرکز بنایا اور دنیائے اسلام کے نامور مذہبی سکالروں میں تحریری وتقریری لحاظ سے اپنا نام پیدا کیا۔ اب آپ کی تقاریر کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس میں ناغہ کرنا پڑے۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ شب وروز ذکر خدا و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گزر رہے ہیں (الحمد للہ علی منہٖ و کرمہٖ تعالیٰ) خیال رہے کہ آپ کے اکلوتے بھائی حضرت علامہ مولانا سید فدا حسین شاہ صاحب نقوی حسینی مدظلہٗ بھی آپ کی طرح مقبول خاص وعام خطیب ہیں۔ پورے پاکستان میں تقاریر کیلئے ان کا آنا جانا بھی تسلسل سے قائم ہے۔

ازدواجی زندگی

ماشاء اللہ آپ کی گھریلو زندگی بڑی پرسکون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیک اور صالح بیٹے اور بیٹیوں سے نوازا ہے۔ صاحبزادگان کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

marfat.com

Marfat.com

- صاحبزادہ سیّد محمد عطاء الحسنین علی نقوی
- صاحبزادہ سیّد محمد وسیم الحسن نقوی (ایل ایل ایم)
- صاحبزادہ سیّد محمد عثمان حیدر نقوی
- صاحبزادہ سیّد محمد فاروق حیدر نقوی

حضرت شاہ صاحب کی ساری اولاد جدید وقدیم تعلیم سے آراستہ ہے۔

تصانیف وتالیفات

حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی مدظلہ' تقریری مصروفیات کے باوجود قلم سے بھی بے حد لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ کو کتابوں سے عشق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دارالمطالعہ میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ تفاسیر' احادیث' کتب فتاویٰ' تواریخ' مغازی' مواعظ' ادب' منطق' اصول' فلسفہ' نحو الغرض ہر موضوع پر کتب کا وسیع ذخیرہ کتابی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پس جس عالم دین کے پاس کتب کا وافر ذخیرہ پایا جائے وہ اپنی سوچ' عقل و دانش اور فہم و فراست علمیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے راہوار قلم کو چلانے کی طرف بھی راغب ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ تصانیفی راستے پر نہایت عمدگی سے گامزن ہیں۔ اس وقت تک درج ذیل کتابیں اشاعتی لباس سے مرصع ہو چکی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں زیر طبع ہیں۔

- مسئلہ علم غیب قرآن وحدیث کی روشنی میں
- اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں
- نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں
- مسئلہ گیارہویں شریف
- خلیفہ بلافصل کون؟
- شرح احادیثِ بخاری فی فضائل محبوب باری
- منکرین حدیث کون؟
- نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن
- میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں
- تبلیغی جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں
- ہم صلوٰۃ وسلام کیوں پڑھتے ہیں؟

marfat.com
Marfat.com

- نجدیت قرآن وحدیث کی روشنی میں
- سفیر امن فی ردِقباحت زمن
- محب اہل بیت کون؟

ان کے علاوہ آپ کو شاعری سے بھی حظ وافر عطا ہوا ہے۔آپ نے زیادہ تر اُردو اور پنجابی میں نعتیں لکھی ہیں جو ایک دیوان کی صورت میں غیر مطبوعہ محفوظ ہیں۔

سیاسی خدمات

چونکہ آپ کا حلقۂ اثر نہایت وسیع وعریض ہے بناءً علیہ آپ نے پاکستان میں چلنے والی ہر مذہبی وسیاسی تحریک میں بھر پور حصہ لیا۔خصوصاً تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عالم اسلام میں منعقد ہونے والی سب سے بڑی اور تاریخی یارسول اللہ کانفرنس، شاہی مسجد لاہور جس میں پاکستان کے ہر خطہ وصوبہ بمعہ آزاد کشمیر میں بسنے والے لاکھوں سنی مسلمانوں نے عاشقانہ، فدایانہ جذبات کے ساتھ شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

سیاسی سطح پر آپ نے تین بار صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑا، ذوالفقار علی بھٹو دور میں تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت کرتے ہوئے قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے۔آپ نے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ جیل میں مجموعی طور پر تین سال پانچ ماہ اور ستائیس دن کی قید کاٹی۔آپ کو رہائی کیلئے ہر طرح کے لالچ سے خریدنے کی کوشش کی گئی مگر سیّدزادے نے ناموس رسالت کی حفاظت کیلئے قید وبند کو ترجیح دیتے ہوئے ہر قسم کی پیشکش کو بڑی حقارت سے ٹھکرادیا۔

حج وعمرہ کی سعادت اور بیرونی ممالک میں تبلیغ

سرزمین حجاز مقدس میں حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً کی حاضری کیلئے وہ کون سا قلب مومن ہے جو بے تاب نہ رہتا ہو۔جب عام مسلمان کی آرزو، تمنا اور خواہش بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کیلئے ہر وقت تازہ رہتی ہے تو ایک خطیب اور وہ بھی سیّدزادہ اپنے نانا جی کے حضور حاضری کی کتنی تڑپ رکھتا ہوگا۔اس کا اندازہ آپ از خود اپنی کیفیت اور اور جذبات سے لگالیجئے۔چنانچہ آپ بھی عشق حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار، بار بار گنبد خضریٰ کی زیارت اور حج وعمرہ کی سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہونے کیلئے حرمین شریفین کی حاضری سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔اب تک ۱۳ بار حج وعمرہ اور دیگر زیارت مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔

یوں ہی بیرونی ممالک کے تبلیغی سلسلہ میں آپ کئی بار کامیاب دورے فرما چکے ہیں۔پاکستان میں آپ کی شبانہ روز کامیاب تقاریر نے اپنا رنگ جمایا اور بیرونی ممالک میں بسنے والے پاکستانیوں نے آپ کو تبلیغی سلسلہ میں متعدد بار مدعو کیا۔جن

marfat.com
Marfat.com

ممالک کے آپ دورے فرما چکے ہیں۔ ان میں بعض کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

برطانیہ' امریکہ' بلجیم' ناروے' ڈنمارک' حجاز مقدس' مصر' ایران' وغیرہ وغیرہ

نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن

پیش نظر تفسیر ''نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن'' اس دور کی ایک مختصر اور جامع تفسیر ہے جو خصوصیت سے نئی نسل کیلئے قلم بند کی گئی ہے اور پھر یہ تفسیر طلباء وطالبات کیلئے انتہائی مفید ہے عقائد ونظریات حقہ کی صحیح ترجمانی ہے اس تفسیر کے مقاصد تحریر میں سے یہ بھی ہے کہ سیدھے سادھے مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط کیا جائے اور وہ اس قدر مضبوط ہوں کہ کوئی منافق ان پر اثر انداز نہ ہوسکے۔ تاکہ جب بندہ اس دنیا سے جائے تو سینے میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان کی دولت لے کر جائے' نیز اس میں حضرت مفسر مدظلہ' نے مشکل الفاظ سے بھی گریز کیا ہے۔ تاکہ جو بہت سادہ اور کم پڑھے ہیں (یعنی وہ صرف اُردو پڑھ سکتے ہیں) بھی اس سے استفادہ کرسکیں اور اپنے آپ کو ان عیار اور مکار مذہبی بہروپیوں سے محفوظ کرسکیں' جو بظاہر دیندار نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً وہ دین کے دشمن ہیں جن کے بارے مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بالوضاحت خبر دی ہے کہ وہ لوگ قرآن کریم پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ نمازی ہوں گے' اتنے پکے نمازی نظر آئیں گے کہ تم لوگ (یعنی مسلمان) انہیں بڑے نمازی سمجھو گے اور اپنی نمازوں کو ہیچ جانو گے مگر وہ گمراہ گروہ دین سے ایسے نکل جائے گا جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

جب تیر شکار سے نکل جاتا ہے تو وہ شکار کو بے جان بنا دیتا ہے' شکار کا دشمن ہوتا ہے تو فرمایا ''یہ بدباطن گروہ بھی دین کے دشمن ہوں گے اور دین اسلام کو کمزور کریں گے اور دیکھیئے ان گمراہوں نے دین میں کس چالاکی سے غیر مسلموں کے اشاروں پر گروہ بندی کر دی ہے مسلمانوں کو کمزور کر رہے ہیں' اور قرآن کریم جو الحمد سے والناس تک نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام سکھاتا ہے' ان کی بارگاہ معلیٰ میں عرض ومعروض کے طریقے بتاتا ہے' جس کا اعلان ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے کلمات بولنے سے گریز کرو جن کی اوٹ میں توہین رسول ہوسکتی ہے۔

مگر گمراہ فرقے قرآن پاک کا نام لے کر فضائل وخصائص مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے منکر بنا رہے ہیں' کسی کو علم مصطفیٰ کے انکار کا درس دیتے ہیں کسی کو اختیارات مصطفیٰ کا منکر بنا رہے ہیں نیز دیگر فضائل ومحامد کا منکر بنا کر ان کی آخرت خراب کر رہے ہیں۔

اس ماحول میں جبکہ باطل قرآن کا نام لے کر گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ ان حالات میں ایک ایسی تفسیر کی اشد ضرورت

marfat.com
Marfat.com

تھی جس کو پڑھنے سے صراط مستقیم تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور اس کے پڑھنے سے ایمان اس قدر مضبوط ہو جائے کہ کوئی منافق بارگاہ رسول کا باغی سیدھے سادھے مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے تو حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی مدظلہٗ نے تفسیر ''نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن'' لکھ کر اس بہت بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت پیر سیّد شبیر حسین شاہ نقوی حسینی صاحب مدظلہٗ کو عمر خضری عطا فرمائے اور صحت و سلامتی سے رہیں تا کہ یہ تفسیر مکمل ہو سکے اور لوگ گمراہ فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے اپنا ایمان بچا سکیں۔

امین ثم امین

بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

محمد منشاء تابش قصوری (مریدکے)

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء شنبہ

marfat.com

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ

اٰیَاتُھَا (۷) رُکُوْعُھَا (۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کیلئے جو مالک ہے سارے جہان والوں کا

تفسیر: سب تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کیلئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ وہ ہے جس میں کوئی نقص نہیں، عیب نہیں اور کوئی کمی نہیں، وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ہر خوبی والا ہے۔ اور وہ خوبی کسی کی عطا کردہ نہیں، اللہ کی ذاتی ہے۔ اللہ کے سوا اگر کسی میں کوئی خوبی ہے تو وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ مثلاً انبیاء، اولیاء میں یا عام لوگوں میں جو خوبیاں ہیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا صحابہ ہوں یا اولیاء یا نیک لوگ یا سائنس دان ہوں یا کوئی کاریگر ہو یا عالم وغیرہ وغیرہ وہ سب خوبیاں اللہ کی عطا کردہ ہیں مگر اللہ وہ ہے جس کی سب خوبیاں اپنی ذاتی ہیں کسی کی دی ہوئی نہیں ہیں۔ کائنات میں جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ بندے کو چاہیے ہر وقت اس اللہ وحدہ لاشریک کا شکر ادا کرتا رہے جس نے نوازا ہے اور اپنی کسی صفت اور کمال کو دیکھ کر تکبر اور غرور نہ کرے مثلاً اگر متقی پرہیز گار ہے، یا صاحب حال ہے، یا کوئی صاحب فن ہے، یا حسین ہے، یا دولت مند ہے خواہ کوئی بھی نعمت ہے تو اس پر تکبر اور غرور نہ کرے بلکہ اس اللہ وحدہ لاشریک کا شکر گذار بندہ بنے۔ جس اللہ نے اپنے بندوں کو یہ خوبیاں کمال اور صفتیں عطا کی ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ وہ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس لئے بھی ہر بندے کو چاہئے کہ اللہ وحدہ لاشریک کا شکر ادا کرے۔ کہ وہ سب کو پالتا ہے جو مانتا ہے اس کو بھی اور جو نہیں مانتا اس کو بھی رزق دیتا ہے۔ تو جو کھانے کو دیتا ہو ضروریات زندگی پوری کرتا ہو اور بغیر کسی مطلب کے دیتا ہو یعنی وہ محتاج نہیں یہ کہ اگر کسی کو رزق نہ دے گا تو اس کی حکومت کو یا خدائی کو خطرہ لاحق ہوگا۔ (معاذ اللہ) نہیں ایسا ہرگز نہیں اللہ مجبور نہیں کل کائنات، نبی، ولی، جن، انسان، کائنات کا ذرہ ذرہ، اللہ کا محتاج ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں مگر پھر بھی وہ اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ اپنے رب کی صفت و ثنا کریں اس کا ذکر کریں۔ اسی کی عبادت کریں۔ کیونکہ عبادت کے لائق صرف وہی ہو سکتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو تو وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے جو نہ تو مجبور ہے اور نہ محتاج ہے اور نہ اس کی حکومت کو کسی قسم کا خطرہ ہے۔ تو جس کا کھائے اس کا گائے۔ اسی لئے بت پرستی سب سے بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ بت پرست اللہ کا غدار ہے اور غداری اس سے کر رہا ہے جو بندے کی تمام

marfat.com
Marfat.com

ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔ اور پھر بت پرست اس کو مانتا ہے جو نہ تو سنتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ وہ صرف ایک پتھر ہے اس کو الہ مانے گا تو وہ شخص اللہ کی خوبیوں کا انکار کرتا ہے اور ساتھ ساتھ نمک حرامی کرتا ہے۔ اس وحدہ لاشریک کا انکار کر رہا ہے جو سب کا پالنے والا ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾

ترجمہ: بہت مہربان نہایت رحم والا۔

تفسیر: مطلب یہ کہ سب کا پالنے والا ہے تو کسی مجبوری کے تحت نہیں ایسا کرتا وہ اس لئے سب کو عطا کرتا ہے کہ بہت مہربان ہے اور بہت ہی رحمت فرمانے والا ہے اس لئے کوئی منکر ہو یا ماننے والا' کوئی مخالف ہو یا موافق' سجن ہو یا دشمن کیسا بھی ہو سب کو نعمتیں عطا فرمانے والا ہے اور اتنی زیادہ دینے والا ہے کہ بندہ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا یہ اس کا فضل ہے۔ کرم ہے اور اس لئے کہ بندہ کسی بھی وقت جب غور کرے اور سوچے کہ اللہ کے سوا جن کو میں الہ مانتا ہوں کیا یہ بت ایسا کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں یہ پتھر کی مورتیوں کو چھوڑ کر کیوں نہ اس وحدہ لاشریک کو اپنا الہ مانوں جو اپنے فضل و کرم سے مجھے سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔ اسی کی خوبیاں بیان کرو اسی کا ذکر و اذکار کرو جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحمت فرمانے والا ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾

ترجمہ: روز جزا کا مالک ہے۔

تفسیر: بندے کو احساس دلایا جا رہا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ جو تجھے رزق دیتا ہے تجھے پالنے والا ہے۔ اور لاتعداد نعمتیں دینے والا ہے۔ آنکھ' کان' زبان' ہاتھ' پاؤں دیگر لاتعداد نعمتیں جن کا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا تو اسی کا بندہ بن کر اس کی پوجا کرے اور اسی کے احکام کی تعمیل کرے۔ ہر قدم پر تجھ کو احساس رہے کہ میں اس کا بندہ ہوں اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کروں جو مجھ پر بہت مہربان ہے مجھ پر رحمت کرنے والا ہے۔ اگر تو ان چیزوں کو یاد نہ رکھے دنیا تجھ پر اس قدر غالب آ جائے کہ تو ہر نعمت کو بھول جائے پھر تو یاد رکھ کہ میں ''اللہ'' قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ اس دن تجھے ہر چیز کا حساب دینا ہوگا۔ اور کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کریم نے نبیوں' پیغمبروں' رسولوں کو بھیج کر لوگوں کو سمجھایا مگر جن لوگوں نے ان پر یقین کر لیا وہ صاحب نجات ہو گئے اور جو لوگ نبی کو ایک عام آدمی سمجھ کر یا اپنے جیسا بشر سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے اور حق قبول نہ کیا انہوں نے اپنی آخرت برباد کر لی اور ہدایت حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ خدا اور قیامت کا خوف تو اسی شخص کو ہوگا جو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک پر اعتبار کرے گا۔ اور زبان رسول کو وہی مانے گا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے گا اس لئے جس کے دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ایسے شخص کا نہ تو خدا کا نام لینا معتبر جانا جائے گا اور نہ ہی قیامت

marfat.com

Marfat.com

کا تذکرہ کرنا۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس وقت صحیح ہوگا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا رشتہ اس قدر مضبوط ہو کہ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ کہ بن دیکھے صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر اعتبار کر کے اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کو حق جانتے تھے۔ تو جب اس قدر مضبوط ایمان ہوگا تو پھر قیامت کا خوف بھی ہوگا اور اللہ کا خوف بھی ہوگا اور احساس ہوگا کہ اگر میں نے اللہ کے حکموں کی پرواہ نہ کی حقوق العباد اور حقوق اللہ کا خیال نہ رکھا تو مجھے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور اگر میں نے اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا کی تو قیامت کا مالک مجھے پوچھے گا کہ ہاں اب بتاؤ وہ کدھر ہیں جن کو میرے سوا پوجتے تھے؟ سنو آج صرف اور صرف میری حکمرانی ہے۔ اور دیکھو اس وقت اگر تم زبان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین کر لیتے تو آج پریشانی نہ ہوتی'' منافقو اس وقت اگر میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کر لی ہوتی تو آج تمھارے نیک عمل تمھارے کام آجاتے اور پریشانی نہ ہوتی۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

ترجمہ: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

تفسیر: بندے کا عقیدہ ہونا چاہیے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی عقیدے کا اقرار ہے جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے کہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں اور تو ہی سب کا پالنے والا ہے اور تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے رحمت کرنے والا ہے اور تو ہی قیامت کے دن کا مالک ہے لہٰذا تو ہی عبادت کے لائق ہے تیرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ مطلب کہ اے میرے اللہ اگر تو مجھ پر مہربان ہے رحمت کرنے والا ہے مجھے پالنے والا ہے تو میں تیرا ہی بندہ کہلاتا ہوں۔ تیرے سوا میں کسی کو الٰہ نہیں مانتا تیری ہر نعمت کا اقرار کرتا ہوں۔ منکر نہیں ہوں تجھے پوجا کے لائق جانتا ہوں اور تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور جو مجھ میں عملی کوتاہیاں ہیں وہ تو مجھے معاف فرما دے۔ مطلب کہ عقیدے کا برا نہیں ہوں میرے اعمال برے ہیں۔ اس معاملے میں تیری مدد کا طلب گار ہوں۔ کیونکہ تیری مدد کے بغیر نہ میں نیکی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تیری مدد کے بغیر میں گناہوں سے باز رہ سکتا ہوں تیری توفیق سے نیکی کرتا ہوں اگر تو مجھے توفیق نہ دیتا تو میں نیکی نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی گناہ سے بچ سکتا ہوں اگر تو مجھے توفیق نہ دے تیری مدد شامل حال نہ ہو تو میں گناہوں سے بچ نہیں سکتا۔ اگر نیکی کرتا ہوں تب بھی اگر گناہ سے بچ سکتا ہوں تب بھی تیری مدد کی ضرورت ہے لہٰذا میں تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں تو میری مدد فرما۔ تاکہ میں گناہوں سے بچ سکوں۔ کیونکہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ (پر) چلا۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: ہم تیری توفیق سے سیدھے راستے پر چل سکتے ہیں لہٰذا ہم کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ مطلب کہ تیری توحید پر ایمان میں' نیکی پر عمل کرنے میں' ہدایت کی راہ پر چلنے میں' حق کی حمائت کرنے میں' برائی سے بچنے میں' ہمیں تیری مدد کی ضرورت ہے اور تو ہماری مدد فرما اگر تو ہماری مدد نہ کرے گا تو نہ ہم برے عقائد سے بچ سکیں گے اور نہ ہی برے اعمال سے ہم صراط مستقیم پر تب ہی چل سکتے ہیں اگر تیری مدد شامل حال ہو لہٰذا ہمیں تو سیدھے راستے پر پختہ رہنے کی توفیق عطا فرما اور بدعقیدگی کے فتنہ سے محفوظ فرما۔

ضروری وضاحت

بعض حضرات ''وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض ومعروض کو شرک کہنا جہالت ہے اور قرآن کے مفہوم کے خلاف ہے۔ بشرطیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسکا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جان کر مانگا جائے۔ شرک اس وقت ہوگا جب کوئی کسی نبی' ولی کو الہ جان کر مانگے گا۔ جب کوئی اللہ کے سوا کسی کو الہ مانے گا تو پھر وہ کافر ہے۔ مشرک ہے خواہ کسی نبی کو الہ جانے یا ولی کو۔ اور پھر چاہے مانگے یا نہ مانگے وہ شخص کافر بھی ہے اور مشرک بھی۔ اگر کسی کو اللہ کے سوا الہ نہ جانے تو صرف مانگنے سے کافر مشرک نہیں ہوگا۔ مطلب ہے کہ کسی سے مانگنا شرک نہیں الہ جاننا شرک ہے۔

جیسے ''الحمد للہ'' سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں'' اب اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے سوا کسی کی تعریف کرنے والا مشرک ہے۔ تو ایسا شخص جاہل ہے اور قرآن کے مفہوم کے خلاف کہہ رہا ہے۔ کیونکہ کسی کے علم کی تعریف کرنا' حسن وجمال کی تعریف کرنا' کسی کے ہنر کی تعریف کرنا یا جو کمال اللہ نے کسی کو عطا کیا ہو۔ اچھی عادات وغیرہ کی وجہ سے تعریف کرنا کوئی شرک نہیں ہے۔ اگر یہ عمل بھی شرک تصور کیا جائے تو پھر معترض بھی مشرک ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ کیونکہ وہ بھی اپنے ماں باپ' استاذ' دوست احباب کی تعریف کرتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی تعریف بھی کرنے والا مشرک ہو جائے گا۔ مگر اس وقت مشرک ہوگا جب کسی کو الہ سمجھ کر تعریف کرے گا اگر الہ نہ سمجھے تو پھر صرف کسی کی تعریف کرنے سے مشرک نہیں ہوگا۔ اسی طرح مانگنے سے مشرک نہیں ہوگا۔ مشرک اس وقت ہوگا جب کسی کو الہ سمجھ کر مانگے گا۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پالنے والا سارے جہانوں کا۔

رب کا معنی ہے پالنے والا۔ اب ماں اپنے بچوں کو پالتی ہے باپ پالتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کو الہ جانے گا تو وہ کافر اور مشرک ہوگا۔ اگر ماں باپ کو الہ نہ جانے اور پالنے والا جانے تو کافر اور مشرک نہیں ہوگا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اگر اللہ نہ جانے تو صرف عطا فرمانے والا جاننے سے بندہ مشرک نہیں ہوتا یا مدد مانگنے سے مشرک نہیں ہوگا۔ مگر بعض لوگ جہالت کی بنا پر خواہ مخواہ صاحب ایمان لوگوں کو کافر اور مشرک کہتے رہتے ہیں جب کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے کیونکہ کفر لوٹ آتا ہے۔

منافقت کی علامت

پھر قرآن پاک کے الفاظ ہیں "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یہ الفاظ پڑھ کر خیال انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کی طرف جانا بیمار ذہن یعنی منافقت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اس وقت لوگ بتوں کو الہ جانتے تھے۔ لات' عزیٰ' ہبل' منات وغیرہ کی پرستش کی جاتی تھی ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ انہی کو مددگار جانا جاتا تھا کفار ان کے سامنے سجدہ ریز ہو کر مرادیں مانگتے تھے اپنی مشکلات پیش کرتے تھے اور پھر مدد طلب کرتے۔ تو اللہ کریم نے ان کا رد فرمایا کہ ان بتوں سے مت مانگو مجھ سے مانگو' بتوں سے نفرت اور مجھ سے محبت کرو اور اقرار کرو۔ چنانچہ جب مومن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اقرار کرتا ہے

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اس کا مطلب تو واضح ہے کہ اس وقت لوگ بتوں کو اپنا الہ مانتے تھے اور بتوں سے ہی مدد طلب کرتے تھے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا اے ایمان والو تم جب عبادت کیلئے کھڑے ہوتے ہو تو تم ان بتوں کا رد کرو اور کفار کے عقائد کا رد کرتے ہوئے کہو کہ ہم نہ تو بتوں کو الہ مانتے ہیں اور نہ ہی بتوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔ الٰہی تو ہمارا الہ ہے اور تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ مطلب کہ ہم مشرک نہیں ہم تو اللہ کو الہ مانتے ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک کی پوجا کرتے ہیں۔ اللہ کو ہی سجدے کے لائق جانتے ہیں اور اللہ کو ہی مددگار جانتے ہیں۔ یہاں مراد تو بتوں سے نفرت تھی مگر بیمار ذہن جس میں اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت بھری ہوئی تھی اس ذہن نے "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان دین لے لیے۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ ان لوگوں کے ذہن میں بت ہوتے اور یہ کہہ کر یا پڑھ کر بتوں کے خلاف استدلال کرتے۔ مگر منافقت سے نبیوں ولیوں اور پیغمبروں خصوصاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد لے کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرنے کی کوشش کی اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت پر اکسایا اور توحید کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہی اور بے دینی کا درس دیا جو قرآن پاک کے خلاف ہے اور صریحاً قرآن کے مفہوم کو بدلا جو ایک مخلص مومن نہیں کر سکتا یہ عمل کوئی منافق ہی کر سکتا ہے۔ اگر منافقت نہ ہوتی تو بات بالکل واضح تھی کہ اے ہمارے رب ہم بتوں کی پرستش کرنے والے نہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم بتوں کو نہیں تجھی کو اپنا مددگار جانتے ہیں۔ یہاں بتوں کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی طرف ذہن کا جانا ہی عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل ہے بصورت دیگر نبیوں' ولیوں کی طرف ذہن جانے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ کیونکہ کوئی شخص نبی کو الہ نہیں سمجھتا اور نہ ہی الہ سمجھ کر مدد مانگتا ہے۔ شرک تو تب ہوگا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہ جان کر مدد طلب کرے گا۔ اگر الہ نہیں جانے گا تو کافر یا مشرک نہیں ہوگا۔ جیسے قرآن پاک سے ثابت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لوگوں سے مدد طلب کرنا۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ" میرا مددگار کون ہے اللہ کی طرف؟ مطلب یہ کہ کون

marfat.com
Marfat.com

ہے جو میری مدد کرے گا؟ تو اب ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ فرمایئے جناب کیا معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شرک کیا ہے؟ نہیں کبھی نہیں ایسا ہو سکتا بلکہ گمان کرنا بھی کفر ہے ایک نبی شرک کرے۔ 'استغفر اللہ لاتعداد بار استغفر اللہ' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہوا "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے مراد بت ہیں کہ یا اللہ ہم بتوں سے نہیں تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہاں نبی ولی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ عام لوگوں سے مانگنا بھی شرک نہیں جیسے بیماری میں ڈاکٹر سے مدد طلب کرنا' حاکم سے حق طلب کرنے کیلئے مدد طلب کرنا یا عالم سے علم حاصل کرنے کیلئے مدد حاصل کرنا' کاریگر سے ہنر سیکھنے کیلئے مدد طلب کرنا یا دولت مند سے مسجد اور مدرسہ کیلئے مدد طلب کرنا کوئی کفر و شرک نہیں۔

کفر کی صورت یہ ہے

ہاں کفر اس صورت میں ہوگا اگر دولت مند کے متعلق عقیدہ ہو کہ یہ دولت مند کا مدد کرنا اس کی ذاتی صفت ہے۔ یا ڈاکٹر کا شفا دینا ذاتی کمال ہے یا حاکم کا مدد کرنا اس کا ذاتی کمال ہے۔ اللہ کا عطا کردہ نہیں۔ تو یہ کفر ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کریم نے ڈاکٹر یا حاکم یا دولت مند کو یہ کمال دیا ہے تو پھر استفادہ کرنا اور مدد طلب کرنا کفر و شرک نہیں ہے۔ اگر اس کو بھی کفر و شرک جانا جائے گا تو پھر معترض خود بھی کفر و شرک سے نہیں بچ سکے گا۔ کیونکہ وہ خود ڈاکٹروں سے طبیبوں سے وکیلوں سے مدد طلب کرتا ہے اور دولت مندوں سے چندہ مانگتا ہے۔ قربانی کی کھالیں لوگوں سے مانگتا ہے۔ تو کیا خود کو کافر اور مشرک تصور کرتا ہے؟

کبھی بھی یہ لوگ خود کو کافر یا مشرک نہیں کہتے۔ اگر یہ خود کو کافر اور مشرک نہیں جانتے تو پھر دیگر مسلمانوں کو کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اصل میں اپنی منافقت پر پردہ ڈالنے کیلئے مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے الفاظ میں!

"وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" پارہ (۱) رکوع ۱۱ ☆ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے ان کی مدد کی۔

قرآن پاک کے الفاظ سے ثابت ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار ہیں کیونکہ روح القدس جبریل علیہ السلام ہیں۔ اب جو لوگ! "وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کا مطلب یہ لیتے ہیں کے اللہ کے سوا کسی سے مانگنا مدد طلب کرنا شرک ہے یا یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے اگر ان لوگوں کی بات کو سچ جان لیا جائے تو پھر معاذ اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان لوگوں کے فتوے کی زد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور پھر کیا کوئی مسلمان اللہ پر یقین رکھنے والا اور اللہ کے رسول پر ایمان رکھنے والا قرآن کا انکار کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ قرآن کا انکار کفر ہے۔ اس لئے عقیدہ رکھنا ہوگا کہ جناب جبریل امین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار تھے اور اللہ نے جناب جبریل علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مددگار بنایا۔ اور کوئی ایمان والا اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قرآن ہے جس کا انکار کفر ہے۔ تو ثابت ہوا۔ "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کا مطلب ہے اس کے سوا کسی کو حقیقی مددگار نہ جانو۔ مگر جن

marfat.com

Marfat.com

کو اللہ نے یہ کمال عطا فرمایا ہے ان کو مددگار جاننا کوئی کفر و شرک نہیں۔ جیسے جبریل علیہ السلام کو مددگار جاننا کفر نہیں عین ایمان ہے۔ بلکہ ان کو مددگار نہ ماننا قرآن کا انکار ہے جو کہ کفر ہے۔ اور یہ بات واضح ہوگئی کہ جب بندہ نماز میں "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ بتوں کو نہیں ہم تجھ کو مانتے ہیں عبادت بھی تیری ہی کرتے ہیں اور مددگار بھی تجھے ہی جانتے ہیں مطلب کہ ہم بتوں کو ماننے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ اس وقت لوگ بتوں کو اپنا مددگار جانتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکم ہوا کہ تم یہ پڑھو۔ کیونکہ ماحول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ماحول کو نظر انداز کیا جائے گا تو پھر فتوے دینے والے خود بھی کفر و شرک سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے اور اپنے فتوؤں کی زد میں خود آجائیں گے اور یا پھر یہ مراد لیا جائے گا کہ حقیقی مددگار صرف اللہ وحدہ لاشریک کو جانا جائے گا اور مخلوق مددگار اس کی عطا سے ہوں گے مطلق یہ معنی کرنا یا مراد لینا کہ اللہ کے سوا اگر کسی سے مانگا جائے یا مدد طلب کی جائے وہ کفر ہے یہ قرآن کے خلاف ہے اور جو استدلال قرآن کے خلاف ہوں وہ باطل ہیں۔

دوسری دلیل

"وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (پارہ ۲۸ رکوع ۱۹) اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

قرآن کریم کے ان الفاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ فرشتوں کو یعنی جبریل علیہ السلام کو مددگار ماننا یا اللہ کے نیک بندوں نبیوں ولیوں کو مددگار ماننا شرک نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام اور اللہ کے مقبول بندے نبی ولی مددگار ہیں۔ اور ان کا انکار کرنے والا قرآن کی نص کا منکر ہے جو کہ کفر ہے۔ تو قرآن سے ثابت ہوا۔ "وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کا مطلب یہ بالکل نہیں جو منکرین انبیاء بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی ولی سے مانگنے والا مدد طلب کرنے والا مومن نہیں مشرک ہے۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ ہوتا تو اللہ کریم یہ نہ فرماتا کہ متقی پرہیزگار لوگ تمہارے مددگار ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام تمھارے مددگار ہیں بلکہ آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ "وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ" اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ یعنی صرف ایک جبریل امین علیہ السلام یا اللہ کے مقبول بندے نبی ولی ہی نہیں ان کے ساتھ ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں اب غور فرمائیں جن کو اللہ مددگار فرما رہا ہے کیا ان کو مددگار ماننا شرک ہے؟ یا ان کے مددگار ہونے کا انکار کفر ہے۔ یقیناً مددگار ہونے کا انکار کفر ہے۔ کیونکہ ان کے مددگار ہونے کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہوگا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مددگار سے مانگنا کفر و شرک نہیں۔ مگر کفر اس صورت میں ہوگا اگر ان کو الہ جان کر مدد مانگے اگر الہ نہ جانے تو کفر و شرک نہیں ہے۔ مگر مدد اس سے مانگی جائے جس کو قادر مطلق نے یہ خوبی عطا کی ہو۔ بتوں وغیرہ سے مدد طلب نہ کرے کیونکہ بت میں تو یہ خوبی ہے ہی نہیں۔ اگر نبیوں ولیوں سے مدد طلب کرے تو حرج نہیں کیونکہ اللہ کریم نے ان کو ان خوبیوں سے نوازا ہے جیسے حدیث سے بھی ثابت ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "یَارَبِیْعَةُ سَلْ"

marfat.com
Marfat.com

مانگ ربیعہ جو بھی مانگنا ہے! تو ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا: اور مانگ! عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی مطلوب ومقصود ہے۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ السلام نے مانگنے کی تلقین فرمائی۔ اگر "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے مراد نبیوں ولیوں سے مانگنا شرک یا کفر ہوتا تو حضور نبی اکرم علیہ السلام کبھی "یَارَبِیْعَۃُ سَلْ" نہ فرماتے۔ یعنی مانگنے کا حکم نہ فرماتے کیونکہ نبی کفر وشرک کا درس نہیں دیتا۔ تو اس سے ثابت ہوا نبیوں ولیوں سے مانگنا کفر وشرک نہیں ہے۔ "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے مراد بتوں سے مانگنے کی نفی ہے۔ کیونکہ اللہ کے مقابلے میں کافر بتوں سے مانگتے تھے اس لئے بتوں سے مانگنا حرام اور شرک ہے اور پھر ان کو اللہ کریم نے یہ خوبی عطا بھی نہیں فرمائی وہ خود پتھر ہیں۔ اگر کوئی یہ معنی مراد لے کہ نبی اور ولی سے مانگنا حرام ہے تو اس کی صورت بھی یہ ہے کہ اگر خدا سمجھ کر مانگے تو شرک ہے۔ یا حقیقی مددگار تصور کرے تو کفر ہے۔ کیونکہ حقیقی مددگار صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر عقیدہ یہ ہو کہ اللہ نے فلاں نبی یا ولی کو یہ خوبی عطا فرمائی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کی خوبی عطا فرمائی گئی۔ اندھے کو آنکھ عطا کرنے کی خوبی عطا کی گئی۔ کوڑھیوں کو شفا دینے کی خوبی عطا فرمائی گئی۔ تو اگر کوئی اندھا یا کوڑھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرے کہ حضور اللہ کریم نے آپ کو یہ کمال عطا فرمائے ہیں تو بندہ پر مہربانی فرما دیجئے تو یہ شرک یا کفر نہ ہوگا۔ یا جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنکھ مانگنا۔ دیگر سینکڑوں حدیثوں میں (جو طوالت کے خوف سے درج نہیں کر رہا) تو یہ کفر وشرک نہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پانی مانگنا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں اور نہ ہی صحابی رضی اللہ عنہ کفر وشرک کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی نبی کفر وشرک کی اجازت دیتا ہے۔ اگر نبیوں سے مانگنا شرک ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو منع کرتے کہ مجھ سے پانی نہ مانگو۔ حضور نبی اکرم علیہ السلام اپنے صحابہ کو منع کرتے کہ مجھ سے نہ مانگو ایسا کرنا جرم ہے۔ کیونکہ کفر وشرک دیکھ کر نبی خاموش نہیں رہ سکتا اگر نبی سے مانگنا کفر وشرک ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فوراً منع کر دیتے کہ ایسا نہ کیا کرو یہ شرک ہے۔ یہاں مختصر عرض کیا ہے تفصیل کیلئے انشاء اللہ بفضل خدا عنقریب ایک تصنیف مسئلہ استعانت لغیر اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

مگر بعض لوگوں کے دلوں میں عداوتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر زیادہ ہے کہ ہر وقت سوچتے رہتے ہیں کہ کسی طریقے سے لوگوں کو حضور نبی اکرم علیہ السلام کا نام لینے سے روکا جائے چنانچہ آئے دن نئی سے نئی اصطلاحیں ایجاد کرتے ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا آج کل ایک نئی اصطلاح ایجاد کی ہے کہ جی ماتحت الاسباب مانگنا جائز ہے۔ مافوق الاسباب مانگنا شرک ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ماتحت الاسباب ومافوق الاسباب کی وضاحت

ماتحت الاسباب اسے کہا جاتا ہے جس میں سبب پایا جائے مثلاً مال دار سے چندہ مانگنا قربانی کی کھالیں مانگنا ڈاکٹر سے شفاء طلب کرنا کسی ہنر مند سے ہنر سیکھنے میں مدد لینا عالم سے علم حاصل کرنے میں مدد لینا پولیس سے مدد مانگنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ماتحت الاسباب مدد طلب کرنا ہے۔ مافوق الاسباب جس میں سبب نہ پایا جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے آنکھیں طلب کرنا بیماری میں شفاء طلب کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پانی طلب کرنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا پھر تھوڑے سے کھانے کا بڑھ جانا اور ایک لشکر کا سیر ہو کر کھانا پیٹ بھر کر کھائے تو اس میں تھوڑے سے کھانے سے کچھ کم نہ ہونا پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیماروں کا حاضر ہونا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پانی کے پیالے میں ہاتھ ڈبونا اور لوگوں کا وہ پانی مریضوں کو پلانا اور ان کا شفاء یاب ہونا پھر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنکھ عطا کرنا اور پھر ید اللہ کا ہاتھ ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر لگا کر صحابی رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کو درست کرنا ٹوٹے ہوئے بازو کو ہاتھ مبارک لگا کر درست کرنا مختصراً یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا کہ جس کو بھی کوئی مصیبت آتی مشکل پیش آتی وہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی مشکل کو حل فرماتے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا' تو کیا اب ہے کوئی مفتی یا علامہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فتویٰ لگائے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فتویٰ لگانے کی کبھی بھی کوئی ہمت نہیں کرے گا کیونکہ اگر یہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کفر و شرک کے فتوے لگائیں گے تو ان کا اپنا ایمان ختم ہو جائے گا ان کی منافقت ظاہر ہو جائے گی حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے مانگنا ماتحت الاسباب نہیں تھا مافوق الاسباب تھا اگر یہ کفر و شرک ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام مانگنے والوں کو روک دیتے کیونکہ کوئی نبی بھی کفر و شرک کو برداشت نہیں کرتا مگر نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی مانگنے والوں کو منع کیا اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام نے کسی کو منع کیا اور نہ ہی ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ میں حاضر ہو کر مانگنے والوں کو منع کیا کیونکہ کفر و شرک اس وقت ہوتا ہے جب کسی کو الٰہ جان کر مانگا جائے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق یہ سوچنا بھی گمراہی اور بے دینی ہے جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان پر شک کرے وہ خود ایمان سے خالی ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے ایمان کی گواہی قرآن و حدیث دے رہی ہے۔ لٰہذا یہ مافوق الاسباب کی اصطلاح باطل سے اپنے باطل نظریئے کے تحفظ کیلئے ایسی اصطلاح کا ایجاد کرنا حق کے مقابلے میں ضد اور ہٹ دھرمی کی دلیل ہے اور یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے ایمان والوں کا نہیں کیونکہ جو اصطلاح قرآن کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" ضرور ضرور اس پر ایمان لانا ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ "قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ" فرمایا کیا اقرار کرتے ہو؟ "وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ"

marfat.com
Marfat.com

اوراس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ یعنی ذمہ داری اٹھاتے ہو وعدہ کرتے ہو۔ تو سب نبیوں نے اللہ کریم کو جواب دیا۔ "قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا" سب نے کہا اقرار کیا ہم نے۔ یعنی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان بھی لائیں گے اور مدد بھی کریں گے۔ اب غور فرمائیں کہ منکرین نے جو اصطلاح ایجاد کی ہے کیا یہ قرآن کے خلاف ہے یا نہیں؟ یقیناً قرآن کے خلاف ہے۔ اگر مردے سے "مافوق الاسباب کی باطل اصطلاح" کے مطابق مدد طلب کرنا شرک ہے تو پھر قرآن پاک کے ان الفاظ کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ کفر ہے۔ کیونکہ نبیوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم حضور نبی اکرم علیہ السلام پر ایمان بھی لائیں گے اور مدد بھی کریں گے۔ اگر نبی وصال کے بعد مدد کرنے کی طاقت نہ رکھتے' تو اللہ ان سے وعدہ کبھی نہ لیتا اور نہ ہی نبی وعدہ کرتے مگر اللہ نے وعدہ لیا اور نبیوں نے کیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وصال کے بعد بھی نبی مدد نہیں کر سکتے تو پھر معاذ اللہ! یہ کہنا ہوگا کہ نبیوں نے وعدہ غلط کیا تھا (معاذ اللہ) جبکہ نبی غلط وعدہ نہیں کرتے اور پھر اللہ وحدہ لاشریک کے علم پر بھی طعن ہو سکے گا کہ (معاذ اللہ) اللہ کو بھی یہ علم نہ ہو سکا کہ یہ مدد نہیں کر سکیں گے بس وقت گزار رہے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں نہ تو خدا کے علم میں نقص ہے اور نہ ہی نبیوں نے غلط وعدہ کیا ہے اور نہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے انبیاء کو کمال عطا کیا ہوتا ہے۔ خصوصاً حضور نبی اکرم علیہ السلام تو بعد وصال بھی مدد کرتے ہیں۔ جیسے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ گناہ گار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا گڑ گڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی تو قبر انور سے آواز آئی کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے آواز دینا کہ لاؤ حبیب کو حبیب سے ملاؤ ہزاروں واقعات ہیں کہ حضور نبی اکرم علیہ السلام نے اپنے غلاموں کی مدد فرمائی اور پھر قرآن پاک کے الفاظ میں "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ" اگر مانگنا شرک ہوتا یا کفر ہوتا' در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جانے کا حکم نہ دیا جاتا یا پھر اس آیت کا منسوخ ہونا ثابت کرو جب کہ یہ منسوخ بھی نہیں ہے۔ مختصراً یہ ہے۔ "اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" سے مراد بت ہیں۔ کیونکہ اس وقت لوگ بتوں سے مدد طلب کرتے تھے اور ان کو الٰہ جانتے اور مانتے تھے ان کی عبادت کرتے تھے تو اللہ کریم نے ان بتوں اور بت پرستوں کی تردید فرمائی۔ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کہ اے ہمارے رب ہم نہ تو تیرے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں مطلب کہ ہم بت پرست نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تیرے سوا یعنی بتوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔ مگر منافقین نے بتوں کی جگہ انبیاء کو سامنے رکھ لیا جب کہ کسی نبی یا ولی کی نہ تو عبادت کی جاتی ہے اور نہ ہی الٰہ مان کر ان سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی نبی ولی کی عبادت جائز ہے تو وہ کافر ہے مشرک ہے۔ یا الٰہ مان کر مدد طلب کرے تو مشرک ہے یعنی مدد مانگنا شرک نہیں الٰہ ماننا شرک ہے۔ مگر منافقین یہ فرق بیان نہیں کرتے لوگوں کو مغالطے میں ڈال کر انہیں گمراہ اور بے دین بنانا چاہتے ہیں اور در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ اور ماحول کو نظر انداز کرنا سخت بددیانتی ہے اور پھر بتوں کی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لینا منافقت ہے۔ چونکہ اس وقت لوگ بتوں سے مدد طلب کرتے تھے تو ان کی تردید فرمائی گئی۔ اگر نبیوں یا ولیوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و معروض شرک ہوتا تو انبیاء کرام خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات پیش کرنے والوں کو منع فرماتے مگر نہ تو حضور نبی

marfat.com

Marfat.com

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حاضر ہو کر عرض کرنے والوں کو منع فرمایا اور نہ ہی دیگر نبیوں نے منع فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبیوں اور ولیوں سے مانگنا شرک نہیں مگر اس صورت میں کہ اللہ کریم نے ان کو یہ کمال عطا فرمائے ہیں خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔ مطلب کہ عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کے دیئے ہوئے سے ہماری مدد فرماتے ہیں جیسے دولت مند سے خدا سمجھ کر نہیں خدا کا بندہ سمجھ کر مسجد یا مدرسہ کیلئے امداد طلب کی جائے تو اس کو کفر و شرک کہنا گمراہی اور بے دینی ہے اور یہ فتویٰ باز خود بھی مانگتے ہیں کیا یہ کافر یا مشرک ہیں؟ اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مانگنا بھی شرک نہیں ہے۔

اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں پھنس جائے تو اس طرح پکارے۔

"اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ" اے اللہ کے بندو (میری) مدد کرو اللہ تم پر رحم کرے۔

(تفسیر کبیر ج ا ص ۱۷۸ مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگل میں اگر کوئی شخص راستہ بھول جائے یا کوئی اور پریشانی ہو جائے تو اللہ کے بندوں کو مدد کیلئے پکارے۔ اب ان نام نہاد توحید پرستوں سے کوئی پوچھے کہ جناب فرمایئے کہ کیا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی شخصیت لوگوں کو کفر و شرک کا درس دے رہی ہے۔ (معاذ اللہ) نہیں وہ لوگ تو اسلام پھیلانے والے ہیں اور کفر و شرک مٹانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے صدقے اور محنت سے ہم تک اسلام پہنچا۔ مگر ان فتویٰ بازوں کے فتوے سے تو اتنی عظیم ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں (معاذ اللہ) کیا ہے ایسا کوئی پوپ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف فتوے دے؟ جبکہ منکرین کے عقیدہ کے مطابق تو (معاذ اللہ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مومن نہ رہے۔ استغفر اللہ! ہزار بار استغفر اللہ! مگر جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان پر شک کرے گا وہ خود ایمان سے خالی ہوگا۔ بہرحال " اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ " سے انبیاء اولیاء مراد نہیں ہیں اگر انبیاء اور اولیاء مراد ہوتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبھی بھی اللہ کے بندوں کو مدد کیلئے پکارنے کا درس نہ دیتے۔

فرمانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

" قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ " (کتاب الفتن مشکوۃ)

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں اور وہ (یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہر ایمان والے کے مددگار ہیں۔

اب فرمان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا نبیوں اور اللہ کے مقبول بندوں کو

marfat.com
Marfat.com

مددگار ماننا کفر وشرک نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنوں کے مددگار ہیں۔ اب جو شخص اس کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں۔ اور پھر واضح ہوگیا کہ "اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کا مطلب صرف بت ہیں چونکہ اس وقت لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور انہیں اپنا مددگار جانتے تھے تو اللہ وحدہ لاشریک نے ان بتوں کی تردید فرمائی نیز کفار کے باطل عقائد کی تردید فرمائی۔ تو مراد بت تھے کیونکہ اس وقت ماحول ایسا تھا انبیاء اور اولیاء مراد نہیں ہیں۔ ہاں جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی کو الہ مان کر پکارے گا تو کافر ہو جائے گا بلکہ پکارنا ضروری نہیں صرف ماننے سے مشرک ہو جائے گا۔ یا پھر ان کی ذاتی صفت جانے تو تب بھی کافر ہوگا۔ دلائل تو بہت زیادہ ہیں طوالت کا خوف ہے انشاء اللہ علیحدہ تصنیف پیش کی جائے گی۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ۙ

ترجمہ: راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔

تفسیر: کہ اے رب العالمین تو ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور وہ صراط مستقیم کیا ہے؟ انعام یافتہ لوگوں کی راہ۔ لہٰذا میرے رب تو ہمیں ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے احسان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جس راہ پر نجات ہے اسکو صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔ جو جنت کی راہ ہے وہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ اب ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم انعام یافتہ ہیں مگر قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ انعام یافتہ کون ہیں تو قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" کہ انعام یافتہ انبیاء صدیقین اور شہداء اور شہدائے کربلا اور دیگر شہدائے احد اور تمام اولیاء اللہ اور متقی پرہیزگار لوگ ہیں یہ انعام یافتہ لوگ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا صحیح العقیدہ لوگ وہ ہیں جن کی جماعت میں نبی صدیق اور شہید اور ولی ہیں تو یہ سب اہلسنت و جماعت میں ہیں اور اہلسنت ہی سب کو مانتے ہیں باقی جتنے بھی گروہ ہیں سب کی طرف نظر دوڑا کر دیکھو کچھ گستاخ رسول ہیں کچھ گستاخ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کچھ شہدائے احد و بدر کے منکر ہیں۔ اور کچھ شہدائے کربلا کے منکر ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے منکر ہیں مگر صرف اہلسنت و جماعت ہیں جو سب کو مانتے ہیں۔ اور نبیوں صدیقوں اور ولیوں کے منکر کو گمراہ اور بے دین جانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر مقلد صراط مستقیم پر نہیں ہیں کیونکہ جو انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر نہیں ہیں وہ گمراہ بے دین ہیں تو جو لوگ انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے بغاوت کرتے ہیں وہ اس آیت کے منکر ہیں پس اس سے ثابت ہوا تقلید ضروری ہے غیر مقلد گمراہی کے راستے پر ہیں۔ اور دوسری جگہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

"وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ" کہ اے لوگو! ان کی راہ پر چلو جن کا رجوع اللہ کی طرف ہے۔ یہاں بھی مقلد ہونے کا درس دیا جا رہا ہے۔ کہ اے لوگو جو اللہ کی طرف رجوع رکھنے والے ہیں۔ ان کی تقلید کیا کرو۔ ان کے نقش قدم پر چلو۔ کیونکہ وہ انعام یافتہ لوگ ہیں۔ اگر تم ان کی رفاقت قبول کرو گے تو بدعقیدگی سے بچ سکو گے اور تمہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے۔ اور اگر تم لوگوں نے بغاوت کی یعنی صراط مستقیم سے ہٹ گئے تو یاد رکھو انعام یافتہ لوگوں کی راہ کے سوا جتنے بھی گروہ

marfat.com

Marfat.com

ہیں (وہ سب گمراہ ہیں)۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ع

ترجمہ: نہ ان کا جن پر (تیرا) غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا (یعنی گمراہوں کا)

تفسیر: مطلب کہ انعام یافتہ لوگوں کے علاوہ جتنے بھی گروہ ہیں سب کے سب گمراہ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحمت نازل نہیں کرتا بلکہ اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جن پر اللہ کا خاص کرم ہے وہ صرف وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے جن کے دلوں میں نبیوں' ولیوں' شہیدوں اور صدیقوں کی محبت اور عقیدت ہے۔ اور ان کے ساتھی ہیں۔ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ "اِنَّهٗ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ (بخاری) اس سے ثابت ہوا خوش نصیب آدمی وہی ہوگا یا خوش نصیب وہ ہی جماعت ہے جن کے دلوں میں نبیوں صدیقوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور شہیدوں اور ولیوں کی محبت ہے۔ تو وہ صرف اہلسنّت و جماعت لوگ ہیں جو سب نبیوں کو ان کے کمال وفضائل کے ساتھ مانتے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مانتے ہیں اور شہداء احد و بدر اور شہداء کربلا یعنی سب کو مانتے ہیں اور سب اولیاء اللہ کو بھی مانتے ہیں یہی ان کی صداقت کی عظیم دلیل ہے۔

❀......❀......❀

marfat.com
Marfat.com

اٰیاتُھا (۲۸۶) سُوْرَۃُ البَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوعاتُھا (۴۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ②

ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

تفسیر: الف لام میم حروف مقطعات ہیں' یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہے۔ جسکو دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ خالق کائنات فرماتا ہے قرآن میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یعنی یہ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ اللہ کریم کو علم تھا کہ کچھ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر گمراہ ہونگے۔ "یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا" مطلب کہ ایک گروہ قرآن پڑھنے والا گمراہ ہوگا۔ اور ایک جماعت قرآن پڑھنے والی ہدایت یافتہ ہوگی۔ تو جب گمراہ گروہ قرآن پڑھے گا تو ظاہر ہے وہ ہدایت تو نہیں دے گا۔ وہ قرآن پڑھ کر لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف تو نہیں بلائے گا۔ وہ تو گمراہی کی طرف بلائے گا۔ کیا وہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سے منع کرے گا؟ نہیں ایسا نہیں کرے گا۔ اگر ایسا کرے گا تو ان کا کفر ظاہر ہو جائے گا۔ پھر سوچنا ہوگا کہ وہ گمراہ گروہ کیسے لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ تو ظاہر ہے کہ وہ گروہ قرآن پڑھ کر لوگوں کو در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باغی بنائے گا۔ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرے گا۔ خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہوگا۔ ان کے دل عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوں گے ان کے دلوں میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوگا۔ نبی کو عام انسانوں کی طرح جانیں گے عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل کورے ہوں گے تو جب وہ لوگ قرآن پڑھ کر لوگوں کے دلوں سے احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نکالنے کی کوشش کریں گے اور کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کریں گے تو فرمایا ان کے منہ سے قرآن سن کر یہ نہ سمجھ لینا کہ واقعۃً احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرک ہے یا کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنا قرآن کے خلاف ہے۔ یعنی ان گمراہوں کی زبان سے قرآن سن کر یہ عقیدہ نہ بنا لینا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار نورانیت کا اقرار یا اختیارات کا اقرار قرآن کے خلاف ہے اس وقت قرآن پر شک نہ کرنا کہ شاید قرآن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ہی نہیں۔ ایسے گمراہ لوگ ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے مگر عظمت وشان

marfat.com

Marfat.com

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کریں گے تو اس وقت قرآن پر شک نہ کرنا بلکہ اس کو بد باطن گمراہ اور بے دین جاننا جو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا انکار کرتا ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک قوم نکلے گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے وہ پیکان میں دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے لکڑی کو دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے۔ البتہ شکار کو دیکھ کر شک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو پہلے ہی خبردار کر دیا ہے کہ صرف لبادہ دیکھ کر یا ان گمراہ لوگوں کی زبان سے صرف قرآن سن کر قرآن پر شک نہ کرنا کہ قرآن نے ہی احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شرک قرار دیا ہے۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں قرآن احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درس دیتا ہے۔ اور پھر قرآن پر شک اس وقت ہوسکتا ہے جب کوئی بد باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دیانت داری پر شک کرے گا یا جبرائیل امین علیہ السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دیانت داری پر شک کرے گا۔ کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک نازل فرمانے والے ہیں اور جبرائیل امین علیہ السلام لانے والے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے نہ تو اللہ وحدہ لاشریک کی دیانت داری پر شک کرسکتا ہے اور نہ جبرائیل امین علیہ السلام اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی قسم کا شک کرسکتا ہے۔ تو یہاں اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل امین علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناموس کا تحفظ فرمایا ہے۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہ تو میرا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہے کہ اس کی دیانت داری پر شک کیا جاسکے اور نہ ہی جبرائیل امین علیہ السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بد دیانتی کرسکتے ہیں لہٰذا اگر کوئی بدبخت یہ کہے کہ قرآن میں کانٹ چھانٹ کی گئی ہے یا کچھ سورتیں نکال دی گئی ہیں اور کچھ اپنے پاس سے اس میں داخل کر دیا گیا ہے تو وہ بے ایمان اور گمراہ ہے۔ لہٰذا اے ایمان والو قرآن پر شک نہ کرنا یا میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا جبرائیل امین علیہ السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بدگمانی نہ کرنا یعنی قرآن پر شک نہ کرنا اگر کسی نے ایسے بدبخت گمراہ کے کہنے پر قرآن میں شک کیا تو وہ کافر ہوجائے گا۔ کیونکہ نص کا انکار کفر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ قرآن پاک میں گڑبڑ کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ مومن نہیں ہیں۔ اور پھر قرآن میں تحریف کا قائل وہ ہوگا جو اللہ وحدہ لاشریک کے علیم، خبیر، سمیع اور بصیر ہونے کا منکر ہوگا۔ کیونکہ اللہ کریم فرماتا ہے کہ قرآن کا محافظ میں ہوں۔ اور کسی کام میں ہیرا پھیری تب ہی ہوسکتی ہے جب محافظ کوتاہی

marfat.com
Marfat.com

برتے۔ سو جائے دیکھ نہ سکے یا اسے علم ہی نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو اللہ کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ لہٰذا قرآن میں جو شک کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ وہ اللہ کی صفتوں میں نقص مانتا ہے۔ ڈر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے ہوں گے اور دل سے ماننے والے ہوں گے۔ وہ لوگ مراد نہیں جو صرف زبان سے تو اقرار کریں لبادہ بھی درست ہو مگر دل میں ایمان داخل نہ ہوا ہو جیسے پیچھے گذر چکا ہے۔ نہ تو وہ قرآن پر شک کرنے والے ہوں اور نہ ہی بدباطن ہوں جو قرآن تو پڑھیں مگر حلق کے نیچے نہ اترے مگر بظاہر نمازوں اور روزوں کو دیکھ کر لوگ یہ گمان کریں کہ یہ بہت بڑے دیندار ہیں۔ یہاں متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کو اللہ کی کتاب جانے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پختہ ایمان رکھے۔ تو پھر بندہ قرآن سے استفادہ کر سکتا ہے بصورت دیگر قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتا انہیں لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ کچھ لوگ قرآن تو پڑھیں گے۔ مگر گمراہ ہوں گے۔ اور جو دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھیں گے۔ زبان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل اعتماد کرتے ہوں قرآن کو اللہ کی کتاب مانیں گے۔ وہ قرآن سے ہدایت حاصل کریں گے اور قرآن اسی گروہ کو ہدایت دے گا۔ انہیں لوگوں کے متعلق اللہ کریم نے فرمایا ہے کہ ایک کثیر جماعت قرآن سے ہدایت پائے گی۔ وہ جماعت وہی ہوگی جن کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا محبت ہوگی احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے والے ہوں گے۔ قرآن سب کو ہدایت ہی دیتا ہے جیسے عطر خوشبو دیتا ہے سونگھنے والا چاہے مومن ہو یا کافر یا منافق۔ مگر خوشبو سے محروم وہ شخص رہے گا جو دماغ صحیح نہ رکھے گا اسی طرح قرآن سب کو ہدایت ہی دیتا ہے مگر وہ شخص ہدایت حاصل نہیں کر سکے گا۔ جو بدعقیدگی کی بیماری میں مبتلا ہوگا۔ یعنی گستاخ رسول اس سے قرآن پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

ترجمہ: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

تفسیر: یعنی ہدائت اسے حاصل ہوگی جو بن دیکھے ایمان لائے بن دیکھے ایمان لانے کا مطلب ہے کہ زبان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد کرے۔ کیونکہ اگر خدا پر ایمان ہوگا تو تب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر اعتبار کرنے سے چونکہ اللہ وحدہ لاشریک کو دیکھ کر نہیں مانا گیا اگر کوئی بندہ قیامت' جنت' دوزخ' عذاب قبر' فرشتوں پر ایمان رکھتا ہے جتنے بھی غیب ہیں سب پر ایمان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی بندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل اعتماد کرے گا بصورت دیگر نہ قرآن کو اللہ کا کلام جان سکتا ہے اور نہ ہی خدا پر ایمان رکھ سکتا ہے اور نہ ہی جنت' دوزخ اور فرشتوں پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل اعتماد نہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

marfat.com

Marfat.com

میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (بخاری) یعنی سب سے پہلے حضور علیہ السلام سے غلامی کا رشتہ کیا ہوگا۔ حضور سے محبت ہوگی۔ تو پھر وہ ایمان والا ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہوگی تو پھر نہ کسی کا قرآن کو ماننے کا اقرار معتبر ہوگا اور نہ ہی خدا کو ماننے کا دعویٰ معتبر ہوگا اور نہ ہی قیامت کے تذکرے مومن ہونے کی دلیل تصور کئے جائیں گے۔ ان سب پر ایمان اسی صورت میں پکا ہوگا جب زبان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ اعتماد اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہوگی۔ لہٰذا غیب پر ایمان کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم پر یقین رکھے بصورت دیگر مومن نہیں ہوگا۔ اور عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ہو کہ جس کو مانے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مانے جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے فرمایا کہ اے حجر اسود میں تمہیں صرف اس لئے چوم رہا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں چوما ہے۔ (بخاری)

وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

ترجمہ: اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ (یعنی خرچ کریں)

تفسیر: مطلب کہ عقائد کو درست کرنے کے بعد پھر اعمال اچھے کرے۔ اللہ کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو پنجگانہ نماز ادا کرے اور پھر اللہ کی راہ میں غریبوں مسکینوں پر خرچ کرے۔ اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے نام پر قربان کرے نیک کاموں پر خرچ کرے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو (اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔

تفسیر: مطلب یہ کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تم پر نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن پاک پر ایمان لائے اور جو تم سے پہلے اترا یعنی تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھتا ہو۔ ایمان رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہ کتب آسمانی ہے۔ ان کتابوں میں جو درج ہے ان پر ایمان رکھتا ہو توریت اور انجیل میں اور دیگر بھی جو صحیفے اور کتابیں نازل ہوئی ہیں ان میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص درج ہیں جیسے قرآن پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل درج ہیں تو صرف کتابوں کو مان لینا ہی کافی نہیں کہ یہ کتابیں ہیں۔ جو احکام درج ہیں جو حضور کے فضائل درج ہیں ان پر ایمان رکھے اور آخرت پر بھی یقین رکھے۔ یوں کہہ لیجئے عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ماننے والا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

تفسیر: ان الفاظ میں اللہ وحدہ لاشریک بتا رہا ہے جن لوگوں کے عقائد درست ہوں گے۔ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھے فرشتوں پر ایمان رکھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گستاخ نہ ہو دل میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو گستاخی سے ڈرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا ہو۔ کمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہو اور عقائد کے بعد نماز پڑھے خیرات کرنے والا ہو وہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے والے نہیں۔

تفسیر: یہاں ان کافروں کا ذکر ہے جو کافر ہونے کے ساتھ ساتھ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا ان کا معمول تھا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ بدنصیب ہیں جو میرے عذاب سے قطعاً نہیں بچ سکیں گے یہ ایمان کی طرف لوٹ کر آنے والے نہیں ہیں انتہا درجے کے ضدی ہیں حق کو کبھی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں گے لہٰذا ان کو سمجھانا نہ سمجھانا برابر ہے۔ اس سے معلوم ہوا باطل پر ڈٹے رہنا بہت بڑی بدنصیبی ہے اور حق کا دامن نہ چھوڑنا بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ع

ترجمہ: "اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر پردہ اور ان کیلئے بڑا عذاب (ہے)

تفسیر: فرمایا یہ جو کافر ہیں اور ساتھ ساتھ گستاخی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگا دیں گئیں ہیں۔ مطلب کہ یہ وہ گستاخ ہیں جو کبھی بھی اسلام کی طرف راغب نہیں ہو سکیں گے اور کبھی بھی در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نہیں جائیں گے۔ کیونکہ جب کسی چیز کو مہر لگا دی جاتی ہے مثلاً تھیلے کو مہر لگا دی جائے تو نہ اس سے کچھ نکالا جاسکتا ہے اور نہ ہی کچھ داخل کیا جاسکتا ہے جب تک مہر نہ توڑی جائے اللہ کریم فرماتا ہے ان گستاخوں کے دلوں پر مہریں لگا دی

marfat.com

Marfat.com

گئی ہیں نہ حق دل میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کے دل کی بدعقیدگی باہر آ سکتی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا یہ حق کو دیکھ بھی نہیں سکیں گے اور نہ ان کی آنکھوں میں یہ کمال ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو دیکھ سکیں فضائل اور کمالات کو دیکھ سکیں اور نہ ہی قبول کریں کیونکہ جو کسی چیز کی خوبصورتی کو نہیں دیکھ سکتا وہ اس سے پیار بھی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے منافقین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیار نہیں کیا اور نہ ہی کفار نے۔ کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں اور خصائص کو دیکھا ہی نہیں انہوں نے تو صرف اپنی ہی طرح کا انسان دیکھا ہے۔ تو انہوں نے اپنی مثل جانا۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی آنکھ ملتی یا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی آنکھ ملتی تو پھر اپنی مثل نہ جانتے پھر صحابہ والا عقیدہ ہوتا۔ مختصراً یہ کہ ان ضدی اور گستاخوں کو بہت عظیم عذاب دیا جائے گا کیونکہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ گستاخ بھی تھے۔ اس سے معلوم ہوا عام کافر پر تو اللہ کا فضل ہو سکتا ہے وہ یہ کہ توبہ کی توفیق مل سکتی ہے۔ مگر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی اللہ مہربان نہیں ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی معافی نہیں ملے گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸

ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

تفسیر: اس آیت میں منافقین کا ذکر کیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اقرار کریں گے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں مگر اللہ کریم فرماتا ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ اور قیامت کو مان لینا کافی نہیں مومن اسوقت ہوگا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانے گا۔ اس لئے کہ نہ اللہ کو دیکھ کر مانا ہے اور نہ ہی قیامت کو دیکھا ہے۔ اگر اللہ اور قیامت پر یقین ہوگا تو صرف اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ ہی پوجا کے لائق ہے اور قیامت آئے گی۔ اگر کسی شخص کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ ٹھیک نہیں تو وہ خدا کو کیسے مانے گا۔ اس لئے اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اگر کوئی شخص دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر اللہ اور قیامت کی دہائی دے تو اس پر اعتبار نہ کرنا وہ مومن نہیں منافق ہے۔ وہ یقیناً اسلام کا دشمن ہوگا دوست نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سینے میں رکھتا ہو تو مومن سمجھ لینا بصورت دیگر منافق ہے کیونکہ ایمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۹

ترجمہ: فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

تفسیر: منافقین بظاہر کلمہ پڑھ کر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دھوکا دینا چاہتے تھے اور ایمان والوں یعنی صحابہ کرام

marfat.com
Marfat.com

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کہ وہ ہمیں مسلمان جانیں۔ مگر اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ منافق اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ مطلب کہ حضور کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے۔ وہ منافق مسلمانوں میں بیٹھ کر خود کو مسلمان کہلواتے اور جب کافروں میں جاتے مسلمانوں کی ڈائریاں دیتے، تمسخر اڑاتے، ہزار ہزار باتیں بناتے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوتے تو پھر انہیں ہماری منافقت کا علم ہوتا کیونکہ نبی کا معنیٰ ہی غیب جاننے والا ہے۔ تو اللہ کریم نے منافقین کے باطل عقائد کی تردید فرمائی ہے کہ اے منافقو تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے حبیب کو تمہاری منافقت کا علم نہیں۔ تم تو اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو وہ محبوب تو تمہارے دلوں کی کیفیت کو جانتا ہے صرف تمہیں اتنا شعور نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جان سکو۔ اگر تمہیں شعور ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کو جانتے ہوتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہوتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دلوں کے خیالات تک جانتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم دیکھتے ہو کہ میرا رخ انور اس طرف ہے جب کہ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔ (بخاری)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کی کیفیت سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے یہ منافق اپنی جانوں کو دھوکا دیتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا علم نہیں مگر خود کو دھوکا دے رہے ہیں۔ میرا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کی کیفیت سے واقف ہے۔ دلوں کے حالات جانتا ہے۔ مگر یہ کمال اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا منافقین کا عقیدہ ہے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کا نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا تقیہ منافق کرتے ہیں مومن نہیں کرتے۔ جو لوگ تقیہ کرنا جائز جانتے ہیں منافقین کے پیروکار ہیں اور یہ عمل یعنی تقیہ منافقت کی دلیل ہے۔ اور یہ کہنا کہ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقیہ کیا تھا یہ بہت بڑی گمراہی اور بے دینی ہے تقیہ سب سے پہلے شیطان نے کیا بعد میں منافقین نے کیا مومن یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝۱۰

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

تفسیر: اللہ کریم نے منافقین کی منافقت کو بیماری فرمایا ہے۔ جیسے کوئی لاعلاج بیماری قبر میں پہنچا دیتی ہے منافقت کی بیماری ہو تو جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔ اور فرمایا یہ بیماری ان کے دلوں میں ہے۔ مطلب کہ منافقوں کا دل عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوتا ہے۔ محبت اور منافقت دو متضاد چیزیں ہیں اگر محبت ہے تو منافقت نہیں ہوتی اگر منافقت ہے تو

marfat.com

Marfat.com

محبت نہیں ہوتی۔اور مومن وہ ہے جس کے دل میں محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو۔جس دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی اس کے دین و دنیا بہتر ہوں گے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کسی آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ وہ بندہ عرض گذار ہوا کہ میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔فرمایا تم ان کے ساتھ ہو جن سے محبت رکھتے ہو۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے کیا تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔لہٰذا میں امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث ان حضرات کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔(بخاری) اس سے ثابت ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت آخرت سنوار دے گی۔

محبت کیا ہے؟

محبت دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔اس کی علامت یہ ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب جیسا کسی کو نہیں جانتا۔محبوب کا ذکر سن کر خوش ہوتا ہے۔محبوب کا نام سن کر راحت محسوس کرتا ہے۔اپنے محبوب جیسا کسی کو نہیں جانتا علم کے لحاظ سے، حسن و جمال میں، علم و فضل میں، خوبیوں میں، کمالات میں، فضائل میں، صورت میں، سیرت میں، مختصراً ہر لحاظ سے محبوب کو بے مثل اور بے مثال جانتا ہے۔اگر دیکھنا ہو کہ کس کے دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔کون حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو بہت آسان طریقہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل اور بے مثال جانے وہ صحیح ہے اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر کی طرح جانے وہ منافق ہے، جھوٹا ہے کیونکہ محبت کا اصول ہے کہ اپنے محبوب جیسا کسی دوسرے کو نہیں مانا جاتا۔اور منافقوں کے دلوں میں بیماری یہی تھی کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر جانتے تھے۔مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بے مثل اور بے مثال جانتے تھے اور کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے منافق انکار کرتے تھے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۝۱۱

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے منافقین کو فسادی فرمایا ہے کہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور آج بھی جو فساد نظر آتا ہے یہ ان منافقین کا پیدا کردہ ہے اگر یہ لوگ منافق نہ ہوتے تو آج مذہبی فسادات نہ ہوتے قوم گروہ در گروہ تقسیم نہ

marfat.com
Marfat.com

ہوتی۔ منافقین نے کفار سے دنیاوی مفاد حاصل کرنے کیلئے نئے نئے عقیدے تراشے جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ صرف غیر مسلموں کو راضی کر کے مال حاصل کرنا مقصود تھا اور ایک ایسا فتنہ پیدا کر دیا جو شائد قیامت تک ختم نہ ہو۔ مثلاً کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا اور عیسائیت کا ساتھ دینا کہ نبی یہ نہیں کر سکتا نبی ہمارے جیسا ہی بشر ہے وہ کر کچھ نہیں سکتا نبی نفع نہیں دے سکتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب عقائد منافقین کے پیدا کردہ ہیں اور اس قسم کی عبارتیں جن سے عداوتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نمایاں نظر آتی ہے وہ عقائد نہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہیں اور نہ ہی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک عقیدہ پیش کرتا ہوں جو ان لوگوں نے لکھا ہے۔ کہ نبی کا خیال نماز میں گائے' گدھے' زنا اور جماع سے بھی برا ہے۔ (معاذ اللہ) دیکھو صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اس قسم کی دوسری کفریہ عبارتیں جو ان لوگوں نے لکھی ہیں یہ فساد کی بنیاد ہیں۔ آج بھی اگر وہ عبارتیں کفریہ قرار دیکر لاتعلقی کا اظہار کیا جائے تو سب کے سب فساد ختم ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے فساد کا بیج بویا ہے۔ اور اللہ کریم نے بھی فسادی انہی لوگوں کو کہا ہے جو بظاہر کلمہ پڑھتے تھے مگر دل میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے جب ان کو کہا جائے کہ فساد نہ پھیلاؤ وہ جواب دیتے ہیں ہم تو صلح کرانے والے ہیں۔ مصلح ہیں مگر وہ بہت بڑے جھوٹے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے۔

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

تفسیر: فرمایا اگرچہ یہ لوگ خود کو مصلح کہتے ہیں مگر حقیقت میں یہی لوگ فساد کی جڑ ہیں جو چند ٹکوں کے بدلے اپنا سب کچھ بیچ دیتے ہیں۔ مگر ان کو شعور نہیں اگر شعور ہوتا تو چند سکوں کے بدلے اپنا دین ودنیا برباد نہ کرتے اور دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھوں سے نہ چھوڑتے ان لوگوں نے گستاخیاں کر کے اپنا کیا دھرا ضائع کر لیا ہے۔ ہدایت کے بدلے گمراہی حاصل کر لی اور غیر مسلم کو خوش اور اپنے اللہ کو ناراض کر لیا ہے اگر ان کو عقل ہوتی تو ہرگز ہرگز ایسا نہ کرتے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ لائے تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

تفسیر: جب ان منافقوں کو کہا جاتا ہے کہ اے منافقو! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاناہے صحابہ کی طرح عقیدہ رکھو۔ "النّاس" سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ منافقین کہتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ ہم بے

marfat.com

Marfat.com

وقوفوں کی طرح نہیں مان سکتے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احمق کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احمق کہنا صحابہ پر تنقید کرنا منافقین کا کام ہے۔ کیونکہ کفار کو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس لئے اچھے نہیں لگتے تھے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اپنا مال جان اور اولاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر قربان کردی جس سے کفر کا خاتمہ ہوا اور اسلام کو تقویت ملی۔ اس لئے کفار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنا دشمن جانتے تھے کفار یہ سمجھتے تھے کہ اگر جناب صدیق اکبر جناب عمر فاروق جناب عثمان غنی جناب علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور کا ساتھ نہ دیتے تو شاید کفر اسطرح ذلیل نہ ہوتا۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا جانتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیلئے اچھے الفاظ نہ بولتے مگر اللہ وحدہ لاشریک نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیا کہ لوگو جان لو یہ منافقین بے عقل اور بیوقوف ہیں جو یہ جانتے ہی نہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ترک کر کے کیا نقصان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا کہنا اللہ کو پسند نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیدہ اس کا صحیح ہے جس کا عقیدہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح ہو۔ موجودہ جتنے گروہ ہیں کسی کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والا نہیں ہے اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والا عقیدہ ہے تو صرف اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اہلسنت والجماعت کے سوا جتنے گروہ ہیں کسی کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والا عقیدہ نہیں ہے۔ اگر شک ہو تو غور کر کے دیکھ لیں کیا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کچھ نہیں کرسکتا نبی نفع نہیں دے سکتا نبی کو علم نہیں کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ یا نبی ہم جیسا ایک عام بشر ہے ہماری ہی طرح کا۔ یا نبی اپنے متعلق نہیں جانتا۔ آپ غور فرمائیں گے تو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا ایسا عقیدہ نہیں ملے گا ایسے عقائد منافقین کے ہوتے ہیں ایمان والوں کے نہیں ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدہ بالکل صحیح تھا جو لوگ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرتے ہیں وہ خود ملعون ہیں کیونکہ جن کے ایمان کی گواہی اللہ وحدہ لاشریک دے ان کے ایمان پر شک کرنے والے صاحب ایمان نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کمالات وخصائص کا انکار کرنے والے مخلص مومن نہیں ہوتے منافق ہوتے ہیں مومن وہ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص وفضائل مانتا ہو۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں۔

تفسیر: اس سے ثابت ہوا جو دل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانے چاہے کلمہ ہی کیوں نہ پڑھتا ہو وہ شیطان

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ تو منافقین بظاہر مسلمان ہونے کے دعویدار تھے مگر دل سے مسلمان نہیں تھے۔ تو ثابت ہوا ظاہر شکل وصورت دیکھ کر یا مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے بندہ ایمان والا نہیں ہوتا صاحب ایمان اس وقت ہوگا جب عقیدہ مسلمانوں والا ہوگا۔ کیونکہ مدینہ کے منافق بھی اسلامی رسموں پر عمل کرتے تھے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہ مومن نہیں کیونکہ دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت نہ تھی۔ مومن اور منافق کے درمیان فرق جاننے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ مومن کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی عقیدت ہوگی عشق ہوگا۔ اور منافق کا دل ان سے خالی ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا مومن سب کا نہیں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے جو سب کا ہو وہ منافق ہوتا ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

تفسیر: وہ منافقین جو مسلمانوں یعنی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذاق اڑاتے تھے اللہ کریم فرماتا ہے میں ان منافقوں کو مذاق کرنے کی سزا دیتا ہوں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین کرنے کی سزا دیتا ہوں۔ کیسے کہ ان کو اپنی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ ایسا حال کر لیتے ہیں کہ دیکھنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں اور جن سینوں میں عداوت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہے ان کو سرعام وہ سزا دی جاتی ہے جس کو زمانے والے دیکھ کر حیران ہوجاتے ہیں اور وہ گمراہ اسی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہیں تھے۔

تفسیر: یعنی ان منافقین نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ان لوگوں پر دنیا اس قدر غالب تھی کہ دنیاوی مفاد کی خاطر آخرت برباد کر لی دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر آخرت نہ سنوار سکے۔ ان منافقین کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی تاجر گندہ ترین مال خرید لے جو اس کی تباہی کا سبب بن جائے اور ایسا تباہ ہوجائے کہ پھر ساری عمر پاؤں پر کھڑا نہ ہوسکے۔ ان منافقین کا حال بھی یہی ہے حق کے بدلے گمراہی اور جہالت خرید لی ہے۔ اگر یہ لوگ تجارت کرنا جانتے ہوتے یعنی عقل مند ہوتے تو یہ خسارے والا سودا کبھی بھی نہ کرتے۔ بجائے مخالفت اور منافقت کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پکی غلامی کرتے۔

marfat.com

Marfat.com

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہ سوجھتا بہرے گونگے اندھے تو پھر آنے والے نہیں۔

تفسیر: اللہ کریم نے کافروں کی حالت بیان کی ہے کہ ان بدبختوں کی حالت تو یہ ہے جیسے کوئی آدمی اندھیرے میں گھرا ہوا ہو اور وہ اندھا بھی ہو کہ راستہ بھی تلاش نہ کر سکے بہرہ اور گونگا بھی ہو کہ نہ تو وہ خود راستہ تلاش کر سکتا ہو اور نہ کسی راہ بتانے والے کی آواز کو سن سکتا ہو اور گونگا بھی ہو کہ وہ مدد کیلئے کسی کو پکار بھی نہ سکتا ہو تو جس طرح ایسے آدمی کا کسی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے اسی طرح ان منافقین اور کفار کا بھی ہدایت کی طرف آنا ناممکن ہے یعنی یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں اس طرح غرق ہو چکے ہیں کہ ان کا باہر آنا ممکن نہیں۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ ع۲

ترجمہ: یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں۔ کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ انکی نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تفسیر: یہاں بھی اللہ کریم کفار کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ جیسے کوئی مسافر جنگل میں سفر کر رہا ہو اور موسم سخت خراب ہو جائے بارش موسلا دھار ہو بادل اتنا گھرا ہو کہ راستہ نظر نہ آئے اور اس میں چمک اتنی تیز ہو کہ آگ برستی نظر آئے کڑک اس قدر سخت ہو کہ یوں محسوس ہو کہ آسمان پھٹ گیا ہے اور یقین ہو کہ اب میں یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکوں گا۔ ایسے ماحول میں کبھی کبھی زندگی کی کرن نظر آئے اللہ کریم چاہتا تو ان کی وہ کرن بھی چھین لیتا کیونکہ اللہ قادر مطلق ہے جیسے

marfat.com
Marfat.com

چاہے کرسکتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو۔ تو اللہ کیلئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

تفسیر: اس سے ثابت ہوا جو بننے میں کسی کا محتاج ہو وہ الہ نہیں ہوسکتا الہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ پرستش اس کی کرو جس نے تمہیں اور تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا مطلب کہ اے مشرکو جن کی تم پوجا کرتے ہو ان بتوں نے تمہیں کیا دیا' نہ انہوں نے تمہیں پیدا کیا' اور نہ ہی تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا' اور نہ ہی یہ مٹی اور پتھر کے بت تمہیں کچھ دیتے ہیں اور نہ انہوں نے تمہارا کچھ کیا ہے کیوں ان کی پوجا کرتے ہو۔ پوجا اس کی کرو۔ جس اللہ نے تمہارے لئے زمین بنائی آسمان بنایا اور پھر آسمان سے پانی اتارا اور پھر زمین سے تمہارے لئے پھلوں کا رزق نکالا یعنی پیدا کیا تا کہ تم کھاؤ۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم بتوں کو الہ مانتے ہو۔ حیرت ہے تم پر کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے مگر پھر تم ان مجبور بتوں کو پوجتے ہو جنہوں نے کسی کا کیا کرنا ہے وہ اپنا بھی کچھ نہیں کرسکتے۔ صرف اور صرف مٹی اور پتھر کے بے جان مجسمے ہیں۔ تو پوجا اس کی کرو جس نے تمہارے لئے اتنا بڑا انظام قائم کیا ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا نہ کوئی زمین بنا سکتا ہے اور نہ ہی آسمان یہ اللہ کی ذات ہے جو کائنات کا بنانے والا ہے۔ لہٰذا عبادت اسی کی کرو جو سب کچھ کرسکتا ہے۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

تفسیر: کافر کہتے تھے یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ (معاذ اللہ) یہ یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ تو خالق کائنات نے فرمایا۔ کہ اے کافرو! اگر تمہیں میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر شک ہے تو پھر قرآن کے

marfat.com

Marfat.com

مقابلے میں تم بھی کوئی سورت بنالاؤ۔ بلاؤ اپنے پوپوں کو جن کے کہنے پر تم اللہ کے کلام کا انکار کرتے ہو اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر شک کرتے ہو تو لاؤ تم بھی ایک سورت۔ مگر اللہ کے قرآن کے مقابلے میں تم ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے۔ " فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا " پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمادیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے۔ مگر تمہارے سارے پوپ اکٹھے ہو جائیں تم لوگ قرآن کے مقابلے میں ایک سورت بھی نہیں بنا سکو گے ہرگز ہرگز تم نہیں بنا سکو گے۔ کیونکہ اللہ کریم بے مثل ہے۔ لہٰذا اس کا کلام بھی بے مثل ہے اگر کسی بندے کا کلام ہوتا تو ممکن تھا کہ اس کی مثل تیار کر لیتے۔ کیونکہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور اللہ بے مثل اور بے مثال ہے لہٰذا اسکا کلام بھی بے مثل ہے اس لئے کوئی بندہ بھی قرآن کے مقابلے میں ایک سورت بھی نہیں بنا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ شور تو مچاتے ہیں کہ قرآن میں تحریف کی گئی ہے مگر اس کی دلیل نہیں دے سکتے۔ کیونکہ قرآن کی مثل کوئی سورت بنا نہیں سکتا۔ مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کے چالیس پارے تھے مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دس پارے نکال دیئے کیونکہ ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی شان درج تھی۔ تو ایسے لوگ صرف زبانی کلامی پروپیگنڈا کرتے ہیں اگر ان سے دلیل مانگ لی جائے۔ یعنی ان سے کہا جائے کہ جو دس پارے نکال لئے گئے ہیں ان میں سے ایک سورت تلاوت کرو۔ تو یہ لوگ وہیں خاموش ہو جاتے ہیں ایک سورت تلاوت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ جھوٹے ہیں۔ قرآن سے نہ ہی کوئی کچھ نکال سکتا ہے اور نہ ہی کچھ اس میں داخل کر سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی حفاظت اللہ کریم نے اپنے ذمہ لی ہے۔ تو جس کی حفاظت اللہ کریم خود کرے اس میں تحریف ممکن نہیں۔ اور جو تحریف کا قائل ہوگا وہ کافر ہو جائے گا۔ تو اسی لئے اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اگر تم قرآن پاک کے اللہ کا کلام ہونے میں شک ہو تو ایک سورت ہی لے آؤ مگر پورے کفر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا آج تک ایک سورت نہیں بنا سکے۔ مگر یہ اس وقت ہوگا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک پر اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہوگا وہ قرآن پاک پر اعتراض نہیں کرے گا۔ قرآن پر اعتراض وہی کرے گا جس کا تعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہوگا۔ اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے یہ سب اعتراض اس وقت ہو سکتے ہیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر جانا جائے گا اگر یہود و نصاریٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے تو یہ اعتراض نہ کرتے یہود و نصاریٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی اپنی طرح کا بشر جانا۔ کیونکہ انکار کا جواز تب ہی پیدا ہوگا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عام لوگوں کی طرح کا بشر سمجھا جائے گا۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا محبوب جانا جائے تو پھر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوا اعتراضات کے دروازے اسی وقت کھلیں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح کا بشر تصور کیا جائے گا اگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح مانا جائے گا تو پھر قرآن پر اعتراض نہیں ہو سکتا جیسے صحابہ نے بھی اعتراض نہیں کیا کیونکہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک پر اعتماد تھا۔

marfat.com
Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہر گز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کر رکھی ہے کافروں کیلئے۔

تفسیر: اللہ کریم نے فرمایا اے کافرو قرآن اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ مطلب کہ قرآن کو اللہ کی کتاب مانو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک پر اعتماد کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت نہ کرو توبہ کرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو جاؤ اگر تم نے توبہ نہ کی اسی طرح کافر ہی مرے تو جہنم کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ تمہارے جیسے نافرمان لوگوں کو اس میں پھینکا جائے گا بلکہ ایندھن ہی کافر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا قرآن کو اللہ کا کلام نہ ماننے والے کافر ہونے کے ساتھ ساتھ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے جنہوں نے فرمان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رد کیا اور یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر اپنی طرح کا سمجھا اگر اپنی مثل بشر نہ جانتے تو کافر نہ ہوتے قرآن پر ایمان لے آتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے۔ جیسے یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے مانا اور توریت اور انجیل پر ایمان لائے اسی طرح اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مان جاتے تو قرآن پر بھی ایمان لے آتے۔ تو معلوم ہوا بنیادی خرابیاں ہی اس سے پیدا ہوتیں ہیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی کی طرح کا بشر سمجھا جائے۔ لہٰذا جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل بشر جانتے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ اپنی مثل جاننا عقیدہ کفار کا ہے ایمان والوں کا نہیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ

ترجمہ: اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں (ہیں)

تفسیر: قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ جنت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرمائیں گے۔ جنت کی بشارت دیں گے کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا! " وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ " اور خوشخبری دو ان کو" یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت کی بشارت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دینی ہے۔ اب جس کو بھی جنت کی بشارت دی جائے گی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیں گے۔ اور جنتی کو بشارت لینے کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہوگا۔ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں دے سکتے ان کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ اور خلاف قرآن عقیدہ باطل

marfat.com

Marfat.com

ھوتا ہے لہٰذا ہر مومن کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ جس کو چاہیں جنت عطا فرما سکتے ہیں یہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ برے اعمال کرنے والا بے ایمان نہ ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس اختیار کا استعمال بھی فرمایا ہے۔ اور عملاً ثابت کر دیا کہ اللہ نے مجھے جنت تقسیم کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے کہ میں جب چاہوں جسکو چاہوں جنت عطا فرما دوں۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ " (مشکوۃ) (میرے) حسن اور حسین علیہما السلام دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اور دوسری جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر جنت تقسیم کرنا شروع کی چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " ابو بکر فی الجنة و عمر فی الجنة " رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ابوبکر جنت میں عمر جنت میں عثمان جنت میں علی جنت میں سعد بن ابی وقاص جنت میں سعید بن زید جنت میں اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں (جائیں گے) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ترمذی شریف)

تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں جس کو چاہیں جنت عطا فرمائیں۔ معلوم ہوا جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کو کوئی اختیار نہیں یا کوئی نفع نہیں دے سکتا ان کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ مگر یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ کریم کے عطا کرنے سے یہ مقام حاصل ہے۔ فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جنت کی بشارت تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی دیں گے۔ مگر " اٰمَنُوْا " جو ایمان والا ہوگا۔ جو ایمان سے خالی ہوگا یعنی کافر یا منافق ہوگا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے کمال عطا فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے دلوں کی کیفیت کو بھی جانتے ہیں۔ کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کس میں منافقت بھری ہوئی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم نہ ہو تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی منافق کو جنت کی خوشخبری دے دیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ حضور کو اللہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ " فَوَاللّٰهِ مَايَخْفٰى عَلَىَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ " (بخاری کتاب الصلوۃ) خدا کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع ہرگز پوشیدہ نہیں۔ خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے مگر حضور فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے خشوع کو جانتا ہوں مطلب کہ تمہارے دل کی کیفیت بھی مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے خیالات اور کیفیات سے واقف ہیں۔ لہٰذا یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی منافق جنت میں جائے گا یا اس کو بشارت دی جا سکتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان پر شک کرنے والا گمراہ اور بے دین ہے۔ کیونکہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل میں مَیل ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو جنت کی بشارت نہ دیتے " ابوبکر فی الجنة عمر فی الجنة عثمان فی الجنة علی فی

marfat.com
Marfat.com

الجنۃ" نہ فرماتے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور دشمن صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ہر عمل سے واقف ہیں۔

آگے فرمایا" وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ "جنہوں نے اچھے کام کیئے۔

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بشارت جنت کی جن کو دینی ہے ان میں دو چیزیں دیکھ لینا ایک ایمان، اور دوسرا عمل۔ یعنی وہ صالح آدمی ہو۔ صراط مستقیم پر چلنے والا ہو کسی کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا نہ ہو کسی کا حق چھیننے والا نہ ہو۔ بلکہ متقی پرہیزگار ہو اچھے عمل کرنے والا ہو تو اس کو جنت کی بشارت دے سکتے ہو۔ جو غلط آدمی ہو اس کو نہیں۔ اب سنجیدگی سے غور وفکر کریں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کن لوگوں کو جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام کو جناب صدیق اکبر اور عمر فاروق اور عثمان غنی اور حضرت علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہ کسی کا حق چھیننے والے تھے اور نہ ہی کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر باغ فدک یا حق چھیننے کا الزام لگاتے ہیں سب کے سب جاہل اور گمراہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے خلاف عقیدہ رکھنے والے ہیں۔ تو جو عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ اگر خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فیصلہ غلط ہوتا تو جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں درست فرما لیتے۔ مگر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنا اس بات کی دلیل ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل درست اور صحیح تھا۔ یا پھر ثابت کرنا ہوگا کہ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک میں اور عمل اختیار کیا۔ اگر اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عمل رہا ہے تو پھر ثابت ہوا کہ وہ عمل درست تھا۔ اگر درست نہ ہوتا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدل دیتے۔ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنا اس بات کی دلیل ہے کہ جو لوگ باغ فدک کا نام لیکر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن کرتے ہیں۔ سب کے سب گمراہ بے دین ہیں صرف اور صرف حیلے بہانے سے توہین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ہر عمل سے واقف ہیں یہی علم غیب ہے جس پر اہلسنت کا ایمان ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بچہ بیماری میں فوت ہو گیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے تو کچھ کھانے پینے کا سامان تیار کیا اور اسے کفن پہنا کر ایک کونے میں رکھ دیا۔ ابو طلحہ آئے تو انہوں نے بچے کے بارے میں استفسار کیا۔ بیوی بولی آرام سے ہے۔ امید ہے وہ سکون میں ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سچا سمجھا (اور خاموش ہو رہے) چنانچہ انہوں نے رات بسر کی صبح ہوئی اور غسل (یعنی غسل جنابت) کر کے

marfat.com

Marfat.com

(معمول کے مطابق) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
ہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی نے بتایا بچہ فوت ہو گیا ہے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
یہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے وہ واقعہ بیان کیا جوان کو پیش آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
امید ہے اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک انصاری شخص
نے کہا کہ میں نے ان کے نولڑکے دیکھے جو سب کے سب قاری تھے۔ (بخاری) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم اپنے غلاموں کے ہر عمل سے واقف ہیں اور اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ انکار کرنے
والا قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ مختصر یہ کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دل کی کیفیت کا علم نہ ہوتا کہ کس دل میں ایمان اور
کس میں نفاق ہے۔ یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے اعمال کا علم نہ ہوتا تو اللہ کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو
جنت تقسیم کرنے کا عمل نہ سونپتا یہ اختیار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کی کیفیت اور عملوں سے
واقف ہیں۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵

ترجمہ: جب انہیں باغوں میں پھل کھانے کو دیا جائے گا۔ (صورت دیکھ کر) کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے
جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا ان کیلئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں وہ ان میں
ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر: مطلب کہ جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے جب وہ جنت میں جائیں
گے تو اللہ کریم جنت میں ان کو کھانے کیلئے پھلوں کا رزق دے گا اور ان کی خدمت کیلئے حوریں عطا کی جائیں گی۔ جو خدمت کیلئے
ہر وقت حاضر رہیں گی اور جنت میں ان کا وقار ہو گا۔ اس سے ثابت ہوا جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت عطا فرمائیں
گے وہ یقینی جنتی ہوں گے۔ جو لوگ اختیارات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں مانتے وہ ان لوگوں کو جنتی نہیں مانتے جن کو
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اور جو لوگ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنتی نہیں مانتے وہ مومن
نہیں ہیں۔ اور ان کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ جن کو نبی جنتی ہونے کی بشارت دیں وہ یقیناً جنتی ہیں۔ جیسے
حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنکھ بھی عطا فرمائی اور جنت کی خوشخبری بھی سنائی۔ اور پھر جب ان کو رزق میں کھانے کیلئے پھل
دیئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ پھل تو ہم دنیا میں بھی کھاتے رہے ہیں۔ یعنی صورت ایک جیسی ہو گی انگور جیسا انگور ہو گا۔ آم
جیسا آم ہو گا۔ کیلے جیسا کیلا ہو گا۔ انار جیسا انار ہو گا۔ مگر ذائقے میں کوئی مماثلت نہ ہو گی صرف صورت ایک جیسی ہو گی۔ اسی
طرح ہم میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ظاہری شکل وصورت میں مماثلت ہے مگر دوسرے کسی معاملے میں حضور صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ نہ ہاتھوں جیسے ہاتھ نہ آنکھوں جیسی آنکھیں ہیں۔ کسی قسم کی کوئی مماثلت نہیں ہے آپ بے مثل وبے مثال ہیں۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''مسئلہ نورانیت مصطفےٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں'' دیکھیں۔ انشاء اللہ بفضل خدا تسلی ہوگی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کسی بھی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔ تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ رہے کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں اللہ کا کیا مقصود ہے۔ اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

تفسیر: جب اللہ کریم نے مچھر کا ذکر فرمایا تو کفار نے مذاق اڑایا کہ اللہ کو مچھر جیسی حقیر چیز کا ذکر چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو مچھر ہی کی مثال ملی کوئی اور مثال نہیں ملی تھی یا کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو اس طرح کفار نے طرح طرح کی باتیں بنائیں تو اللہ کریم نے فرمایا یہ کافر جو بھی کہتے رہیں ایمان والے جانتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے اور قرآن پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ جہاں تک کفار کی باتیں بنانے کا معاملہ ہے تو اللہ کریم اکثر کو قرآن پاک سے ہدایت دیتا ہے اور کئی گروہوں کو گمراہی ملتی ہے۔ جن کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے صحیح العقیدہ ہوتے ہیں وہ لوگ قرآن پڑھ کر اپنے درجے بلند کرتے ہیں ہدایت پاتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ اور جن کے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں نیز احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں وہ گمراہی پاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی بڑے بڑے گروہ ہیں جن کو فاسقین کہا گیا ہے۔ مگر یہاں فاسقین ان کو کہا گیا ہے جو ایمان سے خالی ہیں۔ یعنی ایسے لوگ قرآن پڑھ کر بھی گمراہ ہوتے ہیں جن کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کا رشتہ نہ ہو۔ ان کی خبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے کہ وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے دریافت کیا گیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا کہ ان کی نشانی سر منڈانا ہے یا فرمایا کہ سر منڈائے رکھنا۔ (بخاری کتاب التوحید) معبد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے ابو

marfat.com

Marfat.com

سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس سے ثابت ہوا ہر قرآن پڑھنے والا صحیح نہیں ہوتا کچھ گمراہ گروہ بھی قرآن پڑھیں گے۔ اب سیدھے سادھے مسلمان کیلئے ایک مسئلہ ہے وہ کیسے پہچانیں کہ یہ قرآن پڑھنے والا گمراہ ہے یا ہدایت یافتہ ہے؟ تو اس کی پہچان کرنا مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے جو قرآن پڑھ کر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اختیارات کا اقرار کرے اپنا مالک اور مختار مانے صلوٰۃ وسلام کو نجات کا ذریعہ جانے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کا اقرار کرے تو ہدایت یافتہ ہے اگر قرآن پڑھ کر ان فضائل وخصائص کا انکار کرے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شرک جانے تو ایسا آدمی گمراہوں سے ہے۔ مختصراً یوں کہہ لیں عقائد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والے ہوں تو ہدایت یافتہ ہے اگر یہود ونصاریٰ کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا منکر ہو تو گمراہ ہے اس کے حرف قرآن پڑھنے کو کافی نہ سمجھا جائے دیکھنا یہ چاہیے کہ یہ قرآن پڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا درس دیتا ہے یا توحید کی آڑ میں بغاوت کرتا ہے کیونکہ ایمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا نام ہے۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷

ترجمہ: جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا۔ (ہے) اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان والے ہیں۔

تفسیر: اس عہد سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا تھا یہود ونصاریٰ سے وعدہ لیا گیا تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں تو ان پر ایمان لانا اور غلامی کرنا جیسے دیگر نبیوں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور وعدے لے لئے کہ ان پر ایمان لانا۔ اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوموں سے عہد لے رکھا تھا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو یہود ونصاریٰ نے مخالفت شروع کر دی۔ پس اللہ کریم نے فرمایا تمہارا تو وعدہ تھا کہ ہم ایمان لائیں گے اب منکر بن بیٹھے ہو۔ اللہ کریم نے تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ ان کی غلامی کرنے اور ان پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے کہ تمہیں جس چیز کے جوڑنے کا خدا نے حکم فرمایا اسے تم توڑ رہے ہو۔ مطلب یہ کہ میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ بغاوت نہ کرو اور اس کے فضائل وکمالات کو مانو جو تم نے توریت اور انجیل میں پڑھے ہیں۔ اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یہ اللہ کو فساد پسند نہیں۔ اس سے ثابت ہوا فسادی وہ لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کے منکر ہیں جو ماننے والے ہیں وہ فسادی نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ بدعہدی کرنے والا مجرم ہوتا ہے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا بدعہد نہ بنو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرلو تاکہ نجات پاجاؤ ایمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور عقیدت کا نام ہے۔ مومن بغاوت نہیں کرتا بلکہ غلامی کے رشتے کو مضبوط سے مضبوط بناتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن دریافت فرمایا درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس پر پت جھڑ نہیں آتا وہ مسلمان کی مانند ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ لوگوں کا دھیان جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے ذہن میں آ گیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر حیا آڑے آئی۔ آخر کار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی بتلایئے وہ کون سا درخت ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھجور۔ (بخاری کتاب العلم) یعنی مومن کی یہ حالت ہوتی ہے۔ حالات کیسے ہی ہوں دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑتا۔ جیسے موسم کیسا ہی ہو کھجور کا پتا اپنے تنے کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ مومن بھی چاہے کچھ ہو جائے اپنے آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ترک نہیں کرتا جیسے محب اپنے محبوب کی محبت سے دستبردار نہیں ہوتا' چاہے کچھ ہو جائے۔ اسی طرح ایک سچا پکا مومن حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو چھپاتا نہیں۔ اور نہ ہی محبت چھپ سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام ہی ایمان ہے اس لئے مومن کو چاہیے حالات کے دھارے میں بہہ نہ جائے۔ غلامان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود حالات پیدا کرتے ہیں۔ اور فرمایا یاد رکھو دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھوڑنے والے ہی خسارے والے لوگ ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گئے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

تفسیر: فرمایا اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرنے والو اپنے آپ پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ تم غلط کر رہے ہو خود سوچو تو سہی کہ تم کیا تھے۔ تم کچھ بھی نہ تھے۔ تمہارے ماں باپ کے ملاپ سے پانی کا ایک قطرہ منتقل ہوا پھر اللہ نے اس کو گوشت کا لوتھڑا بنایا پھر تمہاری شکلیں بنائیں پھر اس میں جان ڈالی پھر مدت مقررہ کے بعد تمہیں پیدا کیا اور زندگی عطا فرمائی۔ وہ زندگی جو اللہ کی عطا کی ہوئی ہے اس میں تم اللہ وحدہ لاشریک کے منکر ہو گئے ہو۔ اور اس کے سوا کی پوجا کرتے ہو اور اللہ کے احکام کی مخالفت کرتے ہو جبکہ تمہیں بغاوت نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ اس رب کی عبادت کرنی چاہیے تھی اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے تھی جب کہ تم مردہ تھے تو اللہ نے تمہیں زندہ کیا اور پھر تمہیں موت دے گا۔ اور پھر تمہیں زندہ کرے گا اور پھر تم نے اسی کی بارگاہ میں پیش ہو کر ہر چیز کا حساب دینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت

marfat.com

Marfat.com

کرے اور اس کے احکام کی پابندی کرے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ قبر کے منکر ہیں وہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ اللہ کریم فرماتا ہے کہ اس زندگی کے بعد تمہیں موت آنی ہے اور پھر تمہیں زندہ کیا جائے گا۔ تو قرآن کے الفاظ سے ثابت ہوا موت کے بعد پھر زندگی ملے گی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم قبرستان سے گذرو تو "السلام علیکم یا اھل القبور" کہا کرو کہ اے قبرستان والو تم پر سلامتی ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا مردے سنتے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ دوسری حدیث ہے کہ جب تم مردہ کو دفن کر کے واپس آتے ہو تو وہ تمہارے چلنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ بھی سنتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا حیات قبور کا منکر قرآن وحدیث کا انکار کر رہا ہے اور پھر خصوصاً جو بدقسمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل چکے ہیں وہ لوگ گمراہ بے دین اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انبیاء کا جسم مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے۔ یعنی مٹی نبیوں کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استویٰ (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا جو کچھ بھی بنایا گیا ہے یا پیدا کیا گیا ہے انسان کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ اتنی زیادہ نعمتیں دی ہیں کہ انسان ان کو شمار نہیں کر سکتا لہٰذا اے بندے تمہیں چاہیے کہ اللہ وحدہ لاشریک کا شکریہ ادا کرے۔ جس نے تمہیں ان گنت نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور شکریہ ادا کرنے کا سب سے بہتر طریقہ نماز پڑھنا ہے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ اور فرمایا میری قدرتوں پر غور کرو میں نے آسمان بنایا اگر تم اس پر غور کرو گے تو تم میرے شکر گزار بندے بن جاؤ گے۔ اور یہ بھی جان لو کہ مجھے ہر چیز کا علم ہے۔ میں تمہارے دلوں کی کیفیت کو بھی جانتا ہوں اگر تمہارے دلوں میں میری بغاوت ہوئی تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کو علم نہیں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا (کہ) میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو (نائب) بنائے گا جو اس یعنی (زمین) میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کرے اور ہم

marfat.com
Marfat.com

تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرشتوں کو فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ خلیفہ کا مطلب نائب ہے۔ اور نائب وہ ہوتا ہے جس کے اوپر کوئی اس کا بڑا ہو جس کا وہ نائب ہوتا ہے۔ تو تمام نبی علیہم السلام اللہ کے نائب ہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ یعنی سب کا خالق' مالک' رازق ہے۔ اور سب نبی اپنے رب کے ماتحت ہیں جیسے نائب وہی کچھ کرسکتا ہے جو اس کا بڑا چاہے نبی وہی کچھ کرسکتے ہیں جو اللہ چاہے۔ اور جیسے نائب کے پاس جتنے اختیار ہوتے ہیں وہ سب کے سب جس کا نائب ہے یہ اسکے دیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے پاس جو کمالات ہیں اختیارات ہیں سب اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔

نائب کے اختیارات کا اقرار

جس طرح بڑے کی برابری تصور نہیں کی جاتی اس طرح انبیاء علیہم السلام کے اختیارات کا اقرار کرنا اللہ سے برابری نہیں سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اللہ کے تمام اختیارات ذاتی ہیں اور کسی نبی ولی کے پاس جو اختیار ہوگا اللہ کا دیا ہوگا۔ جس طرح نائب کے پاس سب کچھ بڑے کا دیا ہوتا ہے۔ اور نائب سے بغاوت اس کے بڑے سے بغاوت ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور خصائص کا منکر ہونا اللہ سے بغاوت تصور کی جائے گی۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نبیوں یا ولیوں کے اختیارات کے قائل نہیں وہ باغی گروہ ہیں۔ در پردہ وہ اللہ کے منکر ہیں۔ کیونکہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرے اور احکام و تصرفات میں اپنے اصل کا نائب ہو۔ (یعنی اپنے رب کا) تو خلیفے سے بغاوت کرنا احترام و وقار میں فرق پانا کسی خوبی کا انکار کرنا یا توہین کرنا اللہ کی توہین کرنا اور اللہ کا انکار کرنا سمجھا جائے گا۔

جب اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! یہ تو خون خرابہ کریں گے قتل و غارت کریں گے جو کچھ اب ہو رہا ہے فرشتوں نے سب کچھ عرض کیا۔ تو اللہ کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم غلط کہہ رہے ہو ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ علم اللہ نے فرشتوں کو دیا ہوا تھا اور یہ کمال فرشتوں کو حاصل تھا۔ اب فرشتوں کے اس علم کا اقرار کرنا اس کمال پر یقین رکھنا نہ کفر ہے اور نہ شرک ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہے اسکا اقرار نہ کفر ہے نہ شرک جو لوگ علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفر و شرک جانتے ہیں تو ان کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے اور منافقت کی دلیل ہے کیونکہ مومن کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہیں کرتا۔ جیسے کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بڑا عالم ہے تو کسی عالم کے علم کا اقرار کرنے والا کافر و مشرک نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ کریم نے اسے علم عطا کیا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کا اقرار کیا جائے تو کوئی کفر و شرک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مومن کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم غیب ہے اختیارات' کمالات' خصائص سب کے سب اللہ کے عطا

marfat.com

Marfat.com

کئے ہوئے ہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو اسکے نام بتاؤ۔ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

تفسیر: جب اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے خلیفہ کو بنایا جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا کہ اے ہمارے رب یہ یوں یوں کریں گے مطلب کہ دنگا فساد کریں گے تو اللہ کریم نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ مطلب کہ اس کے بنانے میں کیا کیا حکمتیں ہیں یہ تم نہیں جانتے یہ میں ہی جانتا ہوں۔ مگر اللہ نے فرشتوں کی بات کی تردید نہیں فرمائی کہ یہ قتل وغارت نہیں کریں گے یا یہ ایسے نہیں ہیں۔ تو اس سے فرشتوں کے دل میں خیال ہو سکتا ہے کہ ہم اتنی طویل مدت سے اللہ کی حمد وثنا کر رہے ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں۔ مگر اس قدر فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کو مل گئی۔ یا پھر فضیلت خلیفہ ظاہر کرنے کیلئے اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا فرمایا کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ قیامت تک جو ایجادات ہونے والی تھیں سب کی سب دکھائیں اور اس کے نام بتائے کہ یہ فلاں چیز ہے اس کا یہ نام ہے اور یہ ایسے ایسے کر سکتی ہے۔ یا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے ہر چیز بتا دی۔ تو پھر وہ اشیاء فرشتوں کے سامنے پیش کی گئیں اور فرمایا: ہے کوئی جو ان اشیاء کے متعلق بتائے کہ یہ کیا کیا ہیں۔ اور کس کام آتی ہیں اور ان سے کیا کیا جا سکتا ہے؟ تو فرشتوں نے عرض کی اے ہمارے رب! ہمیں کچھ علم نہیں ہم تو صرف وہی جانتے ہیں جو تم نے ہمیں بتایا ہے۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اے آدم! بتا دے انہیں سب (اشیاء کے) نام۔ جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیئے۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

تفسیر: پھر اللہ کریم نے جناب آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اے آدم تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے ہر ایک چیز کا نام بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ یہ فلاں چیز ہے۔ اس کا نام یہ ہے۔ یہ فلاں کام آتی ہے۔ اس سے یہ یہ فائدہ اٹھایا

marfat.com
Marfat.com

جا سکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک انسان جو جو بنائے گا حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا علم تھا کہ یہ بم ہے یہ جہاز ہے یہ فلاں چیز ہے یہ فلاں چیز ہے ہر چیز کا بیان کر دیا۔ یہاں یاد رہے آج جو کچھ بھی ایجادات ہو رہی ہیں یا ہوں گی کوئی نئی چیز نہیں۔ انسان جتنی بھی ترقی کر لے اسی تصور کے پیچھے گھوم رہا ہے جو جناب آدم علیہ السلام کو دکھا دی گئی تھیں۔تو جب آدم علیہ السلام نے ہر چیز کے متعلق بتا دیا تو اللہ کریم نے فرمایا کہ علم جناب آدم علیہ السلام کو میں نے دیا ہے۔ چونکہ میں ہر چھپی اور ظاہر چیزوں کو جانتا ہوں یعنی مجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان جب نئی نئی ایجادات کرے گا تو اپنی کاوش اور تحقیق پر تکبر نہ کرے۔تو فرمایا اے بندے! تو جو بھی کرے گا یا جو بھی کرتا ہے اس کی توفیق سے کرتا ہے یہ علم تجھے اللہ نے دیا ہے۔ تو جس نے تجھ کو عقل اور علم دیا ہے اس کو نہ بھول جانا اور اس کی بندگی کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا۔مختصر یہ کہ اللہ نے جناب آدم علیہ السلام کو علم دے کر بتایا کہ میرا خلیفہ تم سے افضل ہے۔ اگرچہ ایک طویل مدت تم نے ذکر و اذکار میں گذاری ہے۔مگر آدم علیہ السلام تم سے علم میں افضل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا عابد سے عالم افضل ہے۔حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخصوں کے بارے میں تذکرہ ہوا۔ان میں ایک عالم اور دوسرے عابد تھے اس موقع پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ فرد پر اس کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے زمین و آسمان کے رہنے والے یہاں تک بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں' دریا میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس شخص کیلئے دعاء خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو عالم صحیح العقیدہ ہو اس کی توہین و تذلیل کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔یعنی ہر شخص کو چاہیے کہ عالم کی عزت کرے۔ کیونکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ دوسری جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فوقیت حاصل ہے جس طرح میری فضیلت ایک عام شخص پر۔اس کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تھی۔ " اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا "(مشکوٰۃ) معلوم ہوا اس سے وہ علماء مراد ہیں جو صحیح العقیدہ ہیں جن کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت اور محبت ہو۔ان کے دل میں خوف خدا ہو کہ اگر توہین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگئی یا بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی ہوگئی تو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔اور باعمل ہوں عقائد اور اعمال کے لحاظ سے درست ہوں کیوں کہ اعمال تب ہی فائدہ مند ہوتے ہیں جب عقائد درست ہوں اگر عقائد درست نہ ہوں تو اعمال کسی کام نہیں آئیں گے۔ اگر عقائد غلط ہوں کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والا ہو ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شرک ماننے والا ہو یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی کی طرح جاننے والا ہو تو ایسا شخص عالم نہیں جاہل ہوگا کیونکہ علم کا معنی ہے جاننا۔اب کیا جانے؟ عظمت و شان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانے' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب جانے' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص اور خوبیوں کو جانے صرف اسلامی لبادہ یا ظاہری اعمال قابل قبول نہ ہوں گے کیونکہ عقیدہ صحیح ہوگا تو مسلمان

marfat.com

Marfat.com

ہوگا۔اگر عقیدہ غلط ہوگا تو عالم تو کیا مومن بھی نہیں ہوسکتا۔اگر عقائد اور اعمال دونوں درست ہوں تو ایسے عالم کی مخالفت کرنے والا فاسق ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوگیا۔

تفسیر: جب اللہ وحدہ لاشریک نے جناب آدم علیہ السلام کو علم دے کر فرشتوں میں فضیلت ثابت کردی۔ برتری تسلیم کروائی تو فرمایا اب اس کو سجدہ کرو۔ چنانچہ تمام ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ تو شیطان نے جواب دیا۔ " اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ " میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ تو اللہ کریم نے ابلیس کا یہ جواب سن کر فرمایا۔ " وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ " کہ جا تو کافر ہوگیا ہے۔ ابلیس کا یہ جواب دینے کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں۔ (1) ایک تو یہ کہ شیطان کا خیال تھا کہ اتنی طویل مدت سے میں ذکر واذکار میں مشغول ہوں مطلب کہ میں نے بہت اللہ اللہ کی ہے۔ عبادت و ریاضت کی ہے۔ لہٰذا اس کا اہل تو میں تھا۔ مگر خلافت جناب آدم کو دے دی گئی۔ ابلیس نے اپنی عبادت و ریاضت کا خیال کر کے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ یعنی میں نے اس سے زیادہ عبادت کی ہے۔ اس نے اپنی عبادت و ریاضت پہ تکبر کیا تو اللہ نے اسے ذلت و رسوائی دے دی۔ پس ثابت ہوا عبادت و ریاضت کی وجہ سے خود کو افضل جاننا خصوصاً علماء حقہ سے تو یہ شیطان کا طریقہ ہے بندے کو تکبر سے گریز کرنا چاہیے۔ اپنے ذکر واذکار پر تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ ثابت ہوا علماء حق اہلسنت کا احترام واجب ہے۔ خواہ کتنا بڑا عابد ہی کیوں نہ ہو۔ اگر علماء حق اہلسنت کی توہین و تذلیل کرتا یا انہیں حقیر جانتا ہے تو ایسا شخص شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔

(2) "اَنَا خَيْرٌ" مِّنْهُ" کہنے کی وجہ۔

ابلیس کے تکبر کرنے کی دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے۔ چونکہ شیطان پہلے سے اللہ اللہ کرتا تھا عبادت ریاضت میں مصروف تھا تو اس نے گمان کرلیا اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت دی گئی ہے۔ اور علم دیا گیا ہے۔ خلافت دی گئی ہے۔ مگر ذکر واذکار کرنے میں تو میں ہی افضل ہوں۔ عبادت و ریاضت تو میں نے ہی زیادہ کی ہے۔ لہٰذا نیکی میں یا عبادت میں تو میں ہی بہتر ہوں۔ چنانچہ اس لحاظ سے اس نے کہا۔ " اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ " تو اللہ وحدہ لاشریک کو یہ جملہ پسند نہ آیا۔ کیونکہ اس جملے میں تکبر پایا جاتا ہے تو اللہ کریم نے ابلیس کو کافر قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی پہلو سے نبی سے خود کو بہتر جاننا کفر ہے۔ خواہ وہ سیاست ہو یا ذکر واذکار ہو یا کوئی معاملہ ہو۔ کوئی بھی غیر نبی کسی نبی سے بہتر نہیں ہوسکتا جو ایسا عقیدہ رکھے گا وہ مومن نہیں ہوگا۔ جیسے مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی تصنیف تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

باقی رہا عمل۔ اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اب خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ عقیدہ کیسا ہے۔ اگر شیطان یہ کہے تو کافر ہے۔ اگر کوئی مولوی یہ جملہ کہے تو خود فیصلہ کریں کہ وہ کیا ہے؟ ہم یہ عرض کریں گے کہ غیر نبی خواہ کتنا بڑا عابد زاہد ہو یا کیسا ہی ہو نبی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی برابر ہو سکتا ہے۔ جو برابری یا مساوی ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسا شخص شیطان کی پیروکاری کرتا ہے۔ صحیح العقیدہ مومن نہیں ہے۔

(3) حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی تھے تو اللہ کریم نے ان کی تعظیم کا حکم فرمایا۔ سب ملائکہ نے سجدہ کیا تعظیم کی مگر شیطان اکڑ گیا۔ تعظیم نہ کی تو اللہ کریم نے ابلیس کو کافر فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعظیم نبوت نہ کرنا نبی کی فضیلت نہ ماننا بھی شیطانیت ہے۔ جو لوگ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں وہ راہ حق پر نہیں ہیں۔ وہ بھی شیطان کے پیروکار اور شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جیسے آج کل توحید کا لبادہ اوڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا انکار کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح کا ایک انسان تھا۔ اس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا اور نورانیت اختیارات اور دیگر فضائل کا بھی انکار کرتے ہیں۔ ایسا عقیدہ شیطان کا ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا نہیں۔ مومن کے نزدیک احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑی عبادت ہے اور گستاخی کفر ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اس عقیدے سے گریز کرے جس میں ایمان کے جانے کا خطرہ ہو کیونکہ نجات ایمان پر ہو گی۔

(4) اور پھر چوتھی حیثیت جناب آدم علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم نے خلیفہ بنایا تھا تو جب اللہ کریم نے حکم دیا کہ تعظیم کیلئے جھکو کہ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تو سب احترام کیلئے جھک گئے مگر شیطان نے خلیفہ کا احترام نہ کیا تو اللہ کریم نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو خلیفے کی تعظیم نہ کرے وہ شخص بھی ملعون ہے۔ لہٰذا جو لوگ خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ بھی شیطان کے پیروکار ہیں۔ ہر شخص کو شیطان کی ذلت اور رسوائی سے سبق حاصل کرنا چاہیے اگر شیطان کے نقش قدم پر چلے گا۔ یعنی خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے یا توہین تذلیل کرے گا تو اسی کا ساتھی شمار ہو گا۔ اور اسی کی طرح خدا کی بارگاہ سے راندہ ہوا ہو گا۔ کیونکہ شیطان نے بھی خلیفے کی توہین کی تھی تو ملعون ہو گیا۔ لہٰذا ہر مومن کو چاہیے کہ خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرے بصورت دیگر ذلت رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک۔ جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ کریم نے جناب آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں ٹھہرو اور جو جی میں آئے کھاؤ پیو۔ مگر فلاں درخت کے قریب مت جانا۔ اگرچہ بظاہر روکا گیا تھا مگر رضا تھی کہ جاؤ۔ اس لئے کہ اگر جناب آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تو پھر آپ کی ساری اولاد بھی جنت میں ہی رہتی۔ تو اولاد آدم میں تو کافر بھی تھے منافق بھی اور نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور ولیوں کے گستاخ سب کے سب اولاد آدم میں تھے۔ تو اگر جناب آدم علیہ السلام جنت میں ہی رہتے تو یہ سب کے سب گستاخ بھی وہیں رہتے۔ مگر اللہ کا اعلان ہے کہ کوئی کافر اور منافق یا بدعقیدہ' ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ چنانچہ اللہ کریم نے درخت کے قریب جانے کی وجہ سے زمین پر بھیج دیا۔ اس میں بہت زیادہ حکمتیں ہیں کہ آدم علیہ السلام شجر ممنوعہ کے قریب کیوں گئے۔ ساری کی ساری بیان کرنی مشکل ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ جب زمین پر بھیجے گئے تو آپ بہت روئے سینکڑوں سال روتے رہے اور اپنے رب سے معافی طلب کرتے رہے مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے معافی مانگی تو اللہ نے معاف کر دیا حکمت یہ تھی کہ اولاد آدم علیہ السلام کو معلوم ہو جائے کہ اگر گناہ ہو جائے تو اللہ کریم کی بارگاہ میں معافی مانگنے کا طریقہ یہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معافی کا طریقہ سکھایا گیا کہ اے لوگو اگر جرم ہو جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے معافی مانگو اللہ کریم معاف کر دے گا۔ انشاء اللہ! آگے تفصیل بیان کر دی جائے گی۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے الگ کر دیا۔ اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین پر ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

تفسیر: شیطان کا لغزش دینے کا مطلب ہے کہ شیطان نے اللہ کے نام کی قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کے نام کی تعظیم کرتے ہوئے شیطان کی بات پر اعتماد کر لیا کیونکہ جناب آدم علیہ السلام یہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی اللہ کا نام لیکر دھوکا کرے گا۔ چنانچہ پہلے حضرت اماں حوا علیہا السلام نے کچھ کھایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور آپ علیہ السلام نے بھی تناول فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جو نعمتیں ہم نے تم کو جنت میں جائز کیں تھیں کیا وہ تمہارے لئے کم تھیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! بیشک جنت کی نعمتیں میرے لئے کافی تھیں؟؟! مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کوئی تیرے نام کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ (الحسنات) یاد رہے کہ ہر شخص کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ نبی معصوم ہوتے ہیں۔ گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کو بھول

marfat.com
Marfat.com

چوک کہہ سکتے ہیں جس میں گناہ نہیں ہوتا۔ کوئی بندہ روزے کی حالت میں کھانا کھالیتا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی اس کا روزہ ٹوٹتا ہے کیوں کہ بھول ہو جاتی ہے۔ اور بھول میں گناہ نہیں ہوتا اس میں رضا ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دینا شیطانی عمل ہے۔ اور دوسرا یہ ثابت ہوا کہ تقیہ کرنا بھی شیطان کا فعل ہے۔ جو لوگ تقیہ کرنے کو اپنا مذہب جانتے ہیں وہ شیطان کے پیروکار ہیں۔ تو جب جناب آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی تو اللہ کریم نے فرمایا نیچے اتر جاؤ۔ یعنی زمین پر چلے جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ کے پہاڑوں پر اتارا جو انڈیا کے پاس واقع ہے اور حضرت اماں حوا سلام اللہ علیہا کو جدہ میں اتارا۔ (خازن) جب حضرت آدم علیہ السلام کو اتار دیا گیا اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو گئی تو جناب آدم علیہ السلام بہت زیادہ روئے۔ بعض نے لکھا ہے تین سو سال یا ساڑھے تین سو سال تک روئے۔ اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے۔ ایک دن یاد آیا کہ جب اللہ وحدہ لاشریک نے میرے جسم میں روح ڈالا میں نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو میرے دل میں خیال آیا کہ بارگاہ خداوندی میں یہ رتبہ اور مقام کسی کو حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کو لکھا ہے۔ لہٰذا اس خیال کے تحت کہ اللہ کو یہ نام بہت ہی پیارا ہوگا جس کو اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ میں نے اپنی دعا کے ساتھ ملایا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سینکڑوں سال یہ دعا مانگتے رہے تھے۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس دعا کے ساتھ یہ ملا دیا۔ "اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ يَّغْفِرَلِىْ" بس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے معافی طلب کرنا تھی کہ اللہ کریم نے دعا قبول فرمالی۔ (ابونعیم۔ طبرانی۔ بیہقی) اور دوسری روایت ابن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ يُّغْفِرَلِىْ خَطِيْئَتِىْ" یعنی یارب میں تجھ سے تیرے بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ و مرتبت کی طفیل اور اس کی کرامت کے صدقے جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔ تو اللہ نے جناب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمالی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے مانگنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ نبی کوئی غیر شرعی عمل نہیں کر سکتا اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ اس دعا کو جلد اور یقینی قبول کرتا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے مانگی جائے۔ لہٰذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ کسی کے وسیلے سے نہیں مانگنا چاہیے ان لوگوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اور نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین والا عقیدہ نہیں۔ وہ مسلمانوں سے الگ راستے پر چلنے والے گروہ ہیں۔ مگر جو لوگ انبیاء اولیا کے وسیلے سے مانگتے ہیں وہ قرآن و حدیث کے عین مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور پھر قرآن پاک کے الفاظ بھی یہی بتا رہے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: پھر سیکھ لئے آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

تفسیر: اگر اس سے مراد۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" والے الفاظ مراد لئے جائیں یہ الفاظ تو حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک یا ساڑھے تین سو سال تک زور و کر عرض کرتے رہے۔ مگر توبہ قبول نہ ہوئی۔ توبہ اس وقت قبول ہوئی جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی گئی۔ جو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو القا کیا تھا وہ یہی تھا کہ جناب آدم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس نام کے وسیلے سے دعا مانگی جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تھا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک تھا۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔ (ہوگا)

تفسیر: جب اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرمایا اب تم جاؤ اور زمین پر رہائش اختیار کرو۔ جب تمہاری طرف میری طرف سے کوئی ہدایت آئے۔ یعنی میرے احکام آئیں، کتابیں نازل کی جائیں، انبیاء کرام آئیں، جو ان کے حکم کی تعمیل کرے گا میرے احکام پر عمل کرے گا میرے بھیجے ہوئے نبیوں کی اطاعت کرے گا تو اسے ہر غم اور خوف سے دور رکھا جائے گا۔ اور جو میرے احکام کی مخالفت کرے گا نبیوں سے بغاوت کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور وہ جو کفر کریں اور میری آئتیں جھٹلائیں تو وہ دوزخ والے ہیں۔ ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

تفسیر: فرمایا جو تم میں انبیاء کرام کی مخالفت کرے گا میرے احکام کی مخالفت کرے گا ان کو جہنم میں بھیجوں گا اور پھر وہ اس میں ہمیشہ کیلئے جائیں گے۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ حدیث پاک میں ہے یہودیوں کی ایک جماعت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل تھا؟ تو یہودی قسم کھا کر کہنے لگے کہ واللہ یہ سچ ہے۔ (مظہری) اسرائیل کے لفظی معنی عبداللہ کے ہیں۔ یہاں جو اللہ کریم ان کو نعمتیں یاد کرارہا ہے۔ وہ یہ کہ پتھروں سے چشموں کا جاری ہونا' من وسلوی کا اتارا جانا' فرعونیوں کے ظلم وستم سے محفوظ کرنا اور فرعون کو غرق کرنا اور پھر ان میں نبیوں رسولوں کا مبعوث ہونا نیز ان کو بادشاہی کا عطا کرنا وغیرہ وغیرہ وہ تمام نعمتیں یاددلائی جارہی ہیں۔ کہ دیکھو تم پر ہمارے کتنے انعام ہیں۔ لہٰذا اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور قرآن پر ایمان لاؤ۔ اور ہم اپنا وعدہ پورا کرینگے۔ یعنی تمہیں جنت عطا کی جائے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ لاتعداد نعمتیں عطا فرما کر اللہ چاہتا ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کریں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرے گا نجات پائے گا۔ اور جو توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے گا کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرے گا وہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت اور محبت رکھے گا اس کو بخش دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کسی آدمی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا تم نے اس کیلئے کیا تیار کررکھا ہے؟ عرض گذار ہوا میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا تم ان کے ساتھ ہو جن سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے کیا۔ الی آخرہ (بخاری)

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ۝

ترجمہ: اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا۔ جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے سے دام نہ لو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

تفسیر: فرمایا اے یہودیو اور عیسائیو! تمہیں قرآن کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ قرآن تو توریت اور انجیل کا تصدیق کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کا انکار نہ کرو۔ مطلب یہ کہ تم قرآن کا انکار کس طرح کرسکتے ہو۔ قرآن بھی وہی کچھ کہتا ہے جو توریت اور انجیل میں درج ہے۔ اگر قرآن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص بیان کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بیان کرتا ہے۔ تو اقرار کرو کیونکہ توریت میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل موجود ہیں اور انجیل میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل موجود ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔

marfat.com

Marfat.com

منکر نہ بنو قرآن تو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی یہ ہے۔ یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤسا وعلماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی قوم کے جاہلوں سے پیسے وصول کیا کرتے تھے۔ بلکہ سالانہ وظیفے مقرر کیئے ہوئے تھے۔ باغوں میں ان کے مالوں میں اپنے حق مقرر کیئے ہوئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اعلان نبوت فرمایا۔ تو علماء یہود کو اندیشہ ہوا کہ توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص درج ہیں اگر لوگوں کو علم ہو گیا کہ یہ وہی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی فضیلت توریت میں درج ہے تو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ جس سے ہمارا کافی نقصان ہوگا اور وہ مال ودولت جو قوم سے حاصل کرتے ہیں وہ سب کے سب ختم ہو جائیں گے اور ہم کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ علماء یہود نے دولت چھن جانے کے خوف سے کتابوں میں تغیر وتبدل کر دیا۔ جب لوگ ان سے سوال کرتے اور دریافت کرتے کہ کیا واقعتاً توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص درج ہیں؟ تو علماء یہود ان فضائل وخصائص کو چھپاتے اور قوم کو نہ بتاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن) تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے کافرو! چند ٹکوں کے عوض تم کتابوں کو بدل دیتے ہو دنیا کیلئے آخرت خراب کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانا یہودیت ہے۔ اور فضائل وخصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنا ایمان والوں کا کام ہے ایمان والے کمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپاتے نہیں۔ بلکہ بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں عشق ومحبت پیدا کرتے ہیں۔ مگر جن کے دلوں میں منافقت ہو دنیا رچ بس گئی ہو۔ وہ خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان نہیں کرتے اور آج کل جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص مثلاً نورانیت اختیارات اور حسن وجمال مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فضیلت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپاتے ہیں وہ لوگ یہودیت کے پیروکار ہیں اور یہ چھپانے والے کفر کی سازش کا شکار ہیں۔ مومن وہی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں کو بیان کرے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ۔ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔

تفسیر: یہاں حق سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص ہیں۔ جن کو یہودی چھپاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھپانا یہودیت ہے اور یہ وہ قبیح عمل ہے جسکو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور فضائلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھپانا ایمان نہیں منافقت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو۔

تفسیر: نماز قائم رکھنے کا مطلب ہے نماز کی پابندی کرو۔ کبھی پڑھ لی کبھی چھوڑ دی ایسا نہ کرو۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پانچ نمازوں کو اللہ کریم نے فرض قرار دیا ہے۔ جو ان کیلئے اچھی طرح وضو کرے انہیں وقت پر پڑھے اور ان کے اندر رکوع اور خشوع اچھی طرح کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں۔ لہٰذا چاہے اسے بخش دے چاہے اسے عذاب دے۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے۔ اور نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم ہے جیسے نماز بندے کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ نماز یا زکوٰۃ کے منکر ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ اس آیت سے فرضیت ثابت ہے۔ لہٰذا انکار کفر ہوگا جیسے آج کل جاہل قسم کے رہنما جو خود کو ایک پیر اور بزرگ ثابت کر کے نماز سے مریدوں کو دور کر دیتے ہیں۔ سخت گنہگار اور قابل گرفت ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز باجماعت پڑھو۔ کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

تفسیر: بعض مسلمانوں نے یہودی علماء سے پوچھا جو ان کے رشتہ دار تھے کہ کیا واقعی اسلام سچا دین ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ تو ان یہودی مولویوں نے کہا کہ ہاں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسلام سچا دین ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ لوگوں کو کہتے ہو کہ اسلام سچا دین ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے عزیزوں کو۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی اقرار کرتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو پھر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ مطلب یہ کہ پھر کلمہ پڑھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو جاؤ۔ جب کہ تمہیں معلوم بھی ہے اور تمہیں توریت پڑھ کر بھی معلوم ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں۔ مگر تمہیں دنیا کی حرص وہوس نے تباہ کر دیا۔ دنیا کے پیچھے آخرت خراب کر رہے ہو۔ اور فرمایا بے وقوف نہ بنو فانی زندگی سنوارتے ہو اور آخرت کو بھول رہے ہو کیا تمہیں عقل نہیں؟ یعنی عقل سے کام لو گمراہی بے دینی

marfat.com

Marfat.com

چھوڑو اور غلامان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن کر زندگی گذارو تا کہ آخرت بہتر ہو جائے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝

ترجمہ: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے کہ نماز اور صبر سے مدد چاہو۔ مدد کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی مصیبت میں پھنسا ہو یا الجھن میں ہو تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آ جائے خواہ وہ کسی قسم کی ہو تو اس وقت واویلا کرنا غیر شرعی الفاظ منہ سے نکالنا یا وہ عمل کرنا جو شریعت کے خلاف ہو قرآن وحدیث کے خلاف ہو تمہارے لئے بہتر نہیں۔ مثلاً جیسے کسی کی موت ہو جائے یا کسی حادثہ وغیرہ میں موت کا شکار ہو جائے تو جاہل قسم کے لوگ غیر شرعی الفاظ منہ سے نکالتے ہیں اور اللہ کریم کے متعلق کفر کہتے ہیں۔ یا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کے سب عمل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور بعض عمل تو کفر ہیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے جب کوئی پریشانی ہو جائے مصیبت آ جائے تو اس وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ یعنی بندہ کو نفل ونوافل پڑھنے چاہئیں تا کہ غم ہلکا ہو جائے۔ مگر بعض لوگ ماتم کرتے ہیں پیٹتے ہیں گریبان چاک کرتے ہیں یہ سارے عمل ناجائز اور حرام ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ" (مشکوۃ متفق علیہ) جو شخص چہرہ پیٹے اور گریبان چاک کرے اور جاہلوں کی طرح واویلا کرے ہم میں سے نہیں۔

اس سے معلوم ہو جو لوگ ماتم کو عبادت جانتے ہیں وہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر کے گمراہ ہو گئے۔ اور ان کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ اللہ کا حکم بھی صبر کرنے کا ہے۔ اور ہائے وائے کر کے ماتم کرنا' رخسار پیٹنا' گریبان چاک کرنا یہ سب عمل صبر کے خلاف ہیں اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت ہے۔ اس سے معلوم ہوا پیٹنا ماتم کرنا گریبان چاک کرنا سخت گناہ ہی نہیں حرام ہے۔ کیونکہ جس عمل سے حضور منع کریں مومن کیلئے وہ عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا نماز اور صبر سے مدد چاہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا کفر وشرک نہیں ہے۔ کفر وشرک اس صورت میں ہے جب کسی کو الہ جان کر مانگا جائے۔ اگر الہ نہیں جانتا تو مانگنا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ اس مسئلہ کو بہت غلط رنگ دیتے ہوئے قوم میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھری ہوئی ہے۔ اگر خدا کے سوا کسی سے مانگنا ناجائز ہوتا تو اللہ کریم یہ نہ فرماتا کہ! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ کیونکہ صبر اور نماز الہ نہیں ہیں۔ مختصراً یہ کہ فرمایا اگر تمہیں خوشی ہو یا غمی اے ایمان والو! اپنے رب کو یاد کیا کرو۔ اس لئے کہ اگر خوشی ہے تو شکر ادا کرو۔ اگر غم ہے تو صبر کرو اس کی رضا پر راضی رہو اور پھر نماز پڑھو تا کہ تمہارا رب راضی

marfat.com
Marfat.com

ہو جائے۔ مگر اللہ کو راضی وہ کرتے ہیں جن کے دل میں پختہ ایمان ہو۔

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔

تفسیر: مطلب کہ جنہیں اپنے رب پر یقین ہے کہ وہ ہمارا سچا رب ہے اور پھر ہم نے اسی کی طرف جانا ہے۔ یعنی قیامت کو اسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ تو وہ اس قسم کی غیر شرعی حرکتیں نہیں کرتے۔ بلکہ نماز پڑھتے ہیں چاہے غم ہو یا خوشی۔ ہر صورت میں اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ اور ہر اس عمل سے گریز کرتے ہیں جس سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: اے اولاد یعقوب! یاد کرو وہ احسان جو میں نے تم پر کیا۔ اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل میرا احسان یاد کرو۔ وہ احسان کیا تھا؟ وہ یہ تھا کہ اللہ کریم فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے آباؤ اجداد کو ان کے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی۔ مطلب کہ تمہیں عزت عطا فرمائی۔ آج تم بھی اپنے آباؤ اجداد کے نام پر فخر کرتے ہو۔ ان کے باپ دادا پر انعام یاد دلانے کی وجہ یہ ہے کہ باپ دادا کا باوقار ہونا اولاد کیلئے عزت کا باعث بنتا ہے۔ تو فرمایا جن کی وجہ سے باعزت ہونے کے دعویدار ہو الٰہی کے فرمان کے خلاف کر رہے ہو۔ نبیوں کے حکموں کے خلاف عمل کرتے ہو۔ اللہ کریم احساس دلا رہا ہے کہ اگر بزرگوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے اکڑ کر چلتے ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم ناشکرے ہو۔ اور تمہیں نبیوں کی اولاد ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا بزرگوں یعنی نبیوں' ولیوں کی اولاد ہونا اس وقت فائدہ مند ہوگا جب عقیدہ صحیح ہوگا۔ اگر عقیدہ باطل ہوا تو کسی نبی یا ولی کی اولاد ہونے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا بزرگوں کی اولاد کو چاہیے کہ صحیح العقیدہ اہلسنت ہو۔ اور عملاً بھی بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اگر بدعقیدگی کا شکار ہو جائیں تو کسی ولی پیر فقیر کی اولاد ہونا نفع بخش نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ جناب نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرح ہے۔ اور نہ ہی ایسے گمراہ کی عزت کرنی چاہیے اگرچہ وہ کسی بہت بڑے ولی کا بیٹا ہی ہو۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ
وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٨﴾

ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی۔ اور نہ (کافر کیلئے) کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ کچھ لے کر (اس کی) جان چھوڑی جائے گی۔ اور نہ اس کی مدد ہوگی۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: فرمایا اے میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والوتمہیں تو چاہیے تھا فرمانبردار بندے بنتے۔اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے۔ کیوں کہ تمہیں میں نے سب نعمتیں عطا فرمائیں۔ زمانے میں بڑائی دی۔ بادشاہت عطا فرمائی۔ تم پر انعام فرمائے۔ تمہیں نبیوں کی اولاد بنایا مگر تم پھر منکر ہو رہے ہو۔ مگر یاد رکھو اگر تم محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو پھر عذاب تمہیں ہی دیا جائے گا۔ تمہاری جگہ کسی اور کو نہیں تمہیں دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کفر کرنے والے کے بارے میں کسی کی کوئی سفارش بھی نہیں مانی جائے گی۔ اور نہ ہی کچھ دے دلوا کر جان چھوٹے گی۔ اس سے معلوم ہوا خواہ کوئی ہو۔ بدعقیدہ جنت میں نہیں جاسکے گا چاہے نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس آیت کے پیش نظر بدعقیدہ سادات اور بزرگوں کی اولاد کو غور کرنا چاہیے اور بدعقیدگی سے بچنا چاہیے اگر رافضیت یا خارجیت کا شکار ہو گئے تو کوئی نسبت کام نہیں آئے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بُرا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی۔ (یعنی آزمائش تھی)

تفسیر: واقعہ یوں ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ ظاہر ہوئی ہے جس نے سارے مصر کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اور ایک ایک قبطی اس کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ اور بنی اسرائیل سب کے سب محفوظ ہیں۔ فرعون یہ خواب دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور صبح ہوتے ہی حکم دیا کہ نجومیوں کو دربار میں پیش کیا جائے۔ جب نجومیوں کو حاضر کر کے خواب بتلایا گیا تو نجومیوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہیں تباہ برباد کر دے گا۔ فرعون پہلے ہی ڈرا ہوا تھا جب خواب کی تعبیر سنی تو اور زیادہ ڈر گیا۔ اور حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ اور شہر کی دائیوں کو بلا کر ہدایت کر دی گئی کہ جب بھی کسی بنی اسرائیلی کے گھر لڑکا ہو تو فوراً اطلاع کرنی ہے ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی عورتوں کے نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ یا ستر ہزار بچے قتل کیئے گئے یا دونوں عمل ہوئے۔ تو قبطیوں نے یعنی فرعونیوں نے فرعون کو کہا کہ اگر بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے رہے تو ہماری خدمت کون کرے گا؟ لہٰذا کچھ کو زندہ رکھو۔ تو فرعون نے حکم جاری کیا کہ ایک سال بچوں کو زندہ رکھو اور ایک سال قتل کرو۔ تو اللہ وحدہٗ لاشریک کی قدرت کہ جو سال بچوں کو زندہ رکھنے کا تھا۔ اس سال جناب ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جو سال بچوں کے قتل کرنے کا تھا اس سال جناب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو اللہ کریم بنی اسرائیل کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلا رہا ہے۔ کہ یاد کرو تمہارے ساتھ کس قدر ظلم ہو رہا تھا اور تم بے بس تھے مگر ہم

marfat.com
Marfat.com

نے تمہاری مدد کی فرعون کے ظلم وستم سے تمہاری جان چھڑائی۔ مگر آج تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر بنے بیٹھے ہو۔ اور اس محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہو جسکے متعلق تمہیں موسیٰ علیہ السلام بتا کر گئے تھے اور توریت نے بھی بیان کیا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ یہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اس مصیبت کے وقت میں نے تمہاری مدد کی فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ لہٰذا اب ان احسانوں کو مانتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل کرو اور دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پکڑو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرو۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے! کہ تمہیں چاہیے تو یہ تھا کہ میری پوجا کرتے کیونکہ میں نے تمہیں اس زمانے کے لوگوں میں عزت دی۔ تمہیں فرعونیوں کے ظلم وستم سے بچایا۔ مصیبتوں میں تمہاری مدد کی اور تم پر بہت سے احسان فرمائے۔ مگر تم اتنے ظالم ہو اور احسان فراموش ہو کہ تم لوگوں نے بچھڑے کو خدا مان لیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی۔ کہیں تم احسان مانو۔

تفسیر: اللہ کریم نے حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں کیلئے طور پر آؤ۔ اور یہ بلانا توریت عطا فرمانے کیلئے تھا۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بلایا اور فرمایا کہ میں چالیس راتوں کیلئے طور پر جارہا ہوں اور جناب ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر چھوڑے جارہا ہوں۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر لینے آئے تو سامری نے دیکھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا ہے وہاں سبزہ اگتا ہے۔ تو سامری نے جبرائیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اٹھا کر محفوظ کر لی۔ تو جب جناب موسیٰ علیہ السلام طور پر چلے گئے۔ تو

marfat.com
Marfat.com

سامری سنار نے جو سونا مال غنیمت میں تھا اسکا ایک بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں جبرائیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں والی مٹی ڈالی تو وہ بچھڑا بولنے لگا اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا۔ " هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ " موسیٰ علیہ السلام تو بھول گئے ہیں۔ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب تو یہ ہے۔ چنانچہ وہ جاہل قوم اس بچھڑے کو الہ مان گئی۔ اور اس کی پوجا کرنی شروع کر دی صرف بارہ ہزار آدمی جناب ہارون علیہ السلام کے ساتھ رہ گئے باقی سب گمراہ ہو گئے۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے احسان یاد کرو اور اپنی بے راہ روی دیکھ کر اتنے قلیل وقت میں ہر چیز بھول گئے ہو۔ صرف چالیس راتوں کی تو بات تھی مگر تم نے بچھڑے کو الہ مان کر اپنی جانوں پر ظلم کیا مگر اللہ کا کرم اور فضل دیکھو کہ اللہ نے تمہیں پھر معاف کر دیا اس لئے کہ تم اللہ کا احسان مانو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شعبدہ باز ایسا عمل کر کے دکھائے تو اس کو ولی جاننا غلط ہے۔ خواہ کوئی کچھ کر دکھائے جو شریعت کے خلاف ہو وہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو فوقیت حاصل ہوگی۔ اور ایسے لوگوں کی بیعت وغیرہ قطعاً جائز نہیں۔ اور پھر اگر جبرائیل امین کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی میں یہ کمال ہے کہ اگر بچھڑے کے منہ میں ڈالی جائے تو وہ زندہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کمال عطا فرمایا ہے کہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ تو یہ کفر و شرک نہیں بلکہ یہ ممکن ہے۔ جیسے بچھڑے کو زندہ کر دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا مردوں کو زندہ کرنا۔ اور اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی تو اس شخص نے عرض کیا ایک شرط پر مسلمان ہوتا ہوں۔ میری بچی فوت ہو چکی ہے اس کو زندہ کر دو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ فرمایا اس کی قبر دکھاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکی کو آواز دی تو لڑکی نے جواب میں کہا لبیک وسعدیك حاضر ہوں فرمانبردار ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو دنیا میں واپس آنا پسند کرتی ہے؟ لڑکی نے قبر سے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے ماں باپ کی طرف لوٹا دوں تو بچی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کو ماں باپ سے زیادہ مہربان پایا ہے۔ (مدارج النبوت)

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کیا۔ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت طعام کی سعادت حاصل کرنے کیلئے بکرا ذبح کیا۔ تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بیٹے نے چھوٹے بیٹے کو مکان کی چھت پر لٹا کر باپ کی نقل کرتے ہوئے چھوٹے بھائی کو ذبح کر دیا۔ جب بچوں کی والدہ نے دیکھا تو دوڑ کر بچے کی طرف آنے لگی تو بڑے لڑکے نے چھت سے چھلانگ لگا دی اور وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جناب جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بیٹوں کو زندہ کیا۔ (مدارج النبوت)

marfat.com
Marfat.com

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور حق اور باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ۔

تفسیر: فرمایا اے یہود یو تم بار بار غلطیاں کرتے رہے اور ہم تم پر مہربانیاں کرتے رہے تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر کتاب عطا فرمائی۔ یعنی توریت! جو حق اور باطل میں فرق کرنے والی تھی۔ اور یہ بھی تم پر احسان کیا تاکہ تم ہدایت والے بن جاؤ مگر تم پھر بھی ہدایت والے نہیں بنے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھیجنا توریت کا عطا کرنا یہ سب کچھ تمہاری ہدایت کیلئے تھا مگر تم نہ سمجھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اللہ کریم نے تمہارے لئے اتنا کچھ کیا تھا کہ تم ہدایت پاؤ مگر تم ویسے کے ویسے ہی رہے۔ اور تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احساس دلانے سے قوم اپنے کیے پر شرمندہ ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر عرض کرو اور معافی مانگو۔ اللہ کی طرف رجوع کرو تو قوم تیار ہو گئی۔ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کو فرماؤ کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ ان کو قتل کریں جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ جب قوم کو بتایا گیا تو وہ تیار ہو گئے کہ ہم حکم کی تعمیل کریں گے۔ چنانچہ بچھڑے کی پوجا کرنے والے قتل ہونے کیلئے ایک جگہ اپنے جسموں کو چادروں سے لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ اور حکم یہ تھا کہ کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھے کہ کون کس کو قتل کر رہا ہے۔ اور دوسرے گروہ کو حکم ہوا کہ تلواریں اٹھاؤ اور ان مجرموں کو قتل کرنا شروع کر دو۔ جب تلواریں اٹھائیں تو لوگوں کے ہاتھ کانپ گئے۔ کیونکہ ماحول بڑا عجیب تھا کہ قتل ہونے والوں میں کوئی کسی کا باپ تھا۔ کوئی بھائی تھا تو کوئی عزیز رشتہ دار تھا۔ چنانچہ لوگوں کے ہاتھوں سے تلواریں گر گئیں اور عرض کیا اے موسیٰ علیہ السلام ہم ہار گئے ہیں کہ اگر قتل ہونے والا ہمیں نہیں دیکھ رہا تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ بھائی ہے یہ باپ ہے یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے۔ تو اللہ کریم نے ایک سیاہ بادل بھیج دیا جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ جس سے کوئی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون کس کو قتل کر رہا ہے۔ فرمایا شروع ہو جاؤ اور کئی روز تک قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر عرض کی کہ اے رب العالمین تو رحم فرما۔ تو اللہ

marfat.com

Marfat.com

نے دعا قبول فرمائی تو اللہ کریم نے فرمایا قتل عام بند کر دو۔ اور ان کو کہہ دو کہ تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ستر ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اس سے چند مسائل حل ہوئے۔ کہ اللہ اپنے پیاروں کی دعاؤں سے مصیبتیں دور کر دیتا ہے۔ جو لوگ بچ گئے وہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا سے بچے اس سے ثابت ہوا کہ نبیوں' ولیوں کی دعائیں نفع دیتی ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا احکام خداوندی پورا کرنے میں کسی رشتہ داری کا لحاظ قطعاً نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مجرم کو سزا دینے میں قطعاً کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔ تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ قتل عام ہوتا دیکھا تو مزاج اقدس پر بہت زیادہ اثر تھا۔ تو اللہ کریم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ قاتل اور مقتول دونوں کو جنت دے دوں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میں راضی ہوں۔ فرمایا پھر دونوں کو قاتل کو بھی اور مقتول کو بھی بخش دیا۔ اس سے معلوم ہوا اللہ اپنے پیاروں کو راضی کرتا ہے۔ (مظہری)

اگر جناب موسیٰ کو راضی کرنے کیلئے اللہ بندوں کو بخش دیتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم راضی کرنے کیلئے ہم جیسے گناہ گاروں کو بخش دے گا اور اپنا فضل فرمائے گا۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۵

ترجمہ: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے۔ جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

تفسیر: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور نہ ہی کوئی پوجا کے لائق ہے۔ تو قوم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہم ایسے ہی خدا کو کس طرح مان سکتے ہیں۔ ہم تب خدا کو مانیں گے جب تو ہمیں خدا دکھائے گا۔ مطلب کہ ہم خدا کو دیکھ کر مانیں گے۔ صرف تیرے کہنے پر خدا پر یقین نہیں لائیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تم ہر قبیلے کا ایک ایک نمائندہ دے دو تو آؤ میرے ساتھ۔ چنانچہ انہوں نے ہر ایک قبیلے کا ایک آدمی دیا۔ جن کو لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے۔ اور خود جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ سے ہمکلام ہوئے۔ تو ایک بادل سا آیا جس نے پہاڑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اسی کے اندر موسیٰ علیہ السلام اللہ کے قریب ہوئے اور ہمکلام ہوئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی چمکنے لگی جس سے سب کی نظریں چندھیا گئیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے مگر اللہ کا کلام سن رہے تھے۔ جب کلام ختم ہوا بادل اڑ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام ہم تجھ پر یقین نہیں کریں گے۔ ہم تو تب مانیں گے جب تو اعلانیہ خدا دکھائے گا۔ تو اللہ کریم نے ان پر اس گستاخی کی وجہ سے کہ تم نے زبان موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیوں کیا۔ اللہ نے عذاب نازل فرمایا۔ تو ستر بندوں پر کڑک آئی۔ بجلی پڑی تو وہ سب کے سب مر گئے۔ پھر اللہ کی بارگاہ میں جناب موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے رب میں ان کو ساتھ لیکر آیا ہوں تو ان کی طرف نہیں میری طرف دیکھ۔ اگر یہ زندہ نہ ہوئے

marfat.com
Marfat.com

تو قوم باتیں بنائے گی۔ یہ کہیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام دکھا نہیں سکتے تھے تو اس نے دھوکے سے لے جا کر بندے مار دیئے ہیں۔ اے میرے رب تو رحم فرما۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ستر کے ستر بندے دوبارہ زندہ کر دیئے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم اپنے پیاروں کی دعاؤں سے مردہ زندہ کر دیتا ہے۔ اور بزرگوں کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے۔ اللہ ان کی دعاؤں کو یقیناً قبول کر لیتا ہے۔ اگر جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ستر بندے زندہ ہو سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے مردے زندہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ یقیناً زندہ ہوتے ہیں جیسے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کرنا اور پھر اس کی بکری کو زندہ کرنا یہودی کی بیٹی کو زندہ کرنا اور بھی ہزاروں واقعات ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ نبیوں ولیوں کی دعا سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ کفر و شرک نہیں ہے کیونکہ قرآن پر ایمان رکھنا ہر مومن پر فرض ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: پھر مرنے کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

تفسیر: جب وہ ستر بندے مر گئے تو دعائے موسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہوئے تو جو پہلے اٹھا اس نے دوسرے کا زندہ ہوتے دیکھا دوسرے نے باقی کو زندہ ہوتے دیکھا۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے سب کچھ دکھایا تا کہ تم میرے شکر گذار بندے بن جاؤ۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا۔ ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔

تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو بنی اسرائیل کو فرمایا کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ مصر سے نکلو شام میں جا کر قوم عمالقہ سے جہاد کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل ہارے ہوئے دل سے نکلے تو راستے میں ایک بیابان سا علاقہ آیا جہاں نہ تو سایہ دار درخت تھا اور نہ ہی پینے کا پانی اور نہ ہی کھانے کیلئے کوئی چیز تھی۔ جس سے بنی اسرائیل سخت پریشان ہوئے۔ پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ چنانچہ ایک سفید رنگ کا بادل آیا جس نے میدان میں سایہ کر دیا اور رات کے وقت ایک ستون ہوتا جو روشنی کرتا اور کھانے کیلئے اللہ کریم نے من وسلویٰ اتارا۔ تو وہ چالیس سال اس میدان میں رہے۔ اس دوران نہ ہی ان کے بال بڑھے کہ ان کو حجامت بنوانے کی ضرورت پڑی اور نہ ہی ناخن بڑھے اور اس میدان کا نام تیہ تھا۔ چالیس برس کے بعد حکم ہوا کہ بیت المقدس جاؤ یا اریحا۔ وہاں باغات کثرت سے تھے۔ تو اللہ کریم بنی اسرائیل کو یہ تمام چیزیں یاد دلا رہا ہے۔ کہ دیکھو تم پر بادل بھیجا جو سائبان کا کام دیتا تھا

marfat.com

Marfat.com

کھانے کیلئے من وسلویٰ روشنی کیلئے ستون اب چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ کے شکر گذار بندے بنتے مگر یہ لوگ منکر ہو گئے ہیں۔ مگر منکرو یادرکھو تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس میں تمہارا اپنا بگاڑ ہے۔ اس سے معلوم ہوا جس پر جتنی مہربانیاں زیادہ ہوں اس کو اتنا ہی شکر بھی زیادہ ادا کرنا چاہیے۔ اگر مال و دولت ملے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ نیکی کرے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نبیوں ولیوں کی دعا نفع دیتی ہے اور ان کی دعاؤں کے صدقے اللہ اپنے بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جیسے اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے ہم زیادہ دینگے نیکی کرنے والوں کو۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا مقدس مقامات کا احترام ضروری ہے۔ اور وہاں جا کر دعا کی جائے تو اللہ قبول فرماتا ہے۔ مثلاً مکہ شریف یا مدینہ شریف اور دیگر مقامات مقدسہ ہیں۔ حالانکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے تو اس سے ظاہر ہوا نبیوں ولیوں کی نسبت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

تفسیر: اللہ نے تو بستی کا احترام کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ وہاں جا کر معافی مانگو مگر ان لوگوں نے یعنی بنی اسرائیل نے الفاظ بھی تبدیل کر لئے اور احترام بھی نہ کیا تو اللہ کریم نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور وہ عذاب طاعون تھا جس سے بیس ہزار اسرائیلی ہلاک ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا عام شہروں سے وہ شہر زیادہ فضیلت والے ہیں جہاں نبیوں ولیوں کے ڈیرے ہیں۔ خصوصاً مدینہ شریف جہاں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ

marfat.com
Marfat.com

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔

تفسیر: قوم نے بارگاہ موسیٰ علیہ السلام میں حاضر ہو کر پانی کیلئے عرض کیا کہ اے اللہ کے کلیم علیہ السلام ہمیں پانی چاہیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میری بارگاہ میں عرض کیا تو ہم نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام پتھر پر عصا مارو۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور ہر گروہ نے ایک چشمہ لے لیا۔ یعنی ایک قبیلہ ایک چشمے سے پانی لے گا اور دوسرا دوسرے سے اسی طرح ہر قبیلے نے ایک ایک چشمہ سے پانی لیا۔ اس پتھر سے روزانہ چھ لاکھ آدمیوں کیلئے پانی نکلتا۔ معلوم ہوا مشکل کے وقت انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں عرض و معروض کرنا کفر و شرک نہیں ہے۔ اگر جرم ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام روک دیتے مجھ سے مت مانگو۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا نہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء سے مانگنا جائز ہے اگر شرک ہو تو نبی شرک والے کام دیکھ کر خاموش نہیں رہتا منع کر دیتا ہے۔ اور پھر اللہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے وہ بارش برسا سکتا تھا دریاؤں اور نہروں کے رخ موڑ سکتا تھا زمین سے چشمے جاری کر سکتا تھا مگر ایسا نہیں کیا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم پتھر پر عصا مارو چشمے پھوٹ پڑیں گے۔ ایسا اس لئے کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ انبیاء کے دروازے سے کوئی محروم نہیں لوٹایا جاتا۔ اللہ بتوں سے منع کرتا ہے کیونکہ بتوں سے مانگنا شرک ہے۔ اور کافر لوگ بتوں کو خدا سمجھ کر مانگتے تھے۔ اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مانگے گا تو خدا سمجھ کر نہیں اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر یا کسی اور رسول علیہ السلام سے بھی مانگے گا تو خدا جان کر نہیں۔ اس لئے قوم موسیٰ علیہ السلام حاضر ہو کر مانگتی رہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر ہو کر مانگتے رہے۔ ادھر بارہ چشمے پتھر سے نکلے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾ ع

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔ فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو۔ اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے۔ یہ بدلہ تھا اسکا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

تفسیر: پہلے تو بنی اسرائیل من وسلویٰ کھاتے رہے۔ جب جی بھر گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرو کہ ہمیں زمین کی اگائی ہوئی چیزیں عطا کرے۔ مسور کی دال گندم کی روٹی پیاز ساگ وغیرہ کھانے کو دے۔ اللہ کریم کو بنی اسرائیل کا یہ انداز گفتگو پسند نہ آیا۔ ان کو چاہیے تھا کہ باادب طریقہ سے عرض کرتے کہ اللہ کے پیارے رسول علیہ السلام یا اللہ کے پیارے کلیم علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں عرض کرو کہ ہم کو دوسری نعمتیں بھی عطا فرمائے۔ مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسطرح مخاطب کیا جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے یا جیسے عام آدمی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں حکم ہے۔

" لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا " کہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ نبیوں رسولوں کو یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مطلب کہ القاب کے ساتھ جس میں عزت وعظمت ظاہر ہو وہ الفاظ استعمال کیا کرو۔ (فتح العزیز) تو جب بنی اسرائیل نے اس طرح گفتگو کی تو فرمایا اب یہاں سے نکلو اور کسی شہر میں آباد ہو جاؤ تو تمہیں یہی کچھ ملے گا جو تم مانگ رہے ہو۔ یعنی گیہوں کی روٹی ساگ پیاز مسور کی دال وغیرہ ملے گی اور تم پر ذلت وناداری مسلط کردی گئی ہے اور جو تم نے گستاخیاں کیں ہیں اللہ کی آیات کا انکار کیا ہے۔ مطلب کہ تمہیں حکم تو یہ تھا کہ نبیوں رسولوں کا احترام کرو مگر تم نے احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں کیا اور تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عام آدمی سمجھ لیا ہے۔ اور ان کی گستاخیاں کیں اور ان کو شہید بھی کردیا اب تم پر اللہ کا غضب ہوگا۔ اس لئے کہ تم حد سے بڑھ گئے ہو اور تم بہت بڑے نافرمان ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ والوں یعنی نبیوں سے دعا کرانا جرم نہیں اگر جرم ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام روک دیتے یا فرماتے کہ اللہ سب کی سنتا ہے تم خود ہی کرو مجھے نہ کہو۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ کریم نے فرمایا اب تم کو سب کچھ ملے گا جو تم مانگ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نبیوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ کہ وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور اللہ اپنے خاص بندوں کی دعاؤں کو بوجہ محبت رد نہیں کرتا۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ " لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّہٗ " مطلب کہ اگر وہ اللہ کے خاص بندے اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ کریم انہیں سچا کردکھاتا ہے۔ (مسلم)

marfat.com
Marfat.com

اس سے یہ بھی معلوم ہوا سب سے بڑا جرم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل کا ایک عام آدمی جاننا ہے۔ کیونکہ گستاخی کے سب دروازے اسی وقت کھلتے ہیں جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر جانا جائے۔ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کا علم ہو یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ درست ہو تو پھر دل میں عقیدت ہوتی ہے۔ اور ان کی محبت کو ایمان جانتا ہے تو پھر کوئی شخص گستاخی کا جملہ بھی نہیں بول سکتا۔ ان کفار نے انبیاء کو شہید اس لئے کیا اور نافرمانیاں کیں۔ وہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر کی طرح جانتے تھے۔ اس لئے ہر مومن کو چاہیے کہ اپنے دل میں نبیوں کی خصوصاً حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت اور محبت پیدا کرے۔ کیونکہ عقیدت والے لوگ بے ادب نہیں ہوتے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے کہ وہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

تفسیر: اگر کوئی شخص سچے دل سے توبہ کرلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے خواہ وہ ایمان لانے والا کون ہو۔ یہودی ہو نصرانی ہو یا اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا کرنے والا ہو جب وہ سچے دل سے ایمان والا ہو جائے گا اور آئندہ کیلئے ہر برائی اور کفر و شرک سے باز رہے گا۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے اس کے پچھلے گناہ کا کفر و شرک کا کوئی عذاب نہ ہو گا۔ سب کا سب معاف کردیا جائے گا۔ اسے قیامت کے دن کوئی پریشانی نہیں ہوگی بلکہ اس کے ایمان لانے سے پہلے کے گناہ بھی معاف کردئے جائیں گے۔ مگر قیامت پر یقین کیسے رکھ سکتا ہے۔ آیا اللہ پر ایمان کیسے لاسکتا ہے۔ کیونکہ کسی نے دیکھ کر خدا کو نہیں مانا اور نہ ہی کسی نے قیامت کو دیکھا ہے اب یقین لانے کی ایک ہی صورت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت پیدا کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر اعتماد کرے۔ تو معلوم ہوا اصل اسلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت اور محبت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد کرنا ہے۔ اگر کسی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد نہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت نہیں تو وہ صحیح مومن نہیں ہوسکتا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمھیں پرہیزگاری ملے۔

تفسیر: یہودیوں نے جناب موسیٰ علیہ اسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں زندگی گذارنے کے تمام قوائد وضوابط درج ہوں۔ جس کو پڑھ کر ہم اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کریں اور عمل کریں۔ اور اس کے عبادت گذار بندے بن جائیں۔ چنانچہ اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی۔ تو وہ لوگ توریت کو بھی چھوڑ گئے۔ اور پہلے کی طرح بے راہ روی کی زندگی گذارتے رہے۔ یعنی توریت پر بھی عمل نہ کیا۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ پہلے تو تم یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی کتابی صورت میں قانون بنا دیئے جائیں تو ہم ان کی پابندی کریں گے۔ سر مو ادھر سے ادھر نہیں جائیں گے مگر جب تمہارا مطالبہ پورا کر دیا گیا ہے تو تم اپنے کیے ہوئے وعدے سے منحرف ہو گئے ہو۔ جب بنی اسرائیل اپنے کئے ہوئے وعدے سے پھر گئی تو جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مانتے ہو یا تم پر پہاڑ گرا دیا جائے اور تم سب کا خاتمہ کر دیا جائے؟ بنی اسرائیل ڈر کے مارے مان گئے تو اللہ کریم نے فرمایا لو جو ہم تمہیں قوت دیتے ہیں۔ فرمایا اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ کہ تم خوف کی وجہ سے برائیوں سے بچنے والے بن جاؤ گے۔ پرہیزگار بن جاؤ گے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاتے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اے بنی اسرائیل تم قدم قدم پر بدلتے رہے ہو۔ اپنے عہد سے پھرتے رہے ہو۔ تمہارا وعدہ تو یہ تھا۔ کہ ہم حکم خداوندی کے مطابق زندگی بسر کریں گے انبیاء کا احترام کریں گے۔ کتاب پر عمل کریں گے۔ مگر تم نے سب وعدے پس پشت ڈال دیئے اور من مانی کرتے رہے۔ مگر اس کے باوجود تم پر اللہ اپنا فضل کرتا رہا اور رحمت فرماتا رہا۔ اگر تم پر رحمت نہ ہوتی۔ اللہ اپنا فضل نہ فرماتا تو تم خسارے والوں میں ہوتے۔

جس فضل اور رحمت کا اللہ ذکر کر رہا ہے۔ اس سے مراد عذاب میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے نیز فضل اور رحمت کا مطلب یہ بھی ہے کہ اے بنی اسرائیل اگر تم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما نہ ہوتے۔ تو آج بھی تم پر عذاب نازل ہوتا۔ مگر تم اس لئے بچے رہے ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ کیونکہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تم سے عذاب مؤخر کر دیا ہے۔ صورتیں بدلنے اور زمین میں دھنس جانے کا عذاب اٹھا لیا گیا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو تم پر عذاب نازل کر دیا جاتا۔ تم عذاب سے محفوظ ہو تو یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وآلہ وسلم کے صدقے ہو رہا ہے۔ ورنہ تم تباہ کر دیئے جاتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝۶۵

ترجمہ: اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

تفسیر: ان لوگوں یعنی بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کی جائے۔ اس دن مچھلیوں کا شکار وغیرہ نہ کیا جائے۔ مگر انہوں نے کیاریاں بنالیں۔ مچھلیاں کیاریوں میں پھنس جاتیں اور وہ دوسرے روز پکڑ لیتے اور کچھ لوگ جال لگا دیا کرتے۔ ہفتہ گذر جانے کے بعد پکڑ لیتے۔ اس قسم کے حیلے کر لیتے۔ صحیح معنوں میں انہوں نے تعمیل حکم نہ کیا۔ اور یہ قوم تین گروہوں میں تقسیم تھی۔ ایک گروہ وہ تھا جو جال لگاتے یا کیاریاں بنالیتے اور ہفتہ گزر جانے پر وہ مچھلیاں پکڑ لیتے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو خود تو مچھلیاں نہ پکڑتے مگر پکڑنے والوں کو برا بھی نہ کہتے۔ بلکہ دبے الفاظ میں ان کی حمایت کرتے کہ وہ لوگ ہفتہ کے دن تو نہیں پکڑتے۔ جیسے آج بھی کچھ لوگ برائی دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ چھوڑو جی ہمیں کیا۔ ہمیں اپنا آپ سنوارنا چاہیے۔ ان کو اللہ پوچھے گا ہم خوامخواہ دشمنی مول کیوں لیں۔ اور تیسرا گروہ وہ تھا جو ان کی اس بے عملی کی مخالفت کرتا تھا اور ان کو اس عمل سے روکتا تھا۔ اور ان کی بدعملی سے باز رہنے کی تلقین کرتا کہ اللہ سے ڈرو اللہ کے احکام کی مخالفت نہ کرو۔ جب عذاب آیا تو دونوں گروہوں کی شکلیں بدل گئیں۔ ایک وہ جو مچھلیاں پکڑتے تھے اور دوسرا گروہ جو انکی دبے الفاظ میں حمایت کرتا تھا مخالفت نہیں کرتا تھا۔ اور تیسرا گروہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہا جو ان کی بدعملی کی مخالفت کرتا تھا اور ان کو روکتا تھا کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کرو مچھلیاں نہ پکڑو۔ حیلوں اور بہانوں سے جرم نہ کرو۔

اس سے چند مسائل حل ہوئے کہ علماء کرام کا طبقہ سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ یہ برائی سے منع کرتے ہیں نیکی کی تلقین کرتے ہیں۔ انشاء اللہ جو صحیح العقیدہ عالم ہیں وہ ضرور بخشے جائیں گے۔ (یعنی اہلسنّت) کیونکہ نجات عقائد پر ہے۔ صرف اعمال پر نہیں اگر عقائد غلط ہوں تو اچھے اعمال نفع بخش نہیں ہوتے۔ اللہ کسی بندے پر زیادتی نہیں کرتا۔ بندے پر جو مصائب آتے ہیں وہ یا تو امتحان کیلئے ہوتے ہیں یا پھر بلندی درجات کیلئے یا بندے کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اگر بندہ فرمان خداوندی پر عمل کرتا رہے تو اللہ کریم فرماتا ہے۔ ایسوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۶۶

ترجمہ: تو ہم نے (اس بستی کا) یہ واقعہ اسکے آگے اور پیچھے والوں کیلئے عبرت کر دیا اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ واقعہ قرآن میں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ لوگ نصیحت پکڑیں اور ہر جرم کرنے والے کو روکیں اور خود جرم کرنے سے باز رہیں۔ کیونکہ جرم کرنے والوں کی حمایت بہت بڑا جرم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جرم سے روکنا بہت بڑا اچھا کام ہے۔ اور اتنا اعلیٰ کام ہے کہ ایسا آدمی اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۶۷

ترجمہ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

تفسیر: بنی اسرائیل میں ایک شخص انتہائی غریب تھا اور اس کا ایک کزن تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا۔ اس غریب نے سوچا کیوں نہ اپنے کزن کو قتل کر دیا جائے تاکہ سارا مال مجھے مل جائے کیونکہ اس کا وارث صرف میں ہی ہوں۔ لہٰذا اس کا مال مجھے ہی مل جائے گا۔ چنانچہ اس نے اس خیال کے تحت اپنے کزن کو قتل کر دیا اور قتل کے بعد لاش دوسری آبادی یعنی دوسرے گاؤں میں پھینک آیا۔ اور ان لوگوں پر قتل کا الزام لگا دیا جس سے لوگ سخت پریشان ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ کے پیارے کلیم آپ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا فرمائیں تاکہ قاتل کا علم ہو جائے اور سب کی پریشانی دور ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی اے رب العالمین! تو اپنے بندوں پر رحم فرما ان کی پریشانی کو دور فرما۔ تو اللہ کریم نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم لوگ گائے ذبح کرو تو اس وقت قوم عرض کرنے لگی کہ اے موسیٰ علیہ السلام یہ تو ایک مذاق ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی پناہ نبی کسی سے مذاق نہیں کرتا اور کوئی بھی نبی جاہلوں والے کام نہیں کرتا۔ یہ میرے اللہ کا حکم ہے۔ چنانچہ جب قوم نے دیکھا کہ معاملہ سنجیدہ ہے تو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۸ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝۶۹

ترجمہ: بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ گائے کیسی (ہو) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہو۔ نہ بوڑھی نہ اوسر (یعنی بچھیا) بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ہو تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے

marfat.com
Marfat.com

رب سے دعا کیجئے ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا ہے۔ کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی گائے ہے۔ جس کی رنگت خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝

ترجمہ: بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کردے۔ وہ کیسی گائے ہو۔ بیشک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پائیں گے۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ
جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ ع ۸

ترجمہ: کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے کہ جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے۔ بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں۔ بولے اب آپ ٹھیک بات لائے۔ (ہیں) تو اسے ذبح کیا اور (ذبح) کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ
كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے۔ اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے۔ تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اللہ یوں ہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔

تفسیر: یہ واقعہ بیان کرنے کا مطلب ہے کہ اے انسان تو نے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ یہ مت خیال کر کہ مر گیا اور پھر مٹی میں مل گیا اور ختم ہو گیا۔ ایسا نہیں تو نے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ تجھ کو زندہ کیا جائے گا۔ اور اللہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ لہٰذا ہر چیز کا حساب ہوگا۔ حقوق اللہ، حقوق العباد کا سوال کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ دنیاوی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق بسر کرتا کہ تجھے پریشانی نہ ہو۔ اگر مردہ کو گائے کا ایک ٹکڑا لگایا جائے تو زندہ ہو سکتا ہے تو اللہ کریم قبروں سے مردوں کو اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھے تاکہ قیامت کے دن اچھے لوگوں میں شمار ہو۔ اور اپنے آپ کو ہر عذاب سے محفوظ کرلے۔

marfat.com

Marfat.com

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کڑے (سخت) اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔

تفسیر: تو جب اس مردے کو گائے کا ٹکڑا لگایا گیا تو اس نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی اطلاع کر دی کہ فلاں شخص میرا قاتل ہے۔ مگر یہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ لوگ پھر منکر ہو گئے۔ تب اللہ کریم نے فرمایا یہ لوگ سب کچھ دیکھ کر بھی منکر ہیں۔ یہ تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ پتھروں میں بھی ایسے ہیں جن سے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور پتھر خوف خدا سے منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ مگر یہ لوگ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہم عرض کریں گے کہ حقیقت بھی یہی ہے منکرین پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ پتھروں نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا جیسے حدیث میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس پتھر کے بھی قریب سے گزرتے وہ پتھر "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" عرض کرتے اور پھر صحیح حدیث موجود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں احد سے پیار کرتا ہوں احد مجھ سے پیار کرتا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے تو پتھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے تھے۔ دیگر ایسی احادیث جو کافی تعداد میں موجود ہیں کہ پتھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام بھی پیش کرتے اور تعمیل حکم بھی کرتے اور حاضر ہو کر پتھر گواہی دیتے رہے۔ اور خالق کائنات نے فرمایا اے منکرو تم تو ان پتھروں سے بھی گئے گزرے ہو وہ بھی حق کو پہچان گئے تھے۔ تم وہ بدنصیب ہو جو حق کو پہچان ہی نہیں سکے۔ بلکہ بجائے حق کو ماننے کے منکر بن بیٹھے ہو۔ یہاں پر بات ضروری سمجھتا ہوں وہ لوگ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنے سے روکتے ہیں اور ذکر کی محفلوں پر تنقید کرتے ہیں اور میلاد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ وہ پتھروں سے بھی بڑھ کر ہوئے ان کے گمراہ ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی محفلوں کو بھی بدعت اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ محفلیں عین عبادت اور ذریعہ نجات ہیں۔ اور ایسے لوگ دھڑے بندی کا شکار ہو کر قرآن وحدیث کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوئے۔ یہ وہی بدنصیب لوگ ہیں جنکے متعلق قرآن کہتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہریں لگا دی گئی ہیں۔ اس حد تک متعصب ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا تو در کنار لکھے ہوئے کو بھی مٹانا عبادت جانتے ہیں۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: تو اے مسلمانوں! تو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ (یہودی) تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

تفسیر: بعض مسلمان یہودیوں سے اس لئے تعلقات رکھتے تھے کہ ان کو مسلمان بنایا جائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بنایا جائے تا کہ ان کی آخرت بہتر ہو جائے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا اے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں تمہارا خیال ہے کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو جائیں۔ مگر یہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کا کلام سن کر بھی بدل دینے والے ہیں۔ یہ منصف مزاج لوگ نہیں یہ ضدی اور متعصب لوگ ہیں حق کو قبول کرنے والے نہیں اگر یہ لوگ حقیقت تسلیم کرنے والے ہوتے تو توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو فضائل تھے وہ نہ بدلتے مگر اس قدر متعصب ہیں کہ ان لوگوں نے توریت میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل تھے ان کو بدل دیا حالانکہ توریت اللہ کی کتاب ہے۔ تو جن لوگوں نے عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ کی کتاب کو بدل ڈالا۔ وہ تمہاری باتوں پر یقین نہیں لائیں گے۔ اور پھر انہوں نے اگر ماننا ہوتا اس وقت مان جاتے جب چاند ٹکڑے ہوتا دیکھا۔ سورج کو واپس آتے دیکھا۔ انگلیوں سے چشمے جاری ہوتے دیکھے۔ مگر اس قدر ضدی ہیں ایمان لانے والے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گروہ بندی کی وجہ سے فضائل و کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا یہودیت ہے۔ مومن ایسا نہیں کرتا جو لوگ آج بھی گروہ بندی کا شکار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک اختیارات اور دیگر فضائل کا انکار کرتے ہیں وہ صحابہ کے نقش قدم پر نہیں یہودیت کے پیروکار ہیں۔ مومن وہ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص پر ایمان رکھے۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں پر بیان کر دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے سامنے تم پر حجت قائم کریں کیا تمہیں

marfat.com

Marfat.com

عقل نہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں منافقین کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہودی خود کو مسلمان ظاہر کرتے مگر دل میں یہودیت رچی بسی تھی وہ جب اپنے رشتہ دار جو مسلمان ہو چکے تھے ان کے سامنے اقرار کرتے تھے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت موجود ہے اور فضائل خصائص موجود ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر جب یہودیوں میں جاتے تو یہودی ان کو کہتے کہ تم یہ کیا ظلم کرتے ہو۔ کہ مسلمانوں کو وہ فضائل اور خصائص بتا دیتے ہو جو توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درج ہیں۔ یہ تمہارے لئے سخت نقصان دہ عمل ہے۔ تم وہ فضائل بیان کر دیتے ہو اور پھر مسلمان ہم پر سوال کرتے ہیں۔ ایسا نہ کرو۔ یہ عمل تمہیں قیامت کے دن نقصان پہنچائے گا اور تمہیں سزا ملے گی۔ اس لئے کہ یہ مسلمان قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے رب العالمین ان لوگوں نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا۔ لہٰذا ان لوگوں نے دیدہ دانستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا تھا۔ یہ تو تم اپنے خلاف گواہ پیدا کر رہے ہو۔ لہٰذا اپنے خلاف گواہ پیدا نہ کرو جو قیامت کے دن حجت بن جائیں۔ عقل سے کام لو بے وقوف نہ بنو۔ اس سے معلوم ہوا گروہ بندی کا شکار ہو کر حقیقت کا اقرار نہ کرنا یہودیت ہے۔ جیسے آج کل کچھ لوگ یا بعض گروہ دھڑے بندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان فضائل کا انکار کرتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً قرآن کہتا ہے۔ " قدجاء کم من اللہ نور" کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نور ہیں اسی طرح اختیارات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر فضائل وکمالات جو قرآن وحدیث میں درج ہیں مگر گروہ بندی کی وجہ سے انکار کیا جاتا ہے۔ تو یہ انکار کرنا یہودیت کی پیروی کرنا ہے۔ صحابہ کرام کا طریقہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرنا ہے۔ کیونکہ مخلص مومن فضائل کا انکار نہیں اقرار کرتا ہے۔ تو جب یہودیوں نے یہ کہا تو اللہ کریم نے فرمایا۔

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے یہودیو کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات چھپاؤ گے تو کامیاب ہو جاؤ گے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ تمہارے چھپانے سے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص چھپ نہیں سکیں گے۔ میں قادر مطلق ہوں پتھروں سے گواہی دلوادوں گا چوپائے گواہی دیں گے پتھر سلام پڑھیں گے۔

نیز اللہ کریم نے فرمایا" وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ تو فرمایا میں ذکر بلند کروں گا۔ ابن عطاء الرحمٰن نے " وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "کی تفسیر میں کہا ہے کہ میں (اللہ عزوجل) نے ایمان کی تکمیل کو اس بات پر موقوف رکھا ہے کہ میرے ساتھ تمہارا (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر بھی کیا جائے۔ نیز میں نے

marfat.com
Marfat.com

تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کا حصہ قرار دیا ہے۔ پس جس نے تمہارا ذکر کیا گویا اس نے میرا ہی ذکر کیا ہے۔ اور جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یعنی امام جعفر صادق) نے (رفعت ذکر کے بارے میں) فرمایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے ربوبیت کے ساتھ یاد کرے گا وہ تمہارا رسالت کے ساتھ ذکر کرے گا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا اے کافرو تمہارے چھپانے سے میرے محبوب کے فضائل وکمالات چھپ نہیں سکتے اور تمہارے دبانے سے میرے محبوب کا ذکر دب نہیں سکتا۔ کیونکہ اس ذکر کو بلند کرنے والا میں رب ہوں۔ اور میں بندوں میں ایسے علم وفضل والے لوگ پیدا کروں گا جو گلی گلی شہر شہر بستی بستی جا کر میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وخصائص اور فضائل بیان کریں گے۔ نورانیت کے تذکرے ہوں گے۔ علم پاک کا ذکر ہوگا۔ اختیارات پر بیان ہوں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں کا بیان ہوگا۔ حسن وجمال کا ذکر ہوگا۔ سیرت وصورت لباس وکردار کا ذکر کریں گے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھ کر محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت بیان کریں گے۔ اور مسلمانوں کے سینوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق پیدا کریں گے۔ کہ منافق ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے مگر پھر بھی ان عاشقوں سے ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھڑانے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ اس سے معلوم ہوا ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روکنا اور کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانا یہودیت ہے۔ اور فضائل وکمالات بیان کرنا ایمان ہے۔ جو لوگ فضائل بیان کرنے میں بخیل ہیں وہ یہودیت کے پیروکار ہیں۔ انکو توبہ کرنی چاہیے ورنہ تباہی ہے۔ اور جو علماء حق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص بیان کرتے ہیں میلاد بیان کرتے ہیں معجزے بیان کرتے ہیں وہ لوگ یعنی وہ علماء اللہ کے خاص چنے ہوئے بندے ہیں جن کے ذمہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنا لگایا ہے۔ جو اللہ کریم کو بہت ہی پیارا اور محبوب ہے۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝

ترجمہ: اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

تفسیر: پیچھے ذکر ہو رہا ہے منافقین کا کہ جو کتاب اللہ کو پڑھ کر بھی کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے تھے۔ اور چھپاتے تھے۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر اعتماد نہ کرلینا۔ اس لئے کہ وہ لوگ کتاب اللہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ اللہ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرنے والے نہیں وہ صرف زبان سے پڑھتے ہیں مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے۔ وہ لوگ اپنے گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور اپنی من گھڑت باتوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ ہدایت حاصل کرنے والے نہیں۔ اسی لئے اللہ کریم نے اعلان فرمایا۔ "يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا" کچھ قرآن پڑھنے والے وہ ہوں گے جو گمراہ ہوں گے اور کچھ ہدایت والے ہوں گے۔ گمراہ وہی ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانے والے ہوں گے۔ ان کے دل

marfat.com

Marfat.com

میں وہ محبت اور عقیدت نہ ہوگی۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اس لئے وہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر فضائل وکمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کریں گے۔ کیونکہ ان کا دل عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوگا اور منافق ہوں گے۔ ان کی زبان سے قرآن سن کر ان کو اپنا رہنما نہ جان لینا اس لئے کہ ان کے استدلال باطل ہوں گے۔ اللہ کریم نے ان کو ان پڑھ اور جاہل کہا ہے۔ کہ وہ کتاب اللہ کو جانتے ہی نہیں مطلب کہ قرآن کے مفہوم اور مطلب کو نہیں سمجھتے وہ تو صرف زبانی پڑھتے ہیں۔ اگر قرآن پاک کو جانتے ہوتے تو عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کرتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کے منکر نہ ہوتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی جیسا نہ جانتے۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی۔ ایک فرقے والے گفتار کے اچھے اور کردار کے گندے ہوں گے۔ قران مجید پڑھیں گے لیکن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جب تک تیر اپنے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے۔ وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ (مشکوۃ۔ ابوداؤد) دوسری حدیث میں ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی نشانی کیا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کی نشانی سر منڈوانا ہے اور ان کی زبان پر میری حدیثیں ہوں گی۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر قرآن پڑھنے والا درست نہیں ہوتا۔ بعض لوگ گفتار سے دیندار نظر آئیں گے مگر کردار کے گندے ہوں گے۔ اور قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ مگر وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ اور بدتر وہی ہوتا ہے جو عقائد کا گندہ ہو جس کے دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھری ہو مومن بد نہیں ہوتا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اندر کے گندے ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بدعقیدہ ہوں گے دل میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوگا۔ دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعشق سے خالی ہوگا۔ صرف لبادہ ہوگا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: پس خرابی ہے ان کیلئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں۔ تو خرابی ہے ان کیلئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور ان کیلئے خرابی اس کمائی سے۔

تفسیر: ویل کے معنی شدت عذاب کے ہیں اور ویل جہنم میں ایک وادی بھی ہے۔ جو دوزخیوں کو عذاب دینے کیلئے بنائی

marfat.com
Marfat.com

گئی ہے۔ تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو شخص اللہ کے کلام میں تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اس کو جہنم کی اس وادی جس کا نام ویل ہے۔ سخت عذاب دینے کیلئے پھینکا جائے گا۔ یہ ان یہودیوں کو کہا گیا ہے جو توریت میں چند ٹکوں کی خاطر تبدیلی کر دیتے تھے۔ کیونکہ علماء یہود کا یہ معمول بن چکا تھا کہ جب کوئی امیر آدمی جرم کرتا تو اس سے کچھ رقم لے کر سزا میں نرمی کر دیتے اور وہ توریت میں لکھ دیتے اس طرح وہ توریت میں تبدیلی کرتے۔ مثلاً اگر کوئی زنا کا مرتکب ہوتا تو اس سے پیسے وصول کر کے اس کا منہ کالا کرنا لکھ دیتے تو اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے فرمایا۔ یہ لوگ جو چند ٹکوں کی خاطر اللہ کے کلام میں تبدیلی کرتے ہیں۔ ان سب کیلئے سخت عذاب ہے اور ایسے لوگوں کو جہنم کے سخت ترین حصے میں پھینکا جائے گا۔ جس کا نام ویل ہے۔ یہ تغیر و تبدل یہودی علماء کا معمول بن چکا تھا۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ توریت میں جس آخرالزماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے اور فضائل و کمالات درج ہیں وہ برحق نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ مگر دنیا کے لالچ کی وجہ سے لوگوں کو بتاتے نہیں تھے۔ یہودی علماء کا خیال تھا کہ اگر ہم لوگوں کو بتا دیں کہ یہی وہ آخرالزماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ جب یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہماری مذہبی گرفت کمزور ہی نہیں، ختم ہو جائے گی۔ اور یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور پھر قرآن وحدیث پر یعنی فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کریں گے جس سے ہمیں مالی نقصان ہوگا۔ اور تمام آمدنی جس پر ہم عیش و عشرت کر رہے ہیں سب کی سب ختم ہو جائے گی۔ اور یہ لوگ پھر ہمارے پاس نہ آئیں گے۔ اور نہ ہم پیسے وصول کر کے کسی حکم میں تبدیلی کر سکیں گے۔ چنانچہ ان بدنصیبوں نے جو فضائل توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درج تھے بدل دیئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک توریت میں لکھا ہوا تھا۔ وہ بھی بدل دیا تاکہ لوگ پڑھ کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا دنیا کی دولت کی خاطر میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وفضائل بدلنے والو تمہارے لئے ویل ہے۔ یعنی جہنم کا سب سے سخت حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کمالات وفضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانا قوم کے سامنے بیان نہ کرنا یہودیت ہے۔ جیسے آج کل ہو رہا ہے۔ کہ ایک فرقے والا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل چھپاتا ہے اور بیان کرنے سے گریز کرتا ہے کہ اگر یہ بیان کیا تو اہلسنت کو تقویت مل جائے گی۔ ایسے لوگوں کیلئے سخت عذاب ہے جو گروہ بندی کی وجہ سے فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان نہ کریں۔ مومن اس وقت ہوگا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال کے تذکرے کرے خوبیاں بیان کرے نورانیت کا ذکر کرے اختیارات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرے دیگر کمالات جس سے لوگوں کے دلوں میں عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو اس سے اسلام پر پختگی پیدا ہو اور ایمان کو تقویت ملے اور بندہ فتنوں سے محفوظ رہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرمادو تو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے۔ جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

تفسیر: جب اللہ کریم نے ان یہودیوں کو جو فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپاتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے صرف اس لئے کہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں چلے جائیں گے ہماری آمدنی ختم ہو جائے گی۔ سخت عذاب کی وعید سنائی تو یہودی بولے کہ ہمیں صرف چالیس دن عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ ہم نے بچھڑے کی پوجا صرف چالیس دن کی ہے۔ لہٰذا جتنے دن ہم نے خدا کو چھوڑ کر غیر کو پوجا اتنے دن اللہ ہمیں سزا دے گا۔ اگر ویل میں رہے تو صرف چالیس دن رہیں گے۔ تو اللہ کریم نے ان کے اس عقیدے کا رد فرمایا۔ اللہ کریم نے فرمایا ان سے پوچھو کیا اللہ کریم نے تم سے کوئی وعدہ فرمایا ہے؟ مطلب کہ اللہ کریم نے ان سے ہرگز کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا۔ جب ایسا کوئی وعدہ نہیں تو فرمایا پھر تم اپنے پاس سے فضول باتیں بناتے ہو اور اپنے گمان کے پیچھے جاتے ہو جو بالکل باطل ہے۔ فرمایا اگر عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے باطل عقائد کو چھوڑو اور اپنی بری عادات ترک کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کو نہ چھپاؤ۔ لوگوں کے سامنے بیان کرو۔ اور خود بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور لوگوں کو بھی فضائل وخصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتاؤ تا کہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر تم جنت میں نہیں جاسکو گے اور نہ ہی جہنم سے بچ سکو گے۔ کیونکہ جنت میں صرف وہ لوگ جائیں گے جن کے دل میں ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی۔ امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ کسی نے عمرو بن لیث بادشاہ خراسان جو صینار کے لقب سے مشہور تھا۔ خواب میں دیکھا تو اس سے معلوم کیا کہ تیرے ساتھ رب کریم نے کیا معاملہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رب کریم نے میری مغفرت فرمادی جب اس سے سبب مغفرت کا معلوم کیا گیا تو اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے پہاڑ کی چوٹی سے اپنے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر اظہار مسرت کرتے ہوئے تمنا کی تھی کہ اگر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں اس لشکر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور اعانت کرتا اور میری یہ ادا اللہ کو محبوب ہوئی اس نے میری مغفرت فرمادی۔

(شفاء شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جس کے دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبت ہوگی۔ کیونکہ یہ خیال محبت کی وجہ سے آیا تھا۔ جس دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگی وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگھے

marfat.com
Marfat.com

گا۔فرمایا تمہارے دل میں کدورت بھری ہوئی ہے۔اللہ نے تم سے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ہاں اگر اللہ نے وعدہ کیا ہے تو وہ پورا ہوگا۔ مگر تم وہ لوگ ہو جو اپنی طرف سے من گھڑت باتیں بناتے ہو اور پھر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہو۔کہ ہمیں چالیس دن عذاب ہوگا۔نہیں ایسا نہیں ہے۔جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں سے ہے۔انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

تفسیر: یہاں گناہ سے مراد کفر ہے اور گناہ گار سے مراد کافر ہیں۔یہود ونصاریٰ اور بت پرست۔یعنی وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔جو ایمان والے گناہ گار ہوں گے وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ہمیشہ دوزخ میں وہی لوگ رہیں گے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے یعنی کافر ومنافق۔ایمان والوں کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفارش فرمائیں گے۔اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش قبول فرمائے گا اور وہ جنتی ہو جائیں گے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا میں نبیوں میں آخری ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور مقبول الشفاعت ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔(دارمی۔مشکوٰۃ) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں دیگر متقی پرہیز گار لوگوں کو بھی اجازت ہوگی کہ وہ گنہ گاروں کی سفارش کر سکیں گے۔بلکہ چھوٹے بچے اپنے والدین کو بخشوائیں گے۔مطلب یہ کہ صرف کافر اور منافق وہ بدنصیب ہوں گے جن کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ایمان والوں کی مدد ہوگی ایمان دار گنہگار ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں۔انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جنت میں وہ لوگ جائیں گے جو ایمان والے ہوں گے۔یعنی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے فرشتوں پر قیامت پر ایمان لائے جو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے اس کو برحق جانے اور اس پر یقین رکھے زبان سے اقرار کرے۔دل سے اس کی تصدیق کرے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک پر ذرہ بھر بھی شک کرے گا تو وہ شخص ایمان والا نہیں ہوگا۔اور ہر وہ عمل صالح ہوگا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے گا۔جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منع کریں وہ عمل صالح نہیں ہوگا جسکے کرنے کا

marfat.com

Marfat.com

حکم فرمائیں وہ ہر عمل صالح ہوگا یا جس عمل کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوں وہ عمل سب سے اعلیٰ عمل شمار ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوران نماز کعبہ سے منہ موڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا۔ دوران نماز احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا اور تعمیل حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوران اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کر کے انگلی کا اشارہ کرنا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داماد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر بار بار مال قربان کرنا۔ دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایسے عمل جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے رہے یہ سب کے سب بہتر عمل ہیں اور اعلیٰ عبادت ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے صحابہ کو جنت کی بشارت دینا وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ ہر وہ مومن جس کی سفارش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے (عہد پر قائم رہے) اور تم روگردان ہو۔ (یعنی منہ پھیرنے والے ہو)۔

تفسیر: اگرچہ آیت میں ذکر بنی اسرائیل کا ہو رہا ہے۔ مگر اس کا حکم عام ہے۔ ہر جن و بشر کیلئے ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا جائز نہیں۔ جو اللہ کے سوا کسی کی پوجا کرے گا وہ مومن نہیں کافر ہے کیونکہ پوجا صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی کی جائے گی۔ اللہ کریم کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں ہے۔ اور مسلمان اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں کرتے۔ بعض لوگ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ نبیوں ولیوں پیروں پیغمبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ اہلسنّت کے نزدیک بھی خدا کے سوا پوجا کرنے والا کافر ہے اور مشرک ہے۔ اور حدیث کی روشنی میں بھی یہ بات بے بنیاد ہے صرف چند منافق اپنی منافقت چھپانے کیلئے یہ الزام تراشی کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ " وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ" اور مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرو گے۔ بلکہ تمہارے متعلق دنیا کا ڈر ہے کہ اس سے رغبت کرنے لگو گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو کافر اور مشرک کہنے والے خود منافق ہیں اور پھر حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کفر لوٹ آتا ہے۔ جو خدا کے سوا کسی کی پوجا

marfat.com
Marfat.com

کرے وہ بھی کافر ہے اور جو توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسے کہ آج کل کچھ لوگ توحید کی آڑ میں توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ کمالات وفضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں یہ سب کے سب گمراہ اور بے دین ہیں۔ جو لوگ فضیلت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہوں ان کی امامت جائز نہیں اور ایسے گروہ سے نفرت ایمان کے پختہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور منکر فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے نرم گوشہ رکھنا کمزور ایمان کی دلیل ہے۔

آگے فرمایا" بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ مطلب کہ اگر ان سے غلطی بھی ہو جائے تو درگذر کرو۔ ان کی کسی غلطی کی وجہ سے ان کو برا نہ کہو ان کی خدمت کرو اور ہر جائز حکم کی تعمیل کرو۔ (مطلب کہ جو شریعت کے خلاف نہ ہو) ان کو خوش کرنے والی باتیں کرو۔ ان کا احترام کرو۔ بلکہ بندے کو اپنے ماں باپ کے سامنے ایک غلام کی حیثیت سے رہنا چاہیے۔ جیسے غلام اپنے آقا کا ہر حکم مانتا ہے اسی طرح بندہ کو اپنے ماں باپ کا ہر حکم ماننا چاہیے۔ مگر وہ حکم جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو گا وہ نہیں مانا جائے گا۔ یا ماں باپ بدعقیدہ ہوں اور وہ اولاد کو مجبور کریں تو ایسے حکم کی تعمیل بالکل نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ جب تک ماں باپ عزیز واقارب مال جان اولاد سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ جاننے والا ہو مومن نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ماں باپ کی خدمت انتہائی ضروری ہے نافرمان سخت مجرم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں مگر میں جب گھر سے نکلا تو میرے والدین رو رہے تھے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم واپس اپنے والدین کے پاس جاؤ جیسے ان کو رلا کر آئے ہو ویسے ہی انہیں ہنساؤ اور خوش کرو۔ (ابن ماجہ) دوسری حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ یعنی اگر والد راضی ہے تو یوں سمجھ کہ رب راضی ہے اگر باپ ناراض ہے تو یوں سمجھ کہ رب ناراض ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت ماں کے قدموں میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا۔ (یعنی وہ مجھے پسند تھی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے فرمایا اسے طلاق دے دو تو میں نے انکار کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس بات کا ذکر کیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

پھر ایک اور حدیث ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گذار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہی تمہاری جنت

marfat.com

Marfat.com

دوزخ ہیں۔ اور بھی لاتعداد احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص والدین کا نافرمان ہے وہ سخت مجرم اور نامراد ہے۔ والد جنت کا دروازہ ہے۔ تو ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ والدین کا گستاخ جنت میں نہیں جا سکتا اگر باپ ناراض ہو تب بھی اگر ماں ناراض ہو تب بھی جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیے کہ والدین کو راضی رکھے۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں خدمت کرنا فرض ہے۔ اور خوش کرنا عبادت ہے کہ وہ ذریعہ نجات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو صبح کرے کہ اللہ اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو صبح ہوتے ہی اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ اگر کوئی اللہ اور اپنے والدین کی نافرمانی میں صبح کرے تو صبح ہوتے ہی جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ ایک شخص نے عرض کیا اگر وہ دونوں ظلم کریں؟ فرمایا اگرچہ وہ ظلم کریں۔ (پھر عرض کیا) اگرچہ وہ ظلم کریں (فرمایا) اگرچہ وہ ظلم کریں۔ اس سے معلوم ہوا ماں باپ کیسے ہی ہوں۔ ان کی خدمت ضروری ہے اور ان کو راضی کرنا جنت کا پروانہ ہے اور ان کی ناراضگی دوزخ کا پروانہ ہے۔

پھر اللہ کریم فرماتا ہے اپنے قریبیوں سے اچھا سلوک کرو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چاہے اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جو قطع رحمی کرے گا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدلہ چکانے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری توڑی جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں کہ میں ان سے (تعلق) جوڑتا ہوں لیکن وہ مجھ سے توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے۔ فرمایا اگر یہی بات ہے جو تو نے بیان کی تو تم ان کا منہ بھوبل سے (گرم خاک) بھرتے ہو۔ جب تک تم اس طریقے پر کاربند رہو گے اللہ تعالیٰ برابر تمہاری مدد کرتا رہے گا۔ (مسلم، مشکوۃ) ان تمام روایتوں سے ثابت ہوا کہ ہر بندے کو اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اسی میں بندے کی بہتری ہے اور ثواب ہے۔

آگے فرمایا" وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ " کہ پھر یتیموں اور مسکینوں سے بہتر سلوک کرے۔ اسکی بھی قرآن وحدیث میں بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور میرے خیال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس قیام کرنے والے کی طرح ہے جو نہ تھکے اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو روزہ نہ چھوڑے۔ (متفق

marfat.com
Marfat.com

علیہ) مطلب کہ یتیموں اور مسکینوں سے پیار کرنے والا اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے۔ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ جس گھر میں یتیم کو پیار ملے ان پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ برکات ہوتی ہیں۔ ہزاروں مصائب اللہ کریم دور کر دیتا ہے اللہ کریم خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک کتیا کو پانی پلایا تو اللہ کریم نے گناہ معاف کر دیئے۔ اگر کسی یتیم یا مسکین پر مہربانی کی جائے ان کی ضروریات پوری کی جائیں تو یقیناً وہ بندہ بہت ہی فضل والا ہوگا۔ اور اللہ کریم اس پر خاص کرم کرے گا۔ اسی طرح اگر سائل آپ کے دروازے پر آتا ہے تو اسے ضرور کچھ دینا چاہیے۔ اور پھر جب وہ اللہ کا نام لے تو ضرور کچھ عطا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کے نام کا احترام ہے۔ جس سے اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ بہر حال بندے کو حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ان کے متعلق قیامت کے دن سوال ہوگا۔ غفلت پریشانی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے دونوں حقوق پورے کرو اور میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔

تفسیر: قرآن پاک کے الفاظ سے پڑوسیوں اور قریبیوں کے حقوق بھی ثابت ہوتے ہیں کہ اپنے پڑوسیوں اور قریبیوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑوسیوں کے حقوق بیان فرما رہے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں ہمیں یوں محسوس ہوا کہ پڑوسی ایک دوسرے کی جائیداد میں حصہ دار ہوگا۔ یعنی اس قدر زیادہ پڑوسی کے حقوق ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص کے جنتی اور جہنمی ہونے کا معلوم کرنا ہو تو اسکے پڑوسیوں سے معلوم کر لو اگر پڑوسی خوش ہیں تو جنتی ہے۔ اگر پڑوسی تنگ ہیں تو وہ شخص دوزخی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے ان حقوق العباد کا خیال رکھے۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کریم فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ بندے کو چاہیے کہ ایسے عمل کی گفتگو سے پرہیز کرے جس سے فساد پھیلتا ہو۔ بستی یا شہر یا ملک وقوم میں فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ جو لوگ سیاسی یا مذہبی فساد پھیلاتے ہیں صرف اور صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر وہ لوگ قومی اور شرعی مجرم ہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث نے فساد کی مذمت کی ہے اور اتحاد پر زور دیا ہے۔

ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ

marfat.com

Marfat.com

بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ؕ وَاِنۡ یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡکُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالفوں کو) گناہ اور زیادتی میں۔ اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو۔ اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے۔ مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اللہ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔

تفسیر: بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے جن کی آپس میں دشمنی چلتی تھی۔ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ اور جو گروہ غالب آجاتا وہ دوسرے کو جلاوطن کر دیتا اور ان کے گھر جائیداد برباد کر دیتا اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیتا۔ تو اللہ کریم نے ان سے عہد لیا کہ تم ایسا نہیں کرو گے امن سے رہو گے۔ مگر وہ دونوں عہد سے پھر گئے پورے نہ اترے اگر کوئی قیدی ہوتا تو فدیہ دے کر چھڑا لیتے۔ جب کہ یہ سب عمل ان کیلئے حرام کر دیئے گئے تھے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا بعض احکام کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ چھوڑ دیتے ہو۔ یاد رکھو ایسا کرنے والوں کو سخت سزا ملے گی۔ اگرچہ واقعہ بنی اسرائیل کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کو بھی ان چیزوں کا خیال ہونا چاہیے۔ اپنوں کو تنگ کرنا جرم اور کسی کو پریشان کرنا سخت گناہ ہے۔ فرمایا قتل و غارت سے تمہیں نہ یہاں سکون حاصل ہو سکے گا۔ اور نہ ہی قیامت کو تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ یہاں بھی رسوائی ہو گی اور قیامت کے دن بھی رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اور فرمایا برائی میں مدد نہ کرو اگر کسی کی مدد کرنا چاہو تو نیکی میں کرو۔ بلکہ نیکی میں ضرور مدد کرو اور برائی میں ساتھ نہ دو ورنہ تم بھی برائی کرنے والوں کے ساتھ برابر کے شریک جانے جاؤ گے۔ جو قیامت کے دن برے کی مدد کرنے کی وجہ سے پچھتاوا ہو گا اور اس وقت پچھتانا فضول ہو گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی۔ تو نہ ان پر عذاب ہلکا ہو گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر: فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو صرف دنیا کی زندگی چاہتے ہیں۔ اس فانی زندگی کو سنوارنے کیلئے آخرت خراب کر لیتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔اس زندگی کو برباد کرلیتے ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہے۔تو فرمایا ایسے لوگوں پر عذاب ختم ہونا تو درکنار ہلکا بھی نہیں ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کفار پر عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔مگر جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ پر عذاب کا ہلکا ہونا ثابت ہے۔حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے عذاب ہلکا ہونے سے کفر ابو طالب رضی اللہ عنہ مشکوک ہوجاتا ہے کیونکہ قرآن کی نص ہے کہ کافروں پر عذاب ہلکا نہیں ہوگا۔مگر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا عذاب ہلکا ہوا۔عذاب کا ہلکا ہونا کفر کی نفی کرتا ہے۔اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف مدارج النبوت میں بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفات کے وقت ابو طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔اور کہا کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف نظر کی دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو جنبش دے رہے ہیں۔تو انہوں نے اپنے کان قریب کیئے۔اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا۔خدا کی قسم بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھا جس کے پڑھنے کو آپ انہیں فرمارہے تھے۔ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے سنا ہے۔(واللہ اعلم) بہرحال دلائل تو اور بھی کافی ہیں مگر میں اس مسئلہ کو اچھالنا نہیں چاہتا۔تاکہ اہل اسلام میں باعث نزع نہ بنے۔اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی ایمان ابو طالب رضی اللہ عنہ کا قائل نہیں تو نہ سہی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے اور خدمت کرنے کا' امت کی طرف اتنا صلہ ضرور ملنا چاہیے کہ کفر ابو طالب رضی اللہ عنہ پر زور نہ دیا جائے۔کم از کم خاموشی اختیار کی جائے۔پھر قرآن کے الفاظ ہیں کہ کافر کی مدد نہیں کی جائے گی۔مگر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدد فرمائی۔تو یہ مدد فرمانا بھی کفر کی نفی کرتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے ان کی مدد کی۔تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں۔تکبر کرتے ہو تو ان (انبیاء) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔اور پھر اس کے بعد بھی ہم رسول بھیجتے رہے اور پھر ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔کھلی نشانیوں سے مراد معجزات ہیں۔"مردوں کو زندہ کرنا"

marfat.com

Marfat.com

کوڑھیوں کو ٹھیک کرنا' اندھوں کو آنکھیں دینا اور غیب کی خبریں دینا اور دیگر معجزات اور روح القدس سے مدد کی۔ مگر تم لوگوں نے میرے نبیوں کی قدر نہ کی ان کی گستاخیاں کرتے رہے ان کے کمالات و معجزات کا انکار کرتے رہے۔ ان کی خوبیوں اور فضائل وخصائص کا انکار کرتے رہے۔ بجائے ان پر ایمان لانے کے انکار کرتے رہے۔ اور پریشان کرتے رہے تمہیں تو چاہیے تھا کہ ان کے فرمان کی تعمیل کرتے مگر تم نے ان کو جھٹلایا۔ یہ تمہارا تکبر تھا جو اللہ کو پسند نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کمالات وخصائص انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنا مومنوں کا نہیں کافروں کا کام ہے۔ اور یہودیت کی پیروی ہے۔ موجودہ دور کے کچھ لوگ آج بھی یہودیوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک' نورانیت' اختیارات دیگر فضائل کا انکار گمراہی ہے۔ مگر یہ سب نقص اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب نبی کو ایک عام آدمی کی طرح کا بشر تصور کیا جائے گا۔ اگر اسے اس کا خاص بندہ مانا جائے اور اس کی فضیلت پر ایمان رکھا جائے تو پھر کوئی شخص بھی گستاخی نہیں کرے گا۔ اگر انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا گیا ہے یا ان کی گستاخیاں کی گئی ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان لوگوں نے نبیوں کو اپنی ہی طرح کا ایک بشر مانا تھا۔ اگر ان کی قدر و منزلت جانتے تو ہرگز ہرگز توہین کے مرتکب نہ ہوتے۔ کیونکہ کسی سے گستاخی یا بیباکی سے گفتگو اسی وقت کی جاتی ہے جب اس کو ایک بے اختیار آدمی سمجھا جاتا ہے کہ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یا ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں یہ تو ہماری طرح کا آدمی ہے۔ یقین ہو کہ اگر ہم نے ذرا بھی توہین کی تو ہمیں سخت نقصان دے سکتا ہے تو آدمی اس شخص کی توہین نہیں کرتا۔ اگر یقین ہو کہ اس کی تابعداری کی تو یہ شخص ہمیں نفع دے سکتا ہے تو ایسے شخص کا احترام کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے سب سے پہلے وہ عقائد گھڑے جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہ تھا یہ کہ نبی ہماری ہی طرح کا ایک بشر ہے۔ نہ ہی نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک تم لوگ ماں' باپ' مال وجان' اولاد اور کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرو گے مومن نہیں ہو سکتے۔ جس سے محبت ہوتی ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اور نہ ہی اس کی توہین و تذلیل کی جا سکتی ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر: یہود اور کفار کو کہا گیا تم کیوں انکار کرتے ہو جب کہ تمہیں علم ہے توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل درج ہیں تکبر نہ کرو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ جانتے بوجھتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کرو۔ تو یہودیوں نے بطور طنز کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم تمہاری بات سمجھنے والے نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ کریم نے کہا اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان منکروں پر لعنت پڑی ہے۔ اس لئے

marfat.com
Marfat.com

یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور بہت تھوڑے حق کو قبول کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا نبیوں ولیوں بزرگوں کی بات کا مذاق اڑانا گمراہ اور بے دین لوگوں کا طریقہ ہے۔ خوش بخت لوگ وہ ہیں جو صحیح بات کو قبول کریں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اس نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

تفسیر: یہودیوں نے چونکہ قرآن پاک اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ اے یہود یو تمہیں انکار کا حق نہیں تھا انکار کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ قرآن پاک تو توریت کی تصدیق کرتا ہے۔ مطلب کہ جیسے توریت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت بیان کی ہے۔ قرآن بھی فضیلتیں بیان کرتا ہے۔ اگر تم توریت کو مانتے ہوتے تو پھر قرآن کا انکار نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن وہی کچھ کہہ رہا ہے جو توریت میں بیان ہوا ہے۔ مگر تم نے فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا جب کہ تم اسی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح مانگتے رہے ہو اور تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے فتح ملتی رہی ہے۔ مگر تم پھر انکار کر رہے ہو۔ جب کہ تمہیں چاہیے یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے فضائل وخصائص کا اقرار کرتے اور تمہیں علم بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں عادات سے بھی تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہی وہ آخر الزماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی غلامی کا حکم ہوا ہے۔ اور تمہارا جاننے پہچاننے کے باوجود انکار کرنا بہت بڑی لعنت ہے۔ اللہ ایسے منکروں پر لعنت بھیجتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا انکار کرنا یہودیت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مانگنا جائز ہے اور اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مانگنے والوں کو ضرور عطا فرماتا ہے۔ جو لوگ وسیلے سے مانگنے کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہیں وہ لوگ قرآن وحدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی یقین رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ وسیلے کے منکر ہیں وہ منافق ہیں کہ درپردہ ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت ہے محبت نہیں۔ یہودیوں نے بھی اسی لئے انکار کیا تھا کہ ان کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں تھی۔ بغض وعداوت تھی یہی وجہ تھی ان کے انکار کرنے کی۔ تو آج بھی جو لوگ وسیلے کے منکر ہیں وہ یہودیت کے پیروکار ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں ایک دلیل ایسی نہیں ملتی کہ اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

marfat.com

Marfat.com

وسیلے کو حرام یا ناجائز قرار دیا ہو۔ اگر اس بات پر شک ہو تو ایک دلیل یعنی کوئی آیت یا حدیث ہے تو بتاؤ وہ کون سی آیت یا حدیث ہے؟ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ وسیلے سے مانگنے والے مجرم ہیں' مشرک ہیں یا کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) تو آپ کو سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں ایک بھی دلیل وسیلے کے خلاف نہیں ہے۔ مگر صرف وہ لوگ وسیلے کے خلاف ہیں جو یہودیت کے پیروکار ہیں۔ جن کے دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھری ہوگی اور وہ منکرین جب فتح کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتے تو اس کے الفاظ یہ ہوتے۔

"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْ بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"

یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث جانتے ہوئے دیدہ دانستہ فضائل وخصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا بھی یہودیت ہے۔ جیسے آج کل بہت بری وباء ہے کہ دھڑے اور تعصب اور گروہ بندی کی وجہ سے بعض لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا انکار کرتے ہیں۔ علم پاک کا انکار کرنا' نورانیت کا انکار کرنا' اختیارات کا انکار یا ہر اس بات کی مخالفت جس سے فضیلت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوتی ہو یہ سب منافقت کی دلیل ہے۔ یہ عمل سوائے منافق کے دوسرا نہیں کرسکتا مومن تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر فضیلت کو مانتا ہے۔ مومن اور منافق میں فرق کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مومن فضائل سن کر خوش ہوگا منافق حیلے بہانے سے انکار کرے گا۔ شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا اور کہا گیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر لعنت کیجئے۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہونگے جو چالیس افراد ہیں جب ایک فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرمادیتا ہے۔ ان کے سبب لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور ان کے طفیل دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے صدقے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ (مشکوۃ) اور دوسری حدیث ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے وسیلے سے دعا کی جو قبول ہوئی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ ابن منذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَکَرَامَتِہٖ عَلَیْکَ اَنْ یُّغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ" یا اللہ میں تجھ سے تیرے بندے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ ومرتبت کی طفیل اور اس کی کرامت کے صدقے جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے۔ مغفرت چاہتا ہوں۔

ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور ان کے وسیلے سے مانگنا کفر وشرک نہیں ہے اگر کفر وشرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام ایسا نہ کرتے اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل مانگتے اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ ابدالوں کے صدقے بارش ہوتی ہے اور لوگوں کو

marfat.com
Marfat.com

رزق دیا جاتا ہے اور جنگوں میں ابدالوں کے صدقے فتح حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ وسیلے سے مانگنے کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں یا کفر و شرک جانتے ہیں ان کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ یا پھر قرآن و حدیث سے کوئی آیت یا حدیث پیش کریں مگر قیامت تک وہ لوگ ایک دلیل بھی نہیں لا سکیں گے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں۔ اس کی جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے۔ اور کافروں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ ان یہودیوں کافروں نے دنیا کے بدلے اپنی آخرت خراب کر لی ہے۔ چند ٹکوں کے عوض اور ضد میں ان بدنصیبوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسد کی وجہ سے قرآن پاک اور دیگر آسمانی کتب کے بھی منکر ہو بیٹھے ہیں۔ یعنی توریت انجیل وغیرہ۔ اور اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کے سبب توریت انجیل اور قرآن کا انکار کر کے بار بار اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بار بار انکار کرنے کی وجہ سے ذلت کا عذاب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والے کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ کسی کی خوبی کا انکار اس وقت ہوتا ہے جب دل میں اس کا حسد ہو۔ تو جو لوگ فضائل و خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں یقیناً ان کے دل میں منافقت ہے۔ ایمان نہیں تو ایسا شخص سزا کا مستحق ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کافروں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا۔ تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک یہودیوں کا حال بیان کر رہا ہے کہ جب ان نامرادوں کو کہا جائے کہ قرآن پر ایمان لاؤ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرو اس لئے کہ یہ وہی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے تو جو توریت بیان کرتی ہے وہی قرآن کہہ رہا ہے۔ لہٰذا تم قرآن پر ایمان لاؤ۔ تو یہ بدنصیب انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف توریت کو مانیں گے مگر یہ توریت کو بھی نہیں مانتے۔ اگر یہ توریت کو مانتے ہوتے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو شہید نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ توہین انبیاء علیہم السلام کریں گستاخ ہیں وہ کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے وہ صرف اور صرف منافق ہوتے ہیں۔ اگر اللہ کی کتاب پر ایمان رکھے ہوں تو پھر گستاخ نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن توہین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا جو لوگ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ہی طرح کا ایک بشر مانتے ہیں۔ وہ قرآن پر یقین نہیں رکھتے صرف دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر وہ لوگ واقعتاً قرآن پر یقین رکھتے ہوتے تو عقائد اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے ہوتے اور دل میں احترام اور عقیدت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتی کیونکہ قرآن تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کا درس دیتا ہے۔ اور رفعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر تشریف لائے۔ پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

تفسیر: اللہ کریم یہودیوں کا رد فرماتا ہے۔ کہ یوں تو کہتے ہو کہ ہم توریت کو مانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہو۔ مگر تم جھوٹے ہو تم تو توریت کے بھی منکر ہو اور گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہو۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کے بھی منکر ہو۔ اگر تم سچے ہوتے واقعتاً توریت اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہوتے تو پھر بچھڑے کی پوجا نہ کرتے مگر تم نے بچھڑے کو پوجا اور توریت اور موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ حالانکہ وہ کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ کھلی نشانیوں سے مراد معجزات ہیں۔ مطلب کہ تم معجزات بھی بھول گئے۔ صرف بچھڑے کا بولنا سن کر پوجا شروع کر دی۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کے چمکنے کو بھول گئے۔ آپ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بننا بھول گئے مردوں کا دعا سے زندہ ہونا بھول گئے۔ دیگر معجزات چھوڑ کر فوراً بچھڑے کو مان لیا۔ فرمایا کہ یہ تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کمالات انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنا یہودیت کی پیروی ہے اور ایسے لوگ ظالم ہیں۔ جو حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا حق والے وہی ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچا ہوا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان۔ اگر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک کا وہ عہد یاد کرو جب طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا گیا تھا۔ واقعہ یوں ہے جب یہودیوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تو اللہ کریم نے حکم فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر بلند کرو۔ اور اگر یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور توریت پر یقین کریں تو ٹھیک۔ اگر انکار کریں یعنی بچھڑے کے معبود ہونے کا ہی اقرار کریں تو ان پر طور پہاڑ گرا کر سب کو ہلاک کر دو۔ چنانچہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے کوہ طور اٹھایا اور یہودیوں کے سروں پر لا کھڑا کیا۔ یہودیوں نے دیکھا کہ پہاڑ ہمارے سروں پر ہے۔ اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کا اقرار نہ کیا اور بچھڑے کے معبود ہونے کا انکار نہ کیا تو یہ پہاڑ ہم پر گرا دیا جائے گا۔ اور ہم نیست و نابود ہو جائیں گے۔ تو وہ ڈر کے مارے مان گئے۔ مگر دل میں اسی طرح بچھڑے کی عقیدت موجود رہی۔ تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ تمہارا ایمان ہے کہ اس وقت مان گئے اور بعد میں پھر منکر ہو گئے اور میرے احکام کی مخالفت کرتے رہے۔ فرمایا تمہارا یہ عقیدہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ تمہیں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں دے گا۔ ذلت اور رسوائی ہو گی۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٤﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کیلئے۔ تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔

تفسیر: شان نزول یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہم جنت میں جائیں گے۔ ہم جنتی ہیں کیونکہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے میرے حبیب ان کو فرماؤ اگر تم سچے ہو کہ واقعتاً تم جنتی ہو تو پھر موت کی آرزو تو کرو۔ کیونکہ اس دنیاوی زندگی سے آخرت کی زندگی کہیں بہتر ہے۔ مطلب کہ تم جھوٹے ہو تم جنت میں نہیں جا سکتے تمہارا یہ گمان ہے جو بالکل غلط

marfat.com

Marfat.com

ہے۔تم کبھی بھی جنت میں نہیں جاسکو گے۔کیوں کہ جنت میں صرف وہ لوگ جائیں گے جوانبیاء علیہم السلام کی تعلیم پر عمل کریں گے اور عقائد جن کے درست ہوں گے۔انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والے ان کے فضائل وخصائص کا انکار کرنے والے جنت کی بو بھی نہیں سونگھیں گے۔اللہ کی توحید کا منکر اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر جہنم کا ایندھن تو ہوسکتا ہے مگر جنتی نہیں ہوسکتا۔اس سے معلوم ہوا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنتی نہیں ہوسکتا جنت تو صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور ایمان والوں کو ملے گی۔نیز یہ بھی معلوم ہوا بدعقیدہ چاہے نبی کی اولاد ہو یا ولی کی۔کچھ نفع حاصل نہیں کرسکے گا۔بعض لوگ اولاد تو بزرگوں کی ہوتے ہیں۔مگر بدعقیدگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ایسے لوگ نہ تو محترم ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے تعلق رکھنا چاہیے۔کیونکہ بزرگوں نبیوں ولیوں کی نسبت اس وقت نفع دے گی۔جب ہر بدعقیدگی سے پاک ہوکر سچا پکا اہلسنت ہوگا۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کرچکے اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

تفسیر:اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی مرنے کی آرزو نہیں کریں گے۔کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ جو یہ کرتے ہیں۔مطلب کہ انہیں علم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔قرآن پاک اللہ کا سچا کلام ہے اور جو فضائل وکمالات قرآن اور توریت میں ہیں وہ صحیح ہیں۔مگر یہ دانستہ انکار کررہے ہیں۔لہٰذا یہ موت کی آرزو نہیں کریں گے۔اس سے معلوم ہوا انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا انکار کرنے والا قرآن کا منکر ہے۔اور قرآن کا منکر جنتی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی مومن ہوتا ہے۔لہٰذا جو لوگ دھڑے بندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔مثلاً ختم نبوت، علم پاک، نورانیت، اختیارات یا دیگر فضائل کا تو ایسا شخص ظالم ہے۔اور جہنم کا ایندھن ہے۔اس لئے کہ اس کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت نہیں۔جس دل میں عقیدت ہو وہ فضائل کا انکار نہیں اقرار کرتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ:اور بیشک تم انہیں پاؤ گے سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں۔اور مشرکوں سے ایک کو تمنا ہے کہ ہزاروں برس جئے۔اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا۔اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کرتوت دیکھ

marfat.com
Marfat.com

رہا ہے۔

تفسیر: فرمایا یہ لوگ یعنی یہودی وغیرہ یہ کافر کبھی بھی مرنے کی آرزو نہ کریں گے۔ یہ تو جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور ان کے بس کی بات ہو تو ہزاروں سال جئیں اور کبھی موت نہ آئے۔ مگر مومن اپنے رب سے ملنے کی آزو رکھتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کیلئے بیتاب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے۔ " اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك وَاجْعَلْ لِی بلد رسولك "کہ اے میرے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر۔ اور مجھے وفات مدینہ شریف میں عطا فرما۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنگ احد کے موقعہ پر کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ جبکہ جنگ کیلئے صفیں سیدھی ہو رہی تھیں۔ تو صحابی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان میرے اور جنت میں کتنا فاصلہ ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف موت کا یہ سن کر صحابی رضی اللہ عنہ نے کھجوریں پھینک دیں' جنگ میں کود گئے اور جام شہادت نوش کرلیا۔ مطلب کہ مومن بے خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ہے۔ اور اگر با ایمان ہوا تو اس سے بہتر زندگی ملے گی۔ کافر اس لئے آرزو نہیں کرتا اسے یقین ہوتا ہے کہ مجھے عذاب ہوگا۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام' آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' یا اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والے کو سخت عذاب ہوگا۔ والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: تم فرما دو جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو تو (جبرائیل) نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

تفسیر: یہودی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مخالفت کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام تو ہمارا مخالف ہے جبرائیل امین علیہ السلام جب بھی کوئی حکم لے کر آتے ہیں وہ ہمارے خلاف ہوتا ہے چنانچہ اس گندی ذہنیت کی وجہ سے ان کے دل میں جبرائیل علیہ السلام کی عداوت تھی۔ ان میں سے ایک یہودی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنے لگا تمہارے نبی

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں اور ہم اس کو اپنا دشمن جانتے ہیں۔ یہودی کی اس بکواس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا من کان عدوا للّٰہ (الی آخر) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جو حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر نازل ہوئی اور ابن جریر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہی واقعہ ہے۔ایک دوسری روایت بھی ملتی ہے کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مخالفت کی۔ بہر حال صورت جو بھی ہو اللہ کریم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مخالفت کرنے پر یہودیوں کا رد فرمایا ہے۔فرمایا کہ جو جبرائیل امین یا دیگر فرشتوں کا دشمن ہوگا اللہ اس کا دشمن ہوگا اور ملائکہ سے دشمنی رکھنے والا کافر ہے مختصراً یہ کہ یہودی جناب جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ہمارے خلاف ہے کافروں نے دشمنی کا اعلان کیا اور بعض منافقین نے کہا کہ جبرائیل بھول گئے ہیں۔وحی اصل تو جناب علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازل ہونی تھی مگر جبرئیل بھول کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے گئے (معاذ اللہ) تو یہ جملہ کہنے کی وجہ بھی یہودیت ہی ہے کیونکہ اس گروہ کی بنیاد بھی یہودیوں نے رکھی تھی چند منافقین نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا جو حقیقت میں یہودی تھے۔وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلام میں ایک نیا فتنہ کھڑا کیا ان کا سربراہ عبداللہ ابن سبا تھا آج بھی وہ قرآن پاک کے متعلق عجیب وغریب عقیدہ رکھتے ہیں جو کوئی ایمان والا نہیں رکھ سکتا وہ قرآن میں تغیر وتبدل کے قائل ہیں اور جبرائیل امین کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ بھول گیا (معاذ اللہ) ان جملوں کے پیچھے بھی وہی عداوت جبرئیل ہے جس کا ذکر قرآن کر رہا ہے مگر اللہ کریم نے فرمایا اللہ کریم ان لوگوں کا دشمن ہے جو جبرائیل علیہ السلام سے عداوت رکھتے ہیں کیونکہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اس سے معلوم ہوا جو کسی نبی یا رسول کا گستاخ ہوگا یا نبیوں رسولوں کی صفت کا انکار کرنے والا ہوگا وہ مومن نہیں ہوگا اور وہ اللہ کا دشمن ہے لہٰذا جو لوگ گروہ بندی کی وجہ سے کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں وہ مخلص مومن نہیں ہیں مومن وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے فضائل کو جانے اور اقرار کرے کیونکہ اقرار ایمان اور انکار منافقت ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر ہیں۔ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں مگر اس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے تھے۔میرے آسمانی وزیر جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور زمین پر وزیر ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔(ترمذی، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر ہیں۔جو وزیر کی مخالفت کرے وہ حکومت کا مخالف ہوتا ہے۔کیونکہ وہ حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے۔اسی طرح جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیروں سے عداوت رکھے گا۔دراصل وہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف ہوگا۔اسی لئے اللہ کریم نے فرمایا وزیر کی دشمنی میری دشمنی ہے۔یہاں ان لوگوں کو بھی سوچنا چاہیے جو خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہیں۔اور زبان درازی کرتے ہیں۔ کیونکہ وزیر،وزیر ہی ہوتا ہے خواہ کسی درجے کا ہو۔جیسے جبرائیل علیہ السلام سے عداوت اللہ سے عداوت ہے۔اسی طرح صدیق

marfat.com
Marfat.com

اکبروفاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے عداوت اللہ سے عداوت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت ایمان نہیں کفر ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور انکے منکر نہ ہونگے۔ مگر فاسق لوگ اور کیا جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں ان میں سے ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے۔ بلکہ ان میں اکثر ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

تفسیر: ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مالک نامی یہودی کو فرمایا تم سے تو اللہ نے عہد لیا تھا۔ (یعنی یہودیوں سے) کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا۔ مگر تم نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا ہے۔ تو مالک نامی یہودی اس بات کا منکر ہو گیا۔ مطلب کہ کہنے لگا کہ ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا اور نہ ہی توریت میں اس کا ذکر ہے۔ تو اللہ کریم نے اسکا رد فرمایا کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو ہم نے توریت میں عہد کا ذکر کیا تھا۔ مگر تم لوگ اپنے عہد سے پھر گئے ہو اور انکار کر رہے ہو۔ اس لئے اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے کافر تم میری آیتیں بھی بھول گئے ہو۔ تمہارے دلوں میں اس قدر عداوت ہے کہ دیدہ دانستہ آیات کا انکار کر رہے ہو جو کفر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ آج جو لوگ دھڑے بندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلتوں کا انکار کرتے ہیں۔ دراصل وہ قرآن کے منکر ہیں اور قرآن سے انکار کفر ہے۔

وَلَمَّا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِھِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کا بہت بڑا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم نہیں رکھتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ہم نے توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں۔ جنہیں یہودی جانتے تھے مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو یہودی منکر ہو گئے۔ ان فضائل وخصائص کا

marfat.com

Marfat.com

انکار کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تصدیق کرتا ہوں توریت اللہ کی سچی کتاب ہے کیا تم توریت کو مانتے ہو؟ تو یہودیوں نے کہا ہاں ہم مانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم توریت کو مانتے ہو تو پھر اس میں ہمارے یہ فضائل درج ہیں۔ مگر ان بدنصیبوں نے یعنی کفار نے توریت کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا یہ اس قدر گئے گزرے ہیں ان آیات کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا دھڑے بندی کی وجہ سے کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا کفر ہے۔ آج بھی کچھ گروہوں کی عادت دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر قرآن کی آیت ہو یا حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو ہو جب ان کے عقائد باطل کے خلاف ہو تو اس آیت اور حدیث کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اگر ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان فضائل کو مان گئے۔ تو اہلسنت کی حقانیت کا لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ مگر جس پر اللہ کا فضل ہو اور نصیب اچھے ہوں وہ یقیناً حق کو قبول کرتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک نورانیت 'اختیارات اور فضائل جو قرآن وحدیث میں درج ہیں ان پر ایمان رکھتا ہے۔ اور بدنصیب اور منافق انکار کرتا ہے۔ یہاں یاد رہے یہودیوں کے چار فرقے تھے۔ ایک وہ تھا جو توریت کے حقوق ادا کرنے کا دعویدار تھا۔ وہ فرقہ بعد میں ایمان بھی لے آیا۔ اور دوسرا گروہ وہ تھا جو توریت کی بالکل پرواہ نہیں کرتا تھا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے جہالت کی وجہ سے عہد شکنی کی مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ اور چوتھا گروہ وہ تھا جو بظاہر اقرار کرتا تھا۔ مگر دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا۔ جیسے آج کل ایسے گروہ ہیں جو بظاہر اقرار کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر فضائل وخصائص کا انکار کرتے ہیں اور دل میں اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت موجود ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مٹانے کو عبادت جانتے ہیں۔ یہی ان کے منافق ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کو مٹا نہیں سکتا۔ جیسے حدیث موجود ہے کہ جناب علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ فرمایا یہ میرے ایمان کو گوارہ نہیں۔ مومن اور منافق کی پہچان کیلئے یہی ایک طریقہ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو مٹائے۔ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محفلوں کو روکے صلوٰۃ وسلام کو شرک جانے منافق ہے۔ اور جو ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت جانے صلوۃ وسلام پڑھنے کو ذریعہ نجات جانے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو محبت کے ساتھ چوم کر آنکھوں پر لگائے وہ مومن ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۗ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۗ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

marfat.com
Marfat.com

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے۔ سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا۔ ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔ اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں۔ تو اپنا ایمان نہ کھو۔ تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا۔ اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہو گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سختی سے منع کیا کہ جادو مت سیکھو۔ اور وہ کتابیں جو بنی اسرائیل کے پاس تھیں جن میں جادو کے عملیات اور ان کے طریقے تھے سب کی سب چھین کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ کرسی کے نیچے دفن کرنے میں راز یہ تھا کہ شیطان حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ شیطان اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب جاتا تو جل جاتا۔ اس خوف کی وجہ سے وہ کرسی کے قریب تو نہ گیا مگر بنی اسرائیل کے چند لوگوں کو ایک بشر کی صورت میں بن کر کہنے لگا کہ میں تمہیں ایک ایسا خزانہ بتانے والا ہوں جس سے تم بھی سلیمان علیہ السلام کی طرح حکمرانی کر سکو گے۔ مال و دولت اور لوگ تمہارے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ چنانچہ خود کرسی سے دور کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے کھودو۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا۔ تو جب وہ جگہ کھودی گئی تو نیچے سے جادو پر لکھی گئی کتابیں مل گئیں۔ جس میں جادو سیکھنے کے طریقے درج تھے۔ شیطان بولا انہی کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام ہر چیز پر حکومت کرتے تھے۔ (معاذ اللہ) شیطان یہ بات کہہ کر خود تو غائب ہو گیا اور وہ لوگ جادو سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ شیطان یہ افواہ پھیلا چکا تھا اور یہ بات جاہلوں کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ تو اللہ کریم نے جاہلوں اور شیطان کے اس پروپیگنڈا کا رد فرمایا ہے کہ میرا نبی ایسا نہیں۔ مطلب یہ کہ جادو وغیرہ یہ سارے کام شیطان کے ہیں۔ نبی ہر برے فعل سے پاک ہوتا ہے۔ اور پھر میں (اللہ) وحدہ لاشریک نبیوں کو کمال عطا فرماتا ہوں۔ انہیں ایسے جادو وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا نبیوں کے کمالات دیکھ کر ان کو جادو نہ سمجھنا بلکہ انہیں اللہ کے دیئے ہوئے کمالات جاننا۔ یاد رہے کہ اس وقت کے علماء اور صلحا نے بھی ان جاہل لوگوں کی تردید فرمائی تھی۔ جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کے ذریعے ہر چیز پر حکومت کرتے تھے۔ فرمایا کفر نہ بکو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے سچے نبی تھے۔ اللہ کریم نے ان کو یہ حکومت عطا فرمائی تھی۔ مگر جاہلوں کا اپنا مزاج ہوتا ہے بس جہاں ڈٹ

marfat.com

Marfat.com

گئے تو ڈٹ گئے اور جو جادو ہاروت وماروت والا تھا۔ جب ان کے پاس کوئی سیکھنے کیلئے آتا۔ تو وہ آنے والے کو واضح کہتے کہ ہم تو آزمائش میں ہیں تو اپنا ایمان برباد نہ کر۔ مگر کچھ لوگ اس کے باوجود بھی سیکھنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ سیکھنے والے وہ لوگ تھے جن پر دنیا سوار ہو چکی تھی۔ اور وہ لوگ دین سے دور تھے۔ ان لوگوں کا نظریہ صرف جادو کے ذریعہ سے دولت کمانا تھا۔ لوگوں میں جادو کے ذریعہ سے فساد پھیلاتے۔ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کراتے۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے ایسے لوگ جو جادو ٹونے کے ذریعے سے فساد پھیلاتے ہیں۔ بستے گھروں کو اجاڑتے ہیں۔ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ مطلب کہ ان لوگوں نے آخرت سنوارنے کی بجائے عذاب حاصل کیا ہے۔ اور اپنی آخرت برباد کر لی ہے۔ اگر انہیں یعنی ان جادو سیکھنے والوں کو علم ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ بعض نے کہا ہے کہ جادو پر عمل کرنا کفر ہے۔ مگر شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جادو مطلق کفر نہیں مگر اس کے الفاظ کفریہ ہوں تو کفر ہے۔ اگر الفاظ کفریہ نہیں تو سیکھنا کفر نہ ہوگا۔ مگر جادو کا علم حاصل کر کے برائی کیلئے استعمال کرے گا تو سخت مجرم ہوگا۔ جیسی برائی کرے گا اس کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا۔ اور جادو سیکھ کر لوگوں کو نفع دے تو جائز ہے۔ مگر وہ جادو جس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں۔ اس سے چند مسائل ثابت ہوتے ہیں کہ کلام میں اثر ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دم وغیرہ میں کچھ نہیں ہوتا یا تعویذ وغیرہ فضول عمل ہے۔ وہ جاہل ہیں اور قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں۔ اگر جادو کا اثر ہو سکتا ہے تو کلام اللہ کا اثر کیوں نہیں ہوگا۔ ضرور ہوگا جب برے کلام کا اثر ہو سکتا ہے تو اچھے کلام کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے بزرگوں کے پھونک مارنے میں یا تعویذ وغیرہ ڈالنے میں بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن سے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کا درست ہو جانا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کا ٹھیک ہو جانا۔ جب غار میں سانپ نے ڈسا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن شریف سے زہر کا ضائع ہو جانا۔ یا جس طرح صحابی کا ٹوٹا ہوا بازو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس لگنے سے ٹھیک ہو گیا۔ اسی طرح کسی بزرگ یا متقی کے ہاتھ لگانے سے درد دور ہو جانا۔ مختصراً یہ کہ اچھا کلام بھی اثر رکھتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا علم وہ سیکھنا چاہیے جس میں بھلائی ہی بھلائی ہو۔ جس میں برائی کا خدشہ ہو گریز کرنا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی علم سیکھ کر اس کو برائی کیلئے استعمال کرتا ہے تو ایسا شخص ملحد اور گمراہ ہے اور سخت مجرم ہے۔ کیونکہ اللہ کو یہ عمل پسند نہیں ہے۔ ایسے لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے۔ جیسے کوئی شخص علم تو حاصل کر لے۔ مگر توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے کیلئے یا فضائل وخصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر بنانے کیلئے۔ تو ایسے لوگ وہ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں صرف دنیا حاصل ہوگی۔ آخرت میں دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

قصہ ہاروت وماروت

حضرت ابن عباس اور قتادہ رضوان اللہ علیہم سے ہاروت اور ماروت کا قصہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح

marfat.com
Marfat.com

بیان کیا ہے کہ جب فرشتوں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے گناہوں کے دفتر کے دفتر آسمان پر جاتے ہیں۔ تو فرشتوں نے طعنہ دیا کہ یہ کیسے بندے ہیں جو اپنے رب کے حکموں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اگر تمہیں زمین پر بھیجا جاتا تو تم بھی ایسے ہی کرتے۔ اس لئے کہ جو خواہشات نفسانیہ ان کو لگا کر بھیجا گیا ہے اگر تمہیں لگا کر بھیجا جائے تو تمہارا بھی یہی حال ہو۔ تو فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم ہرگز تیرے حکموں کی مخالفت نہیں کریں گے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو زمین پر جانے کو تیار ہے؟ تو ہاروت اور ماروت اور جناب عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہم تیار ہیں۔ اللہ کریم نے ان میں قوت شہوانیہ پیدا کر دی۔ جب عزرائیل علیہ السلام کے دل میں قوت شہوانیہ کا اثر ہوا تو اسی وقت معافی کے طلبگار ہوئے اور واپس چلے گئے اور چالیس سال تک سجدہ میں پڑے رہے۔ اور ہاروت اور ماروت دونوں فرشتے لوگوں کے مقدمات سنتے اور فیصلہ فرماتے اور شام کو اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلے جاتے۔ چنانچہ وقت گذرتا گیا۔ ایک دن ایک عورت اور مرد جو آپس میں میاں بیوی تھے۔ مقدمہ لیکر حاضر ہوئے۔ عورت کا نام زہرہ تھا۔ جو انتہائی حسین تھی۔ یہ دونوں فرشتے اس کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئے۔ اور للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے رہے مگر برداشت نہ کر سکے۔ آخر اظہار محبت کر دیا۔ اس پر زہرہ نے شرط عائد کر دی۔ کہ اگر تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بت پرستی کرنی ہوگی۔ دوسری شرط ہے کہ میرے شوہر کو قتل کرنا ہوگا۔ تیسری شرط ہے کہ آپ کو شراب پینا ہوگا۔ چنانچہ ہاروت اور ماروت نے تینوں شرطیں منظور کر لیں اور پوری بھی کیں اور پھر زنا کے مرتکب بھی ہوئے۔ اس کے بعد شام کو آسمان پر جانے کا ارادہ کیا تو پروں نے ساتھ نہ دیا۔ سخت پریشان ہوئے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کر دو ہمیں معافی مل جائے۔ چنانچہ ادریس علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے میرے پیارے ادریس علیہ السلام معافی اسی صورت میں ہے۔ چاہے دنیا میں سزا بھگت لیں چاہے آخرت میں۔ تو فرشتوں نے یعنی ہاروت اور ماروت نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہمیں اسی دنیا میں سزا دے لو۔ چنانچہ وہ بابل میں جو ایک کنواں ہے۔ اس میں الٹے لٹکا دیئے گئے وہ آگ کا کنواں ہے۔ اور وہ عورت جو زہرہ تھی اس کو اللہ کریم نے مسخ کر کے شہاب بنا دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ زہرہ پر لعنت کرے اس نے ہاروت اور ماروت کو فتنہ میں ڈال دیا۔ (الحسنات)

یہاں چند مسائل ثابت ہوئے وہ یہ کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ مگر جب بشری لبادے میں آئے تو ان سے لغزش ہوئی۔ انہوں نے کھایا پیا بھی اور دیگر بھی بشری تقاضے پورے کئے۔ اب جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور پاک پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہوتے تو کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ بیاہ شادی سے پاک ہوتے۔ ایسے لوگ یا تو جاہل ہیں یا پھر منافق ہیں۔ جو حیلوں بہانوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآن کے منکر ہیں اگر جہالت کی وجہ سے منکر ہیں تو ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے۔ تاکہ آخرت ٹھیک ہو جائے بصورت دیگر سخت عذاب ہوگا۔ اگر دانستہ انکار کرتے ہیں تو ایسے لوگ منافق ہیں جو

marfat.com

Marfat.com

کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں کیونکہ نورانیت کا انکار کفار نے کیا ہے۔اور وہ لوگ قرآن کے منکر ہیں۔قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان بھی ظاہر ہو رہی ہے۔اس طرح کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت بھی مکمل ہے ادھوری نہیں۔مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر کمی سے پاک ہیں۔یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ بھی ہے۔کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر کوتاہی سے پاک ہیں آپکا بچپن بے مثل، جوانی بے مثل، ہر لمحہ بے مثل اور بے مثال کردار تھا۔کائنات میں اس کردار کا مالک کوئی دوسرا نہیں ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ۱۲ ع ۱۲

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے۔کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ جادو ٹونے کرنے والے اگر شیطان کی پیروی نہ کرتے یہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے تو عزت رزق اس سے بڑھ کر ملتا اور انہیں اللہ کے ہاں ثواب بھی ملتا۔اور جو ان کا خیال ہے کہ جادو کے ذریعے یہ کرلیں گے۔وہ کرلیں گے۔یہ خیال بھی ان کا غلط ہے۔اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔مگر کاش ان کو علم ہوتا کہ جب اللہ کا فضل شامل حال ہو تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اس سے معلوم ہوا کہ رزق کمانے کیلئے برائی کا راستہ اختیار کرنا جہالت اور بے دینی ہے۔اور دیگر مفاد حاصل کرنے کیلئے قوم میں فتنہ فساد پھیلانا سخت جرم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو۔اور یوں عرض کرو کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر نظر (کرم) رکھیں۔اور پہلے ہی بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وعظ ونصیحت فرماتے، مسائل بتاتے تو اگر کسی مسئلے کی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو سمجھ نہ آتی یا سننے میں کمی ہو جاتی تو صحابی رضی اللہ عنہ عرض کرتے۔"راعنا" یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔مطلب کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری رعائت فرمائیے یا سمجھنے کا موقعہ دیجیے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم پر نظر کرم فرمائیے۔دوبارہ سمجھا دیجیے۔مگر یہودیوں کی زبان میں بے ادبی کا لفظ تھا۔تو منافقین اسے دانستہ بولتے۔توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس لئے کہ ان منافقین کے دل میں عقیدت نہ تھی عداوت بھری ہوئی تھی۔چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی زبان سمجھتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو جلال میں آ گئے۔ اور فرمانے لگے اے دشمن خدا تم پر خدا کی لعنت ہو۔ خبردار اگر میں نے کسی کی زبان سے یہ الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بولتے ہوئے سن لیا تو زبان کھینچ لوں گا۔ واصل جہنم کردوں گا۔ آئندہ اگر کسی نے یہ الفاظ استعمال کئے۔ تو یہودی بولے یہ الفاظ تو سبھی بولتے ہیں۔ مگر آپ ناراض ہم سے ہو رہے ہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ابھی حاضر ہی ہوئے تھے کہ کچھ عرض کیا جائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہر لفظ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔ جس میں توہین کا پہلو نکلے۔ وہ لفظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفر ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو خواہ تحریر کرے یا تقریر کرے محتاط رہنا چاہیے۔ بصورت دیگر ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ایسے الفاظ بھی میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نہ بولو جس میں توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ مگر بعض گروہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تاویل سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر نہیں ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ "اہانت وگستاخی کردن جناب انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کفر است واگر بہ تاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود" (ترجمہ) اگرچہ نبیوں کی توہین کفر ہے اگر تاویل تو جیہہ سے کی جائے تو بندہ کافر نہیں ہوتا۔ (معاذ اللہ) (امداد الفتاویٰ) مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی اسماعیل دہلوی اپنی تصنیف صراط المستقیم میں لکھتا ہے۔ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال نماز میں آ جائے تو گدھے اور بیل سے برا ہے۔ بلکہ زنا اور جماع سے برا ہے۔ (معاذ اللہ) تو یہ عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ اور یہی وہ عقائد ہیں جن کی وجہ سے قوم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے۔ ایسے الفاظ نہ بولو جن کی اوٹ میں کوئی منافق توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کر سکے۔ لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے ایسے لوگوں سے بچیں جو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر جو لوگ دھڑے بندی کی وجہ سے ایسے گستاخوں کو امام مانتے ہیں ان کا شمار بھی ان گستاخوں میں کیا جائے گا۔ اور ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مگر یاد رہے یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر تصور کیا جاتا ہے۔ گستاخی کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار ہوتا ہے۔ اور انکار منافقت کے بغیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ مومن ایسے الفاظ جن میں توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو سوچ بھی نہیں سکتا۔ اللہ کریم تو فرماتا ہے اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو تم کہا کرو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم پر نظر کرم فرمائیے۔ "وَقُوْلُوا انْظُرْنَا" آگے فرمایا۔ "وَاسْمَعُوْا" پہلے ہی بغور سنو پوری توجہ سے سنو یک سوئی سے سنو کیونکہ کسی کی بات پوری توجہ سے نہ سننا بھی گستاخی ہوتی ہے۔ فرمایا اتنی بھی کوتاہی نہ کیا کرو۔ (سبحان اللہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان جن کی عظمت ورفعت اللہ وحدہ لاشریک بیان فرما رہا ہے۔ پس فرمایا اگر تم نے احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال نہ رکھا تو اللہ کافروں کو دردناک عذاب دے گا۔ اس سے معلوم ہوا توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مرتکب کافر ہے اور سخت سزا کا مستحق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ کتابی اور غیر کتابی جتنے بھی کافر ہیں۔ مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں۔ انہیں مسلمانوں پر کسی قسم کی بھلائی گوارہ نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا' نبوت کا اعلان کرنا کافروں کو پسند نہ تھا۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو تمہارا تشریف لانا' اعلان نبوت کرنا' مسلمانوں پر اللہ کا یہ انعام کرنا ان کفار کو اچھا نہیں لگا۔ یہ کافر نہیں چاہتے تھے کہ ایسا ہو۔ مگر اللہ جس پر چاہے اپنا فضل فرمائے۔ اس سے ثابت ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے پر خوشی کرنا صرف ایمان والوں کا کام ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فضل ایمان والوں پر ہوا ہے۔ کافر آمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خوشی نہیں منا سکتے۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا گوارا ہی نہیں جیسے کہ قرآن نے واضح کر دیا ہے۔ اس لئے عید میلا د النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ عیسائی منائیں گے اور نہ ہی یہودی اور نہ ہی بت پرست۔ بارہ ربیع الاول کی خوشی صرف ایمان والے کریں گے۔ جن پر اللہ کا فضل ہوا ہے۔ اور ایمان والوں کو اس لئے بھی خوشی کرنی چاہیے کہ کفار کو علم ہو جائے کہ مسلمان کو نبی کی غلامی پر فخر ہے۔ جو لوگ جشن میلا د مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ وہ لوگ بے وقوفی کی وجہ سے عیسائیت اور یہودیت کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہوئے کہ واقعتاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا مسلمانوں پر بڑا فضل ہے۔ صرف اور صرف کفار کا آلہ کار بن کر دانستہ میلا د مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے تو ایسا شخص منافق ہے مومن نہیں۔ مومن وہی ہے جو میلا د مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منانے کو جائز سمجھے۔ کیونکہ اسے درست وہی جانے گا جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشی ہوگی۔ اور خوشی مومن کو ہو سکتی ہے۔ کافر کو نہیں جیسے کہ قرآن پاک نے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ کافر یہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں پر اللہ کا فضل ہو۔ یعنی حضور تشریف لائیں لہٰذا یہودیت اور عیسائیت تو قطعاً جشن میلا د مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نہیں ہو سکتی۔ اور جو ان کے پیدا کردہ لوگ منافقین ہیں نہ ہی وہ مسلمانوں کی طرح خوش ہو سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآ[لہ و]سلم کی آمد پر خوش صرف اور صرف مخلص مومن ہوگا۔ جس پر اللہ کا فضل ہوا۔ اس لئے اللہ کریم نے مسلمانو[ں] کو بتا دیا ہے کہ کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے پر خوش نہیں۔ تو جو کسی نبی علیہ السلام کے آنے پر خوش نہیں ہوتا وہ بارہ ربیع الاول [کی] خوشی کیسے منائے گا۔ یہ صرف مومن کے ذمہ ہے کہ عید میلا د مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوب منائے۔ اہتمام اور پ[ور]ے جوش و[خرو]ش سے تاکہ عیسائیت اور یہودیت کی مخالفت ہو اور عظمت وشان

marfat.com
Marfat.com

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان ہو اور اسلام کو تقویت ملے۔ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عزت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت پیدا ہو۔ اس سے ایمان مضبوط ہوں گے اور پختگی پیدا ہوگی۔ پھر کفر اندر ہی اندر میں جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اور اللہ وحدہ لاشریک خوش ہوگا کہ ان لوگوں نے میری نعمت کی قدر کی نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش ہوں گے کہ میرے غلاموں نے میری قدر و منزلت کفار پر واضح کر دی۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۶

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۱۰۷

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ کے ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

تفسیر "نَنْسَخْ" کے معنی ہیں ہم منسوخ کرتے ہیں مطلب کہ ہم ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم دیتے ہیں۔ توریت زبور انجیل ان آسمانی کتب کا منسوخ ہونا روز روشن کی طرح ہے۔ اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی یہی ہے۔ جب قرآن نازل ہوا تو یہود و نصاریٰ کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ ہم توریت اور انجیل کو چھوڑ کر قرآن پر عمل کریں۔ نیز اپنی شرائع کو چھوڑ کر شریعت محمدی پر عمل کریں۔ چنانچہ انہوں نے باتیں بنانی شروع کر دیں تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فرمایا کہ اے یہود و نصاریٰ تم کون ہو اعتراض کرنے والے یہ اللہ کی مرضی ہے جیسے چاہے کرے۔ اللہ جس حکم کو چاہے منسوخ کرے کیونکہ ہر حکم اللہ کی طرف سے ہے چاہے وہ اپنے حکم منسوخ کرے اور اس کی جگہ دوسرا حکم دے دے۔ بندے کے ذمہ صرف اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ باتیں بنانا یا اعتراض کرنا اللہ پر ایمان رکھنے والے کا حق نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس حکم میں انسانوں کی بہتری ہے۔ اللہ کا ہر حکم بندے کیلئے بہتر ہوتا ہے اور بندہ کی بھلائی اسی میں ہے کہ صرف اس کا بندہ ہو کر تعمیل حکم کرے۔ اس لئے کہ کسی انسان کو علم نہیں ہماری بھلائی کس میں ہے ہو سکتا ہے جس کام میں ہم بھلائی جانیں اس میں بھلائی نہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے جس کام میں ہم بھلائی نہ جانیں اس میں بھلائی ہو۔ اس لئے خدا پر یقین رکھنے والے کو چاہیے کہ اللہ کے فرمان پر عمل کرے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کبھی ناسخ منسوخ سے زیادہ نفع دینے والا ہوتا ہے۔ اور آسان بھی ہوتا ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والے حیلوں بہانوں سے کام نہیں لیتے۔ اپنے مالک کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ کائنات میں مشاہدہ ہے کہ اللہ نے دن کو رات سے بدلا، سردی کو گرمی سے بدلا، بیماری کو تندرستی سے بدلا، بہار کو خزاں سے اور خزاں کو بہار سے منسوخ کیا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت ہے۔ جناب آدم علیہ السلام سے لیکر جناب عیسیٰ علیہ السلام تک تبدیلیاں ہوتیں رہیں۔ لہٰذا کسی کو قرآن پر اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ یہ بندہ کے ذمہ ہے اپنے اللہ کے فرمان کے مطابق عمل کرنا اگر اللہ کریم نے تمام کو منسوخ کر کے قرآن بھیجا

marfat.com

Marfat.com

ہے تواس پر عمل کرو اگر انکار کرو گے سزا پاؤ گے۔ جب ہم سزا دیں گے تو اس وقت کوئی تمہیں بچانے والا نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی تمہارا مددگار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کافروں کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی حمائتی جو لوگ درپردہ اپنے منافق ہونے کا اعلان کررہے ہیں۔ اس لئے کہ مومنوں کے مددگار اور حمائتی بھی ہوں گے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے پاس سے آنے والا آیا تو مجھے نصف جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے میں سے ایک چیز کو چن لینے کا اختیار دیا گیا۔ پس میں نے شفاعت کو پسند کیا اور یہ اس کیلئے ہے جو مرگیا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوۃ) اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابوالجد عاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت کے ایک فرد کی شفاعت سے جنت میں بنی تمیم سے زیادہ لوگ داخل ہوں گے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا ایمان دار لوگوں کی مدد بھی ہوگی اور سفارش بھی ہوگی۔ یہی حمائت ہوگی اسی کو حمائت کہتے ہیں۔ تو ثابت ہوا ایمان والوں کی حمائت بھی ہوگی اور مدد بھی۔ کافروں کا نہ کوئی حمائتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸

ترجمہ: کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستے سے بہک گیا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں وہ کتاب لاکردیں جو آسمان سے یکبارگی نازل ہو۔ یہ جو تھوڑی تھوڑی نازل ہونے والی کتاب ہے۔ یعنی قرآن ہم اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔ ایک ہی دفعہ لاؤ ہم مان لیں گے تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی کہا تھا۔ مگر تم نے کتاب یعنی توریت کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ مگر سن لو جس نے ایمان کو قبول نہ کیا وہ گمراہ ہے اور تم گمراہ نہ بنو۔ لہٰذا صراط مستقیم پر چلو تاکہ نجات پاجاؤ۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ایسا کرو اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا تو یوں کرتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ کرسکتا ہوتا تو فلاں وقت ایسا کرلیتا۔ یہ لوگ صرف باتیں بنانے والے ہیں اور یہ منافقت کی دلیل ہے۔ مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے سوال نہیں کرتا کیونکہ یہ عمل یہودیوں کا ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: سب کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے۔ بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم چھوڑو گزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا اگر تم حق پر ہوتے تو جنگ احد میں تمہیں شکست نہ ہوتی۔ لہٰذا تم یہودی ہو جاؤ۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم عہد شکنی کو کیسا جانتے ہو؟ تو یہودیوں نے کہا بہت برا جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر سنو میں نے حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا ہوا ہے کہ زندگی بھر دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑوں گا اور اپنی جان تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دوں گا مگر کفر کی طرف واپس نہیں جاؤں گا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِيًّا" میں راضی ہوں اللہ کے رب ہونے اور دین کے اسلام ہونے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر، پھر فرمایا میں راضی ہوا قرآن کے ایمان ہونے پر، کعبہ کے قبلہ ہونے پر اور مومنین کے بھائی ہونے پر۔ اس کے بعد دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا تم دونوں نجات پا گئے ہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

پس معلوم ہوا کہ مومن کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔ باطل مختلف حیلوں بہانوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ اور بے دین کیا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کرائی جائے۔ اور بغاوت اسی وقت ہی ہو سکتی ہے جب بندے کے دل میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ رہے۔ اسی لئے آج یہود و نصاریٰ کے پالتو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نکال دی جائے۔ تاکہ ان کو گمراہ اور بے ایمان بنانا آسان ہو۔ ان کی تحریریں اور تقریریں اس بات پر بہت بڑی دلیل ہیں۔ جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ وہ کر کچھ نہیں سکتے۔ اور مر کر مٹی میں مل چکے ہیں۔ (معاذ اللہ) دیگر اس قسم کے عقائد باطلہ بیان کرنے کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ لوگوں کو در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باغی بنایا جائے۔ ان کے دلوں کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی کر دیا جائے۔ (معاذ اللہ) اور یہ سب کچھ یہودیت اور عیسائیت کی خوشی کیلئے کر رہے ہیں۔ یہودیت کی خواہش ہے کہ مسلمان دوبارہ کافر ہو جائیں۔ (معاذ اللہ) کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

marfat.com

Marfat.com

محبت ایمان ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دلوں سے نکالنا کفر کی حمائت ہے۔ اور یہ عمل منافقت کی دلیل ہے۔ جو لوگ ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جن کے بیان کرنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں سے ختم ہو جائے وہ لوگ سچے پکے مومن نہیں ہیں۔ اگر سچے پکے مومن ہوتے تو اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کرتے اور احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت جانتے مگر ان لوگوں نے احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفر و شرک قرار دیکر ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ناجائز اور حرام کہہ کر صلوۃ وسلام کو شرک و بدعت کہہ کر ثابت کر دیا ہے کہ ہم وہی ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھ کر بھی دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں رکھتے۔ یعنی ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ اور ایسے لوگوں کی پہچان صرف یہ ہے کہ ان کے دلوں میں نہ تو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ اور نہ ہی ان کے دل میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ تو جو دل ان دونعمتوں سے یعنی احترام اور محبت سے خالی ہو وہ ایمان سے خالی ہوتا ہے۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکواۃ دو۔ اور اپنی جانوں کیلئے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔ اُسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ جو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: پہلی آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درس دے کر فرمایا کہ دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھو۔ احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا کرو۔ کیونکہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ایمان ہے۔ لہٰذا کفار کی پیروی نہ کرنا بلکہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح عقیدت رکھنا۔ اس کے بعد نماز پڑھو۔ زکوۃ دو اور نیکی کرو جو آخرت میں تمہارے کام آئے۔ جو بھی نیکی کرو گے اللہ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔ مگر یاد رکھنا اللہ سے کوئی عمل تمہارا چھپا ہوا نہیں وہ تمہارے دلوں کی کیفیت کو جانتا ہے۔ اگر منافقت کرو گے تو اللہ کو علم ہے کہ فلاں بندہ دل میں ایمان نہیں رکھتا' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین نہیں رکھتا' توحید و رسالت کا منکر ہے۔ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور فلاں بندہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ نیکی وہی کام آئے گی جو ایمان کی صورت میں کی جائے گی۔ منافق کا کوئی نیک عمل بھی اس کے کام نہیں آئے گا۔

حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جو شخص نیکی کرے گا بشرطیکہ ایماندار ہو۔ وہ نیک اعمال اچھی صورت میں بندے کے سامنے آئیں گے۔ جو نجات کا سبب بنیں گے۔ مگر یاد رہے نیکی جو کی جائے وہ ریاکاری سے پاک ہو۔ مطلب

marfat.com
Marfat.com

کہ لوگوں کو دکھلاوے کیلئے نہ کرے۔ کہ لوگ مجھے بہت نیک جانیں گے۔ ایسے آدمی کا اعمال نامہ خالی ہوگا۔ نیکی کو کوئی چیز ضائع نہیں کرتی۔ مگر ریاکاری۔ اس لئے فرمایا جو نیک عمل کرو صرف اور صرف اللہ کی رضا چاہنے کیلئے کرو کیونکہ اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔ یہ ان کی خیال بندیاں ہیں۔ تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے یہودی کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی ہی جائیں گے۔ اور عیسائی کہتے تھے جنت میں صرف عیسائی ہی جائیں گے۔ تو اللہ کریم نے یہود و نصاریٰ کا رد فرمایا ہے۔ جو دعویدار بنے بیٹھے ہیں کہ جنت میں ہم جائیں گے۔ ان دونوں گروہوں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے پوچھو کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے؟ فرمایا یہودی بھی تنگ بندی کرتے ہیں اور عیسائی بھی تنگ بندی کر رہے ہیں۔ اور یہ دونوں جھوٹے ہیں۔ یہ صرف ایمان والوں کو کفر کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہم جنت میں جائیں گے۔ کیا ان سے اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ یعنی ان سے اللہ نے تو کوئی وعدہ نہیں فرمایا کہ تمہیں جنت دوں گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے نبیوں کو شہید کیا' گستاخیاں کیں' انکار کیا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ جنت میں نہیں جاسکتے۔ اگر جنت میں جانا چاہو تو پھر ایک ہی طریقہ ہے دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھام لو۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان خصائص کا اقرار کرو جن کا تذکرہ توریت اور انجیل میں کیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام جو حکم فرماتے ہیں کہ ایک آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے۔ جو سب کا سردار اور امام ہوگا۔ سب کی نجات اسی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ہے۔ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کرے گا تو وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ اگر کمالات وخصائص کا منکر ہوگا تو منافقین میں اس کا شمار ہوگا۔ ایمان اس کو ملے گا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدت مند ہوگا۔ بغیر ایمان کے کوئی بندہ جنت میں نہیں جائے گا۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۳

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کیلئے۔ اور وہ بھلائی کرنے والا نیکوکار ہے۔ تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور انہیں نہ تو کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: چونکہ یہودی اور نصرانی جنت جانے کا کہتے تھے۔ کہ ہم جنتی ہیں تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا جنتی تم نہیں ہو جنتی وہ ہوگا جو اللہ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانے اور کمالات وفضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم کرے نیز دل سے کدورت نکال کر محبت پیدا کرے۔ تن، من، دھن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیارا جانے اور پھر اس کے بعد احکام شریعہ پر عمل کرے۔ مثلاً نماز پڑھے روزہ رکھے۔ زکوۃ دے دیگر تمام اعمال صالح پر عمل کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھے گا تو اللہ کریم ان نیکیوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ قیامت کے دن وہ نیک اعمال اس کی نجات کا سبب بنیں گے۔ اور اس روز یعنی قیامت کے دن جب ہر شخص گھبرایا ہوا نظر آئے گا۔ مگر ایسا شخص ہر پریشانی اور غم سے پاک ہوگا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَىْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو یہودیوں نے بھی ایک وفد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ وہاں دونوں گروہوں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان مناظرہ ہو گیا۔ یہودی کہتے تھے عیسائی کچھ نہیں۔ اور عیسائی کہتے تھے یہودی کچھ نہیں۔ اس بحث میں یہودیوں نے انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا۔ عیسائیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کا انکار کر دیا۔ تو دونوں گروہوں نے ضد کی وجہ سے کتابوں کا انکار بھی کیا اور نبیوں کا انکار بھی کیا۔ جب دونوں گروہوں نے نبیوں اور اللہ کی کتابوں کا انکار کیا تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ دونوں جاہلوں کے گروہ بہت بڑے مجرم ہیں۔ نیز دونوں گستاخ ہیں۔ یہ کچھ نہیں دونوں گروہ ہی کافر اور بے ادب ہیں۔ اس سے معلوم ہوا گروہ بندی کی وجہ سے کسی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا انکار کرنا کفر اور بہت بڑی جہالت ہے۔ جیسے آج کل بعض مذہبی گروہ بندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا انکار کرتے ہیں۔ نورانیت، علم پاک اور اختیارات و دیگر معجزات وغیرہ کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور ایسے لوگ قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور خصائص کا انکار کرنا منافقت ہے۔ ایمان والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے منکر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مومنین کو چاہیے کہ ہر قسم کی گروہ بندی سے پاک ہو کر ایک سچا پکا مسلمان ہونا چاہیے۔ کیونکہ نجات کا

marfat.com
Marfat.com

دارومدار ایمان پر ہے اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ نیز عقیدت واحترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صرف ایمان والوں کے دلوں میں ہوتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظالم کون! جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا۔ کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور ان کیلئے آخرت میں بڑا عذاب۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جو مساجد کو برباد کرے۔ مسجدوں کی رونق کو ختم کرنا چاہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کو ہر اس عمل سے گریز کرنا چاہیے جس سے مسجد کی رونق کو نقصان پہنچتا ہو۔ بعض لوگ ان چیزوں کا خیال نہیں رکھتے۔ ذاتی مفاد یا ذاتی رنجش کی وجہ سے ایسے عمل کرتے ہیں جس سے مسجد کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جو مساجد آباد کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کے گھر آباد کرتا ہے۔ جو مسجد کو برباد کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کے گھروں کو برباد کرتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بدعقیدہ امام یا خطیب منافقت کر کے مسجد میں گھس آیا ہو۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کا منکر ہو اور خود کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غلام اہلسنت ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہی اور بدعقیدگی کا درس دیتا ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک' نورانیت کا منکر ہو' صلوٰۃ سلام اور ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفر وشرک قرار دیتا ہو۔ تو ایسے منافق کو مسجد سے نکالنا مسجد کی بربادی میں نہیں آئے گا۔ بلکہ ایسے بدعقیدہ کو مسجد سے نکالنا ضروری اور ایمان کے پختہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور اس کیلئے نرم گوشہ رکھنا کمزور ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ کسی بدعقیدہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص مسجد میں فساد یا بدعقیدگی پھیلانے کی نیت سے داخل ہوتا ہے۔ تو ایسے شخص کو روکنا بھی مسجد کی بربادی میں نہیں آئے گا۔ بلکہ مسجد میں فسادی کو آنے سے روکنا ثواب ہے۔ اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ روم کے نصرانیوں نے اپنے بادشاہ کی قیادت میں بنی اسرائیل پر حملہ کیا۔ کچھ کو قتل کیا اور جو باقی زندہ بچے ان کو قید کر لیا۔ توریت شریف کو جلا دیا اور بیت المقدس کو ویران کر کے رکھ دیا۔ اور خنزیر مسجد میں ذبح کیا تو اس طرح ان کفار نے مسجد کی توہین کی بربادی کی۔ تو دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار عرب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو حرم شریف میں نماز پڑھنے سے روکا تھا۔ (واللہ اعلم)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں صلوٰۃ وسلام اور محفل ذکر ونعت کار سے روکنا سخت جرم ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے نماز ادا کی۔ مگر رات اندھیری تھی۔ آپ بحالت سفر تھے جب عشاء کی نماز ادا کرنے کیلئے ٹھہرے تو کسی کو بھی قبلہ کی صحیح سمت معلوم نہ ہو سکی۔ جس طرف دل نے گواہی دی۔ ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھ لی۔ اور بعد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا گیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی۔ پاکی ہے اسے بلکہ اس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

تفسیر: جب یہودیوں نے جناب عزیر علیہ السلام عیسائیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام اور مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہا تو اللہ وحدہ لاشریک نے ان کفار کے رد میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ حدیث موجود ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا ابن آدم نے مجھے گالی دی۔ کہا کہ یہ اللہ کی اولاد ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ ہی میری کوئی اولاد ہے۔ فرمایا اے کفار عرب جن کو تم میری اولاد کہتے ہو۔ وہ تو میرے بندے ہیں۔ میں ان کا الٰہ ہوں وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ساری کائنات اللہ کی مخلوق ہے۔ وہ اس کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں۔

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔ نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک نے ان بے دین اور گمراہ لوگوں کا رد فرمایا ہے کہ مادہ کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ جس سے کائنات بنائی گئی ہے۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے "بَدِيْعُ" فرما کر واضح فرمایا ہے کہ میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہوں۔ میں قادر مطلق ہوں جو چاہوں کروں جب چاہوں کروں۔ جیسے چاہوں کر سکتا ہوں۔ میں محتاج نہیں میں جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں وہ ہو جاتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: اور جاہل بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے ان سے اگلوں نے بھی ایسے ہی کہی ان کی سی بات ان کے دل ایک سے ہیں۔ بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کیلئے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رافع نامی یہودی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اگر آپ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو پھر اپنے رب کو کہو کہ ہم سے باتیں کرے اور ہم رب کی باتیں سنیں۔ جیسے فرشتوں سے باتیں کرتا ہے۔ پھر ایمان لائیں گے۔

تو اللہ وحدہ لاشریک نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کی عادت ہے ایسی باتیں کرنا۔ اللہ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم صرف آپ کے کہنے پر خدا پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک اعلانیہ اپنے رب کو نہ دیکھ لیں۔ بن دیکھے ہم اللہ کو نہیں مانیں گے۔ بعض نے عیسائی مراد لئے ہیں کہ سوال کرنے والا عیسائی تھا۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

زیادہ بہتر یہی ہے کہ کہا جائے سوال کرنے والا یہودی ہی تھا۔ کیونکہ قرآن بتا رہا ہے کہ یہودیوں نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام پر کیا تھا۔ خالق کائنات نے سوال کرنے والے کو جاہل فرمایا ہے۔ کہ وہ جاہل کہنے لگا کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا؟ تو اللہ کریم نے اس کو جاہل اس لئے کہا کہ وہ لوگ اپنے میں اور موسیٰ علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں جانتے تھے۔ یوں ہی مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ہی طرح کا ایک بشر جانا تب یہ سوال کیا ان کا خیال تھا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ہماری ہی طرح کے ایک بشر ہیں۔ اگر ان سے اللہ کلام کرتا ہے تو پھر ہم سے کیوں نہیں کرتا۔ ہم سے بھی کلام کرنا چاہیے۔ اگر وہ لوگ مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہوتے تو یہ سوال ہرگز نہ کرتے۔ آج بھی جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل جانتے ہیں۔ وہی اعتراض کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ نہیں کرسکتے وہ نہیں کرسکتے ان کو کچھ اختیار نہیں تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا۔ وہ ہماری طرح کے بشر تھے وہ ہماری ہی طرح کھاتے پیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ سب اعتراض اسی وقت ہوسکتے ہیں جب کوئی شخص مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر ہو۔ یا بے خبر جاہل یہ سوال کرسکتا ہے یا پھر منافق۔ مومن ایسے اعتراضات نہیں کرسکتا کیونکہ مومن وہ ہوتا ہے جس کے دل میں محبت ہو اور محبت والے اپنے محبوب پر اعتراض نہیں کرتے۔ بلکہ فضیلت بیان کرتے ہیں اور خوبیاں سن کر خوش ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ سے ایسا اعتراض ثابت نہیں۔ پوری صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں ایک بھی صحابی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے اعتراض کیئے ہوں۔ ہاں منافقین سے ایسے اعتراض ثابت

marfat.com

Marfat.com

ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ کلمہ پڑھنے اور خود کو مسلمان کہلانے کے باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ لوگوں کے ذہن میں بٹھا دیا جائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری ہی طرح کا ایک بشر تھا۔ ہماری ہی طرح کھاتا پیتا تھا۔ بس ہم میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں صرف وحی کا فرق ہے۔ جو وحی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتی تھی وہ ہم کو بتا دیتا تھا۔ (معاذ اللہ) مگر یاد رکھو یہ عقیدہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں تھا۔ یہ عقیدہ کفار کا تھا۔ اور کفار کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا آسان ہو جائے۔ کیونکہ جب کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یہ عقیدہ رکھے گا کہ یہ بھی ہماری ہی طرح کا ایک بشر ہے تو پھر یہ اعتراض بھی کر سکتا ہے کہ اگر آپ پر وحی نازل ہو سکتی ہے۔ اگر اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کر سکتا ہے تو پھر ہم سے کیوں نہیں کر سکتا۔ ہم بھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے بشر ہیں۔ (معاذ اللہ) اگر آپ کو علم ہے تو ہمیں کیوں نہیں اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیارات ہیں تو ہمیں کیوں نہیں؟ یہ سب کے سب اعتراضات اس وقت پیدا ہوں گے اور کوئی بدعقیدہ کہہ سکے گا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر مانا جائے گا۔ یہ سب اعتراض اس وقت ختم ہوں گے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عام بشر کی طرح نہیں جانا جائے گا اور قوم کو بتایا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں۔ ان کا بولنا رب کا بولنا ہے۔ ان کا دیکھنا رب کا دیکھنا ہے۔ اور ان کی بیعت اللہ کی بیعت کرنا ہے۔ ان کا پھینکنا اللہ کا پھینکنا ہے۔ ان کا ہر عمل حق ہے اور ہر فرمان حق ہے۔ اگر یہ عقیدہ ہوگا تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہے گی کہ اگر تم سچے ہو تو پھر ہم سے بھی اللہ کی گفتگو کراؤ۔ یہ سب کچھ اسی وقت کہنے کی ضرورت ہوگی جب کوئی بندہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ناواقف ہوگا۔ اور اللہ کریم نے اس بدنصیب کو ہی جاہل فرمایا ہے جو مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جانتا۔ معلوم ہوا وہ شخص جاہل ہے جو مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ناواقف ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل بشر جانتا ہے۔ خواہ وہ بظاہر کتنا پڑھا لکھا ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے ابوجہل عرب کا بہت بڑا ادیب تھا مگر جاہل ہے۔ بلکہ جہالت کا باپ ہے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ عالم ہیں کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان اور مقام کو جان لیا۔ اس لئے خواہ کتنا عربی دان ہو منطق فلسفے پر عبور حاصل ہو وہ شخص جاہل ہے جو مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کا منکر یا جاہل ہے یا پھر منافق ہے۔ کیونکہ ایمان والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا منکر نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوا ایسے لوگ جن کی تقریر یا تحریر سے لوگوں کے دلوں سے احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جاتا رہے یا تقریر سن کر اور تحریر پڑھ کر دل میں عظمت وشان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ رہے وہ لوگ مخلص مومن نہیں منافق ہیں کیوں کہ جن کے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا ان کی تحریر پڑھ کر اور تقریر سن کر دل میں عقیدت واحترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ کیونکہ اگر تحریر کرنے والے یا تقریر کرنے والے کے دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگی تو پھر قاری یا سماعت کرنے والے کے دل

marfat.com
Marfat.com

میں بھی محبت پیدا ہوگی۔ اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ایمان ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین اور اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ (بخاری شریف)

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

تفسیر: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار نے اعتراض کئے اور باتیں بنائیں سوال کئے۔ تو اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے مزاج اقدس پر ان جاہلوں کی گفتگو کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔ ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین خاطر فرمائی اور حق کے ساتھ بھیجنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم ان کو حق یعنی ہدایت کی طرف بلانے والے ہو۔ مگر یہ بدنصیب ہیں۔ حق کو قبول نہیں کرتے۔ اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم خود بھی حق ہو یہ بدنصیب ہیں جو تیرا دامن تھامنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور جو تیرا دامن تھام لے گا اس کو خوش خبری دے دو اور اعلان فرمادو کہ آؤ جن لوگوں نے اپنی آخرت سنوارنی ہے میرا دامن تھام لیں۔ کیونکہ اللہ اس شخص پر راضی ہو جاتا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرلے اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کو جان گیا اور محبت کا رشتہ قائم کرلیا بامراد ہوا۔ اور اس نے اپنے دین دنیا بہتر کرلئے۔ اور جو بدنصیب اپنے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت اور محبت پیدا نہ کرسکا نامراد ٹھہرا۔ اس لئے لوگوں کو چاہیے ایسے ہر شخص سے دور رہیں جو در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو اور تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفر و شرک جانتے اور مختلف حیلوں بہانوں سے دلوں سے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ختم کرنا چاہتے۔ ایسے لوگ خود تو بدنصیب ہوتے ہیں مگر لوگوں کو بھی گستاخ بنا کر ان کی آخرت خراب کرنا چاہتے ہیں۔ آگے فرمایا گیا اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں بشیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

"بَشِيۡرًا" بشیر کا معنی ہے خوشخبری دینے والا۔

مطلب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں جو خوشیاں تقسیم فرماتے ہیں۔ اپنے غلاموں کے ہر دکھ درد کا خیال رکھتے ہیں۔ اور نظر کرم فرمانے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی موقعہ پر بھی اپنے غلاموں کو نظر انداز نہیں فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آتے ہی سجدہ فرمایا اور اپنی امت کیلئے بخشش کی

marfat.com

Marfat.com

دعا فرمائی۔ اگر معراج ہوا تو امت کی بخشش کی دعا فرمائی اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ میری امت کو بخش دے۔ اسی طرح غار میں اور پھر وصال کے وقت بھی امت کو نہیں بھولے۔ یعنی یہ وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو تمہیں خوشیاں دیتے ہیں اور تمہارے لئے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی غلامی کروان کی اطاعت کرو تمہیں خوشیاں ملیں گی۔ اور ہر قسم کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔ اور اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو تمہیں بشارتیں دیتے ہیں تمہیں جنت عطا فرمانے والے ہیں۔ جوان کے حکم کی تعمیل کرے گا جنتی ہوگا۔ پیار کرے گا تو خوشی ملے گی۔ یعنی جنت میں جائے گا۔ جیسے حدیث بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ عرض گذار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ان کے ساتھ ہو جن سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے خوش کیا کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ابو بکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث ان حضرات کے ساتھ رہوں گا۔ اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ (بخاری) اور دوسرا ہے اطاعت کرنا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اللہ کو سچا مانے اور اس کے رسول کو سچا مانے۔ اگر حضور خوش ہو جائیں اسی وقت جنت کی بشارت دے سکتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام کو جنت عطا فرماتے رہے۔ "ابو بکر فی الجنۃ عمر فی الجنۃ عثمان فی الجنۃ علی فی الجنۃ. (الی آخر)" آگے فرمایا۔

"نَذِیْرًا" کا معنی ہے ڈرانے والا۔

مطلب کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر کوئی بد بخت تیرے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ تیری عظمت وشان کا منکر ہے تجھ سے عداوت رکھتا ہے۔ تیرے خصائص وفضائل کا منکر ہے تو اس کو بتا دو کہ مجھ سے بغض اور عداوت ختم کر دو۔ ورنہ سخت ترین عذاب ملے گا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں پھینک دیئے جاؤ گے اگر نجات چاہتے ہو دنیا اور آخرت کی زندگی بہتر بنانا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو مجھ پر ایمان لاؤ اور غلاموں میں شامل ہو جاؤ۔ ڈرانے کا مطلب یہ بھی ہے اپنے جو غلام ہیں انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا حکم کرو کیونکہ قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی اگر کوتاہی کی تو اللہ قادر ہے۔ جو چاہے کرے جس کو چاہے سزا دے۔ اس لئے ان کو کہو کہ فرائض ادا کریں شریعت کی پابندی کریں۔ بصورت دیگر پریشانی ہوگی اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اگر کوئی سستی کرے تو اسکا تجھ پر سوال نہ ہوگا کہ فلاں نے ایسا کیوں نہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: ہرگز یہود ونصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ اور تم فرمادو اللہ ہی کی ہدایت ۔ ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا۔ تو اللہ سے بڑا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے۔ اے ایمان والو یہود ونصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہوسکتے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لوگ اپنے مذہب میں اتنے پکے ہیں کہ کسی دوسرے مذہب کو برداشت نہیں کرتے۔ یہود ونصاریٰ صرف اسی صورت میں تمہیں قبول کرسکتے ہیں کہ تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ترک کردو۔ اسلام سے بغاوت کر جاؤ اور ان کے دین کی پیروی کرلو۔ یعنی یہودی اور عیسائی ہو جاؤ۔ مگر ایمان والو تم ان عیسائیوں اور یہودیوں کو ثابت کرو کہ ہمارا مذہب سچا ہے۔ یہی وہ ہدایت کا راستہ ہے جس پر چل کر بندہ نجات پاسکتا ہے۔ کیونکہ نجات در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ہے۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام سے بغاوت کرے گا وہ راہ ہدایت پر نہیں ہے۔ اور جو شخص یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔ اور اللہ کی طرف سے سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور اسے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا کوئی مددگار ہوگا۔ اس سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ پہلا مسئلہ یہ کہ یہود ونصاریٰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پسند نہ کرتے تھے۔ دل میں ان کی عداوت رکھتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور جو شخص بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرتا ہے مسلمان ہوتا ہے۔ یہودی اور عیسائی اور بت پرست یہ سب کافر اس کو اپنا دشمن تصور کرتے۔ کیونکہ کسی شخص کا اسلام قبول کرنا ان کو گوارہ نہیں تھا۔ اس لئے یہودی اور عیسائی اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ آج بھی جو مسلمانوں میں اختلاف نظر آرہا ہے یہ یہود و نصاریٰ کی سازش ہے۔ بعض یہودیوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کی کوشش کی۔ تاکہ مسلمان کمزور ہو جائیں ان کا سرغنہ عبداللہ بن سبا تھا۔ جو ایک یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے بظاہر مسلمان ہوگیا۔ مگر حقیقت میں یہودی ہی تھا۔ چنانچہ ابن خلدون نے اس کا تذکرہ اس طرح کیا۔ فتنہ پردازوں میں نمایاں عبداللہ بن سبا تھا جو پیشتر یہودی مذہب رکھتا تھا۔ اور زمانہ خلافت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مدینہ آکر بطمع مال وزر ایمان لایا مگر سچا پکا دیندار نہ ہوا۔ اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے خلاف اکساتا اور ان حضرات کے خلاف بہتان تراشتا رہتا۔ اہل شہر اس خباثت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے عبداللہ کو نکال باہر کیا۔ کوفہ پہنچا۔ جب وہاں سے بھی شہر بدر کیا گیا تو شام آیا اور شام سے شہر بدر ہوکر مصر پہنچا۔ امیر المومنین پر اکثر طعن و تشنیع

marfat.com

Marfat.com

کرتا اور خفیہ طور پر اہلبیت محبت کی دعوت دیتا اور کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر واپس آئیں گے جیسے عیسیٰ بن مریم واپس آئیں گے۔ اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما وصی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ عثمان اور ان سے پہلے ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جبراً غصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت حاصل کی ہے۔ غرض لوگوں کو اس قسم کی تعلیم دیتا اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اعمال کے خلاف برانگیختہ کرتا۔ یہاں تک کہ بعض بعض شہروں میں اکثر عوام الناس ان باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور ان سے باہم خط و کتابت ہونے لگی۔ اس گروہ کے ساتھ خالد بن ملجم، سودان بن حمران اور کنانہ بن بشیر تھا۔ (ابن خلدون جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 432) اسی طرح تاریخ اسلام نے بھی عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ محبت اہلبیت کا لبادہ اوڑھ کر اہلبیت کی حمائت میں پہلو بہ پہلو خلفاء علی الخصوص بنی امیہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور کہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتم الاولیاء ہیں۔ پھر ڈنکے کی چوٹ پر کہنے لگا کہ خلافت کے حق دار علی رضی اللہ عنہ تھے۔ نہ کہ عثمان رضی اللہ عنہ۔ یہ صریح ظلم ہے آپ سب کیلئے لازم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل یا معزول کر کے ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنائیں۔ ثابت ہوا کہ جو لوگ آج خلافت صحابہ اور اہلبیت کے اختلاف کا شور مچائے ہوئے ہیں۔ اور صحابہ کرام کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں یہ لوگ یہودیوں کی سازش کا شکار ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ نے یہ سب اختلاف اس لئے ڈلوائے تھے کہ اسلام اور مسلمان کمزور تر ہو جائیں۔ جب کہ صحابہ کرام اور اہلبیت کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس کا رد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبان پاک سے فرمایا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔

" قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ لَّمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَابِعُ الْخُلَفَآءِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ " (علامہ ابن شیر آشوب جلد سوم صفحہ 63) حضرت امیر المومنین (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ یاد رہے یہ کتاب بھی شیعہ حضرات کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا خلافت کا جھگڑا کوئی جھگڑا نہ تھا صرف یہودیوں کی سازش تھی۔ جس کا آج یہ لوگ شکار ہیں اور پوری قوم اس اختلاف سے پریشان ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خلفاء ثلاثہ کے مشیر رہے ہیں۔

مختصراً کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کرنا یہودیوں کی چال ہے اور مخالفت کرنے والے یہودیوں کی پیروی کررہے ہیں۔ اور اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں جو لوگ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف ہیں وہ بھی یہودیوں کے آلہ کار ہیں۔ صحیح وہ شخص ہے جو سب کا احترام کرے اور وہ صرف اہلسنت ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ راہ ہدایت وہی ہے جس پر صحابہ کرام ہوں۔ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ ہے۔

" قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ "

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ توہین اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کر کے ملک وقوم میں فساد پھیلاتے ہیں۔یہ لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی خواہشات پوری کرتے ہیں۔کیونکہ کفار کی یہی خواہش تھی کہ مسلمان آپس میں الجھے رہیں اور اسلام کمزور ہو جائے۔ایسے لوگ سخت مجرم ہیں۔اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب ہوگا۔اور کوئی ان کا حمایتی نہ ہوگا۔اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔اس لئے کہ اگر مومن ہوتے تو ان کی مدد کی جاتی۔کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان والوں کی مدد ہوگی۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدد فرمائیں گے۔بزرگان دین مدد کریں گے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور پھر بزرگان دین' غوث' قطب' علماء' صلحا سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول ہوگی۔اور پھر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرنی چاہیے۔جو لوگ آج انگریز کی رسموں اور رواجوں پر عمل کرتے ہیں اور اسلامی رسموں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فسق وفجور کی طرف جاتے ہیں۔مومن کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے اور اپنا اسلامی تشخص قائم رکھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے۔وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا پڑھنے کا حق ہے وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی خسارے والے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جن کو ہم نے کتاب دی۔انہوں نے اس کے تلاوت کرنے کا حق ادا کر دیا۔حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔اس سے صحابہ کرام علیہم اجمعین مراد ہیں۔جنہوں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس کا حق ادا کیا۔بعض مفسرین نے عام مومنوں کو مراد لیا ہے۔خواہ وہ امت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا پہلے نبیوں علیہم السلام پر ایمان لانے والے ہوں۔حق ادا کرنے کا مطلب ہے کہ انہوں نے جب اللہ کے کلام کو پڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کو مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کسی خوبی اور صفت کا انکار نہیں کیا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک نورانیت' اختیارات ودیگر کمالات اور ختم نبوت وغیرہ سب پر ایمان لائے۔بلکہ سب سے بڑھ کر کمال اور علم والے' نور والے' اختیارات والے' خوبیوں والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے تھے۔بلکہ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن شریف کو حاصل کرنے کیلئے مشقت میں مبتلاء ہو جاتے اور حاصل کر کے اپنے چہروں پر ملتے اور اس میں خوش بختی تصور کرتے۔اور یہ عقیدہ رکھتے کہ اس عمل کی وجہ سے نجات ہو جائے گی۔برکات حاصل ہوں گی۔کئی واقعات ہیں جو حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ملتے ہیں جو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

marfat.com

Marfat.com

زبان پاک سے نکلتا وہ اس پر عمل کرتے۔ چونکہ قرآن بھی زبان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ تو ان لوگوں کے متعلق اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے قرآن پڑھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ جو لوگ قرآن تو پڑھتے ہیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کو نہیں مانتے ان لوگوں کے متعلق اللہ کریم فرماتا ہے کہ کچھ وہ لوگ ہیں جو قرآن تو پڑھتے ہیں مگر گمراہ ہیں۔ اور ہدایت والے وہ ہیں جو قرآن پڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب فضائل اور خصائص کو مانتے ہیں۔ جو قرآن پڑھ کر کہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں کر سکتا' نفع نہیں دے سکتا' نقصان نہیں دے سکتا' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہیں ہماری ہی طرح کا انسان ہے وہ گمراہ ہیں۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کچھ قرآن پڑھنے والے گمراہ ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ حبشہ سے چالیس آدمی آئے تھے۔ جن میں آٹھ شام سے آئے تھے۔ ان میں بحیرہ راہب بھی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے توریت سے جو پڑھا وہ بیان کیا مطلب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کو چھپایا نہیں اور نہ ہی بدلا ہے۔ اگر اسی میں عیسائی اور یہودی دونوں شامل ہیں تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے توریت اور انجیل کو پڑھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کو نہ تو چھپایا ہے اور نہ ہی بدلا ہے۔ بلکہ لوگوں کو بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ فضائل وکمالات پہلی کتابوں میں درج ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور خود بھی مسلمان ہو گئے۔

میرے خیال میں سب سے بہتر یہ ہے کہ ہر اس شخص کو شامل کر لیا جائے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مان لیا ہے ایمان لے آیا ہے۔ خواہ وہ قرآن پڑھ کر مومن ہوا یا زبور' توریت اور انجیل پڑھ کر مومن ہوا سب شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھنا اس کا معتبر ہے جو فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانے' کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانے اور ہر حکم پر یقین رکھے۔ اگر قرآن پڑھ کر توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے' اپنے جیسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جانے' ہر خوبی کا انکار کرے تو اس کا عمل صالح کرنا معتبر نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرآن میں عقائد اور اعمال دونوں چیزیں ہیں مگر عقائد پہلے اور اعمال بعد میں۔ اس لئے کہ اعمال صالح اسی کے قبول ہوں گے جس کے عقائد درست ہوں گے۔ جس کے عقائد درست نہ ہوئے اعمال کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس لئے عقائد ضروری ہیں اگر عقائد درست نہیں تو اس کا قرآن پڑھنا یا اعمال صالح کو دیکھ کر اس کو کتاب کا عامل نہیں مانا جائے گا۔ قرآن پڑھنے کا حق وہی شخص ادا کرتا ہے جو عقائد صحیح رکھے۔ توہین رسول کو کفر جانے۔ دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھے۔ کمالات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو بصورت دیگر اس نے قرآن پڑھنے کا حق ادا نہیں کیا۔ وہ لوگ خسارے والے ہیں جیسا کہ قرآن نے اعلان کر دیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا۔ اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی۔ اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ میرا احسان یاد کرو کہ میں نے تمہیں اس وقت کے لوگوں پر بڑائی دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسکے بندوں یا قوم کو اللہ کا شکر دیگر لوگوں سے زیادہ ادا کرنا چاہیے جس کو اللہ کریم معاشرے میں عزت دے۔ مثلاً افسر ہو' حاکم ہو' عالم ہو' سید ہو یا اللہ کریم نے کاروبار کے ذریعے مال و دولت کے ذریعے یا جو بھی صورت ہو جس کو کسی حوالے سے بھی اللہ کریم نے عزت دی ہو تو اسے چاہیے کہ عام لوگوں کی نسبت اللہ کا ذکر زیادہ کرے' شکریہ ادا کرے۔ کیونکہ جس قدر انعام زیادہ ہوں شکر بھی زیادہ ادا کرنا چاہیے۔ نیک محفلوں میں بیٹھے' ذکر و فکر کی مجلسوں میں جائے' صلوۃ و سلام کی کثرت کرے' صوم و صلوۃ کی پابندی کرے۔ اور پھر دوسری آیت میں یہودیوں کا رد فرمایا گیا ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم بزرگوں کی اولاد ہیں۔ ہمارے بزرگ ہماری سفارش کریں گے اور ہمیں معافی مل جائے گی۔ تو اس پر اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اے کافرو سنو اللہ کافروں کے حق میں کوئی سفارش قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی کوئی بزرگ' نبی' ولی' پیر' پیغمبر کسی کافر کی سفارش کرے گا۔ اس لئے کہ تمہارے دل میں عداوت بھری ہوئی تھی۔ تم نے کسی کی بھی بات پر عمل نہ کیا۔ نہ توریت پر عمل کیا نہ ہی انجیل پر۔ اگر مانتے ہوتے تو کمالات و خصائص کا انکار نہ کرتے۔ کیونکہ توریت انجیل میں فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درج تھے۔ جن کا ان لوگوں نے انکار کیا اور بجائے ماننے کے گستاخیاں کیں۔ اور فضائل چھپائے' توریت کو بدلا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر نہ کی۔ اس لئے نہ موسیٰ علیہ السلام تمہاری سفارش کریں گے۔ اور نہ ہی کوئی نبی یا ولی کسی ایسے شخص کی سفارش کرے گا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہوگا۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کے امام اور سردار ہوں تو ان کے گستاخ کا سفارشی کوئی نبی یا ولی ہو۔ ہرگز ہرگز کسی نبی یا ولی کی یہ جرأت نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور گستاخ کا حامی ہو۔ تو فرمایا کہ تمہارا یہ گمان غلط ہے کہ ہم بزرگوں کی اولاد ہیں۔ لہٰذا ہماری سفارش ہو جائے گی۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کر کے سب کو تم نے اپنا مخالف بنالیا ہے۔ اور اپنے تمام سہارے ختم کر لئے ہیں۔ لہٰذا سن لو جو کافر ہو جائے اسکا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور نہ ہی سفارشی ہوگا اور نہ ہی دنیا میں کمائی ہوئی نیکیاں کام آئیں گی۔ یوں کہہ لیجئے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق توڑ لیا اس نے اپنی ہر چیز تباہ و برباد کر لی۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوگا سچا پکا مسلمان ہوگا اس کے سفارشی ہوں گے اور ان کی

marfat.com

Marfat.com

سفارش قبول بھی کی جائے گی۔ مثلاً حجر اسود سفارش کرے گا اور قبول کی جائے گی اور جس جس کی سفارش کرے گا وہ جنتی ہو جائے گا۔ نبی سفارش کریں گے ولی سفارشی ہوں گے۔ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ چھوٹے بچے سفارشی ہوں گے اور ان کی سفارش قبول ہوگی۔ وہ والدین کو بخشوائیں گے۔ حافظ قرآن کی سفارش قبول ہوگی۔ شہید لوگوں کو بخشوائیں گے۔ جن کے متعلق اللہ کریم نے فرمایا ہے نہ ان کی مدد ہوگی۔ اور نہ ان کا کوئی حمایتی ہوگا۔ وہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو ایمان والے نہیں ہوں گے۔ یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہوا جو لوگ صرف اس بات پر خوش ہیں کہ ہم فلاں ولی کی اولاد ہیں ہم بخشے جائیں گے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگر بدعقیدہ نبی کا بیٹا ہو تب بھی بخشش نہیں۔ اس لئے اگر کسی بزرگ کی اولاد ہو یا رافضی اور خارجی ہو جائے وہ قابل عزت نہیں ہے اور اس کا بزرگ سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ بزرگوں کی ایسی اولاد انتہائی بدبخت اور نامراد ہے اور ان کی تقلید کرنے والے بھی اسی طرح گمراہ ہیں۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: اور جب ابراھیم کو رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ عرض کی اور میری اولاد سے۔ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے جن باتوں سے آزمایا اس پر مفسرین کے چند قول ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مناسک حج ہیں۔ مجاھد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دس باتیں یہ ہیں جو آنے والی آیات میں بیان ہوں گی۔ اور سید المفسرین جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ دس باتیں یہ ہیں مونچھیں کتروانا' کلی کرنا' ناک کی صفائی کرنا' اور اس کی صفائی کیلئے پانی کا استعمال کرنا' اور مسواک کرنا' سر میں مانگ نکالنا' ناخن ترشوانا' بغل کے بال صاف کرنا' زیر ناف بالوں کو صاف کرنا' اور ختنہ کرانا اور پانی سے استنجا کرنا۔ یہ دس چیزیں آپ پر واجب تھیں اور ہم پر بعض واجب اور بعض ان میں سے سنت ہیں۔ جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان کی پابندی کر کے دکھائی اور آزمائش میں پورے اترے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا اے میرے رب " ومن ذریتی " اور میری اولاد میں سے۔ یعنی کیا یہ امامت پیشوائی میری اولاد میں بھی جاری رہے گی؟ تو اللہ کریم نے فرمایا اے میرے پیارے ابراھیم میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ مطلب کہ اے میرے پیارے ابراھیم جو اس کا اہل ہوگا اس کو مل سکتا ہے جو نہیں ہوگا اسے امامت نہیں مل سکتی۔ یعنی کافر یا فاسق و فاجر' متقی' پرہیزگار اور ایمان والوں کا امام نہیں ہو سکتا۔ ثابت ہوا کہ فاسق فاجر امام نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بدعقیدہ بھی امام نہیں بن سکتا۔ امام کیلئے شرط ہے کہ وہ باایمان اور متقی پرہیزگار ہو۔ مگر یاد رہے کہ امامت کے دو معنی ہیں اگر امامت سے مراد نبوت لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے ابراھیم نبی وہی ہوتا ہے جس کو میں نبوت

marfat.com
Marfat.com

دے کر بھیجوں اور وہ تمام خامیوں سے پاک ہوتا ہے اور معصوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی غلط آدمی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ اگر عام امامت مقصود ہے یعنی رہنما بننا تو پھر بھی اس کیلئے متقی پرہیزگار ہونا اور احکام خداوندی کی پابندی کرنا احکام شریعت کا خاص خیال رکھنا اور اطاعت رسول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر کوتاہی کرے احکام شریعت کی پرواہ نہ کرے یا بدعقیدگی کا شکار ہو جائے تو ایسا شخص مذہبی رہنما یا روحانی پیشوا نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کسی ولی غوث قطب ابدال کا کوئی فاسق فاجر یا شریعت کا باغی یا بدعقیدہ سجادہ نشین نہیں ہو سکتا۔ جیسے آج کل آستانوں کا اکثر ماحول خراب ہے۔ کہیں بدعقیدگی آچکی ہے اور کہیں دین سے دوری نمایاں نظر آتی ہے۔ ایسے لوگوں کی سجادہ نشینی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ ہی قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے لوگوں کا جواز ہے' یہ سب غلط ہے۔ ہاں اگر اولاد میں سے کوئی اہل ہو تو حرج نہیں۔ مگر صرف شیخ کا بیٹا سمجھ کر موجودہ غیر شرعی رسم ورواج کے مطابق اس کی بیعت کر لینا گمراہی ہے۔ اور اس کا احترام کرنا اس کے فسق وفجور اور بدعقیدگی کے نمایاں ہونے کے باوجود صرف اور صرف مرشد کا بیٹا سمجھ کر یا ایک ولی کا بیٹا سمجھ کر یا بڑے بزرگ کا بیٹا سمجھ کر پیری کے لائق سمجھنا ان کو پیشوا ظاہر کرنا یہ سب جہالت اور گمراہی ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کیلئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنایا۔ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم اور اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے۔

تفسیر: مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کیلئے استعمال کیا تھا۔ آج بھی حاجی لوگ جا کر اس کی زیارت کرتے ہیں اس پر پیتل کا خول چڑھا ہوا ہے۔ اور مصلّٰی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ طواف کرنے کے بعد نفل اس کے سامنے یا قریب ادا کرو۔ اس سے معلوم ہوا جس پتھر یا چیز کی نسبت کسی نبی یا بزرگ سے ہو جائے اس کو ایک فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسے پتھر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدم بوسی کے بعد ایک خاص مقام حاصل ہوا ہے۔ اور جب طواف مکمل کر لیا جائے تو پھر اس پتھر کے سامنے نفل ادا کرنے کا حکم یہ بتاتا ہے کہ نماز میں غیر خدا کی تعظیم ترک نہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو شرک کہنا بہت بڑی جہالت ہے۔ جیسے مولوی اسماعیل دہلوی اپنی تصنیف صراط مستقیم میں لکھتا ہے۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے نبی یا ولی کا خیال آجائے تو زنا وجماع بیل وگدھے سے بھی برا ہے۔ (معاذ اللہ)

قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل کا استدلال قرآن کے خلاف ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقائد کے خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسلمان

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیر کے روز نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ تو اچانک چونک اٹھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر مسلمانوں کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں تھے۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبسم کی حد تک ہنسے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تاکہ پہلی صف میں جا ملیں۔ ان کا خیال تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کیلئے آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور دیگر مسلمانوں نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اپنی نمازیں توڑنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نمازیں پوری کرلو۔ پھر آپ حجرے میں داخل ہوگئے اور پردہ لٹکالیا۔ اب آپ مولوی اسماعیل کی عبارت پر غور فرمائیں کہ وہ کہتا ہے کہ اگر نبی کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوتی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور (معاذ اللہ) بیل اور گدھے سے آپ کا خیال برا ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خیال ہی نہیں پوری توجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوگئی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہے تھے اور صرف دیکھ ہی نہیں رہے تھے۔ دوران نماز تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کی اور تعمیل حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کی۔ اس سے ثابت ہوا مولوی اسماعیل دہلوی (جن کو یہ لوگ شہید کہتے ہیں) کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تھے۔ اگر بقول مولوی اسماعیل احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا خیال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز نہیں ہوتی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شرک ہے۔ تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاذ اللہ کیا نماز میں شرک کیا تھا۔ جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز میں شرک کیا تھا وہ خود مومن نہیں رہتا۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ بلکہ مومن وہ ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا عقیدہ رکھے۔ احترامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا ہی ایمان کی علامت ہے۔ جس کے دل میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں وہ مومن نہیں۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مخلص مومن تھے۔ اگر پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگ جائیں تو وہ فضیلت والا ہوجاتا ہے یہ تو پھر جس ماں کے بطنِ اقدس میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے اس کی فضیلت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ یقیناً اس ماں (یعنی جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت کا انکار کرنے والا گمراہ اور بے دین ہے۔ مگر افسوس ایسے نام نہاد دین داروں پر جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کو بھی معاف نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ وہ مومن نہیں تھے۔ (معاذ اللہ) اس کی پوری بحث انشاء اللہ بفضل خدا" لقد من اللہ علی المومنین " کے تحت کی جائے گی۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر شک کرتے ہیں۔ وہ گمراہ اور بے دین ہیں۔ مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ مومن ان کو مومن مانے گا اور منافق ان کے ایمان پر شک کرے گا۔

marfat.com
Marfat.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (۱۲۶)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے۔ اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے۔ جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔ فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تفسیر: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے تو یہ ایک خشک علاقہ تھا۔ تو جناب ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کے اے میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے۔ اور اس شہر کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ آج بھی دیکھ لیں کہ مکہ شریف میں ہر قسم کا پھل ملتا ہے اور ہر موسم میں ملتا ہے۔ اگر جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر یہ ہے تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم کی دعا کا اثر کیا ہوگا۔ یقیناً جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے گا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے مکہ والوں کو رزق مل سکتا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے عمر' رزق' شان' عزت اور ہر چیز مل سکتی ہے اور ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام خالد بنت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ عمر کی بہت چھوٹی تھی۔ میں نے زرد رنگ کی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سنہ سنہ" اچھی ہے اچھی ہے۔ میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے جھڑکا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ جھڑکو کھیلنے دو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لباس پرانا کر اور پھاڑ۔ یہ تین مرتبہ فرمایا یعنی تو لمبی عمر پائے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ اثر تھا کہ لوگوں میں لمبی عمر کا چرچا تھا۔ یعنی سب لوگ کہتے تھے ان کی لمبی عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ ہر مومن کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔ اور یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے عمر بڑھتی ہے' رزق بڑھتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کی شہادت غزوہ احد میں ہوگئی۔ ان پر کافی قرض تھا اور پیچھے چھ صاحبزادیاں تھیں۔ جب کھجور توڑنے کا وقت آیا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد ماجد غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور ان کے ذمہ بہت قرض تھا۔ دریں حالات میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھیں۔ (یعنی ہو سکتا ہے کہ آپ کو دیکھ کر مجھے پریشان نہ کریں) تو حضور صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ اور کھجوروں کے ڈھیر الگ الگ لگانا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں۔ تو جب قرض خواہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں تو وہ اور زیادہ سخت ہوگئے۔ اور ضد بازی کرنے لگے۔ تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو کھجوروں کے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔ پھر آپ انہیں پیمانہ بھر بھر کر دیتے رہے یہاں تک کہ میرے والد کا سارا قرض ادا ہوگیا۔ حالانکہ میں ان پر بھی خوش تھا کہ میرے والد ماجد کا قرض ادا ہو جائے خواہ میں اپنی بہنوں کیلئے ایک کھجور بھی نہ لیکر جاسکوں۔ لیکن ہوا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اللہ کریم نے تمام ڈھیروں کو بچالیا اور جب میں اس ڈھیر کو دیکھتا جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے تو یوں معلوم ہوتا کہ اس ڈھیر میں ایک کھجور بھی کم نہ تھی اور سارے کا سارا قرض بھی ادا ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اللہ کریم عمر اور رزق بڑھا دیتا ہے۔ مگر بعض بدنصیب لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور خصائص کے منکر ہیں۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا رزق تو دوں گا مگر کفار کو صرف اس دنیا میں دوں گا۔ آخرت میں انہیں یہ رزق نہیں ملے گا یعنی پھلوں کا رزق۔ تھوڑے سے مراد یہ کہ صرف اس دنیا میں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ ہوگا وہاں یہ لوگ جہنم میں ہوں گے۔ اور جو مومن ہیں انہیں یہاں بھی اور قبر میں بھی اور آخرت میں بھی ملے گا۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم (علیہ السلام) اس کے گھر کی بنیادیں اور اسماعیل (علیہ السلام) یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا اور جانتا۔ اے رب ہمارے اور کر ہمیں اپنے حضور گردن جھکانے والا۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں جناب ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ایک تو اس کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما اور پھر تیری توفیق سے میں نے اور میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے تیرے گھر یعنی بیت اللہ کی تعمیر کی ہے۔ اب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے۔ اب تو ہمیں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرما کیونکہ تیری توفیق کے بغیر نہ کوئی نیکی کر سکتا ہے اور نہ ہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ لہٰذا تیری بارگاہ میں دعا ہے کہ تو ہمیں نیکی کرنے اور اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

marfat.com
Marfat.com

اور میری اولاد میں سے ایک جماعت فرمانبردار پیدا فرما۔ جو سچے پکے مومن ہوں اور ان کو اپنی عبادت کے طور طریقے بتلا۔ یعنی اس گھر کا طواف یا حج وغیرہ کرنے کے طور طریقے بتا۔ وہ ان طور طریقوں کے مطابق تیری عبادت کریں۔ سجدے کریں تیرا شکرادا کرنے والے ہوں۔ وہ تیرے مخلص بندے ہوں اور پھر تو ان پر اپنا خاص فضل فرما۔ اگر ان سے کوئی چھوٹی موٹی غلطی ہو جائے۔ مطلب کہ بتقاضائے بشریت اگر کوئی لغزش ہو جائے تو توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اپنی رحمت کرتے ہوئے معاف کر دینا قرآن پاک کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہتی ہے۔ جو کفر و شرک سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ سچے پکے مومن ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب نبیوں سے آخری لکھا ہوا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں گوندھے ہوئے تھے۔ اور میں تمہیں اپنے معاملے کی ابتدا بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا خواب ہوں۔ انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا اور ان کیلئے ایک نور خارج ہوا تھا۔ جس سے شام کے محل چمک اٹھے تھے۔ (مشکوۃ کتاب الفتن) اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعائے ابراہیم علیہ السلام تھے۔ "دَعْوَۃِ اِبْرَاھِیْمَ" تو دعاء ابراہیم کیا تھی کہ اے ہمارے رب العالمین "وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّكَ" اور میری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو تیری فرمانبردار ہو یعنی سچے پکے مومن ہوں۔ کفر و شرک سے پاک ہوں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سچے پکے مومن تھے۔ کیونکہ کافر و مشرک اللہ کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ اللہ کے فرمانبردار صرف مومن ہوتے ہیں۔ تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) وہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں اور جو قرآن وحدیث کا منکر ہو گا وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد خداوندی "تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "مِنْ نَبِیٍّ اِلٰی نَبِیٍّ حَتّٰی اَخْرَجْتُكَ نَبِیًّا" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں مبعوث فرمایا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد ظاہر کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی کہ میری اولاد سے ایک جماعت ایسی پیدا فرما جو سچے پکے مومن ہوں اور تیرے فرمانبردار ہوں اور جو کفر و شرک سے پاک ہوں۔ چنانچہ دعائے ابراہیم علیہ السلام قبول ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان پاک جسموں اور پاک پشتوں میں منتقل ہوتا رہا۔ اور وہ سب کے سب اللہ کو سجدہ کرنے والے تھے۔ اور وہ نمازی تھے اور مومن تھے۔ اور سیرت حلبیہ والے لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے محققین نے بھی کہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد (یعنی سجدہ کرنے والے) سے دوسرے ساجد میں منتقل ہوتا رہا۔ اس تحقیق کی بنیاد بھی وہی مذکورہ بالا آیت بنی۔ یعنی "تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" پھیرتے رہے تمہیں نمازیوں میں۔ اور مفسرین نے اس

marfat.com

Marfat.com

آیت سے یہ مراد لیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی (یعنی اللہ کو سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے) میں منتقل ہوا اور نمازیوں سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سچے پکے مومن تھے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل ہوتا رہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور جن پشتوں میں منتقل ہوتا رہا ہے ان میں نبی بھی موجود ہیں اور یہ ایک محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور جن پاک پشتوں میں منتقل ہوتا رہا ہے وہ سب کے سب نبی نہ تھے مگر مومن یقیناً تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ قریشی نبی (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کی صلب میں رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوح علیہ السلام میں حتی کہ صلب ابراہیم علیہ السلام میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا۔ میرے آباؤ اجداد کبھی زنا کے نزدیک بھی نہیں گئے۔ (کتاب الشفا)

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے محاورۃً استعمال کیا ہے کہ جن پشتوں میں نور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتا رہا ہے ان میں انبیاء کرام بھی ہیں اور جن غیر انبیاء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک منتقل ہوتا رہا وہ بھی کفر وشرک اور بدکاری سے پاک تھے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سچے پکے مومن تھے۔ ان کے ایمان کا انکار کرنے والا قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ لہٰذا جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کا انکار کرتے ہیں ان لوگوں کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہیں اور نہ ہی وہ لوگ مخلص مومن ہیں۔ اگر مخلص مومن ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کا انکار کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ نہ دیتے بلکہ اقرار کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی حاصل کرتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ہی نجات ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے

marfat.com
Marfat.com

اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرماتا ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ رب العالمین وہ جو میری اولاد ہوگی جو تیرے فرمانبردار ہوں مخلص مومن ہوں گے انہیں میں سے ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھیج۔ یعنی وہ آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہی میں پیدا فرما۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا۔ اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا۔ اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔ (مسلم شریف) اور ترمذی کی روایت میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو چنا گیا پھر قریش کو چنا پھر بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چنا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بہت زیادہ مشابہت تھی۔ اور پھر اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد مومن تھے۔ والدین کریمین تک سب کے سب مومن تھے انہی میں سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے رب العالمین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہو کہ لوگوں پر "يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ" تیری آیات تلاوت کرے۔ "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ" اور ان کو کتاب کی تعلیم دے اور تعلیم وہی دے سکتا ہے جس کو کتاب کا علم ہو۔ جو خود علم نہ رکھتا ہو وہ دوسرے کو علم نہیں سکھا سکتا۔ اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔ یعنی ایسا نبی ہو جو لوگوں کو قرآن پاک کا علم سکھائے۔ مطلب کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ یا اللہ جو تو ان میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھیجے اس میں ایک خوبی یہ ہو کہ وہ کتاب کا علم رکھتا ہو اور پھر لوگوں کو کتاب کا علم سکھائے۔ تو کتاب سکھانے والے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اسے کتاب کا علم ہو جو خود نہ جانتا ہو وہ کسی دوسرے کو نہیں سکھا سکتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کا علم دیا ہے۔ اللہ کریم قرآن میں واضح فرماتا ہے کہ "وتفصیل الکتب" کہ یہ کتاب یعنی قرآن پاک لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔ اور لوح محفوظ میں جو ہو چکا ہے اور جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کا سب درج ہے چنانچہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ "وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ؁ ترجمہ: اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔ خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہو یا بڑی سے بڑی چیز ہو سب کا علم ہے اور پھر فرمایا۔ " وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" اور جتنے غائب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں اور کوئی ایسا غائب

marfat.com

Marfat.com

نہیں جس کا علم قرآن پاک میں نہ ہو۔ تو پھر اللہ کریم فرماتا ہے۔ " اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ " کہ رب رحمٰن نے اپنے محبوب پاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا ہے۔ تو جب سکھانے والا اللہ وحدہ لاشریک ہے اور سیکھنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ اور کتاب وہ سکھائی جائے جس میں کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہو آسمانوں اور زمین کے سب غائب کا علم ہو اور لوح محفوظ کا علم ہو۔ تو پھر کون سا ایسا علم ہے جسکا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ ہو اور کون سا علم غائب ہے جسکا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ ہو۔ اور کون سی وہ چیز ہو سکتی ہے جسکو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ جانتے ہوں۔ اور کون سا وہ عمل ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چھپا ہوا ہو؟ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ یقیناً اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب غائب بتائے اور ہر چیز کا علم عطا فرمایا اور لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا۔ اسی کو اہل ایمان علم ما کان و ما یکون کہتے ہیں۔ جو قرآن سے ثابت ہو رہا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کا انکار کرنا قرآن وحدیث سے بغاوت ہے۔ جو عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ صراط مستقیم نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کا انکار کرتے ہیں وہ فرمان خداوندی اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں ایسا شخص گمراہ ہے اور مخلص مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔ مخلص مومن وہ ہوگا جسکا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہوگا۔

اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ سید سارے کے سارے گمراہ نہ ہوں گے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے رب العالمین میری اولاد سے ایک جماعت ایسی ہو جو سچے پکے مومن اور تیرے فرمانبردار ہوں۔ لہٰذا سادات کرام سے یقیناً ایک جماعت ایسی ہوگی جو رافضیت اور خارجیت اور دیگر بدعقیدگی سے محفوظ رہے گی۔ کیونکہ بدعقیدہ سید نہیں رہتا۔ جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا۔ اگرچہ بیٹا تو جناب نوح علیہ السلام کا ہی تھا مگر قرآن نے فرمایا۔ " لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ " اور پھر فرمایا۔ " وَيُزَكِّيْهِمْ " کہ وہ ایسا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو جو لوگوں کو پاک فرمائے ستھرا فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کچھ نہیں دیتے یا نہیں دے سکتے تو ایسا شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا منکر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو نفع دیتے ہیں لوگوں کو ستھرا فرماتے ہیں۔ کسی کو پاک کرنا ستھرا کرنا ایک فائدہ اور نفع ہے۔ اگر اس صفت کا انکار کیا جائے تو قرآن کی نص کا انکار ہے اور نص کا انکار کفر ہے تو پاک کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے جو اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو پاک کرتے ہیں کفر شرک سے یعنی بدعقیدگی کی گندگی سے پاک فرماتے ہیں اور ایمان عطا فرماتے ہیں۔ جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم ہو جائے اس کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حوض نہیں بنوایا ہوا تھا؟ جس میں غسل کا حکم دیا کرتے۔ نہیں ایسا نہیں

marfat.com
Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے جس پر نظر کرم ہوتی اس کے دل میں جو بدعقیدگی کا مورد ہوتا وہ دور ہو جاتا۔ جیسے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بس ایک نگاہ کرم سے ایمان نصیب ہوا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور کی نگاہ کرم میں یہ کمال ہے کہ جس طرف اٹھ جائے دل بدل جاتے ہیں قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے اور انکار کرنا قرآن وحدیث کی مخالفت ہے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ابراہیم (علیہ السلام) کے دین سے کون منہ پھیرے سوائے اس کے جو دل کا احمق ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے۔ (یعنی نیکوں میں ہے)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ دین ابراہیم علیہ السلام سے تو وہی منہ پھیرے گا جو بے وقوف اور احمق ہوگا۔ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بھتیجوں کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اس لئے کہ توریت میں اللہ کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے کہ میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی پیدا کرنے والا ہوں اور اس کا نام احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ اور جو اس پر ایمان لائے گا وہ نجات پائے گا اور جو انکار کرے گا وہ ملعون ہوگا۔ یہ سن کر سلمہ نامی بھتیجا ایمان لے آیا اور مہاجر نامی نے انکار کر دیا اس پر اللہ کریم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے چنا ہے۔ یعنی اپنا خلیل بنایا ہے۔ اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لانا چاہیے اگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرو گے تو یہ انکار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی ہوگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار سب نبیوں کا انکار تصور ہوگا۔ کیونکہ بادشاہ سے بغاوت پوری حکومت سے بغاوت تصور کی جاتی ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار کرنا ہوگا۔ ایسا شخص خدا کا باغی اور کلام اللہ کا منکر ہوگا۔ تو اس سے ثابت ہوا جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو گستاخ ہو وہ شخص بہت بڑا احمق ہے بے وقوف ہے۔ اس طرح کہ اگر عقل مند ہوتا تو دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پکڑ لیتا کیوں کہ نجات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ہے نہ کہ بغاوت یا برابری میں۔ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت میں میرے خاص قرب والوں میں جو اعلیٰ درجے کے صالح لوگ ہوں گے ان میں ان کا شمار ہوگا۔ جو اتنے عزت والے اللہ کے خلیل علیہ السلام کے دین کا منکر ہوگا وہ قیامت کے دن ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ کرے گا۔ بلکہ اس دن اللہ کی بارگاہ میں وہی عزت پائے گا جو

marfat.com

Marfat.com

جناب ابراہیم علیہ السلام کے فرمان پر عمل کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۱﴾

ترجمہ: جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کیلئے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرا خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام میرا وہ بندہ ہے اور وہ نبی علیہ السلام ہے جس نے میرے ہر فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے۔ میں نے جو حکم دیا میرے خلیل علیہ السلام نے مانا اور اس پر عمل کیا خواہ مشکل سے مشکل حالات سے گزرنا پڑا۔ میرے خلیل علیہ السلام نے تعمیل اس عقیدت سے کی کہ تو میرا رب ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں تو جو حکم بھی کرے گا میں اس پر عمل کروں گا۔ اور ہر بندے کو عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ تو سب کا پالنے والا ہے خالق ہے مالک ہے اور سب کا اللہ ہے۔ لہٰذا تیرے حکم کے سامنے مال جان اور اولاد اور اس دنیا اور زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نار نمرود میں جانا اس بات کی عظیم دلیل ہے مگر اللہ وحدہ لاشریک نے اسے گلزار بنا دیا۔ اور آگ نے سوائے بیڑیوں کے جو آپ علیہ السلام کو پہنائی گئیں تھیں کچھ نہ جلایا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا خاص بندہ یعنی ولی اللہ وہی ہو سکتا ہے جو احکام شریعت کا پابند ہو جو اللہ کے احکام کا پابند نہ ہو وہ ولی نہیں ہوتا۔ اللہ کا مقبول بندہ وہی ہوتا ہے جو فرائض کی پابندی کرے اور ہر اس عمل سے بچے جس کو اللہ نے منع کیا ہے اور ہر وہ عمل کرے جس کے کرنے کا اللہ وحدہ لاشریک نے حکم دیا ہے۔

وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ: اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب (علیہ السلام) نے کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

تفسیر: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ حق سے نہ پھرنا یہ وہ چنا ہوا دین ہے کہ جس پر رہ کر ہی بندہ نجات پا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تم دنیا سے جاؤ۔ یعنی موت آئے تو تمہارے عقائد درست ہوں اگر عقائد غلط ہوئے تو نجات ممکن نہیں۔ اگر بحیثیت مسلمان تمہارا وصال ہوا تو بامراد دنیا سے جاؤ گے اور ہر نیکی تمہیں نفع دے گی۔ کیونکہ نیکی صرف مسلمان کو فائدہ دے گی۔ جس کے عقائد غلط ہوئے دنیا میں کی گئی نیکی ضائع ہوگی۔ جو لوگ اپنی اولاد کو دین سے دور رکھتے ہیں وہ دین اسلام کے خلاف اپنی اولاد کو درس دیتے ہیں وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اولاد کو مذہب کی تبلیغ کرنا دین اسلام کی طرف راغب کرنا گھر میں اسلامی ماحول پیدا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا عمل ہے جو لوگ مذہب سے دور رہتے ہیں وہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔

اور پھر قرآن پاک کے ان الفاظ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ عقائد کا درست ہونا انتہائی ضروری ہے۔ جو لوگ عقائد کو اہمیت نہیں دیتے اور صرف اعمال کی بات کرتے ہیں کہ چھوڑو جی بس نیکی کرنی چاہیے۔ ان کو بھی اس آیت پر غور کرنا چاہیے اگر عقائد کی اہمیت نہ ہوتی تو دونوں پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو اسطرح وصیت نہ کرتے کہ اے بیٹو مسلمان مرنا۔ یہ جملے بتاتے ہیں انہوں نے عقائد کی پختگی کی وصیت فرمائی۔ کہ عقیدہ صحیح رکھنا ورنہ سزا پاؤ گے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ میرے بعد کس کی پوجا کرو گے۔ بولے ہم پوجیں گے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے اباء ابراہیم واسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن جھکانے والے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔ تو اللہ کریم یہودیوں کی اس بات کی تردید فرماتا ہے کہ اے یہودیو تم تو وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ جب تم وہاں موجود ہی نہیں تھے تو پھر کیوں اپنی من گھڑت باتوں کے پیچھے لگے ہو اور قصداً جھوٹ بول رہے ہو۔ انہوں نے اپنی اولاد کو اکٹھا کر کے فرمایا تھا ہمارے بعد کس کی پوجا کرو گے؟ تو آپ کی اولاد نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو جواب دیا کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی پوجا کریں گے جسکو ہمارے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور جسے آپ خود پوجتے رہے ہیں اور ہم اسی خدا کے سامنے جھکیں گے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانیں گے جو سجدہ کے لائق ہو اور دین اسلام پر پکے رہیں گے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کیلئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تمہیں پرسش نہ ہوگی۔

تفسیر: یہودی کہا کرتے تھے کہ ہمیں عذاب نہیں ہوگا ہم محفوظ لوگ ہیں اور جنتی ہیں ہمیں کسی معاملہ میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم بزرگوں اور نبیوں کی اولاد ہیں۔ ہم سے اگر غلطیاں بھی ہوگئیں تو معافی ہو جائے گی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے اعمال ہمارے کام آجائیں گے۔ تو اللہ کریم نے یہودیوں کی تردید فرمائی کہ تمہارا گمان غلط ہے۔ فرمایا جو تم کرو گے تم

marfat.com

Marfat.com

سے پوچھا جائے گا۔ اگر کفروشرک کرو گے اور جرم کرو گے تو نبیوں کی اولاد ہونا تمہیں فائدہ نہیں دے گا۔ کیونکہ فائدہ اس صورت میں ہوتا ہے جب ان پر ایمان لایا جائے۔ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ گے تو تمہیں صرف نبیوں کی اولاد ہونا نفع نہ دے گا۔ کیونکہ نیکوں کی اولاد سے جب کوئی بدعقیدگی کا شکار ہو جاتا ہے کفروشرک میں مبتلاء ہو جاتا ہے تو اس کے نسب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ نسب اسے نفع دیتا ہے جو باایمان دنیا سے جائے۔ صحیح العقیدہ ہو جو صحیح العقیدہ نہ ہو نہ ہی اسے نیک اعمال کام دیتے ہیں اور نہ ہی نبیوں ولیوں کی اولاد ہونا۔ اگر کوئی صحیح العقیدہ مرے گا تو پھر اگر نبیوں کی اولاد نہ بھی ہو گا تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف امتی ہونا ہی نفع بخش ثابت ہو گا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ اس (شخص) پر دوزخ حرام فرما دیتے ہیں۔ (مسلم شریف) اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو بزرگانِ دین کی نالائق اولاد جو بدعقیدگی کا شکار ہو جائے وہ قابل عزت نہیں ہے۔ اور نہ ہی قابل تقلید ہے کیونکہ بدعقیدگی بزرگوں سے منقطع کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بزرگ نبی یا ولی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اعمال صالح ترک کرنا یہودیت کی پیروی ہے۔ حالانکہ بزرگوں نیکوں ولیوں کی اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی طرح وہ بھی اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریں' شریعت کی پاسداری کریں۔ اگر کوئی شخص صرف اسی خوش فہمی میں ہے کہ میں اتنے بڑے بزرگ کا بیٹا یا پوتا ہوں۔ بس میرے لئے یہی کافی ہے تو وہ بہت بڑا جاہل ہے اور گمراہی میں پھنسا ہوا ہے۔ اسے یاد ہونا چاہیے کہ اللہ کریم کسی کا محتاج نہیں اللہ جو چاہے کرے جس کو چاہے جو چاہے جب چاہے کرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر شخص کیلئے ضروری ہے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ۔ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم (علیہ السلام) کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ یہودیوں اور عیسائیوں کے رد میں نازل ہوئی ہے۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ اے مسلمانو! تم یہودیت اختیار کر لو اور عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی بن جاؤ۔ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ رؤسائے یہود اور نجرانی عیسائیوں کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ یہودی مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام نبیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا تم افضل نبی علیہ السلام کو مانو اور تمام آسمانی کتابوں پر توریت کو فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا توریت کو مانو اور یہودیت تمام دینوں سے افضل ہے لہٰذا یہودی ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن اور

marfat.com
Marfat.com

انجیل کا انکار کرو یہی نجات کی راہ ہے۔ اور اسی طرح عیسائیوں نے بھی مسلمانوں کو کہا کہ ہمارا نبی افضل ہے ہماری کتاب افضل ہے ہمارا دین افضل ہے۔ لہٰذا اسلام کو چھوڑ و حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ترک کرو اور عیسائی بن جاؤ۔ (معاذ اللہ) تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مگر مومن کا عقیدہ اس وقت جو آج سے سینکڑوں برس پہلے تھا آج بھی وہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں اور قرآن تمام کتابوں سے افضل ہے اور اسلام تمام دینوں سے افضل ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے یہودیت اور عیسائیت کی حمائت کی جو خود کو مسلمان تو کہلواتے ہیں مگر خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کیلئے ایسے عقائد ایجاد کئے جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان ہوا اور یہودیت اور عیسائیت کو تقویت ملی۔ اور وہ عقائد باطل ایجاد کروانے میں یہودیت اور عیسائیت نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور ہندوستان پر قابض ہو کر ایسے لوگ تلاش کئے جو ان کے منصوبے کو عملی جامہ پہنائیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ثابت کیا جائے۔ تو انجیل قرآن سے اور عیسائیت اسلام سے خود بخود افضل ثابت ہو جائے گی۔ (معاذ اللہ) چنانچہ عیسائی حکومت نے ایک ٹیم تیار کی جو ایسے مسائل بیان کرے جس سے فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو اور عیسائیت کو تقویت ملے۔ چنانچہ اس انگریزی گروہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر کہا۔ (معاذ اللہ) حالانکہ خود اسلام کے علمبردار بنتے ہیں۔ مگر عیسائیت کی خدمت کا انداز دیکھئے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر قرار دیا اس لئے کہ قرآن نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی فضیلت بیان کی ہے کہ وہ پاک باز اور اللہ کی مقبول بندی تھیں۔ اس کے مقابلے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر ثابت کر کے عیسائیت کو تقویت دینا چاہتے ہیں اور فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن بتا رہا ہے کہ انہوں نے لحد میں یعنی بچپن میں ہی اپنی نبوت کا اعلان فرمایا: "اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" کہ مجھے اللہ نے کتاب دی ہے اور پھر مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو اس کے مقابلے میں انگریز کے ٹوڈیوں نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال بعد نبوت ملی۔ حالانکہ قرآن کی ایک آیت ایسی نہیں جس کا معنی یہ ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال بعد نبوت ملی تھی اور نہ ہی حدیث سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مجھے چالیس سال بعد نبوت ملی ہے۔ بلکہ حدیث کے الفاظ ہیں۔

"وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" (ترمذی شریف)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا جب حضرت آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اور پھر قرآن میں اللہ کریم نے عالم ارواح میں تمام نبیوں کو نبی کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا۔ "ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ" پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

marfat.com

Marfat.com

وسلم کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو نبیوا تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔ قرآن سے بھی ثابت ہوا ہمارے آقا عالم ارواح میں بھی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ مگر یہ سب دلائل ہونے کے باوجود انکار کرنا صرف انگریز کو یعنی عیسائیوں کو خوش کرنا تھا۔ اور فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر کے انگریز سے انعام حاصل کرنا تھا اور جو مال لے چکے تھے اس کو ہضم کرنا تھا۔ پھر اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ کمال بھی عطا فرمایا تھا کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ "اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ" میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

اب اس کے مقابلے میں انگریزی مولویوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو مکھی کا پر نہیں بنا سکتا۔ (معاذ اللہ) جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو زندہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کیا۔ ایک یہودی کی بیٹی کو زندہ کیا اور گفتگو فرمائی۔ بیٹی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں واپس نہیں آنا چاہتی کیونکہ میں نے اپنے رب کو باپ سے زیادہ مہربان پایا ہے۔ چنانچہ وہ لڑکی پھر اپنی قبر میں ہی رہی۔ ایسے لاتعداد واقعات ہیں مگر ان انگریزی مولویوں نے یہ بیان نہ کئے بلکہ تحریراً تقریراً کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو کچھ نہیں کر سکتا مکھی کا پر نہیں بنا سکتا۔ اور پھر آگے فرمایا۔ " وَ اُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ" اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور سفید داغ والے (یعنی کوڑھی) کو۔ اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے۔

یعنی میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ کوڑھیوں کو ٹھیک کرتا ہوں اور اندھوں کو آنکھیں دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ یعنی اللہ نے مجھے یہ کمال عطا فرمائے ہیں۔ مگر ان انگریزی ملاؤں نے اس کے مقابلے میں کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کچھ نفع نہیں دے سکتے وہ محض مجبور ہیں۔ نہ وہ کوڑھی کو شفا نہ اندھے کو آنکھ دے سکتے ہیں اور نہ ہی حضور مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسا کر سکیں۔ پھر آگے قرآن کے الفاظ ہیں۔ " وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ " اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے یہ علم بھی ہے کہ تم کتنا کھا کر آئے ہو اور تمہارے گھر میں کتنا باقی جمع ہے۔ یعنی اللہ نے مجھے علم غیب بھی دیا ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں ان انگریزی ٹوڈیوں نے کہا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں دیا گیا۔ پھر قرآن کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ مگر ان لوگوں (یعنی دیوبندیوں اور وہابیوں) نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو ہماری طرح کے بشر ہیں۔ بڑے بھائی کی طرح ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ بحیثیت مسلمان ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برابری نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ قرآن پاک نے واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

" قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ " بے شک اللہ کی طرف سے نور آیا۔ مختصراً یہ کہ ان لوگوں کا ہر اس خوبی اور فضیلت کا انکار کرنا جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے۔ عیسائیت کے اس منصوبہ کا حصہ ہے جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ عیسائیت کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں۔ انجیل، قرآن سے افضل ہے اور عیسائیت اسلام سے افضل ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ عیسائیت کی حمایت اور معاونت ان لوگوں نے کی ہے جو خود کو اسلام کا علمبردار کہلواتے ہیں۔ صرف اور صرف پیٹ پرستی کیلئے مذہب اور قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اگر کچھ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ہوتی اسلام سے وابستگی ہوتی ملک وملت سے پیار ہوتا تو عیسائیت کا آلہ کار نہ بنتے۔ اور آج قوم دھڑے بندی کا شکار نہ ہوتی اور نہ ہی مذہبی منافرت پائی جاتی۔ ان لوگوں نے ایک غلطی کر کے لاکھوں غلطیوں کو جنم دیا۔ چلو وہ تو اپنی جان پر ظلم کر کے چلے گئے تھے اگر بعد والے یہ سنجیدگی سے سوچتے اور اندھی تقلید نہ کرتے تو شاید مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ (لیکن یہ اس ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے ایسا ہی کیا ہے)

مختصراً یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں نے کہا تھا ہم افضل ہیں یہودی کہتے تھے ہم افضل ہیں لہٰذا مسلمانوں تم یہودی ہو جاؤ۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں لہٰذا تم عیسائی ہو جاؤ۔ چونکہ اس علاقہ یعنی ہندوستان میں عیسائی حکومت رہی۔ اس لئے یہاں عیسائیت کو کاروائی کرنے کا موقعہ مل گیا۔ پروگرام دونوں کا ایک تھا۔ بہر حال قرآن پاک نے واضح کر دیا ہے کہ ان کفار یہود ونصاریٰ کا پروگرام یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی بنایا جائے اور تمہیں کہتے بھی ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور عیسائی کہتے ہیں عیسائی ہو جاؤ۔ مگر اے ایمان والو تم ان یہود ونصاریٰ کو کہو کہ کس بھول میں ہو ہم نہ تو دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھوڑنے والے ہیں اور نہ ہی اسلام سے ہٹنے والے ہیں۔ ہم تو ملت ابراہیم علیہ السلام پر رہیں گے۔ مگر تم ملت ابراہیمی پر نہیں ہو۔ اے یہود ونصاریٰ اگر تم ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوتے تو شرک نہ کرتے۔ ہم ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہیں اور اسی پر رہیں گے تم صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہو۔ لہٰذا تم یہودیت اور عیسائیت کو چھوڑ دو اور دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پکڑ و اور کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ کرو۔ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ یہی وہ راہ ہدایت ہے جسکا جناب ابراہیم علیہ السلام سمیت سب نبیوں رسولوں نے اپنی قوموں کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ حَنِیْفًا کے معنی ہیں تمام دینوں کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والا۔ مطلب کہ اے یہودیو اور عیسائیو تم باطل سے توبہ کرو کفر و شرک چھوڑ کر اسلام قبول کرو۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر۔ اور اس پر جو ہماری طرف اترا۔ اور جو اتارا گیا ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر۔ اور جو عطا کیے گئے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور جو عطا کیے گئے باقی انبیاء کو اپنے رب کے پاس سے۔ ہم ان میں کسی کے ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ان یہود ونصاریٰ کو جواب دو کہ اے یہود ونصاریٰ ہم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر تم تو مشرک ہو چکے ہو۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے تو شرک نہ کرتے اور پھر اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہوتے تو آسمانی کتب کا انکار نہ کرتے اور نہ ہی نبیوں کے گستاخ ہوتے۔ ہم مسلمان نہ تو نبیوں کے گستاخ ہیں اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔ ہم سب نبیوں کو مانتے ہیں اور تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کسی نبی کی عزت وعظمت میں کمی نہیں کرتے اور نہ ہی ہم کسی نبی کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم مسلمان کسی نبی علیہ السلام کی توہین کرنا کفر جانتے ہیں اور آسمانی کتب کے انکار کو بھی کفر جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم اہل اسلام ہی ایمان والے ہیں۔ اگر تم بھی (یعنی یہود ونصاریٰ) اللہ پر ایمان رکھتے تو نہ انبیاء علیہم السلام کے منکر ہوتے' نہ ہی ان کے فضائل وکمالات کے اور نہ ہی ان پر نازل کی گئی کتب کا انکار کرتے۔ ہم مسلمان اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور سب کو مانتے ہیں۔ یاد رہے بعض لوگ کم علمی کی بنا پر دوران گفتگو اکثر یہ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے۔ ایسا نہیں کہنا چاہیے کیونکہ انبیاء کرام کی صحیح تعداد کسی نص سے ثابت نہیں۔ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد مقرر نہیں کرنی چاہیے۔ اس لئے اگر تعداد مقرر کی جائے گی تو ہوسکتا ہے نبی اس سے زیادہ ہوں۔ تو پھر باقی نبیوں کا انکار ہو جائے گا۔ اگر کم ہوں تو پھر غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کہا جائے ایک لاکھ کئی ہزار نبی۔ یا کم وبیش کا لفظ استعمال کیا جائے تاکہ نہ تو کسی نبی کا انکار ہو اور نہ ہی غیر نبی کو نبی مانا جائے۔ لہٰذا سب سے بہتر یہی ہے کہ کہا جائے ہم سب نبیوں کو مانتے ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔ اگر وہ منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں۔ تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور منافقین کا رد

marfat.com
Marfat.com

فرمایا ہے۔ کیونکہ منافقین بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے دعویدار تھے۔ بظاہر تمام مذہبی رسومات بھی ادا کرتے تھے۔ یعنی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دل میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا اور دل احترام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی تھا۔ اور کلمہ تو پڑھتے تھے مگر ان کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والی عقیدت نہ تھی خود کو مسلمان تو کہلواتے تھے مگر مسلمانوں والے عقائد نہ تھے۔ مگر جب بھی کسی سے گفتگو ہوتی تو خود کو اسلام کا بہت بڑا ہمدرد اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدت مند ظاہر کرتے۔ لیکن جب موقعہ ملتا یا ایسا وقت آتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کرتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار کرتے اور کہتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ہماری ہی طرح کے ایک بشر ہیں۔ ان سے بھی تو غلطی ہو سکتی ہے۔ (معاذ اللہ)

جب ان کی غلطی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین گرفت کرتے تو کہتے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں' کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا۔ تو اللہ کریم نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان اور عقیدہ کی تصدیق فرمائی۔ اور منافقین کی منافقت کا رد فرمایا کہ جب تک منافقین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسا عقیدہ نہ رکھیں گے مومن نہیں ہو سکتے۔ فرمایا ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس کا ایمان اور عقیدہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ہوگا اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح عقیدہ نہ رکھیں تو پھر مومن نہیں۔ تو اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان منافقین کی فکر نہ کرو اگر یہ منافق منافقت سے باز نہ بھی آئیں تو محسوس نہ فرماؤ۔ عنقریب اللہ کریم ان کی طرف سے بے نیاز کردے گا۔ مطلب کہ اس قدر تجھ سے پیار کرنے والے تیرے غلاموں میں شامل ہوں گے کہ تن من دھن ہر چیز قربان کر کے فخر محسوس کریں گے۔ یعنی انتہائی پیار کرنے والے تجھ پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ منافق تو نرے ضدی ہیں۔ اگر ضدی نہ ہوتے تو تیرے کمالات اور خصائص کو دیکھ کر صحیح العقیدہ مسلمان ہو جاتے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ان کے دلوں میں بھی تیری محبت ہوتی۔ مگر یہ منافق سمجھتے ہیں کہ ہماری ان باتوں کا بھی کسی کو علم نہیں جو ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے دلوں میں جو ارادے ہیں یا خیال ان کا کسی مسلمان اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہے۔ تو فرمایا ان کو کہہ دو کہ اللہ سے کچھ نہیں چھپا ہوا وہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ یعنی جو تم کہتے ہو وہ بھی جانتا ہے اور جو تمہارے ارادے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا عقائد ان کے صحیح ہیں جن کے صحابہ کرام ضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملتے ہوں گے۔ جن لوگوں کے عقائد صحابہ کرام کے عقائد کے خلاف ہیں وہ ایمان والے نہیں اور نہ ہی اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اب موجودہ مذہبی اختلاف پر غور کریں۔ تو باآسانی معلوم ہو جائے گا کہ کن لوگوں کے عقائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتے ہیں اور کون ہیں جو باطل پر ڈٹے ہوئے اور ضدی ہیں۔ چنانچہ آپ سنجیدگی سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے۔ آپ کو کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی۔

marfat.com
Marfat.com

دیکھیں کہ کیا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہماری ہی طرح کے بشر ہیں یا بڑے بھائی ہیں؟ (معاذ اللہ) کیا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں دے سکتا یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مانگنا کفر وشرک ہے۔ یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیوار کے پیچھے کا علم نہیں رکھتا؟ کیا کسی صحابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک چوہدری کی حیثیت رکھتے ہیں؟ کیا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ تاویل سے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جائز ہے۔ (معاذ اللہ) نہیں یہ ایسے غلیظ عقائد صحابہ کرام کے نہیں منافقین کے تھے۔ کسی صحابی نے نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کا انکار کیا ہے اور نہ ہی نورانیت کا۔ اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض ومعروض کو شرک جانا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وفضائل کا انکار صرف منافقین نے کیا ہے۔ اور آج بھی کوئی مومن نہیں منافق ہی فضائل وخصائص کا انکار کرتا ہے۔ اگر آپ فیصلہ منصفانہ کریں گے تو انشاء اللہ یہ فیصلہ اہلسنت کے حق میں ہوگا۔ ہر منصف مزاج آدمی کو دعوت ہے کہ غور فکر کرے۔ کیونکہ نجات عقائد پر ہوگی اور اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے نزدیک ہدائت یافتہ وہی ہے جس کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رہے جب بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا تھا تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت قرآن فرما رہے تھے۔ جب بلوائیوں نے تلوار کا وار کیا تو قرآن کی اس آیت پر خون گرا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پاک سے نکلا پہلے اسی ہاتھ نے قرآن لکھا اب اس کو کاٹا جا رہا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: اللہ کا رنگ ہے اور کون ہے جو اللہ کے رنگ سے بہتر رنگے۔ اور ہم اسکی پوجا کرتے ہیں۔

تفسیر: عیسائی جب کسی کو عیسائی بناتے یا ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ لوگ پانی میں رنگ ڈالکر اس بچے کو اس رنگ والے پانی سے نہلاتے یا ڈبوتے اور عیسائی ہونے والے آدمی کو بھی ایسا ہی کرتے۔ پھر اس کے بعد اس کو پکا عیسائی مانتے۔ یہ ایک رسم تھی جو نصرانی کیا کرتے۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا یہ سب رنگ اور رسمیں جو تم کرتے ہو فضول ہیں۔ رنگ تو صرف توحید و رسالت کا رنگ ہے۔ جو اللہ کو پسند ہے اور سب سے بہتر رنگ ہے اسی میں نجات ہے۔ اس کے سوا باقی سب فضول عمل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا فضول رسموں پر عمل کرنا غلط اور گناہ ہے جیسے آج کل مسلمانوں میں بھی ایسی رسمیں پائی جائیں ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کے موقعہ پر یا منگنی کے موقع پر ایک دوسرے پر رنگ پھینکنا۔ دیگر ایسی غیر شرعی رسموں سے گریز کرنا چاہیے۔ خواہ غمی کا موقعہ ہو یا خوشی کا۔ سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنا چاہیے۔ یہی سچے مومن کی نشانی ہے۔ بصورت دیگر سزا کا

marfat.com
Marfat.com

مستحق ہوگا۔ اور پھر جب بندہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے۔ کیونکہ مومن کافر اور مشرک کی پیروی کو پسند نہیں کرتے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی۔ اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔ ہم تو نرے اس کے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوتے تو بنی اسرائیل سے ہوتے۔ یعنی ہم سے ہوتے۔ تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مطلب کہ اے یہودیو تم تو اللہ کے ماننے والے ہو پھر بھی تم اعتراض کر رہے ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کیوں بنایا ہے۔ جبکہ اللہ کریم قادر مطلق ہے وہ جیسا چاہے کرے۔ وہ جس کو چاہے نبوت عطا فرمائے۔ یعنی اللہ پر ایمان رکھنے والے کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ فلاں کو نبوت اللہ نے کیوں دی یا فلاں کو اللہ نے ایسے کیوں کیا۔ جو اللہ پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں وہ تو اللہ کریم کے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ تمہارے عجیب عقیدے ہیں کہ اللہ کو ماننے کا اقرار بھی کرتے ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار بھی کرتے ہو۔ فرمایا سنو ہم تو اللہ کے خاص بندے ہیں اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور خصائص وفضائل کو ماننا ہے اللہ پر ایمان رکھنے کی دلیل ہے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا منکر ہے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا منکر ہے درحقیقت وہ اللہ کریم کا منکر ہے۔ کیونکہ اگر اللہ کو مانتا ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص نبوت کا منکر نہ ہوتا۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے وہ اللہ کا منکر ہے۔ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اس نے اللہ کو مانا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ جیسے آج کل ایک گروہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ نبوت تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنی تھی مگر جبرائیل علیہ السلام بھول گئے۔ (معاذ اللہ) ایسے عقائد رکھنے والا گمراہ بے دین اور کافر ہے اور یہودیت کا پیروکار ہے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ: بلکہ تم یوں کہتے ہو کہ ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب (علیہم السلام) اور ان کے بیٹے یہودی یا

marfat.com

Marfat.com

نصرانی تھے۔ تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون (ہے) جس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور خدا تمہارے کرتوتوں سے بےخبر نہیں (ہے)۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک یہود و نصاریٰ کی تردید فرما رہا ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام یہودی تھے نیز ان کی اولاد بھی یہودی تھی۔ فرمایا کیوں جھوٹ بول رہے ہو؟ مطلب کہ نہ تو یہ تمام نبی یہودی تھے اور نہ ہی ان کی اولاد یہودی اور نصرانی تھی۔ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت کی وجہ سے تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اور وہ بات کر رہے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ فرمایا اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو کہو ایسے تو تم اللہ پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہو مگر اللہ کے فرمان کے خلاف باتیں کرتے ہو۔ تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو؟ یقیناً اللہ کا فرمان حق ہے۔ اور اے یہود و نصاریٰ تم جھوٹے ہو۔ تم صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کی وجہ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ مگر یاد رکھو تم بہت بڑے ظالم ہو جو جانتے ہوئے بھی حق کا انکار کر رہے ہو اور جھوٹی گواہی دے رہے ہو۔ مگر جان لو کہ اللہ سے تم اپنے دل کے ارادے نہیں چھپا سکتے۔ اللہ تمہارے دلوں کے ارادے بھی جانتا ہے۔ وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جانتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار کرنا یہودیت ہے اور کفر ہے۔ ایسا شخص منافق ہے اور مومن نہیں۔ آج کل بعض لوگ ایسے ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں اور قرآن وحدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص بھی پڑھتے ہیں مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کے سامنے وہ فضائل بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں جن کے بیان کرنے سے ان کو نقصان پہنچتا ہو مثلاً علم پاک، نورانیت، اختیارات وغیرہ۔ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں مگر بیان کرنے سے گریز ہی نہیں انکار کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کا شمار قیامت کے دن منافقین میں ہوگا۔ اور مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو اور ایمان مضبوط ہوں۔ ایسے لوگوں کا قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلاموں میں شمار ہوگا۔ کیوں کہ فضائل کو چھپانا منافقت کی دلیل ہے اور فضائل وخصائص بیان کرنا ایمان دار ہونے کی دلیل ہے اور مومن اور منافق میں یہی فرق ہوتا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ ایک گروہ ہے کہ گذر گیا۔ ان کیلئے ان کی کمائی اور تمہارے لئے تمہاری کمائی۔ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے یہودیو تمہیں نبیوں کی اولاد ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے کہ تم لوگوں

marfat.com
Marfat.com

نے ان کے حکموں کے خلاف کیا ہے۔ جب کہ سب نبیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر دی۔ کہ جب وہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئیں ان پر ایمان لانا۔ مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو تم نے مخالفت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل چھپائے۔ توریت میں ردوبدل کیا اور آپ کے معجزات اور فضائل کو دیکھ کر باطل پر ڈٹے رہے اور انکار کیا۔ اس لئے تمہیں نبیوں کی اولاد ہونے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کی کوئی نبی مدد نہیں کرے گا۔ لہٰذا اگر نجات چاہتے ہو تو کفر سے توبہ کرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ پھر تمہیں نیکیاں بھی فائدہ دیں گی اور تمہاری مدد بھی کی جائے گی۔ کیونکہ قبر وحشر میں صرف ایمان والوں کی مدد ہوگی' کفار کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اگر قبر وحشر میں مدد چاہتے ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو تمہیں نبیوں کی اولاد ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہاری بداعمالیوں کا نبیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے یا تمہارے ماننے والوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں نہ مانا' کیونکہ ہر کوئی اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ اس سے معلوم ہوا بدعقیدہ لوگ چاہے کسی پیر پیغمبر کی اولاد ہی کیوں نہ ہوں ان کو پیروں بزرگوں نبیوں کی اولاد ہونے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی بدعقیدہ ہو جاتا ہے تو اس کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جو بزرگ کی اولاد تو ہو مگر بدعقیدگی کا شکار ہو جائے اس سے تعلق رکھنا جہالت ہے اور نقصان دہ ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جس سے محبت ہوگی بندہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا اگر بدعقیدہ سے تعلق رکھے گا تو قیامت میں نقصان دہ ہوگا۔ اور جس کا تعلق نبیوں ولیوں سے ہوگا وہ بامراد ہوگا۔

❀......❀......❀

marfat.com

Marfat.com

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: اب کہیں گے بے وقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر تھے تم فرمادو پورپ وپچھم (مشرق ومغرب) سب اس ہی کا ہے۔ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی دیگر مشرکین اور منافقین نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دل سے ہمیں مانتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ مسلمان آہستہ آہستہ یہودیت کی طرف آئیں گے۔ تو اللہ وحدہ لا شریک نے ان کا رد فرمایا کہ ایسا سوچنے والے یہ یہودی اور منافقین بے وقوف ہیں عقل والے نہیں۔ اگر انہیں عقل ہوتی تو حضور علیہ السلام پر ایمان لے آتے۔ اور پھر قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کرنا ان کے بے عقل ہونے کی دلیل ہے۔ اگر ان لوگوں کو عقل ہوتی تو اس بات کو نہ بھولتے کہ توریت میں حضور علیہ السلام کو نبی قبلتین فرمایا ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امام القبلتین ہیں اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ جیسے کہ پہلی کتابوں میں درج ہے۔ جس کا یہ دانستہ انکار کر رہے ہیں اور جناب آدم علیہ السلام سے لے کر جناب موسیٰ علیہ السلام تک کعبہ ہی قبلہ رہا تھا۔ اور جناب موسیٰ علیہ السلام سے لے کر جناب عیسیٰ علیہ السلام تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ مگر حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی تو حضور علیہ السلام کی نگاہ کرم سے پھر کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا تو یہودیوں اور دیگر کافروں منافقوں نے بہت باتیں بنائیں۔ جس پر فرمایا گیا کہ انہیں کہو کہ مشرق مغرب سب اس ہی کا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی پر کعبہ کو قبلہ بنا دیا ہے۔ اور یاد رکھو سیدھی راہ پر وہی لوگ ہیں جو اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اور مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یعنی سیدھی راہ پر تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کو مان لیا ہے لہٰذا یہودیو منافقو گمراہ تو تم ہو۔ اور بے وقوف ہو جو حضور علیہ السلام کو جان نہیں سکے۔ اگر تم میں عقل ہوتی تو پھر تم حضور علیہ السلام پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جاتے۔ اس آیت پاک سے اصحاب رسول پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مخلص مومن ہونے کی عظیم دلیل ہے جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب پاک پر تنقید کرتے ہیں وہ اللہ کی گواہی کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ کی گواہی کو جھٹلانے والے مخلص مومن نہیں ہو سکتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کی ایک

marfat.com
Marfat.com

صاع بلکہ نصف صاع کے ثواب کو بھی نہیں پہنچے گا (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا کہ کوئی غیر صحابی خواہ کتنا نیک اور خوبیوں کا مالک ہو صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا تمسخر اڑانا تو ہین کرنا یہودیوں اور کفار کا عمل ہے کیونکہ یہودی صحابہ پر طعن کرتے تھے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا یہ مسلمان اس لئے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے۔ تو غلام اپنے آقا کی اطاعت کر رہے ہیں۔ تو لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ نہ تو حضور علیہ السلام تمہارے نظریات کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی ایمان والے لوگ یعنی صحابہ کرام کیونکہ تم گمراہ اور بے دین ہو صراط مستقیم یہ ہے جس پر میرا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نگہبان اور گواہ اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے امت مصطفیٰ کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والو تم تمام نبیوں کے امتیوں سے افضل ہو اس سے ثابت ہوا حضور علیہ السلام کے صحابہ دیگر نبیوں کے صحابیوں سے افضل ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ نبیوں کے بعد مقام حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کا ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے کہ اب جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کو گالیاں دے گا وہ شخص ملعون ہوگا کیونکہ جن کی فضیلت قرآن بیان کرے ان کی فضیلت کا انکار کرنے والا قرآن کی نص کا منکر ہوگا اور جو شخص منکر ہوگا وہ مومن نہیں۔ کیونکہ منکر قرآن مومن نہیں رہتا اس لئے صاحب ایمان وہی ہوگا جو اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عقیدت مند ہوگا اور ان کو سچا پکا مومن جانے گا اور ان کی فضیلت پر ایمان رکھے گا اور ان کو بہترامت جانے گا۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے نبی کے غلاموں تم لوگوں پر گواہ ہو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ صلحاء اور علماء حق اہلسنّت و جماعت پہلے نبیوں کے حق میں گواہی دینے والے ہوں گے اور کفار کے خلاف گواہ ہوں گے۔ اور ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ قیامت کے دن جب سب جن اور انسان جمع ہوں گے تو اللہ کریم کفار کو

marfat.com
Marfat.com

مخاطب کر کے فرمائے گا کہ اے کافرو تم مجھ پر ایمان کیوں نہ لائے کیا تمہارے پاس میرے احکام نہیں پہنچے تو کافر انکار کر دیں گے۔ کہ اے رب العالمین ہمیں تیرے احکام کسی نے نہیں پہنچائے۔ تو اللہ کریم نبیوں سے پوچھے گا تو انبیاء کرام عرض کریں گے یا رب العالمین یہ جھوٹے ہیں ہم نے تیرے احکام پہنچائے۔ مگر انہوں نے تیرے احکام کو جھٹلایا اور ہم پر بھی تنقید کی اور ہماری توہین کی اور جھٹلایا تو اللہ کریم اس پر گواہی طلب کرے گا تو تمام انبیاء عرض کریں گے یا باری تعالیٰ امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ لے تو امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی صحابہ کرام علماء کرام صلحاء عظام) انبیاء کے حق میں اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو اس پر گزشتہ کفار عرض کریں گے یا رب یہ کیسے گواہی دے سکتے ہیں یہ تو ہم سے بعد میں آئے تھے ان کو کیا معلوم کہ ہماری طرف نبی آئے اور انہوں نے ہمیں احکام پہنچائے اور ہم نے انبیاء کی توہین کی اور احکام پر عمل نہ کیا تو اللہ کریم پھر امت مصطفیٰ سے پوچھے گا کہ ہاں تمہیں کیسے معلوم ہے تو امت مصطفیٰ عرض کرے گی کہ اے ہمارے رب تو نے ہم پر احسان کیا اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا اور ان پر قرآن نازل کیا اس کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہے کہ انبیاء نے تبلیغ کا حق ادا کیا اور انہوں نے (یعنی کافروں نے) جھٹلایا اور منکر ہو گئے۔ یہ ہم نے حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے سنا ہے اور قرآن میں پڑھا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام تشریف لائیں گے اور تصدیق فرمائیں گے کہ میری امت بھی یعنی میرے صحابہ اور امت کے صلحاء صحیح کہتے ہیں۔ یہاں یاد رہے کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی حضور علیہ السلام سے سن کر اور قرآن پڑھ کر ہوگی اور حضور علیہ اسلام کی گواہی اللہ کے علم غیب دیئے ہوئے کی بنا پر ہوگی کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ شان عطا فرمایا ہے کہ جو ہو چکا ہے اور جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کا علم ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر اتباع کرنے والے کو کہ اس کا دین میں کیا مرتبہ ہے اور ان کے ایمان کی کیا کچھ حقیقت اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے ان کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی جانتے ہیں تمہارے ایمان کے درجات اور نیک و بد اعمال و اخلاص کو بھی جانتے ہیں۔ (فتح العزیز) اسی لئے قرآن نے فرمایا ویکون الرسول علیکم شہیدا کہ میرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے اوپر گواہ ہیں اور گواہ کیلئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔ ایک تو گواہ دیکھتا ہو اور دوسرا سنتا ہو۔ اگر گواہ اندھا ہو دیکھ نہ سکتا ہو تو پھر بھی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی اور اگر سنتا نہ ہو تو پھر بھی گواہی میں نقص ہوتا ہے کیونکہ جو سننے سے معذور ہو اس کو کیا خبر کہ کس نے کیا کہا ہے۔ اور جو اندھا ہو اس کو کیا خبر کہ کس نے کیا کیا ہے۔ لہٰذا گواہ وہی ہو سکتا ہے کہ جو دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو تو اللہ کریم نے یہ خوبیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ اسی لئے اللہ کریم حضور علیہ السلام کی گواہی کے بعد کسی اور گواہ کو طلب نہیں فرمائے گا اور فیصلہ فرما دے گا۔ کیونکہ اللہ نے حضور علیہ والسلام کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اہلسنت کا ایمان ہے۔ جو قرآن سے ثابت ہو رہا ہے جس پر بعض منافقین فتویٰ بازی کرتے ہیں اور اہلسنت کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ قرآن سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ اگر سن کر گواہی کافی ہوتی تو وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت بھی دے چکی تھی۔ مگر امت کی گواہی دینے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گواہی لینا ثابت کرتا ہے کہ امت سن کر پڑھ کر گواہی دے رہی تھی اور اس پر اعتراض ہوا کفار نے کیا مگر جب حضور علیہ السلام نے گواہی دی تو گواہی مکمل تصور کی گئی کہ حضور علیہ السلام کو یہ دونوں کمال حاصل تھے کہ سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کے بعد فیصلہ فرمایا جائے گا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون پیروی کرتا ہے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کا معاملہ اس لئے کیا گیا کہ دیکھیں کون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا غلام ہے اور کون ہے جو بظاہر کلمہ تو پڑھتا ہے مگر دل میں احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں رکھتا دل محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ہے دل میں ایمان نہیں منافقت بھری ہوئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے کعبہ کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور پھر سترہ مہینے کے بعد پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کی تو جن کے دلوں میں ایمان نہ تھا یعنی منافقوں نے باتیں بنانی شروع کر دیں کہ یہ عجیب تماشا ہے کہ کبھی ادھر منہ کر کے نماز پڑھو اور کبھی ادھر منہ کر کے نماز پڑھو چنانچہ منافقین نے بہت زیادہ باتیں کیں تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تبدیلیوں کا مقصد ہی یہ تھا کہ مومن اور منافق میں فرق ظاہر ہو جائے۔ دیکھیں کون تیری پیروی کرتا ہے اور کون ہے جس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا صرف زبان سے کلمہ پڑھتا ہے مطلب کہ جن کے دلوں میں ایمان ہو وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فعل یا قول پر اعتراض نہیں کرتے وہ صرف تعمیل حکم کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر قول وفعل پر عمل کرنا عبادت جانتے ہیں۔ اور جو منافق ہوتے ہیں وہ معترض ہوتے ہیں کہ یوں کیوں ہوا ایسے کیوں ہوا وہ لوگ باتیں بناتے ہیں تو قبلہ کی تبدیلی کا مقصد بھی یہی تھا کہ معلوم ہو جائے سچا مومن کون ہے اور منافق کون ہے اور قرآن پاک کا ارشاد بھی یہی ہے کہ ایمان والو تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرو کیونکہ حضور علیہ السلام کا ہر قول و فعل حق ہے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں یاد کرنے کے ارادے سے ہر اس بات کو لکھ لیا کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتا پس لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ ہر اس بات کو لکھ لیتے ہیں جو سنتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں۔ ناراضگی اور رضا مندی میں بھی کلام فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو

marfat.com

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے دَھن اقدس (یعنی منہ مبارک) کی طرف اشارہ کیا اور اشارہ فرمایا۔ لکھتے رہو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس دَھن شریف سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی مگر حق۔ (ابوداؤد شریف) مطلب کہ اے لوگو یہ جان لو کہ میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ میں وہی کرتا ہوں جو اس کی رضا ہوتی ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا منافق ہوگا۔ مومن ہر قول وفعل کے سامنے سر تسلیم خم کردے گا۔

وہ دھن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ

اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اس نے ہدایت دی اللہ وحدہ لاشریک فرماتا اگرچہ یہ بات تو بہت بڑی تھی (یعنی قبلہ کی تبدیلی بار بار ہونا) مگر جو لوگ صحیح ایمان والے ہیں ان کیلئے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اس لئے کہ جن لوگوں کا عقیدہ ہو کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر عمل حق اور صحیح ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہی دین ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاہیں کریں اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا ہے۔ اور آپ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اللہ آپ کی اداؤں پر عمل کرنے اور آپ کی اطاعت کرنے سے خوش ہوجاتا ہے۔ ان لوگوں کیلئے یہ تبدیلی قبلہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ کیوں کہ وہ تو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے والے ہیں اور سچے پکے غلام ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں اس پر عمل کرنا نجات جانتے ہیں۔ فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت والے ہیں جو بلا چون وچرا حضور علیہ السلام کے قول اور فعل کو حق جانتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ

اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ چند صحابہ نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے دنوں میں وفات پائی تو جب قبلہ تبدیل ہوا کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جانے لگی تو ان کے عزیز و اقارب حاضر خدمت ہوکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی نمازوں کا کیا ہوگا جو پہلے فوت ہوچکے ہیں۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا ان کو ثواب ملے گا کیونکہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی کی تھی تو جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ اس کے نیک عمل ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف چہرہ مبارک (منہ) کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا چہرہ مبارک پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

تفسیر: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے یہودی کہا کرتے تھے کہ یوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمیں برا جانتے ہیں مگر ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ انور کر کے نماز بھی پڑھتے ہیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودیوں سے اس قسم کی باتیں سنیں تو مزاج اقدس پر اثر ہوا اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ یہودیوں کو طعن کرنے کا موقع نہ ملے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ خیال مبارک آیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور بار بار آسمان کی طرف رخ انور اٹھتا تھا۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے رخ انور کا بار بار اٹھنا دیکھ رہا ہوں تو اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی اپنا رخ انور پھیر لو جدھر تمہارا دل چاہتا ہے کیونکہ میں تو تیری رضا چاہتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے اندر ہی اپنا رخ انور بیت المقدس کی طرف سے پھیر کر بیت اللہ کی طرف کر لیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادوں کو پورا کرتا ہے یعنی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ کی مرضی ہو اللہ اسی طرح کر دیتا ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ ۔ (بخاری)

یارسول اللہ میں تو یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

پس قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادوں کو جلد پورا کرتا ہے۔
اب اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات کا منکر ہو تو وہ جاہل یا تو قرآن سے ناواقف ہے یا پھر منافق ہے کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

جس کے ارادوں کو اللہ کریم پورا کرتا ہو اس کے متعلق یہ کہنا کہ نبی کو اختیار نہیں یا نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ قرآن پاک سے ناواقف ہے۔ جاہل ہے یا پھر منافق ہے اگر قرآن وحدیث کو جانتا ہوتا یا صحیح العقیدہ سچا پکا مومن ہوتا تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہی اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کیا جاتا۔ کیونکہ جس کے ارادوں کو دیکھ کر اللہ کریم فیصلہ فرمائے اور مرضی کو پورا کردے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل اقدس میں خواہش پیدا ہو اور اللہ کریم فرمائے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے تمہاری مرضی ہے ویسے ہی کر لو پھر اس کے متعلق عقیدہ ہو کہ اسے کچھ اختیار نہیں اور ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو یہ ضد کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کے معاملہ میں ضد ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ مومن حضور علیہ السلام کی فضیلت ماننے میں ضد نہیں کرتا مومن فضائل وخصائص کا اقرار کرتا ہے اور منافق ضد کر کے حیلے بہانے سے انکار کرتا ہے آگے فرمایا اے ایمان والو تم جہاں کہیں بھی نماز پڑھو تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کرو اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا رخ انور کعبہ کی طرف کیا ہے یعنی حضور علیہ السلام کی خواہش پر قبلہ تبدیل کر دیا گیا ہے اب ہر مومن بیت اللہ کو ہی قبلہ مانے ورنہ نماز قبول نہیں کی جائے گی بلکہ جو بیت اللہ کے قبلہ ہونے کا انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا کیونکہ اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خواہش کی مخالفت کی ہے اور اللہ کے حکم کا منکر ہوا ہے اس سے ثابت ہوا ہے حضور علیہ السلام کے فیصلے کا منکر بھی ایمان والا نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع دیتے ہیں کیونکہ بیت اللہ کو نفع دیا گیا آج پوری کائنات کے ایمان والے اگر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو یہ عزت ووقار بیت اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ کرم سے ملا ہے ورنہ کوئی شخص بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتا اگر حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کی طرف اپنا رخ انور نہ کرتے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع نہیں دے سکتے وہ لوگ بیت اللہ کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر فیصلہ منصفانہ ہوا تو اہل اسلام کے حق میں ہوگا اور وہ شخص عظمت، وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور اقرار کرے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے سب کچھ ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع دے سکتے ہیں اور پھر آگے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ جانتے ہیں کہ جو آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا وہ بیت اللہ کو قبلہ بنائے گا اور یہ یہودی اور عیسائی دانستہ انکار صرف حسد کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ مگر اللہ کریم ان کے عملوں سے بے خبر نہیں یعنی اے یہودیو اور نصرانیو میں علیم وخبیر ہوں تمہارے دل کی کیفیت اور ارادوں کو جانتا ہوں کہ تم لوگ صرف اور صرف حسد کی وجہ سے انکار کر رہے ہو جس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔

وَلَئِنۡ اَتَيۡتَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوۡا قِبۡلَتَكَ‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ‌ۚ وَمَا بَعۡضُهُمۡ بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ

marfat.com
Marfat.com

بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ۔ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ اگر تم ان کتابیوں یعنی یہود و نصاریٰ کے پاس دلائل بھی لاؤ یہ پھر بھی تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور پھر یہ تو آپس میں بھی اختلاف رکھتے ہیں ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے۔ مگر یاد رکھو جو شخص یہود و نصاریٰ کی پیروی کرے گا وہ شخص ظالموں میں ہوگا مگر یہاں ظلم سے مراد کفر بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنائے ہوئے قبلہ کی مخالفت کرے گا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کے خلاف کرتا ہے اور جو فیصلے کے خلاف کرے گا وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن پاک کے واضح الفاظ ہیں۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں یعنی اے محبوب جو تیرے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تیرے فیصلے کو نہ مانے تو وہ مومن نہیں ہوسکتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ ہے کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہے اب جو کعبہ کو قبلہ نہ مانے گا وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا اور پھر مومن تو بیت اللہ کے قبلہ ہونے کا منکر ہو بھی نہیں سکتا اس لئے جو حضور علیہ السلام کی اس فضیلت کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں منافق اور یہودیت کا پیروکار ہوگا مومن وہی ہوگا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاہنے پر اللہ کریم نے کعبہ کو قبلہ قرار دیا ہے اور ہمارا قبلہ کعبہ ہے اور ہم حضور علیہ السلام کے غلام ہیں اور حضور علیہ السلام کا ہر قول و فعل حق ہے۔ لہٰذا کعبہ ہی قبلہ ہے یہ اگر کوئی شخص بیت اللہ کے قبلہ ہونے کا انکار کرے گا تو وہ حضور علیہ السلام کے قول اور فعل کو حق نہیں جانتا بلاشبہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ منکر ہے اور ایسا شخص یہودیوں اور عیسائیوں کا پیروکار ہے۔ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھے گا (متفق علیہ) اس لئے ہر مومن کو چاہیے کہ اچھے عقائد والے لوگوں کے ساتھ تعلق بنائے تاکہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور ولیوں کے ساتھ ہو یہود و نصاریٰ والے عقائد نہ رکھے ورنہ ان کا ساتھی شمار ہوگا اگر حضور علیہ السلام کے غلاموں میں ہوگا تو قیامت کے دن اللہ کا فضل شامل حال ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۞

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی (علیہ السلام) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہود ونصاریٰ جن کو کتاب عطا فرمائی گئی ہے یہ حضور علیہ السلام کے متعلق خوب جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کو جانتا ہے یہ کہ یہ میرا بیٹا ہے اسی طرح یہ یہود ونصاریٰ بھی جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جیسے باپ جانتا ہے کہ میری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اسے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح تمام کتب آسمانی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و خصائص درج ہیں اور حلیہ شریف درج ہے تمام نشانیاں درج ہیں جو ان لوگوں کے علم میں ہیں اور یہ سب کی سب خوبیاں جانتے ہیں اور پھر وہ جو نشانیاں ہم نے (یعنی اللہ نے) بیان کیں ہیں سب کی سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتیں ہیں اس لئے ان کو کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے پہلے توریت انجیل میں سب کچھ بیان کر دیا ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سب کچھ جان چکے ہیں پڑھ چکے ہیں۔ کہ ایک آخرالزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوگا اور اس میں یہ خوبیاں ہوں گی اور یہ نشانیاں ہوں گی جو سب کی سب حضور علیہ السلام میں موجود ہیں مگر یہ بدنصیب دیدہ دانستہ چھپاتے ہیں اور انکار کرتے ہیں علماء یہود کا ایک گروہ تھا جو دنیاوی مفاد کی خاطر حضور علیہ السلام پر ایمان نہ لایا جب ان پر سوال کیا جاتا کہ توریت تو حضور علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرتی ہے توریت میں فلاں جگہ حضور علیہ اسلام کی نبوت کی تصدیق ہے فلاں جگہ یہ لکھا ہوا ہے اور فلاں جگہ یہ لکھا ہوا ہے جو حضور علیہ السلام کی تصدیق کرتا ہے تو وہ بدنصیب اس لکھے ہوئے کو بدل دیتے اور چھپاتے مگر جو لوگ منصف مزاج تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وہ ایمان لے آئے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر سوال کیا کہ آیت کریمہ **یعرفونہ کما یعرفون ابنآء ھم** میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی شان کیا ہے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے پیارے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ تمام علامتیں پائی گیں جو توریت میں درج تھیں تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہی وہ آخرالزماں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا ذکر توریت میں پایا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام نشانیاں حضور علیہ السلام میں پائی جاتیں تھیں جو توریت میں درج تھیں۔ چنانچہ میں نے کلمہ پڑھ لیا اور میں نے اپنے بیٹوں کی نسبت حضور علیہ السلام کو پہچاننا آسان پایا۔ دیکھیں میں نے فوراً گواہی دی کہ حضور علیہ السلام اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ بیٹے کے معاملہ میں بیوی پر اعتماد کیا جاتا ہے یہ قطعی یقین نہیں ہوتا مگر حضور علیہ

marfat.com
Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر تو قطعی یقین ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ کہے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام کی پیشانی چوم لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا ہے کہ توریت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے اور شام ان کے قبضہ میں ہوگا نہ وہ بدزبان ہوں گے نہ ہی بازاروں میں شور مچانے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے لیں گے بلکہ درگذر فرمانے والے ہوں گے۔ (الیٰ آخر) اس سے معلوم ہوا کہ کمال مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھپانا یہودیت کی پیروی ہے اور منافقت کی علامت ہے جو لوگ آج بھی دھڑے بندی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی خوبیاں بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں اور فضیلت بیان کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ وہ صحیح العقیدہ مسلمان نہیں وہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر نہیں چلتے وہ یہود و نصاریٰ کی تقلید کرتے ہیں جو منافقت کی عظیم دلیل ہے۔ مخلص مومن وہ لوگ ہیں جو حضور علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہیں آپ کے فضائل و خصائص بیان کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے ہیں اور ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں درود وسلام پڑھتے ہیں۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ترجمہ: (اے سننے والو) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حق ہیں سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس میں شک کرنا اللہ پر شک کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے حق ہی آتا ہے خواہ وہ کوئی کتاب ہو یا نبی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو مومن اس پر شک نہیں کرتے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۣ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: اور ہر ایک کیلئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں تم جہاں کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جدھر وہ رخ کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہے تم میں سے بھی کوئی قبلہ میں اختلاف نہ کرے کیونکہ اختلاف قبلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے لہٰذا مومن کو چاہیے کہ اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی نیکی ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ نیکیاں کرنے میں یعنی اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے میں سستی نہ کرے جس قدر نیکیاں زیادہ ہوں گی اس قدر اللہ کا فضل زیادہ ہوگا اور قیامت کے دن زیادہ نیکیاں کام آئیں گی۔ بندے کو چاہیئے کہ گناہ کو چھوٹا سمجھ کر نہ کرے اور نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہ چھوڑے کیونکہ کیا خبر اللہ کس چھوٹی سے چھوٹی بات پر راضی ہو جائے جیسے ایک عورت پر کتیا کو پانی پلانے پر راضی ہو گیا اور سب گناہ معاف کر دیئے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾

ترجمہ: اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے بندو تم جب نماز کیلئے کھڑے ہو تو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو خواہ سفر میں ہو یا گھر میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھو تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا کرو یہی تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ اب اگر کوئی بندہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی کیونکہ وہ شخص حضور علیہ والسلام کی اطاعت نہیں کرتا اگرچہ سجدہ اللہ ہی کو کرے مگر پھر بھی نماز قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اختلاف کیا ہے اور حضور علیہ السلام کے فیصلے کی مخالفت کی ہے ایسا شخص مومن نہیں منافق ہے اگر وہ دل میں حضور علیہ والسلام کی عقیدت رکھتا ہوتا تو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا اور قبلہ بیت اللہ شریف کو مانتا کیونکہ بیت اللہ کو قبلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش پر بنایا گیا ہے اور جو شخص بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھے گا اس کو قبلہ نہ مانے گا در پردہ وہ عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہوگا اور ایسا شخص مومن نہیں وہ منافق ہے اس لئے اللہ کریم نے فرمایا میری طرف سے حق وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش ہے اور کعبہ کو قبلہ حضور علیہ اسلام کی خواہش پر بنایا گیا ہے لہٰذا اللہ کی طرف سے بھی حق یہی ہے یعنی بیت اللہ ہی قبلہ ہے اور پھر آگے فرمایا کہ اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں مطلب یہ کہ اللہ ہر شخص کے دل کے خیالوں کو جانتا ہے یعنی اے منافقو اور کافرو اور ایمان والو اللہ کریم سب کے دلوں کے ارادے جانتا ہے کہ کون دل میں محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رکھتا ہے اور کون صرف بظاہر کلمہ پڑھ رہا ہے یاد رکھو جو دل سے عقیدت رکھتے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا مومن وہی ہوگا۔ اگر کسی ایمان والے سے بھول ہو جائے یا وہ سمجھے کہ اس طرف قبلہ ہے تو نماز پڑھ لے مگر قبلہ کی سمت صحیح نہ ہو تو نماز ہو جائے گی کیونکہ اس کی نیت درست ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔ اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو ان میں ناانصافی کریں تو ان سے ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اے ایمان والو تم جہاں کہیں بھی ہو اور جب بھی نماز پڑھنا چاہو تو اپنا منہ قبلہ یعنی بیت اللہ شریف کی طرف کیا کرو اور اگر مسجد بنانا چاہو تو تب بھی اس کا رخ کعبہ شریف کی طرف رکھو۔ اس لئے کہ توریت میں درج تھا کہ جو آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے وہ کعبہ کو قبلہ بنائیں گے اور ہجرت کریں گے۔ لہٰذا اے ایمان والو تم جہاں بھی نماز پڑھو اپنا رخ قبلہ کی طرف کرو تا کہ یہودی تم پر طعن نہ کر سکیں اور نہ ہی اعتراض کی گنجائش باقی رہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم ان لوگوں پر خوش ہے جو حضور علیہ السلام پر طعن کرنے اور طعن ہونے کو پسند نہ کریں اور اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وعظمت چاہتا ہے اللہ کریم کا یہ فرمانا اور قرآن کا نازل کر کے ایمان والوں کو حکم دینا کہ تم اپنا رخ کعبہ شریف کی طرف کر کے نماز پڑھو تا کہ یہودی حضور علیہ السلام پر اعتراض نہ کر سکیں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس کا تحفظ فرماتا ہے اور حضور علیہ السلام کے ناموس کا تحفظ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے لہٰذا ہر مومن پر فرض ہے کہ وہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رکھے خواہ تقریر ہو یا تحریر اگر گفتگو کرے تو تب بھی اس کے الفاظ سے عظمت وشان مصطفیٰ ظاہر ہو اگر تحریر ہو تو تب بھی اس کے الفاظ میں فضیلت مصطفیٰ ظاہر ہو اور الفاظ ایسے ہوں کہ پڑھنے سننے والے کے دل میں فضیلت مصطفیٰ پیدا ہو' محبت اور عقیدت پیدا ہو جن لوگوں کی تحریروں اور تقریروں میں توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پائی جائے ایسے لوگ منافق ہیں کیونکہ مومن چاہے تحریر کرے یا تقریر سننے پڑھنے والوں کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عقیدت پیدا ہو گی یہی ایماندار ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مومن تو توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گمان بھی کفر جانتا ہے مگر جو لوگ تحریروں میں یہ کہیں حضور علیہ السلام کا علم ابلیس اور ملک الموت سے کم ہے اور پھر کہے کہ نبی کا خیال نماز میں بیل اور گدھے سے بدتر ہے ایسے گروہ مخلص مومن نہیں ہیں مومن وہ ہوتا ہے جو احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان جانے مختصراً یہ کہ اس وحدہ لاشریک کے فرمان کا مطلب ہے اے ایمان والو وہ عمل کرو اور عقائد رکھو جس سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوتی ہو لہٰذا نماز بھی بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھو تا کہ حضور علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

کی فضیلت ظاہر ہو آگے فرمایا جو ناانصافی کریں تو ان ناانصاف لوگوں سے نہ ڈرو۔ مطلب یہ کہ جو لوگ عظمت وشان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے وہ ناانصاف ہیں اگر انصاف کرتے تو یہ سب فضیلتیں حضور علیہ السلام کی تسلیم کرتے یعنی جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلتوں کا انکار کرکے یہود ونصاریٰ کو تقویت دیتے ہیں وہ لوگ ناانصاف ہیں لہٰذا ان کی پرواہ نہ کرو اور نہ انکا ڈر رکھو ایمان والے صرف اللہ سے ڈرتے ہیں مطلب کہ گستاخوں کے مقابلے میں ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ کرو۔ اور میں (اللہ وحدہ لاشریک) تم پر اپنی نعمتیں پوری کروں گا یعنی بہت زیادہ تم پر فضل ہوگا فرمایا یہ اس لئے کیا جائے گا تاکہ تم ہدایت والے بن جاؤ ورنہ میرا حبیب محتاج نہیں ہے کہ کوئی مانے گا تو تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں وہ میرا سچا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے مخلوق میں اگر کوئی انکار کرے گا تو اپنا نقصان کرے گا اگر اقرار کرے گا تو اپنے بھلے کو میرا محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ اور تمہاری دنیاوی اور آخروی زندگی سنور جائے یعنی جب تم قیامت کے روز میری بارگاہ میں حاضر ہو تو میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو کر آؤ اسی میں تمہاری بہتری اور نجات ہے کیونکہ میرا فضل اس پر ہوگا جو قیامت میں حضور علیہ السلام کے غلاموں میں شامل ہوگا۔

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جو رسول (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے بھیجا ہے تم میں سے یعنی انسانوں سے بھیجا ہے یہ اگر انسانوں سے نہ بھیجا جاتا تو تم اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔ مثلاً جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول تو ہیں مگر ہم ان سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتے یعنی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانوں سے ہیں تو پوری کائنات فائدہ حاصل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اللہ کریم فرما رہا ہے میں اس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا بھی اسی لئے ہے تاکہ تم فائدہ حاصل کرسکو وہ محبوب میری آیات تلاوت فرمائے تمہیں میرے احکام پہنچائے اور تم اس پر عمل کر کے اپنی دنیاوی اور اُخروی زندگی سنوار لو تاکہ تمہیں دینی دنیاوی معاملے میں کوئی پریشانی نہ ہو اس کی زبان پاک سے نکلے ہوئے الفاظ

marfat.com
Marfat.com

سے رہنمائی حاصل کرسکو اور پھر عملی زندگی میں اس کا کردار دیکھ کر رہنمائی حاصل کرسکو اور پھر دوسرا نفع تمہیں یہ دے کر تمہیں پاک کرے تمہیں ستھرا کرے تمہیں کفر وشرک فسق وفجور سے بچائے اور پھر تمہارے لئے بخشش کی دعائیں کر کے تم لوگوں کو گناہوں سے پاک کرے تاکہ تمہاری نجات ہو جائے اور نیکی کے راستے پر چلا کر جہنم سے محفوظ کرے مختصراً یہ کہ جس پہلو پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حضور علیہ والسلام کا تشریف لانا ہمارے لئے نفع ہی نفع ہے نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے تمہیں کوئی نقصان ہوا ہے اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارا کوئی نقصان کیا ہے ان کے تشریف لانے سے بھی تمہیں نفع حاصل ہوا ہے اور حضور علیہ السلام کی ذات پاک سے بھی تمہیں نفع ہی حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں نفع دینے کیلئے ہی تشریف لائے ہیں اور صرف اپنے ہی نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیگانوں کو بھی نفع دیتے ہیں سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں ایسی حتمی بات بتا دیں جس کیلئے مجھے کسی دوسرے سے سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اقرار کرو کہ میں اللہ رب العالمین پر ایمان لایا اور اس اقرار پر قائم رہ (مشکوٰۃ و مسلم) اب اگر کوئی منصف مزاج آدمی غور کرے تو اقرار کرے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بہت بڑا نفع حاصل ہوا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فائدہ دیا ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری رہنمائی نہ فرماتے ہمیں توحید کا درس نہ دیتے تو نہ جانے آج ہم کہاں ہوتے خدا محفوظ رکھے۔ توبہ ہزار بار توبہ نہ جانے سابقہ جاہل قوموں کی طرح ہم بت پرستی کرتے ہوتے یا کسی گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوتے اور دنیا آخرت تباہ کر لی ہوتی' آج جو ہم خود کو باایمان سمجھتے ہیں توحید پر ایمان رکھتے ہیں جس کے بغیر بندے کی نجات ہی نہیں تو سارا نفع ہمیں حضور علیہ السلام نے عطا فرمایا ہے جس کا اقرار ہر مومن کرے گا کہ اگر ہمیں ایمان ملا ہے تو حضور علیہ السلام سے ملا ہے اگر ہمیں اس کی رحمت پر امید ہے کہ اللہ کریم ہم پر قبر وحشر میں اپنا فضل فرمائے گا تو صرف اس لئے کہ ہم حضور علیہ السلام کے غلام ہیں توحید و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو گواہی دے کر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (مسلم و مشکوٰۃ)

بہرحال قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع دیتے ہیں اور اللہ کریم نے لوگوں کو نفع دینے کیلئے بھیجا ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی اسم گرامی نفع بخش ہے جس کے لینے سے یعنی ایمان لانے سے بندہ نار جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ یہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور قرآن کریم لوح محفوظ کی تفصیل ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوح محفوظ کا علم ہے اور لوح محفوظ میں ہر چیز موجود ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر چیز کا علم ہے اور آپ کو

marfat.com

Marfat.com

علم ہے کہ کیا ہونے والا ہے اور کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو چکا ہے اگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے تو پھر قرآن کا انکار ہو گا کیوں اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کا علم عطا فرمایا ہے اور پھر جس کو علم نہ ہو وہ دوسرے کو کچھ نہیں بتا سکتا مگر قرآن پاک کے الفاظ ہیں کہ یہ وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف بھیجا گیا ہے جو تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔

یہاں اللہ وحدہ لاشریک نے دو مرتبہ تعلیم کا ذکر فرمایا ہے تو ایک تعلیم وہ جو عام لوگوں کو دی گئی ہے اور ایک خاص علم ہے جو خاص لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے جو پڑھایا نہیں جاتا عطا کیا جاتا ہے ایک علم تو یہ ہے جو لوگوں تک علماء حق کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو اولیاء اللہ کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور جس کے پاس جو ہے وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیا ہوا ہے کیونکہ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو پختہ علم سکھانے والے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے سینے سے چمٹایا اور فرمایا اے اللہ اس کو اپنی کتاب (یعنی قرآن) کا علم عطا فرما (بخاری) اس ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس پر مہربان ہوں بغیر محنت کے علم عطا فرمائیں۔ ایک وہ ہے جو علماء کرام محنت کرتے ہیں جیسے مدارس میں پڑھنا علماء محنت کرتے ہیں اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرم فرماتا ہے ان کو علم عطا فرماتا ہے ان کے متعلق حدیث کے الفاظ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کا بھلا کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دینے والا تو اللہ ہے باٹنے والا میں ہوں یعنی ایک طالب علم محنت کرتا ہے اس کو علم میں عطا کرتا ہوں کیونکہ یہ کمال مجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے اور تیسرا گروہ وہ ہے جو محنت بھی نہیں کرتے اور خاص لوگ ہیں اور نظر سے ان کو عطا کیا جاتا ہے اس کے متعلق حدیث کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو تھیلے (علم کے) سیکھے ایک کو میں نے عام کر دیا اور دوسرے کو اگر ظاہر کروں تو لوگ میرا گلہ کاٹ دیں (بخاری) تو فرمایا کہ تمہیں وہ تعلیم سکھاتا ہے یعنی حضور علیہ السلام تمہیں وہ تعلیم سکھاتے ہیں جو تمہیں علم نہ تھا یعنی جس کے پاس جو ہے خواہ فقیہ ہے علم لدنی ہے مطلب کہ کوئی صوفی ہو مولوی ہو علم والا ہو سب کے پاس جو کچھ ہے اللہ کا دیا ہوا ہے۔

فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا۟ لِى وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ ع

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

تفسیر اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا چرچا کروں گا اس کا مطلب ہے کہ جب کوئی بندہ نفس امارہ کی مخالفت کر کے اس کی رضا کیلئے اپنے تمام معاملات اس کے حکم کے مطابق چلاتا ہے تو ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتا ہے نفل نوافل کو اپنا معمول بنا لیتا ہے اپنی ہر خواہش جو اللہ کے حکم کے خلاف ہے ختم کر دیتا ہے شریعت و سنت کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے پھر میں اس کا چرچا کرتا ہوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اگر وہ میرا دل میں ذکر کرتا ہے تو میں بھی دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا بندہ لوگوں کے سامنے میرا ذکر کرتا ہے تو میں اپنے اس بندے کا فرشتوں کے سامنے کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہیں اگر وہ میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ذراع بڑھتا ہوں۔ اگر میرا بندہ میری جانب آہستہ آتا ہے تو میں اپنے بندے کی جانب دوڑ کر جاتا ہوں (ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا بزرگان دین کا ذکر کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔ اس لئے جب وہ پوری زندگی اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو پھر اللہ بھی اپنے بندہ کا ذکر کرتا ہے جب ہم جیسا گناہ گار اللہ کے مقبول بندوں کا ذکر کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور اللہ کی اطاعت ذریعہ نجات ہوتی ہے تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے میرے بندے اگر تو کوئی مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنی زندگی احکام شریعہ کے مطابق گزارو' میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ اس کا حق ہے کہ اس کو اِلٰہ جانا جائے اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور کثرت سے ذکر کیا جائے اس کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے پھر اس کا شکر ادا کیا جائے اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز کا بروقت یعنی صحیح وقت پر صحیح امام کے پیچھے صحیح طریقے سے ادا کرنا ہے دیگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنا یعنی پورے کرنا ہے جو ان چیزوں میں کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں اللہ کا شکر گزار بندہ وہی ہوگا جو صحیح العقیدہ ہو دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکھتا ہو اور ہر عمل کو محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ادا سمجھ کر ادا کرتا ہو جیسے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پتھر یعنی حجر اسود کو چومتے ہوئے فرمایا کہ اے حجر اسود میں تمہیں اس لئے چوم رہا ہوں کہ تجھے میری سرکار نے چوما ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تفسیر: صبر لغت میں روکنے کو کہتے ہیں تو اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا حالات کیسے ہی ہوں' کیوں کہ زندگی میں بندے پر مشکل سے مشکل حالات بھی آجاتے ہیں تو اس وقت بھی بندہ احکام خداوندی اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بھولے وہی کرے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہو اپنے نفس کی پیروی نہ کرے یا غیر شرعی طور طریقے نہ اپنائے۔ بلکہ ایسے موقع پر نماز پڑھے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرے کہ اے رب العالمین اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہم پر کرم فرما ہمیں صبر کرنے کی توفیق عطا فرما جیسے حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کر کے دکھایا اور اپنے غلاموں کو درس دیا کہ بجائے غیر شرعی رسموں کے نماز پڑھو اور حق پر استقامت کی دعا کرو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں اتنے سخت وقت میں بھی اپنے نانا پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو نہیں بھولے اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پاک دامن شہزادیوں نے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نظر انداز کیا بلکہ عمل کر کے آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ اسلام کی یہ قدر و قیمت ہے اور حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم کے فرمان کی یہ اہمیت ہے کہ سب کچھ قربان ہوسکتا ہے مگر قرآن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت نہیں دیکھی جاسکتی اور پھر قرآن پر عمل کر کے بتایا کہ لوگو اس طرح عمل کرو اور فرمایا کہ اے لعینوں ہٹو مجھے نماز ادا کرنے دو اور سجدے میں جان قربان کی اور نہ آپ رضی اللہ عنہ نے خود صبر کا دامن چھوڑا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے۔ اللہ کریم فرماتا ہے میں صابروں کے ساتھ ہوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو منہ پیٹے گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے طریقوں کو اپنائے (یعنی) بین وغیرہ کرے دوسری حدیث ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص سے بری ہوں جو سر کے بال نوچے چلا چلا کر روئے اور گریبان چاک کرے (مشکوٰۃ و مسلم) اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی یہی ہے کہ یہ شہداء کے حق میں نازل ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شہید ہو جائے یا کسی کا وصال ہو اس کی موت یا شہادت پر صبر کرنا چاہیے۔ لہٰذا جو لوگ ماتم یا واویلا کرتے ہیں ان کا عمل قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور حضور علیہ السلام کو ناپسند ہے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ماتم کرنے والے گریبان چاک کرنے والے رخسار پیٹنے والے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یہی وجہ تھی کہ نہ تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور نہ ہی ام کلثوم سلام اللہ علیہا سے اور نہ ہی دیگر شہزادیوں سے ماتم ثابت ہے اور نہ ہی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ماتم ثابت ہے لہٰذا معلوم ہوا غمی ہو یا خوشی ایسے موقع پر مومن کو چاہیے کہ ہر قسم کے حرام اور ناجائز عمل سے باز رہے خصوصاً مصیبت میں واویلا کرنا ماتم کرنا گریبان چاک کرنا رخسار پیٹنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے ایسا کرنے والے کو سخت سزا ملے گی۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝۱۵۴

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہوں یعنی اپنی جان قربان کریں وہ لوگ زندہ ہیں۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کا مطلب ہے کہ اللہ کیلئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے دین حق یعنی اسلام کیلئے ناموس آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ناموس اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ناموس ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جان دینا اللہ کی راہ میں جان دینا ہے تو جو شخص حق پر قربان ہو جائے اللہ کریم فرماتا ہے وہ زندہ ہے مردہ نہیں اور نہ ہی اسے مردہ کہو۔ حالانکہ شہید کی شہادت کے بعد قبر بنتی ہے مگر قبر میں رہنے کے باوجود اللہ کریم حکم دے رہا ہے کہ اے لوگو قبر کو دیکھ کر اس کو مردہ نہ جاننا یہ زندہ ہے جس سے معلوم ہوا ہر قبر والا مردہ نہیں ہوتا کچھ لوگ قبروں میں رہ کر بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے لہٰذا ہر مومن کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر قبر والا مردہ نہیں ہوتا کچھ لوگ قبروں میں رہ کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ سب قبروں والے مردہ ہیں اس کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے جو عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو وہ

marfat.com
Marfat.com

باطل ہوتا ہے اور باطل عقائد والے کا حق اور جنت سے کوئی تعلق نہیں ہے صحیح العقیدہ وہی لوگ ہیں جن کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہوگا۔ زندہ کیلئے چند علامتیں ہوتی ہیں' پہلی علامت یہ کہ زندہ بندہ کھاتا ہے تو اللہ کریم فرماتا ہے۔ "عند ربھم یرزقون" ان کو قبروں میں کھانے کو رزق دیا جاتا ہے کھانا تو اسی کو دیا جاتا ہے جس کو بھوک لگے یہ بھوک اس کو لگے گی جس کا معدہ درست ہوگا معدے کا درست ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر میں ان لوگوں کا جسم درست ہے اور صحیح ہے یعنی وہ اپنی قبروں میں اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ روح کھانے سے پاک ہے کھانا جسم کو چاہیے روح کو نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ شہید اپنے مزاروں میں اللہ کی دی ہوئی روزی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ زندہ ہونے کی دوسری علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ سنتا ہے چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قبر والے سنتے بھی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف کے قبرستان میں تشریف لے گئے تو اہل بقیع یعنی اہل قبور کو مخاطب کر کے فرمایا "السلام علیکم یا اھل القبور" تم پر سلامتی ہو اے اہل قبور (مشکوٰۃ) اس سے ثابت ہوا کہ اہل قبور سنتے بھی ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام فضول عمل نہیں کرتے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وصال کے بعد یا کہنا بھی جائز اور درست ہے اگر عام مسلمان کیلئے درست ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے بھی درست اور صحیح ہے کفر وشرک نہیں ہے دوسری حدیث حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کا آواز سنتا ہے۔ (ابوداؤد شریف) اس سے ثابت ہوا قبر والے سنتے بھی ہیں اگر عام مسلمان کی یہ فضیلت ہے تو پھر انبیاء اور اولیاء کرام کی فضیلت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ فضیلت ہے وہ اپنے مزاروں میں زندہ بھی ہیں سنتے بھی ہیں اور حاضر ہونے والوں پر کرم بھی فرماتے ہیں' یہی عقیدہ ہر مومن کا ہونا چاہیے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب میں اپنے حجرے میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں آتی تو اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی اس لئے کہ یہاں میرے شوہر یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور میرے والد گرامی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، لیکن جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس بنایا گیا تو خدا کی قسم میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے حجرے میں داخل ہوتی ہوں (راوہ احمد ومشکوٰۃ) اس سے ثابت ہوا حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر والے زندہ ہیں اور وہ آنے والے کو جانتے ہیں پہچانتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصیت فرمانا کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو میری چارپائی حضور علیہ اسلام کی بارگاہ پیش کرنا اور عرض کرنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رفیق غار آیا ہے تم کو جیسا جواب موصول ہوگا اس پر عمل کرنا روضہ انور سے آواز آئی کہ لاؤ یار سے یار کو ملا دو چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مزار ساتھ بنا دیا گیا۔

ایک اور حدیث پیش خدمت ہے ابوسلمہ نے ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا میرے والد ماجد کو ایک آدمی کے ساتھ دفن کیا گیا تھا میرے دل میں ایک تمنا کروٹیں لے رہی تھی پس میں نے انہیں (یعنی اپنے والد ماجد کو) چھ ماہ بعد وہاں سے نکال لیا ان کی کسی چیز میں کچھ فرق واقع نہیں ہوا تھا یعنی وہ اپنی قبر میں صحیح وسلامت رہے۔ سوائے داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین پر لگے ہوئے تھے۔ (یعنی ان کی رنگت میں تھوڑی سی تبدیلی ہو چکی تھی (ابوداؤد) دلائل اور بھی بہت زیادہ ہیں مگر طوالت کا خوف ہے مختصراً کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جان قربان کرے وہ زندہ ہے اسے اتنی اعلیٰ زندگی عطا فرمائی جاتی ہے جہاں اس دنیا والے لوگوں کا گمان بھی نہیں جا سکتا۔ مطلب کہ اتنی عزت وقرار کی زندگی ہوتی ہے کہ اس دنیا میں اس کا گمان بھی ناممکن ہے' اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی یہی ہے کہ شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ جو شہید ہیں یہ دنیاوی نعمتوں اور آسائشوں سے محروم ہو چکے ہیں تو لوگوں کی اس سوچ کے خلاف اللہ کریم نے فرمایا کہ ان کو مردہ گمان نہ کرو مطلب کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ لوگ مردہ ہو چکے ہیں نہیں بلکہ اس سے بہتر زندگی دی گئی ہے اور دنیاوی نعمتوں کے بدلے ان کو عمدہ نعمتیں دی گئیں ہیں دنیاوی آسائش کے مقابلے میں ان کو بہترین آسائش دی گئی ہے۔

مختصراً کہ کوئی چیز ان سے چھینی نہیں گئی بلکہ ہر چیز اس دنیا سے بہتر عطا فرمائی گئی ہے اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے ان سے کوئی نعمت چھن گئی ہے تو ایسا شخص قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے پس جو قبر والے کو مردہ جانے وہ ہر چیز کا منکر ہوا اور قرآن کی نص کا منکر ہوا ایسا شخص مومن نہیں ہو سکتا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حامل قرآن کا وصال ہوتا ہے۔ (یعنی حافظ عالم قرآن کا) تو اللہ کریم زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گوشت کو مت کھانا، زمین عرض کرتی ہے کہ اے میرے رب میں اس کے گوشت کو کیونکر کھا سکتی ہوں کہ اس کے سینے میں تیرا کلام ہے (الحسنات) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ ہم جہاد اصغر سے آرہے ہیں جہاد اکبر کی طرف جا رہے ہیں تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد اصغر اور اکبر میں فرق بیان فرمائیں تو فرمایا تلوار کا جہاد جہاد اصغر ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی ولی سب اپنے مزاروں میں زندہ ہیں آنے والوں کو نوازتے ہیں اور حاضر ہونے والے فیض حاصل کرتے ہیں لہٰذا جو لوگ حیات قبور کے منکر ہیں وہ قرآن کی نص کے منکر ہیں اور خصوصاً حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات پاک کے منکر ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ جو لوگ حیات قبور کے منکر ہیں وہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں جو قرآن و حدیث کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں رہتا اس لئے ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے جو قرآن وحدیث میں ہے کہ انبیاء اولیاء اپنے مزاروں میں زندہ ہیں اللہ ان کو کھانے کیلئے رزق دیتا ہے اور بہت اعلیٰ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سُنا صبر کرنے والوں کو۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ڈر سے مراد اللہ کا خوف بھوک سے مراد ماہ رمضان کے روزے مال کی کمی سے مراد زکوٰۃ صدقہ خیرات اور جانوں کے نقصان سے مراد وہ بیماریاں جو بندے کو آتی ہیں اور پھلوں کا نقصان سے مراد اولاد کا مرنا ہے مطلب یہ کہ اللہ کریم اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ کیا میرے احکام مانتا ہے یا نہیں رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے یا نہیں میں نے اسے مال دیا ہے کیا زکوٰۃ ادا کرتا ہے یا نہیں اور میری راہ میں غریبوں یتیموں، بیواؤں پر خرچ کرتا ہے یا نہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں اور پھر بیماری کی حالت میں بھی میرا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور پھر اولاد کی موت پر بھی میری رضا پر راضی رہتا ہے یا نہیں جو شخص رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہے، مستحقین کی مدد کرتا ہے، اگر مصائب آجائیں بیمار ہو جائے پھر بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، مال میں کمی ہو جائے پھر بھی اولاد کے مرنے پر بھی اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے صبر کا مظاہرہ کرتا ہے واویلا نہیں کرتا ماتم جیسے حرام عمل سے گریز کرتا ہے بین وغیرہ سے باز رہتا ہے تو اللہ کریم ایسے لوگوں کو جنت کی بشارت دیتا ہے یہ کہ اے میرے بندے تو میری ہر آزمائش پر پورا اترا ہے تو نے ہر حالت میں میرا شکر ادا کیا ہے حتیٰ کہ اولاد کے چھن جانے پر بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے نہ رخسارے پیٹے اور نہ گریبان چاک کیا اور نہ ہی تو نے بال نوچے نہ ماتم کیا تیرے اس صبر و تحمل کا صلہ یہ ہے کہ تو جنتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کسی کا بچہ مرجاتا ہے تو اللہ کریم فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب العالمین بچے کی روح قبض کرلی کیا تم نے میرے بندے کے دل کی ٹھنڈک چھین لی تو فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں رب العالمین تو پھر اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا اس مصیبت میں' تو فرشتے عرض کرتے ہیں' اے رب العالمین تیرے بندے نے کہا "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" وہ تیری حمد کرتا تھا تو اللہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ جنت میں ایک محل تیار کرو جو میرے اس بندے کیلئے ہوگا اور اس محل کا نام بیت الحمد رکھو (ترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ واویلا یا ماتم کرتے ہیں سینہ کوبی کرتے ہیں ماتھا پیٹتے ہیں سخت بدنصیب ہیں اور وہ ایسا کرنے سے اپنی آخرت خراب کرلیتے ہیں مگر بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس قبیح فعل کو عبادت کا نام دیتے ہیں۔ جو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ماتم کو حرام فرمایا ہے لہٰذا ہر مومن کو اس قبیح عمل سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ آخرت خراب نہ ہو۔ مومن کو ہر وقت اللہ کی رضا پر راضی رہنا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؁

ترجمہ: کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے مومن کی علامت یہ ہے کہ اس پر کوئی ایسی مصیبت آتی ہے تو وہ کوئی غیر شرعی حرکت نہیں کرتے زبان سے کوئی ایسے الفاظ نہیں نکالتے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہ ہوں واویلا نہیں

marfat.com

Marfat.com

کرتے، رخسار نہیں پیٹتے بلکہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں اور زبان سے عرض کرتے ہیں کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کی ملکیت ہیں وہ جو چاہے کرے ہم نے بھی اسی رب کی طرف جانا ہے یعنی بجائے کوئی غیر اسلامی الفاظ کہنے کے ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اس سے ثابت ہوا کہ کسی کی مرگ پر پیٹنا یا واویلا نہیں کرنا چاہئے کہ سخت جرم اور گناہ ہے اور حرام عمل ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

تفسیر: فرمایا اللہ وحدہ لاشریک نے یہ ہیں وہ لوگ یعنی جو اس کی رضا پر راضی رہتے ہیں حالات کیسے ہی ہوں اپنے رب کے احکام کو نہیں بھولتے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں بھولتے شریعت وسنت کے مطابق چلتے ہیں غمی ہو خوشی ہو انہوں نے اپنے رب اور حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عمل کرنا ہے۔ تو فرمایا یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے مقبول بندے وہی ہیں جو شریعت وسنت پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں اور ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرلے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرلے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان دونوں پہاڑیوں پر دو بت تھے۔ جو بت صفا پہاڑی پر تھا اس کا نام اساف تھا اور جو بت مروہ پر تھا اس کا نام نائلہ تھا اور کفار جب صفا پر جاتے تو اساف نامی بت کو تعظیما چھوتے اور جب مروہ پر جاتے تو نائلہ نامی بت کو تعظیما چھوتے جب مسلمانوں کو صفا اور مروہ کی سعی کا حکم ملا تو لوگوں کے دلوں میں خیال آیا کفار بھی تو ایسا ہی کرتے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بتوں کو چھوتے تھے اور ہم نہیں چھوتے باقی سارا عمل کفار کی مشابہت ہے تو اللہ کریم نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا ایسا ہرگز نہیں چونکہ ایمان والوں کی نیت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ لہٰذا اس وہم کو ترک کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرو حضور سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سعی ترک کرے گا اس پر دم یعنی قربانی واجب ہو جائے گی اس لئے جو حج وعمرہ پر جائے اس کیلئے سعی واجب ہے۔ مختصر وضاحت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے حکم کے مطابق حضرت ہاجرہ اور جناب اسماعیل علیہ السلام کو مختصر سا کھانا دے کر اس وادی میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی وقت میں وہ کھانا اور پانی ختم ہو گیا۔ شدت پیاس کی وجہ سے حضرت

marfat.com
Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام کی حالت غیر ہوگئی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کی تلاش میں صفا تک پہنچیں اور صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک سات چکر لگائے اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے نیچے ایک چشمہ جاری ہوگیا ہے۔ آپ فوراً واپس آئیں۔ اور پانی کو مخاطب کر کے فرمایا زم زم یعنی اے پانی ٹھہر جا ٹھہر جا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں اگر ھاجرہ زم زم نہ فرماتیں تو پوری کائنات کی ضرورت پوری کرنے کیلئے یہ پانی کافی ہوتا۔ تو فرمایا اے ایمان والو تم بتوں کی طرف نہ دیکھو تم یہ دیکھو کہ اس جگہ حضرت ہاجرہ نبی کی بیوی دوڑی ہے اور پھر ایک نبی یعنی جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ دوڑی ہے اور میری ایک مقبول بندی کے قدم لگے ہیں اور ایک صحابیہ کے قدم لگے ہیں اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا بہت فضیلت والی ایک میری بندی کا عمل ہے اور اس کے قدموں کی برکت سے یہ پہاڑیاں میری نشانیوں میں شامل ہیں اس سے معلوم ہوا جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کے قدم لگ جائیں وہ جگہیں اللہ کی نشانیاں ہیں، اگر جناب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو یہ مقام حاصل ہے تو پھر حضور کی ازواج پاک کا مقام کیا ہوگا؟ یقیناً ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا مقام ہے لہٰذا کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر صفا مروہ کی توہین کی جائے یا اس کی فضیلت کا انکار کیا جائے تو کفر ہے۔ اگر کوئی توہین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے تو اس کے کفر میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں جو لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر تقریروں میں یا تحریروں میں توہین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہوتے ہیں سب کے سب گمراہ بے دین اور ملعون ہیں۔

اور پھر حضرت ہاجرہ کو یہ مقام بھی حاصل ہے کہ ایک نبی یعنی جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے جہاں قدم لگ جائیں ان پہاڑیوں کی توہین کرتا ہے اور فضیلت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے تو جو شخص ان کے والدین کی توہین کرے جن کی پشت اور بطنِ اقدس میں امام الانبیاء ٹھہریں ان کی توہین کرنے والا بھی مخلص مومن نہیں ہوسکتا اور پھر ابواشریف کی توہین تذلیل ایمان سے دوری کی دلیل ہے حالانکہ حضور کے والدین کا ایمان ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا" "اللہ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان کے بیچ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا"۔ مطلب یہ کہ والدین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے ہیں سب مومن ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پاک رحموں اور پاک پشتوں میں منتقل ہوتا ہوا آیا ہوں۔ یعنی سب آباؤ اجداد جن میں میرا نور منتقل ہوتا ہوا آیا ہے وہ سب کفر وشرک سے پاک ہیں اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر شک کرتا ہے وہ قرآن مجید کی نص کا منکر ہے اور گمراہ ہے ایسا شخص جب تک توبہ نہ کرے اس کی امامت جائز نہیں اور ایسے شخص سے رشتہ ناطہ جوڑنا بالکل ناجائز ہے۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کی توہین کرنا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ جیسا کہ حضرت حاجرہ صحابیہ بھی ہیں اگر ان پہاڑیوں کی توہین کی جائے جہاں صحابیہ کے قدم لگے ہیں یا فضیلت کا انکار تو کفر ہے پس ثابت ہوا جو امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو برا کہے یا توہین وتذلیل کرے تو ایسا شخص ملعون بے دین اور گمراہ ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

marfat.com

Marfat.com

وسلم کے واضح ارشادات ہیں کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ چنانچہ حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک صاع بلکہ نصف صاع کے ثواب کو بھی نہیں پہنچے گا اور دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا یعنی میرے صحابی کو دیکھنے والے کو بھی آگ نہیں چھوئے گی (ترمذی مشکوٰۃ) اور پھر حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا اللہ کی مقبول بندی بھی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا بزرگان دین کے مزارات اللہ کی نشانیاں ہیں۔ لہٰذا جو لوگ بزرگان دین کے مزارات کی توہین کرتے ہیں ان لوگوں کو بھی اس گمراہی سے توبہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ حدیث قدسی ہے "من عادلی ولی فقد اذنته بالحرب" جو اس کے مقبول بندوں سے دشمنی رکھتا ہے اللہ کریم اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا بزرگان دین، انبیاء، اولیاء کرام علیہم السلام سے عداوت رکھنا ذلت ورسوائی کی علامت ہے اور گمراہ ہونے کی عظیم دلیل ہے اور ایسا آدمی جو بزرگان دین کی مخالفت کرنے والا ہو ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہر اہل ایمان کو احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ کچھ بدنصیب گروہ توحید کا لبادہ اوڑھ کر نبیوں ولیوں کی مخالفت کرکے اپنا ایمان تو تباہ کر ہی چکے ہیں ساتھ ہی کچھ سیدھے سادھے لوگوں کو بھی گمراہی کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں آگے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ کرنے جائے وہ صفا مروہ کا طواف ضرور کرے اللہ کریم اسے اجر عظیم دے گا ثواب دے گا یہاں اس وہم کو دور کیا جارہا ہے صحابہ کے دل میں آیا تھا جو اوپر پڑھ چکے ہیں آگے فرمایا "ومن تطوع خیرا" جو کوئی اچھی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا اخبردار ہے تطوع کے معنی اطاعت کے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے تمام اعمال مراد ہیں خواہ نفل ہوں یا فرض اس میں حج کی تخصیص نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں وہ بدعت گمراہی ہے جس میں قرآن وحدیث کی مخالفت ہو اسلام کی مخالفت ہو جس میں قرآن وحدیث کی مخالفت نہ ہو مذہب کو فائدہ ہو لوگوں کو نفع ہو وہ گمراہی نہیں بلکہ ثواب ہے جیسے نماز تراویح کا باجماعت پڑھنا گیارھویں دینا میلاد کرانا ایسے وہ عمل جن کے کرنے سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہو، مسلمانوں کا بھلا ہو کفر کی مخالفت ہو تو سب جائز اور ذریعہ نجات ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡهُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: بیشک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کیلئے ہم اُسے کتاب میں واضح فرما چکے ہیں ان پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میری لعنت اور لعنت کرنیوالوں کی لعنت ان لوگوں پر جو میری بیّنٰت چھپاتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

بیّنٰت سے مراد وہ علامتیں ہیں جو توریت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کی گئی ہیں یعنی وہ نشانیاں جو حضور علیہ السلام کی توریت میں درج تھیں تو یہودی ان کو چھپاتے تھے اگر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہی وہ آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو سب نبیوں کے سردار بن کر آئے ہیں تو ساری قوم حضور علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہو جائے گی مسلمان ہو جائیں گے ہمارا کافی نقصان ہو گا مذہب کے نام پر جو عزت دولت شہرت ملی ہے وہ سب چلی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے کمالات فضائل و خصائص چھپائے تو اللہ کریم فرماتا ہے لعنت ہو تمہارے اس عمل پر اور تم پر اور لعنت ہو سب ایمان لانے والوں کی تم پر کہ میرے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل چھپا رہے ہو اس سے معلوم ہوا جو لوگ آج بھی دھڑے بندی اور گروہ بندی کی وجہ سے فضائل و خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھپاتے ہیں سب ملعون ہیں اور یہ عمل یہودیوں والا ہے نہ کہ ایمان والوں کا۔ بلکہ ایمان والے لوگ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے ہیں اور آپ کے فضائل کو بیان کرنا سننا عبادت جانتے ہیں ایمان والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کو نورانیت کو اختیارات کو فضائل کو بیان کر کے دل کو تسکین دیتے ہیں روح کو تقویت دیتے ہیں۔ فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانا منافقت ہے بیان کرنا ایمان ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے اور جلدی توبہ کرنی چاہئے اور ایسے گروہوں سے فوراً رابطہ ختم کر کے اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگنی چاہئے تاکہ آخرت ٹھیک ہو جائے کیونکہ ایسے منافقوں کی سنگت بھی تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ: مگر جنہوں نے توبہ کی اور سنوارا (خود کو) اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان (ہوں)۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے مگر جو توبہ کر جائیں گے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات بیان کرنے میں بخل چھوڑ جائیں اور سچے دل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں اور پیار کریں اپنے آپ کو درست کریں یعنی منافقت چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کریں سچے دل سے توبہ کریں تو میں ان کی توبہ قبول کر لوں گا اس سے معلوم ہوا اللہ پر ایمان لانا کسی کام نہیں آئے گا جب تک دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقیدت اور محبت نہ ہو گی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ: بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے مطلب کہ جو لوگ بینات کو چھپاتے ہیں یعنی کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھپاتے ہیں تاکہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لے آئیں اور خود بھی

marfat.com

Marfat.com

ایمان نہیں لاتے ۔کفر کی حالت میں ہی مرتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو ان پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور ایمان والے لوگوں کی لعنت ہے جو ہمیشہ ان پر برستی رہے گی۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمہ: ہمیشہ رہنے والے اس میں نہ ان پر عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

تفسیر: یعنی ان لوگوں کو جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمال چھپانے والے ہیں جن کے دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگی ان پر نہ عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ہی انہیں مہلت ملے گی یعنی توبہ کے دروازے بند ہو چکے ہوں گے۔

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ: تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بڑی رحمت والا مہربان

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اپنے رب کی صفت اور شان بیان کرو تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فرمایا تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جو بڑی رحمت والا مہربان معبود ہے۔ مطلب کہ عبادت کی لائق صرف ایک اللہ ہے دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: بیشک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا (یعنی زندہ کیا) اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان اور زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقل مندوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں۔

تفسیر: فرمایا کا فرواللہ وہ ہے جو زمین آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور رات اور دن کا بدلنے والا ہے اپنے وقت پر رات آتی ہے اور اپنے وقت پر دن یہ سب اس کی قدرت ہے پھر دریا میں کشتی کا چلنا اس کی قدرت سے پانی کا نظام بنانا اس کی قدرت زمین سے فصل کا اگانا ہواؤں کا چلنا یہ سارے کا سارا نظام اللہ وحدہ لاشریک کا بنایا ہوا ہے اور وہی اس کا چلانے والا ہے اور سب

marfat.com
Marfat.com

کا پیدا کرنے والا ہے جو خود بننے میں محتاج ہو وہ الہ نہیں ہوتا الہ وہ ہوتا ہے جس کے سب کے سب محتاج ہوں ہمارا اللہ وہ ہے جو کسی کا محتاج نہیں اور پوری کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا محتاج ہے مگر ان نشانیوں پر غور عقل مند کرے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ: اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں اور کیسے ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جبکہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

تفسیر: کفار بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے انداد اسے مراد بت ہیں تو کفار ان بتوں کو اس طرح مانتے تھے جیسے کوئی مومن خدا پر یقین رکھتا ہے مگر اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے کافر و مومن یعنی جو بندہ اس سے بڑھ کر مجھ سے پیار کرتا ہے میرے مقابلے میں کسی اور کی محبت نہیں رکھتا مگر آج یہ کافر میرے مقابلے میں بتوں کو الہ مانتے ہیں جب ان کو عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ سب سے زیادہ قوت والا ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں (یعنی ماننے والوں) سے اور دیکھیں عذاب اور کٹ جائیں گی ان سب کی ڈوریں (یعنی تعلقات)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جب ان کافروں کو عذاب ہوگا تو پھر ہر چیز بھول جائیں گے ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کریں گے یعنی جو کفار کے مذہبی رہنما تھے جن کے کہنے پر کفر پر ڈٹے رہے ان میں اور کفار قوم میں اختلاف ہوگا اور ایک دوسرے کو برا کہیں گے کہ ان لوگوں نے ہمیں حضور کی غلامی سے روکا اگر اس وقت ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آجاتے ایمان لے آتے تو آج عذاب سے محفوظ ہو جاتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

ترجمہ: اور کہیں گے جو پیرو ہوئے کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا دنیا میں تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی یوں ہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں ہو کر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اس سے معلوم ہوا گروہ بندی یا دھڑے بندی کا شکار ہو کر حق کو قبول نہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے فضائل وکمالات کا انکار کرنا بہت بڑی جہالت ہے بندے کو چاہئے کہ کسی گروہ بندی کی پرواہ نہ کرے۔ حق کو قبول کرے حضور علیہ السلام کی عظمت وشان کا اقرار کرے اسی میں نجات ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شیخ یعنی پیر گمراہ ہو جائے تو فوراً اس سے علیحدہ ہو جانا چاہئے اور برے عقائد سے محفوظ ہونا چاہئے کیونکہ نجات عقائد پر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ: اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدموں پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے لوگو جن چیزوں کو میں نے تمہارے لئے حلال اور پاکیزہ بنایا ہے ان کو کھاؤ کیونکہ اللہ کی حلال چیز کو نہ کھانا یا حرام جاننا اللہ کریم کے کلمہ کی مخالفت ہے اور شیطان کی پیروی ہے یعنی وہ بندہ جو اللہ کے حلال کردہ رزق کو حرام جانتا ہے وہ قرآن پر عمل نہیں کرتا بلکہ مخالفت کرتا ہے اور شیطان کا پیروکار ہے یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام، وغیرہ ایجاد کیا تھا۔ یہ وسیلہ، سائبہ، بحیرہ، حام، وغیرہ وہ جانور ہیں جن کو کافر کھانا حرام جانتے تھے ان کا دودھ پینا ان پر سواری کرنا کسی قسم کا استفادہ کرنا ناجائز اور حرام جانتے تھے اور یہ جانور ان کے بتوں کے نام پر ہوتے تھے کچھ مذہبی رسموں کی بنا پر چھوڑ دیئے جاتے تھے تو کافر لوگ ان کو کھانا حرام جانتے تھے یہ ہمارے فلاں بت کے نام کا ہے لہٰذا اس کا کھانا اس کا دودھ پینا حرام اور اس پر سواری کرنا حرام وغیرہ وغیرہ جیسے آج کل بھی کچھ گروہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ فلاں کے نام کی چیز ہے لہٰذا حرام ہے یہ فلاں بزرگ کے نام کی ہے لہٰذا ہم نہیں کھائیں گے یہ گیارھویں کا دودھ ہے لہٰذا ہم نہیں پئیں گے وغیرہ وغیرہ اصل میں یہ طریقہ کفار کا ہے اللہ کریم نے کفار کے اس عقیدے کی تردید فرماتے ہوئے اعلان فرمایا۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (القرآن)

ترجمہ: اللہ نے مقرر (حرام) نہیں کیا کان چرا (بحیرہ) اور سانڈھ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

تفسیر: کافر ان جانوروں کو استعمال میں لانا حرام جانتے تھے ان کا دودھ پینا اور سواری کرنا یا گوشت کھانا حرام اور ناجائز جانتے تھے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ایمان والو تم یہ عقیدہ نہ رکھو یہ تو کفار کا عقیدہ ہے تم ان جانوروں سے استفادہ کرو دودھ پیو ان کا گوشت کھاؤ اور ان کے ذبحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لو اللہ نے ان جانوروں کو قطعاً حرام قرار نہیں دیا یہ کافر لوگ اللہ

marfat.com
Marfat.com

پر جھوٹ لگاتے ہیں کہ اللہ نے ان کو حرام کیا ہے ایسا بالکل نہیں یہ کافر جھوٹے ہیں اور بہت زیادہ بے عقل اور بے شعور لوگ ہیں لہٰذا ایمان والو تم کافروں والا عقیدہ نہ رکھو کہ یہ فلاں کے نام کا ہے لہٰذا ہم نہیں کھائیں گے یہ حرام ہے۔ فرمایا یہ بے عقلوں اور غیر مسلموں کا عقیدہ ہے تم ان کے ذبحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو اور کھاؤ یہ حلال اور پاکیزہ روزی جو اللہ کریم نے تمہیں دی ہے ان کو حرام جاننا تو شیطانی عقیدہ ہے لہٰذا شیطان کے قدموں پر نہ چلو تم اللہ کا حکم مانو اور ان کو حلال جانو شیطان بندے کا دشمن ہے وہ تم سے اللہ کے حکم کی مخالفت کرانا چاہتا ہے اور اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا تم اللہ کے حکم کے مطابق عقیدہ رکھو اور شیطان کے خلاف کرو تا کہ اللہ راضی ہو اور شیطان مایوس ہو۔

إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو (یعنی کہتے ہو) جس کی تمہیں خبر نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے شیطان کی بات نہ ماننا اس حلال اور پاکیزہ رزق کو حرام نہ جاننا جس کو میں نے حلال اور پاک قرار دیا ہے۔ اگر تم شیطان کے کہے پر چلو گے تو یہ تو تمہیں بے حیائی اور برائی کی طرف چلائے گا۔ یہاں اللہ وحدہ لاشریک نے حلال رزق کو حرام قرار دینا پاکیزہ رزق کو ناجائز قرار دینے کو بے حیائی اور برائی قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے اللہ کے حلال کیے ہوئے رزق جانوروں کو حرام کیا اور اپنی جھوٹی بات کو لوگوں کے سامنے موثر بنانے کیلئے اللہ کا نام لے لیا کہ اللہ نے انہیں حرام قرار دیا (معاذ اللہ) تو اللہ نے ان کے جھوٹ کی تردید فرمائی "یفترون علی اللہ الکذب" کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یہی ان کی بے حیائی ہے ایک تو حلال کو حرام کہتے ہیں دوسرا اللہ کو چھوڑ کر شیطان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اللہ کے حلال کردہ رزق کو حرام کہتے ہیں اس پر اللہ کریم نے فرمایا یہ بہت بڑے بے حیاء اور برے لوگ ہیں کہ بظاہر نام تو اللہ کا لیتے ہیں مگر پیروی شیطان کی کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ نے جو حکم نازل فرمایا اُس پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جب ان کفار کو کہا جائے کہ من مانی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ جن کاموں کا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حکم دیتے ہیں وہ کرو جن سے روکتے ہیں رک

marfat.com

Marfat.com

جاؤ جس چیز کو حلال کہتے ہیں اس کو حلال جانو جس کو حرام کہتے ہیں اس کو حرام جانو اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام نہ مانو۔ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق عقیدہ رکھو قرآن وحدیث جس کو حلال کہیں اس کو حلال کہو اور حلال جانو اور قرآن وحدیث جس کو حرام کہیں اس کو حرام کہو اور حرام جانو صرف اپنے باپ دادا کے کہنے پر نہ چلو تمہارے باپ دادا تو بے عقل اور بے ہدایتے لوگ تھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں باپ دادا کو اہمیت نہ دو وہ تو جاہل لوگ تھے اور ان پر دنیا اس قدر سوار تھی کہ وہ آخرت بھولے ہوئے تھے انہوں نے تو صرف دنیا کمائی ہے اور چلے گئے ہیں تو تم ان گمراہوں کی پیروی نہ کرو۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرو خواہ مخواہ کسی حلال جانور کو حرام اور حرام کو حلال نہ کہو اور خواہ مخواہ کسی جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز نہ کہو صرف اس لئے کہ ہمارے باپ دادا نے اسے حرام یا ناجائز کیا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ: اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ وپکار کے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے (ہیں) تو انہیں سمجھ نہیں (ہے)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے منکرو تم کس باپ دادا کی بات کر دیتے ہو وہ تو جانوروں کی طرح تھے جیسے جانور چوپائے خالی چیخ وپکار سنتے ہیں وہ آواز تو سنتے ہیں مگر سمجھنے کا شعور نہیں اسی طرح تمہارے باپ دادا نے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی پرواہ نہیں کی جیسے چوپایہ مالک کی آواز سنتا ہے مگر اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔ اسی طرح تمہارے باپ دادا تھے بلکہ ان سے بھی گئے گزرے تھے وہ تو یوں تھے جیسے بہرے گونگے اندھے ہوتے ہیں نہ حق سنتے تھے اور نہ حق کہتے تھے اور نہ ہی حق کو دیکھ سکتے تھے تو اتنے گئے گزرے ہیں ان باپ دادا کی پیروی کرتے ہو۔ تو جو ایسے بدنصیب ہوں ان کی راہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتی وہ خود گمراہ بے دین اور بے ہدایت تھے لہٰذا ان کے کہنے پر اللہ کے حلال کئے ہوئے رزق کو حرام نہ کہو اور نہ جائز کو ناجائز کہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو تو حلال رزق کو حرام نہ کہو اللہ کے حلال کئے ہوئے جانوروں کو حرام نہ ٹھہراؤ اور جائز عمل کو ناجائز نہ کہو وہ عقیدہ رکھو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم کھاؤ جو ہم تمہیں رزق حلال دیتے ہیں اور میرا شکر ادا کرو کہ اے

marfat.com
Marfat.com

رب العالمین تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو ہمیں رزق حلال دیتا ہے اور بہت عمدہ رزق دیتا ہے اور کفار کو بتا دو کہ ہم اللہ کے حکم ماننے والے ہیں ہم ہر اس چیز کو حلال جانتے ہیں جس کو اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کہا ہے اور ہر اس جانور کو حرام جانتے ہیں۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کہا ہے اور ہم اللہ کو مانتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا جو لوگ خواہ مخواہ حلال کھانوں کو حرام کہتے ہیں کہ یہ فلاں کے نام کا ہے لہٰذا حرام ہے یہ غوث کے نام کا ہے لہٰذا یہ حرام ہے وغیرہ وغیرہ یہ لوگ منافق ہیں اگر مومن ہوتے تو اللہ کے حلال کئے رزق کو حرام نہ کہتے اسی لئے اللہ کریم فرماتا ہے کھاؤ اس حلال رزق کو اگر تم اللہ کو پوجتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ہر چیز کو حرام نہ کہتے چلو جو تم پر حرام کی گئی ہیں وہ یہ ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔ مطلب کہ بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے کسی غیر خدا کا نام بلند کیا جائے فرمایا یہ ہیں جو اللہ نے تم پر حرام کیں ہیں۔ بعض لوگ ہر چیز کو ہی حرام قرار دیتے چلے جاتے ہیں قرآن نے سب سے پہلے مردار کو حرام کیا ہے کہ مردار حرام ہے اب بعض گروہ اس کا معنی مطلق کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر معنی مطلق کیا جائے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا انکار ہوگا جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں اگر ہم اس پانی سے وضو کرلیں تو پھر ہم پیاسے رہیں گے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الطَّهُوْرُ مَآءُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردار حلال ہے یعنی پانی کا مردار حلال ہے یعنی مچھلی اور پھر دوسری حدیث ہے کہ مکڑی حلال ہے مطلب کہ مکڑی کو بھی تکبیر نہیں یہ مردہ بھی حلال ہے تو اس سے ثابت ہوا قرآن نے جو کہا ہے کہ تم پر مردار حرام ہے اس کا معنی مطلق نہیں مقید کرنا پڑے گا ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ تو صحیح حدیث کا انکار کفر ہے جس سے واضح ہوا کہ معنی مطلق نہیں مقید ہے جب معنی مقید ہوا یہ بات واضح ہوئی۔ کہ ہر وہ چیز حرام نہیں جس پر غیر خدا کا نام آئے۔ اور قرآن نے بھی یہی کہا ہے، جیسے آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ بحیرہ سائبہ وصیلہ حام یہ جانور جو کافروں نے اپنے بتوں کے نام پر اور کافرانہ رسموں پر چھوڑ رکھے تھے جن کا وہ نہ تو دودھ پیتے تھے اور نہ ہی کام لیتے تھے اور نہ ان پر سواری کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اللہ نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ مگر جب مسلمانوں کے قبضے میں وہ آئے صحابہ میں

marfat.com

Marfat.com

سے پچھ نے کہا کہ یہ بتوں کے نام پر ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھ لیں کہ ان جانوروں کے متعلق کیا حکم ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ان کے ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو اور کھاؤ جائز ہیں اور انکا کھانا حلال ہے۔ قرآن نے کہا کہ کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یہ حرام نہیں کھاؤ جائز اور حلال ہیں اب اگر "وما اھل به لغیر اللّٰہ" کا معنی مطلق کیا جائے تو پھر قرآن کی مخالفت ہوگی تو جو قرآن کی مخالفت کرے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جو گروہ کہتے ہیں کہ اگر ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر بھی پڑھا جائے وہ جانور حرام ہو جاتا ہے جب اس کو غوث پاک یا داتا صاحب یا کسی پیر پیغمبر کی طرف منسوب کیا جائے۔ مثلاً جیسے کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا ہے۔ یا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا ہے یا داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا ہے یا فلاں نبی علیہ السلام ولی کے نام کا ہے تو وہ کھانا حرام ہو جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) تو ایسے لوگ قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو جو عقیدہ قرآن اور حدیث کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے صراط مستقیم نہیں لہٰذا گیارھویں شریف یا میلاد پاک کے کھانے کو حرام کہنے والے یا شرینی کو حرام کہنے والے قرآن وحدیث کے خلاف ہیں جو سراسر گمراہی ہے۔

اگر نام سے بکرا چھترا یا کھانا حرام ہوتا تو پھر بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام جانوروں کو صحابہ نہ کھاتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ خود کھاتے اور نہ ہی صحابہ کرام کو اجازت دیتے۔

پہلی حدیث اگر کسی کے نام کی وجہ سے جانور یا کھانا حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے۔ مگر حضور علیہ السلام نے اپنی ازواج کے نام کی قربانی دی حدیث کے الفاظ ہیں وَضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم) عَنْ نِّسَآءِہٖ بِالْبَقَرِ (بخاری) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے نام کی جانب سے گائے کی قربانی دی۔

دوسری حدیث حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض گزار ہوئے کہ میری والدہ محترمہ فوت ہوگئیں ہیں اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں (یعنی ان کے نام پر خیرات کروں تو کیا ان کو فائدہ ہوگا) تو حضور الصلوٰۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہاں۔

قال فان لی مخرافاً اشهدك انی قد تصدقت عنها تو صحابی عرض گزار ہوئے تو میر امخراف نامی باغ ہے جو میں آپ کو گواہ بنا کر ماں کے نام پر خیرات کرتا ہوں یعنی ماں کی طرف سے خیرات کرتا ہوں۔ (بخاری)

تیسری حدیث: حضرت حنش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو عرض کیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی اپنی طرف سے قربانی کرنے کی چنانچہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق) ایک قربانی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیتا ہوں یعنی ان کے نام کی دیتا ہوں (ابوداؤد شریف)

چوتھی حدیث: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگوں والے مینڈھے کیلئے حکم فرمایا جس کے سینگ سیاہ آنکھیں سیاہ اور جسمانی اعضاء سیاہ ہوں پس وہ لایا گیا تو اس کی قربانی دینے لگے فرمایا کہ اے عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کر لینا پس میں نے ایسا ہی کیا تو مجھ سے لے لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کرنے لگے۔

وقال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امۃ محمد ثم ضحیٰ بہ اور کہا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ اسے قبول فرما محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پھر اس کی قربانی پیش کر دی۔ یعنی یا اللہ اپنے نام کی اپنی آل کے نام کی اور اپنی امت کے نام کی قربانی پیش کرتا ہوں تو اسے قبول فرما۔ (ابوداؤد شریف)

پانچویں حدیث: حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے روز دو مینڈھے سینگوں والے چتکبرے خصی ذبح فرمائے جب انہیں قبلہ رخ کیا تو فرمایا بیشک میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا یہ کام ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر ہے۔ ایک خدا کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادتیں میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں سے ہوں اے اللہ یہ تیری طرف سے اور تیری لئے ہے "عن محمد وامت محمد بسم اللہ اللہ اکبر ثم ذبح" یعنی اور اس کی امت کے نام کی یعنی محمد اور اس کی امت کی جانب سے اللہ کے نام سے شروع اور اللہ بہت بڑا ہے پھر ذبح فرمایا۔ بہت زیادہ دلائل ہیں طوالت کا خوف ہے اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے نام کا کنواں کھدوایا۔ مختصراً اگر نام سے چیز حرام ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو انکا حکم کرتے اور نہ ہی خود عمل فرماتے مگر حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہر سال میرے نام کی قربانی دیا کرو چنانچہ حیدر کرار جناب علی رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی عمل کرتے رہے اور حضور علیہ اسلام کے نام کی قربانی دیتے رہے اگر کسی کے نام کی چیز حرام ہوتی حضور علیہ السلام ایسا نہ کرتے اور پھر اگر کسی کے نام سے منسوب کرنے سے چیز حرام ہو جاتی تو بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام جانور حرام ہو جاتے مگر حضور علیہ والسلام کے صحابہ نے کھایا اور حضور علیہ السلام نے بھی تناول فرمایا پھر اگر کسی سے منسوب کرنے سے چیز حرام ہو جاتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ازواج کے نام گائے کی قربانی منسوب نہ کرتے اور اپنی آل اور امت کے نام منسوب نہ کرتے اور نہ ہی سعد رضی اللہ عنہ کی ماں کے نام پر جو کنواں منسوب تھا اس کا پانی پیتے اور نہ ہی جو باغ صحابی نے ماں کے نام منسوب کیا تھا اس کا پھل تناول فرماتے نہ ہی اس کنوئیں کا پانی پیتے اور نہ ہی آل اور امت کے نام منسوب کی ہوئی قربانی کا گوشت کھاتے تو ان تمام دلائل کے پیش نظر قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ فیصلہ سامنے آیا کہ یہ سب گروہ باطل اور گمراہ ہیں اور قرآن میں من مانی کرتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی کے نام سے منسوب ہو مثلاً غوث پاک یا کسی پیر فقیر ولی نبی کے نام سے کھانا یا بکرا چھترا منسوب کیا جائے تو وہ کھانا حرام ہے معاذ اللہ اگر یہ عمل حرام ہوتا تو حضور علیہ

marfat.com

Marfat.com

السلام نہ خود کرتے اور نہ ہی کرنے کا حکم دیتے۔ مگر حضور علیہ السلام نے یہ خود کیا بھی اور کرنے کا حکم بھی دیا جس سے ثابت ہوا کہ یہ عمل جائز درست کار ثواب اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو لوگ اس عمل کو کفر و شرک اور حرام کہتے ہیں ان کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

ہاں: اگر ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر نہ پڑھے اور اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ اہلسنت کے نزدیک حرام ہے اسے نہیں کھانا چاہئے، اگر ذبح کے بعد کسی بزرگ نبی ولی کی طرف منسوب کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں معروف ہے کہ یہ غوث پاک کے نام کا بکرا ہے یا حضور علیہ السلام کے نام کی شرینی ہے میلا دیا گیارھویں کے نام کی چیزیں ہیں جائز اور درست ہیں جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو رہا ہے اس لئے تمام مفسرین نے بھی "عندالذبح" کی قید لگائی ہے کہ ذبح کے وقت کسی غیر خدا کا نام نہ لیا جائے یہی معنی ہے "وما اھل بہ لغیر اللّٰہ" کا اور یہ آیت کفار کے رد میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اللہ کے نام کے سوا اپنے بتوں کے نام بلند کرتے تھے یعنی جیسے ہم مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں وہ ذبح کے وقت لات' عزیٰ' منات یا دیگر بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔ تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا "وما اھل بہ لغیر اللّٰہ" اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ وہ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ بات تو صرف اتنی سی تھی مگر منافقین نے اسے بڑھا چڑھا کر ایک بہت بڑا مسئلہ بنا دیا اور قوم میں بہت بڑا فتنہ پیدا کر دیا۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری کتاب اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ ہی انہیں ستھرا کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت اور سورہ آل عمران کی آیات یہودیوں کیلئے نازل ہوئی ہیں۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ آخر الزمان رسول یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے تشریف لائیں گے۔ تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری قوم سے تشریف لائے تو یہودی حسد کی آگ میں جل کر راکھ ہو گئے اور حضور علیہ السلام کا انکار کر دیا اور انکار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہودی مولوی یہودیوں سے ماہانہ وظیفے لیا کرتے تھے تو یہودی مولوی کو ڈر پیدا ہوا کہ اگر توریت میں

marfat.com

Marfat.com

لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشانیاں پڑھ لیں تو یہ سبھی لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور ہمیں جو مذہب کے نام پر مال ملتا ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو عیش و عشرت حاصل ہے وہ سب جاتی رہے گی، چنانچہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور فضائل جو توریت میں تھے چھپانے اور بدلنے شروع کر دیئے اور لوگوں کو کہنا شروع کیا کہ یہ وہ نہیں ہیں جن کا ذکر توریت میں ہے (معاذ اللہ) جب لوگ توریت دیکھتے تو وہاں تبدیلی کی گئی ہوتی۔ مگر یہ سب کچھ انہوں نے حسد بغض اور لالچ کی وجہ سے کیا تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا یہ دنیاوی لالچ کی وجہ سے میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اور فضائل چھپاتے ہیں یہ بدنصیب اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں یہ وہ بدبخت ہیں جن کے ساتھ اللہ وحدہ لاشریک قیامت کے دن بھی بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام کے فضائل چھپانا صرف اور صرف گروہ بندی کی وجہ ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کے فضائل بیان کئے تو لوگ اہلسنت ہو جائیں گے یہودیت ہے جیسے آج کل کچھ گروہ دھڑے بندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان نہیں کرتے حالانکہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں علم پاک نورانیت اختیارات دیگر فضائل و خصائص تو ایسے لوگ یہودیت کی پیروی کرتے ہیں مومن فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے۔ مومن اور منافق کے درمیان فرق معلوم کرنے کا واحد طریقہ ہے کہ اگر فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرے اور سن کر خوش ہو جائے تو سمجھو مومن ہے اگر حضور علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے سے گریز کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے سے گریز کرے تو سمجھو منافق ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ یہی تھا وہ فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے اور منافق گریز کرتے تھے۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝

ترجمہ: وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے عذاب تو کس درجہ انہیں عذاب آگ کی سہار ہے (یعنی آگ پر صبر کرنے والے ہیں)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ یہودی مولوی وہ بدبخت ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جیسے حضور علیہ السلام تشریف لے آئے تھے خوشی مناتے اور فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آتے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو جاتے اور اللہ کی بارگاہ سے بہت بڑا مقام حاصل کر لیتے جو ان کیلئے بہت بڑی سعادت تھی مگر یہ وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی پسند کی جنت کے مقابلے میں جہنم پسند کیا بخشش کے بدلے عذاب کو پسند کیا اور حق کے مقابلے میں باطل اختیار کیا اور اپنی ہر چیز تباہ و برباد کر لی اور ان کو چاہئے تو یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات کو مان کر حضور علیہ السلام کی غلامی اختیار کرتے مگر ان بدنصیبوں نے خود کو نہ بدلا۔

marfat.com

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝١٧٦

ترجمہ: یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب حق کیساتھ اتاری اور بیشک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔

تفسیر: ان گمراہوں نے اللہ کی کتاب یعنی توریت میں تبدیلیاں اور ہیرا پھیری کر کے باعث نزاع بنادیا ہے۔ جھگڑا ڈلوا دیا ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص کا اقرار نہیں کیا یہ اتنے زیادہ جھگڑالو ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص کا انکار کرنا اور پھر اس پر ڈٹے رہنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص کا منکر بنانے کیلئے بحث کرنا لوگوں کو باطل کی طرف راغب کرنا بہت بڑی بدنصیبی ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کے بدلے باطل اور گمراہی خریدی اور جہنمی ہو گئے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝١٧٧

ترجمہ: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہگیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی مغرب کی جانب بیت المقدس کی طرف منہ کرتے اور عیسائی مشرق کی طرف منہ کرتے۔ یہودی کہتے کہ ہمارا قبلہ صحیح ہے اور عیسائی کہتے کہ ہمارا قبلہ صحیح ہے یہ دو گروہ خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہتے تو اللہ کریم نے ان کا رد فرمایا کہ قبلہ کے بارے میں تم جھگڑتے ہو مگر اصل بات کی طرف تم آتے نہیں ہو۔ اصل تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ہے ان کے فضائل وخصائص کا اقرار کرنا ہے قیامت اور فرشتوں اور آسمانی کتب پر ایمان لانا ہے اور

marfat.com
Marfat.com

تمام نبیوں پر ایمان لانا ان کی عزت وعظمت کا اقرار کرنا ہے۔ وہ تو تمہیں توفیق نہیں ہوئی انبیاء کے گستاخ ہوآسمانی کتب کے منکر ہونبیوں کے فضائل وخصائص کے منکر ہوان کو اپنی طرح کے آدمی اور بشر جان کر دشمنی رکھتے ہو مطلب کہ قبلہ کے بارے میں جھگڑنے والو پہلے ان تمام نبیوں پر ایمان لاؤ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھو ایمان لاؤ گستاخیوں سے توبہ کرو پھر قبلہ کی بات بھی کرنا اصل کو چھوڑتے ہو اور قبلہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہو تو فرمایا پہلے نبیوں کو نبی مانو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ ایمان والے بن کر پھر رشتہ داروں کے حقوق پورے کرو مسکینوں، مجاہد، مسافروں محتاجوں پر مال خرچ کرو اور پھر نماز قائم کرو زکوٰۃ دو وعدہ کی پابندی کرو دکھ تکلیف کے آنے پر صبر کرو جہاد میں ثابت قدم رہو یہ ہے پرہیز گاری، صرف قبلہ میں جھگڑنا پرہیز گاری نہیں یہ مت سمجھو کہ یہی دینداری ہے نجات چاہتے ہو تو انبیاء کی گستاخی سے توبہ کرو فرشتوں کو اپنا دشمن نہ جانو تمام بدعقیدگی کو چھوڑ کر خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ تو اللہ کے نزدیک پرہیز گاری یہ ہے اگر نبیوں کے فضائل خصائص کا انکار کرو فرشتوں سے عداوت رکھو اور آسمانی کتب کا انکار کرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص والی آیات چھپاؤ اور تبدیل کرو تو پھر کافر ہی مروگے اگر آخرت سنوارنا چاہتے ہو تو پھر سچی توبہ کرو، دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکڑو اور غلامی کا رشتہ پکا کرو یہی نجات کا ذریعہ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٧٨ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٧٩

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کیلئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضہ ہو اور اچھی طرح ادا یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت۔ تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کیلئے دردناک عذاب ہے اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے طاقتور تھا اور دوسرے قبیلے کی عورتوں سے بغیر حق مہر کے نکاح کر لیتے تھے ظلم اور زیادتیاں کرتے تھے تو اس قبیلے نے قسم اٹھائی کہ اپنے غلام کے بدلے ان کے آزاد کو قتل کریں گے عورت کے بدلے مرد کو قتل کریں گے اگر انہوں نے ہمارے مرد کو قتل کیا تو ہم ان کے دو مردوں کو قتل کریں گے چونکہ حضور علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہلے عربوں کی کچھ کیفیت ایسی ہی ہوتی تھی کہ

marfat.com

Marfat.com

جہالت کی وجہ سے ظلم اور زیادتی کرنا اپنا حق جانتے تھے اور بے راہ روی کی زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے تھے تو جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں معاملہ پیش ہوا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وہ لوگ خوش ہو گئے اللہ کریم فرماتا ہے یہ جو تخفیف کی گئی ہے کہ مال کے بدلے قصاص ساقط ہو جائے گا یہ اللہ کی تم پر رحمت ہے اور اگر کوئی مال پر صلح کر کے پھر قتل کرے گا تو اسے سخت عذاب دیا جائے گا آگے فرمایا قتل کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اس کا مطلب ہے کہ اگر قصاص کا قانون نہ ہوتا تو قتل وغارت اتنی عام ہو جاتی کہ تمہاری نسلیں ختم ہو جاتیں خاندان ختم ہو جاتے۔ کیونکہ جب قاتل مقتول کے وارثوں کی آنکھوں کے سامنے آتا ہے یقیناً مقتول کے وارثوں کو گوارہ نہیں ہوتا اس لئے فرمایا تمہاری زندگی اس میں ہے کہ قصاص لو تا کہ قتل وغارت گری کا رواج عام نہ ہو جائے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

ترجمہ: تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کیلئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر' تو جو وصیت کو سن کر بدل دے تو اس کا گناہ انہی بدلنے والوں پر ہے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے' پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: ابتداء اسلام میں اس آیت سے وصیت کرنا فرض تھا کہ جب کسی کو یقین ہو جائے کہ میں اس دنیا فانی سے جا رہا ہوں تو وہ وصیت کر کے جائے مگر جب آیت میراث نازل ہوئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے لہٰذا آگاہ ہو جاؤ کہ وارث کیلئے وصیت نہیں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بیمار تھا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت فرمانے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ میری حالت دیکھ رہے ہیں۔ مطلب کہ میں شاید صحت یاب نہ ہو سکوں اور میرا انتقال ہو جائے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کے متعلق وصیت کر کے مروں یعنی میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدھا مال فرمایا نہیں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا حصہ مال اللہ کی راہ خرچ کر دوں فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ فرمایا اپنے اہل وعیال بیوی بچوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے دروازے پر بھیک مانگیں۔ مطلب کہ خدا کی راہ میں بھی خرچ کرو مگر خاندان کیلئے چھوڑو تا کہ وہ بھی اچھی زندگی گزار سکیں۔

marfat.com
Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر یہ فرض ہوئے تھے کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ اے ایمان والو یہ نہ سمجھنا کہ صرف تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں' نہیں صرف تم پر ہی نہیں فرض کئے گئے تم سے پہلے نبیوں کی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے یہ اس لئے فرمایا چونکہ رمضان المبارک میں تھوڑی سی پابندی ہوتی ہے کہ بھوک ہے مگر کھانا نہیں کھاسکتے پیاس لگی ہے مگر پانی نہیں نوش کرسکتے جب کہ ٹھنڈے میٹھے مشروب موجود اور لذیذ قسم کے کھانے موجود ہیں تو رب العالمین نے فرمایا۔ اس پابندی کے بدلے جزا بہت بڑی دیتا ہوں اور یہ انعام صرف نبیوں کے ماننے والوں کو دیا جاتا ہے چونکہ بندہ سے چھوٹی موٹی غلطی تو باتقاضائے بشریت ہو جاتی ہے، چونکہ میں (اللہ) اپنے نبیوں کے غلاموں کو بخشنا چاہتا ہوں ان کو چھوٹے سے عمل کے بدلے بہت بڑی جزا دیتا ہوں لہٰذا اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں، تاکہ تمہاری بخشش ہو جائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں رکھے اور ثواب سمجھ کر رکھے اس کے پہلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (ابن ماجہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کیلئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کردیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور فرمایا یہ روزے اس لئے بھی تم پر فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾

ترجمہ: گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو اس کیلئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

تفسیر: فرمایا روزے گنتی کے دن ہیں یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اگر بادل چھایا ہوا ہو تو تیس روزے پورے کرو (ابن ماجہ) اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے مگر بعد میں اس کی قضا دینی ہوگی اگر کمزور ہے تو اپنی

marfat.com

Marfat.com

جگہ کسی دوسرے آدمی کو روزے رکھا دیا کرے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کیلئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی یہ امید کرتے کہ تم شکر کرنے والے بنو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کو یہ بھی ایک فضیلت حاصل ہے کہ اس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہر قدم پر رہنمائی فرماتا ہے اور اس میں فیصلے کی روشن باتیں ہیں یعنی قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور منادی کرنے والے کو حکم ہوتا ہے کہ منادی کردو اے بھلائی کی طلب کرنے والو آؤ تمہارے لئے بھلائی ہے اور بھلائی حاصل کرلو اور برائی کرنے والو اب رک جاؤ کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو جہنم سے نجات حاصل کریں گے اور تم بھی جہنم سے نجات حاصل کرو اور یہ منادی ہر رات کرائی جاتی ہے اس لئے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا مہینہ پائے وہ ضرور روزے رکھے اور اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ کرلے اور جو بیمار اور مسافر ہوں وہ اور دنوں میں رکھ لیں اور گنتی کے دن پورے کریں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے ہمارے آقا ہمارے رب کہاں ہیں تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان اپنے غلاموں کو کہہ دو کہ میں قریب ہوں تم جہاں مجھے یاد کرو گے میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں اور تمہاری دعائیں قبول کرتا ہوں اور تمہیں چاہئے کہ میرے حکم کی تعمیل کرنے میں کوتاہی نہ برتو کیونکہ میں تمہاری امیدیں برلانے والا ہوں تمہاری دعاؤں کا پورا کرنے والا ہوں تمہیں چاہئے کہ میرے احکام کی پابندی کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ ہدایت والے بن جاؤ صراط مستقیم پر چلنے والے ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی دعاؤں میں کمی نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت **ادعونی استجب لکم** (تم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا) نازل فرمائی ہے۔ مطلب کہ جو مانگو گے اللہ کریم عطا فرمائے گا اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے اور پھر دوسری حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی گناہ یا قطع رحمی کیلئے دعا نہ کرو اور نہ ہی جلدی کرو اللہ کریم تمہاری دعا قبول کرے گا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ کے قدموں پر قربان ہوں جلدی سے کیا مراد ہے فرمایا جلدی سے مراد یہ ہے کہ بندہ دعا کرے اور کچھ مدت کے بعد دعا کرنا چھوڑ دے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ مطلب کہ مایوسی نہیں ہونی چاہئے اللہ ضرور دیتا ہے دیکھا گیا ہے بعض لوگوں نے چند روز دعا کی پھر چھوڑ دیا کہ ہماری دعا قبول ہی نہیں ہوتی یہ غلط طریقہ ہے یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ ہماری دعاؤں کو ضرور قبول کرتا ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

ترجمہ: روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھوٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور

marfat.com

Marfat.com

عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں انکے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

تفسیر: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاتے تھے مگر کچھ صحابہ اپنی بیویوں سے جماع کر بیٹھے تو معاملہ حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ پہلے تم پر ماہ رمضان المبارک میں اپنی بیویوں کے پاس جانا ممنوع تھا۔ اب اللہ تمہیں اجازت دیتا ہے کہ رمضان المبارک میں بھی تم رات کو اپنی بیویوں کے پاس جاسکتے ہو اور پہلے جو تم سے غلطی ہوئی ہے وہ بھی تمہیں معاف کر دی گئی ہے اور تمہیں اجازت ہے کہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کرو مگر تمہاری نیت یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ اولاد عطا فرمائے صرف اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے نہ ہو۔ مطلب کہ صرف عیش وعشرت کیلئے نہیں اولاد کی نیت ہونی چاہیے۔ اس سے دو چیزیں ثابت ہوئیں پہلی یہ کہ خاندانی منصوبہ بندی غلط ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ متعہ جائز نہیں غلط ہے کیونکہ متعہ اولاد کیلئے نہیں صرف عیاشی کیلئے کیا جاتا ہے اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے روز عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا (متفق علیہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا ایسی عورتوں سے نکاح کیا کرو جو اپنے خاوند کو دوست رکھنے والی ہوں اور خوب جننے والی ہوں۔ (یعنی بچے زیادہ پیدا کرنے والی ہو) میں تمہاری کثرت پر اور امتوں کے سامنے فخر کروں گا (ابوداؤد شریف) آگے فرمایا کہ اے روزے دار وتم صبح صادق ظاہر ہونے تک کھا سکتے ہو جب صبح صادق ہو جائے تو کھانا پینا چھوڑ دو اور سورج غروب ہونے تک کھانا پینا چھوڑے رکھو جب سورج غروب ہو جائے تو افطار کرو اور اعتکاف کے دنوں اپنی بیویوں کے پاس نہ جانا فرمایا سب کچھ اس لئے بیان کیا جارہا ہے تاکہ تم متقی پرہیزگار بن جاؤ۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں امرؤ القیس پر ربیعہ بن عبدان نے زمین کا ایک خطہ حاصل کرنے کیلئے مقدمہ کر دیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدان حضرمی کو فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ثبوت ہے یا گواہ ہے کہ تو حق دار ہے تو عبدان حضرمی عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس ثبوت یا گواہ تو

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر دوسری فریق کی قسم پر فیصلہ ہوگا امرؤ القیس قسم دینے کیلئے تیار ہو گئے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی مال حاصل کرنے کیلئے جھوٹی قسم کھائے گا۔ تو اللہ کریم ایسے آدمی کو قیامت کے دن ناراضگی کی حالت میں ملے گا جو بندہ کیلئے اچھا نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے تو جس شخص پر اللہ کریم ناراض ہو جائے اس کی تباہی ہوگی اور اخروی زندگی برباد ہوگی اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ حرام مال سے گریز کرے رشوت جوئے اور شراب کی کمائی چوری ڈکیتی وغیرہ وغیرہ جیسے بھی حرام کمایا جائے اللہ کریم اس بندے پر ناراض ہوگا اور یہ مال سانپ بن کر ڈسے گا جو بہت برا عذاب ہوگا اس لئے ہر مومن کو توبہ کرنی چاہئے اور یہ بھی ثابت ہوا جھوٹا مقدمہ بنانے والا بھی اللہ کو پسند نہیں ہے۔

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کیلئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں چھت توڑ کر آؤ۔ (یعنی مکانوں کی پشت سے آؤ) ہاں بھلائی تو پرہیز گاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

تفسیر: کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاند پہلے باریک ہوتا ہے پھر پورا ہوتا ہے اور صاف ہوتا ہے یہ اور پھر کم ہوتا ہے یہ کیا معاملہ ہے۔ مطلب یہ کہ چاند اپنی اتنی حالتیں کیوں بدلتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو بتاؤ کہ یہ اللہ کی قدرت ہے اور اللہ کریم نے اپنے بندوں کیلئے ایسا کیا ہے یعنی چاند کی حالتیں تبدیل کرنے میں بندوں کی بہتری ہے اور نفع ہے نفع یہ ہے کہ مہینوں کا حساب حج کے ایام معلوم ہو سکیں دیگر ایام اور کاروبار وعدہ وغیرہ دینا لینا یعنی دیگر معاملات کا وقت اور تاریخ متعین ہو سکے اور پورا نظام کسی ضابطے کے مطابق چل سکے۔ آگے فرمایا جب گھروں میں آؤ تو دروازوں سے داخل ہوا کرو دیواریں پھلانگ کر گھروں میں داخل نہ ہوا کرو اور نہ ہی اس میں کوئی بھلائی ہے دور جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ جب حج کیلئے احرام باندھا جائے تو دروازے سے داخل نہیں ہونا چاہئے دروازے سے گھر میں داخل ہونے کو برا جانتے تھے تو اللہ کریم نے اس فضول رسم کا رد کرتے ہوئے فرمایا مکان کے پیچھے سے دیوار پھلانگ کر آنا جہالت اور فضول رسم ہے لہٰذا تم دروازوں سے آیا کرو ان فضول رسموں کو ختم کرو اور ایک مہذب قوم کی طرح زندگی گزارو اور مذہب کے طور طریقے اپنایا کرو۔

وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

marfat.com

Marfat.com

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ
مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ
فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے اور اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمرہ کرنے کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے مگر کفار مکہ نے روک دیا چنانچہ معاہدہ طے پایا کہ آئندہ سال آپ آئیں اور عمرہ کرلیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معاہدے کے مطابق سال کے بعد عمرہ کرنے کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر کفار مکہ نے روکا تو پھر کیا بنے گا؟ کیونکہ احرام میں جنگ نہیں ہوسکتی ہم احرام میں ہوں گے تو اس صورت میں کیا ہوگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو تسلی دی گئی کہ فکر نہ کرو اگر کفار تم سے لڑیں تو تمہیں بھی اجازت ہے مگر حد سے نہ بڑھو مطلب کہ اگر جنگ شروع ہو جائے تو بوڑھوں بچوں عورتوں اور معذوروں کو کچھ نہ کہنا مطلب یہ کہ جو لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان سے لڑنا حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاد کے متعلق یہ پہلی آیت نازل ہوئی (واللہ اعلم) اس کے بعد حکم ہوا کہ مشرکین کو قتل کرو خواہ وہ تمہیں قتل کریں یا نہ کریں اور پہلا حکم منسوخ ہوگیا مگر تفسیر احمدی والے لکھتے ہیں "ولا تعتدوا" سے یہ معلوم ہورہا ہے جو جنگ کے اہل نہ ہوں ان سے جنگ نہ کی جائے مثلاً معذور لوگ عورتیں بچے بوڑھے وغیرہ لہٰذا حکم منسوخ نہیں ہوا (واللہ اعلم ورسولہ) مطلب یہ کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بچوں بوڑھوں عورتوں سے زیادتی کرنا یا وہ لوگ جو اپاہج ہوں معذور ہوں وغیرہ وغیرہ اور جو کفار جنگ میں شریک ہوں یا جنگ کرسکتے ہوں ان کو جہاں پاؤ قتل کردو اور نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور انکا فساد تو قتل سے بھی برا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے وہ لوگ بظاہر جنگ تو نہیں کرتے مگر فتنہ پرور ہیں کفار کو جنگ پر اکساتے ہیں۔ اور آگے فرمایا مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو اس کا مطلب ہے کہ جب تک وہ پہل نہ کریں اس وقت تک لڑنے سے گریز کرو کیونکہ احترام حرم ہے اگر وہ پہل کردیں تو پھر ان کو معاف مت کرو ابتداء انہوں نے کی ہے اور توہین حرم کے مرتکب وہ ہوتے ہیں۔ (یعنی کافر) تو اب ان کی سزا یہی ہے کہ جہاں ملیں انہیں قتل کرو تا کہ توہین حرم نہ ہو بندہ کے خیال میں یہ حکم حقیقت کے زیادہ قریب ہے (واللہ اعلم)

marfat.com
Marfat.com

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ

اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

ترجمہ: اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر کافر احترام حرم نہیں کرتے وہ تم سے لڑتے ہیں تو پھر تم ان کفار سے اس قدر لڑو کہ کفر کا فتنہ ختم ہو جائے مگر زیادتی سے باز رہنا مطلب کہ اگر وہ تم سے نہیں لڑتے تو ابتداء تمہاری طرف سے نہیں ہونی چاہئے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى

عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ

اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ مع

ترجمہ: ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام ہے اور ادب کے بدلے ادب ہے جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کو محبوب ہیں۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ جہاد کے متعلق نازل ہوئی اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرو یعنی جب تمہیں پکارا جائے کہ اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا مال پیش کرو تو تم مال پیش کر دیا کرو جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا پیش کیا دیگر اصحاب رسول حضور علیہ السلام کے فرمان پر مال وزر قربان کرتے رہے تو فرمایا تو جب اسلام کو تمہارے مال کی ضرورت پڑے تو اپنے مال خرچ کرو اور بھلائی والے ہو جاؤ اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اس کا ایک تو مطلب یہ ہے کہ بخل نہ کرنا ہاتھ نہ روکنا یعنی مال فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور اسلام پر مذہب پر قربان کرنا اس سے ثابت ہوا کہ جب مذہب کو اسلام کو ملک وملت کو مال کی ضرورت پڑے تو قوم کو چاہیے مذہب اور قوم ملک وملت کو اہمیت دے اور اپنا مال قوم ملک وملت مذہب پر قربان کر دے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر مال خرچ کرتے ہو اور جانیں بھی قربان کرتے ہو تو ایسے لوگ اللہ کو پسند ہیں مگر اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ پڑو مطلب کہ اگر کوئی جہاد میں شریک جام شہادت نوش کر لیتا ہے تو تم اپنے ہاتھوں کو غیر شرعی عمل سے روکو یعنی ماتم کرنا پیٹنا وغیرہ جیسا آج کل کسی کے مرجانے پر کرتے ہیں تو فرمایا اس حرام عمل سے باز رہو جو شخص اس حرام عمل کا مرتکب ہوگا

marfat.com

Marfat.com

وہ بھلائی والے نہیں بلکہ وہ ہلاک ہوگیا کیوں حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص رخسارے پیٹے گریبان چاک کرے وہ ہم سے نہیں ہے تو یہ معنی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ پڑو کیونکہ یہ ماتم کرنا رخسارے پیٹنا گریبان چاک کرنا وہ عمل ہے جس کے کرنے والا اپنی آخرت تباہ کرلیتا ہے۔ اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں اللہ کو بھلائی والے پسند ہیں۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کیلئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسّر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کیلئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر تمہیں میں حج کی توفیق دوں یا عمرہ پر جاؤ تو ان ارکان کو پورا کرو یعنی فرائض و واجبات کا خاص خیال رکھو بعض لوگ جب حج یا عمرہ پر جاتے ہیں تو کوتاہیاں کرتے ہیں تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے سستی کا مظاہرے کرتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو صحیح طریقے سے ارکان ادا کیا کرو مثلاً جب تک قربانی نہ کرلو سر نہ منڈاؤ اگر تم ایسا نہ کرسکو تو دم ہوگا لہٰذا بندے کو خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ کچھ لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ: حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے۔ تو جو اُن میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے محبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب

marfat.com
Marfat.com

سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جب تم حج کرو جماع کا ذکر تک نہ کرو یعنی تمہاری زبان سے ذکر ہونا چاہئے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے درود پاک کی کثرت ہونی چاہئے یا یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے بندہ بہت بڑے حاکم کی بارگاہ جاتے ہوئے محتاط رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے تو اسی طرح اپنے رب کی بارگاہ حاضر ہوتا ہے اور ہمارا رب وہ ہے جو سب کا خالق مالک ہے کائنات کا پیدا کرنے والا یہ سب سے بڑا حاکم ہے لہٰذا بندہ کو محتاط رہنا چاہئے۔ کوئی فضول بات نہ کرے کثرت سے ذکرو اذکار کرے کسی سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ بندہ جب احرام میں ہوتا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس وقت جھگڑنا بارگاہ کے ادب واحترام کے خلاف ہے اور فرمایا کہ یاد رکھو جو بھلائی کرو گے اللہ کریم کو سب کا علم ہے یہ اس لئے فرمایا کہ بعض یمنی لوگ جب حج کرنے یا عمرہ کرنے کیلئے آتے تو خرچہ وغیرہ نہ لاتے اور اس عمل سے خود کو متوکل ظاہر کرتے مگر بعض اوقات ضرورت کے موقع پر وہ لوگوں سے مانگتے اور مال حاصل کرنے کیلئے (تاکہ اپنی ضرورت پوری کر سکیں) غیر شرعی طریقے اپناتے تو اللہ کریم نے فرمایا اللہ بھلائی کو جانتا یہ کہ تم کیا کر رہے ہو مطلب کہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے لہٰذا ایسے جب تم گھر سے نکلو تو خرچہ لے کر نکلا کرو دوسروں پر بوجھ بننا بھی اچھا نہیں اور پرہیزگاری اختیار کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو عقل والو یہاں اللہ نے عقل والے ان کو کہا ہے جو ڈرنے والے ہیں دین کو چھوڑ کر فسق وفجور کی طرف جانے والا عقل والا نہیں ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْکُرُوْهُ کَمَا هَدٰىکُمْ ۚ وَاِنْ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ: تم پہ کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بیشک اس سے پہلے تم بھٹکے ہوئے تھے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حج کے موقع پر تین بازار لگائے جاتے تھے جس میں لوگ خرید وفروخت کرتے تھے جب اسلام کا دور آیا تو وہ بند کر دیئے گئے۔ اس لئے کہ لوگوں کا خیال تھا کہ ان دنوں خرید وفروخت کرنا تجارت کرنا گناہ ہے اور منع ہے جیسے آج کل جاہل لوگ کہتے ہیں کہ حج پر خرید وفروخت کرنے والے کا حج نہیں (معاذ اللہ) تو اللہ کریم نے آیت کریمہ نازل فرمائی فقہا فرماتے ہیں اگر مناسک حج میں فرق نہ آئے تو تجارت مباح ہے فرمایا جب عرفات سے پلٹو تو ذکرو اذکار میں مشغول رہا کرو تلبیہ پڑھو اللہ کا ذکر کیا کرو فرمایا یہ اللہ کا خاص کرم ہے یہ سب انعامات اور بخششیں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں ملی ہیں تمہیں ایمان ملا پھر حج اور بخشش سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے ملی ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

ورنہ تم گمراہ تھے یہ ہدایت ملنے کی وجہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والہ برکات ہے اور اللہ کا کرم ہے۔

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ: پھر یہ بات ہے کہ اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: قریش سب لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف نہ کرتے تھے یعنی اور لوگوں کے ساتھ مل کر نہ چلتے جب لوگ عرفات سے واپس آتے تو یہ مزدلفہ سے واپس آتے اور اس میں اپنی بڑائی جانتے اللہ کریم نے فرمایا سب لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف کیا کرو اور وہاں سے واپس بھی سب کے ساتھ آیا کرو مطلب کہ اپنی بڑائی کیلئے من مانی نہ کرو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے وہ کیا کرو اور جو ہو چکا وہ ہو چکا اللہ بخشش فرمانے والا مہربان ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے احکام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ ان سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

تفسیر جہالت کے دور میں لوگ حج سے فارغ ہو کر بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اپنے آباؤ اجداد کے فضائل و کمالات ان کی خوبیاں اور کارنامے بیان کرتے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اس رسم کو ترک کرو بجائے اپنے باپ دادا کے ذکر کے خدا کا ذکر کرو اللہ کی حمد وثنا بیان کرو اس سے رحمت اور اس کا فضل مانگو لہٰذا اپنے باپ دادا کا ذکر کرنا بند کرو اور جتنا تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو اس سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو پھر مجھ سے مانگو میں سب کو دینے والا ہوں فرمایا مگر بعض ... ہیں جو صرف دنیا ہی مانگتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں یعنی کافر مشرک مطلب یہ کہ ایماندار ہوتے اور دین و دنیا مانگتے مگر وہ بدنصیب ایمان نہ لائے صرف دنیا مانگی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ: اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشرک کی بارگاہ میں جب بھی دعا کی جائے تو اللہ کریم سے بھلائی مانگے اس زندگی میں بھی یعنی دنیاوی زندگی میں بھی بھلائی مانگے اور آخرت کیلئے بھی بھلائی مانگے اس زندگی میں بھی اور قبر و حشر میں بھلائی مانگنی چاہیے خازن میں درج ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا بھی یہی آیت ہی ہوا کرتی تھی۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِۙ لِمَنِ اتَّقٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ترجمہ: ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور اللہ کو یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیز گار کیلئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

تفسیر: جاہلیت کے دور میں دو قسم کے حاجی ہوتے تھے۔ ایک گروہ تو وہ تھا جو فارغ ہوتے ہی چلے جاتے تھے اور دوسرا گروہ حاجیوں کا تھا جن کے خیال میں بعد میں کچھ ٹھہرنا ضروری تھا یہ گروہ جو ٹھہرنے والے تھے جانے والوں پر تنقید کرتے اور جانے والے ٹھہرنے والوں پر تنقید کرتے ہر دو گروہ ایک دوسرے پر تنقید کرتے اور گناہ گار تصور کرتے اللہ کریم نے فرمایا نہ تو ٹھہرنے والے گناہ گار ہیں اور نہ ہی جانے والے گناہ کار ہیں صرف تمہارے دل میں خوف خدا ہونا چاہیے اس لئے کہ قیامت کے دن اس اللہ وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح لوہا بھٹی میں صاف ہو جاتا ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

ترجمہ: اور بعض آدمی وہ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

تفسیر: ان دو آیات کا شان نزول یہ ہے کہ یہ دونوں مشرکین اور منافقین دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو حضور

marfat.com

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت میٹھی زبان میں باتیں کرتے اور اپنے آپ کو صالح مسلمان ظاہر کرتے دیندار ہونے کے دعویدار بنتے اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے والے اور ان کی سنت کے علمبردار بنتے اور حضور علیہ السلام کی محبت پر قسمیں کھاتے اور کہتے کہ ہم دل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیار کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ منافق تھے بہت بڑے فسادی تھے متعصب تھے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ان کے مویشی ہلاک کرتے مسلمانوں کی فصل کو آگ لگا کر تباہ و برباد کرتے (تفسیر خازن) اس سے معلوم ہوا صرف ظاہری شکل وصورت پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی میٹھی میٹھی زبان کے چکر میں آنا چاہئے کہ یہ شخص بہت اچھی اچھی باتیں کرتا ہے جو دل کو بھلی لگتی ہیں کہ بظاہر بڑا دیندار ہے اور نیک اعمال کا درس دیتا ہے شکل وصورت سے نیک وصالح نظر آتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا دعویدار ہے اس کا ساتھ دینے کیلئے صرف اتنا کافی نہیں۔ حضرت ابوسعید حذری اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی ایک گروہ والے گفتار کے اچھے اور کردار کے گندے ہوں گے قرآن مجید پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (یعنی حق کی طرف نہیں آئیں گے) جب تک تیر اپنے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں اس کیلئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور جس کو وہ قتل کریں۔ اور اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے اور کسی بات میں وہ ہمارے نہیں جو انہیں قتل کرے وہ ان کی نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہوگا لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نشانی کیا ہے فرمایا سر منڈانا (مشکوٰۃ' ابوداود) اس فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا کہ کچھ لوگ شکل وصورت کے لحاظ سے بہت دیندار نظر آتے ہیں مگر وہ دیندار نہیں ہوتے کیونکہ ان کے دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ہوتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا جانتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص کے منکر ہوتے ہیں مثلاً نورانیت مصطفیٰ' علم مصطفیٰ' اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہوتے ہیں ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرک جانتے ہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کا نعرہ لگایا جائے تو جل کر راکھ ہو جاتے ہیں ایسے لوگ مخلص مومن نہیں ہوتے اس لئے ہر اہل ایمان کو چاہئے ایسے منافقین سے ہوشیار رہیں اور قرآن نے ان کا طریقہ واردات یہ بتایا ہے کہ گفتگو بہت اچھی کرتے ہیں جو بھلی لگتی ہے مثلاً قیامت کے تذکرے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر کریں گے موت کا ذکر کریں گے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بات سچی کرتے ہیں بہت صالح ہیں مگر قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ اندر سے زبردست جھگڑالو ہوتے ہیں حضور علیہ السلام کے فضائل کے منکر ہوتے ہیں اور اس پر جھگڑتے ہیں کہ انہیں علم نہیں تھا ہماری ہی طرح کے تھے وہ جانتے کچھ نہیں تھے وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اس پر سخت قسم کے جھگڑالو ہوں گے اور خود کو مصلح یعنی فساد ختم کرنے والے ظاہر کریں گے مگر بہت بڑے فسادی ہوں گے زمین میں فساد کرانا ان کا مشن ہے۔ یاد رہے کافر اور مومن کے درمیان فرق کرنا کوئی مشکل کام نہیں مگر مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ منافق بھی مسلمانوں کی طرح مذہبی رسومات ادا کرتا ہے یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ

marfat.com
Marfat.com

وغیرہ جیسا کہ مدینے کے منافق تھے سب مسلمانوں والی رسمیں ادا کرتے تھے مگر منافق تھے تو مومن اور منافق کے درمیان فرق معلوم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ منافق' ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سن کر خوش نہیں ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برا جانے گا کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہوگا مگر مومن ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سن کر خوش ہوگا صلوٰۃ وسلام کو ذریعہ نجات جانے گا حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص پر پختہ ایمان رکھے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل اور بے مثال جانے گا حضور علیہ السلام کے علم پاک' نورانیت' اختیارات کا اقرار کرے گا اور گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو براہی نہیں گمراہ بے دین جانے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

ترجمہ: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور ضرور بہت برا بچھونا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ان منافقوں کا مزاج ایسا ہو چکا ہوگا کہ اگر تم ان کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ اللہ سے ڈرو قرآن وحدیث کے مطابق حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کا اقرار کرو دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا کرو احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرو گستاخی سے گریز کرو ورنہ آخرت تباہ ہو جائے گی اور اللہ سے معافی مانگو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان پر ایمان لاؤ تو اللہ کریم فرماتا ہے ان کو ضد چڑھتی ہے یعنی بجائے توبہ کرنے اور فضائل و کمالات کا اقرار کرنے' مقابلہ کیلئے تیار ہو جاتے ہیں مناظرے اور بحثیں شروع کر دیتے ہیں فرمایا یہ جو منکر ہیں ان لوگوں کیلئے دوزخ کافی ہے فرمایا ان کو علم نہیں جب ان کو دوزخ میں دھکیلا جائے گا پھر معلوم ہوگا کہ دوزخ کتنا برا بچھونا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

تفسیر: فرمایا اگر کوئی شخص اپنی ذات کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا اور اللہ کے فرمان کو اہمیت دیتے ہوئے اپنے باطل نظریات سے توبہ کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں شامل ہو جاتا ہے اور فضائل اور خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اقرار کرتا ہے اور اپنی ہر چیز کو ترک کر کے صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے باطل سے توبہ کرتا ہے تو جان لو کہ اللہ اپنے بندہ پر مہربان ہے یعنی توبہ کرنے والے شخص کو تسلی دی جارہی ہے یقین رکھ کہ اللہ تجھ پر راضی ہو گیا ہے کیونکہ جو شخص بھی منافقت ترک کرے دل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اسلام پر ایمان لے آئے اور عظمت وشان کا اقرار کرے اللہ کریم اس پر خوش ہو جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۲۰۸

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے تو پھر بھی اونٹ کا گوشت نہ کھاتے تھے اور ہفتہ کے دن کا احترام بھی کرتے شکار وغیرہ نہ کھیلتے اس لئے کہ اسلام میں اونٹ کا گوشت کھانا ضروری تو نہیں اور نہ ہی ہفتہ کے دن کا احترام کرنا گناہ ہے توریت میں یہ دونوں چیزیں ضروری تھیں یعنی ہفتہ کا احترام کرنا اور اونٹ کا گوشت نہ کھانا تو اللہ کریم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اگرچہ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں ضروری نہیں اور نہ ہی ہفتہ کا احترام کرنا گناہ ہے مگر تمہارے دل میں اب یہ خیال آنا تمہارے لئے درست نہیں کیونکہ توریت منسوخ ہو چکی ہے اور تم مسلمان ہو چکے ہو لہٰذا تمہارا اونٹ کا گوشت نہ کھانا ہفتہ کے دن کا احترام کرنا شیطان کے قدموں پر چلنا ہے جو تمہارا کھلا دشمن ہے (خازن) اس سے معلوم ہوا جب کسی جائز عمل کی مخالفت ہو تو اس کا کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کیلئے اونٹ کا گوشت کھانا واجب ہو چکا تھا اور ہفتہ کا احترام نہ کرنا ضروری ہو گیا تھا اصل میں یہ کرنا یہودیت کی مخالفت تھی جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر واجب ہو چکی تھی اس طرح چونکہ یہودی عیسائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و خصائص کے منکر ہیں مومن پر واجب ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل خصائص بیان کرے تاکہ یہودیت عیسائیت کی مخالفت ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف نورانیت اختیارات صلوٰۃ وسلام ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مومن پر ضروری اور واجب ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستگی ظاہر ہو ایمان میں پختگی ہو اور جو لوگ حضور علیہ السلام کے ان فضائل خصائص کے منکر ہیں وہ شیطان کے قدموں پر چل رہے ہیں اور جو شیطان کی تقلید کرے وہ صراط مستقیم پر نہیں ہوگا بلکہ وہ گمراہ بے دین اور ملحد ہوتا ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۲۰۹

ترجمہ: اور اس کے بعد بھی تم پھسلنے لگو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر تم اتنے روشن دلائل کے باوجود بھی پھسلو جب کہ اللہ کریم کی طرف سے واضح احکام بھی پہنچا دیئے گئے ہیں تو پھر یہ سادگی نہیں منافقت ہے یعنی ایسے لوگ بہت بڑے دھوکے باز ہیں جو خود کو سادہ تو ظاہر کرتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں کہتے ہیں کہ ہم ان باتوں میں نہیں آتے مگر اصل میں وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر دانستہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کے منکر ہیں اور اقرار نہیں کرنا چاہتے اس لئے کہہ دیتے ہیں ہم کسی اختلافی مسائل میں نہیں جانا چاہتے صرف نماز روزہ کی بات تک رہتے ہیں تو اللہ کریم نے فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں ان کو ہر چیز کا علم ہے صرف عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار نہیں کرنا چاہتے مگر یاد رکھو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

ترجمہ: کاہے کے انتظار میں ہیں یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اتنے روشن دلائل کے باوجود بھی اگر تمہارے عقیدے حضور علیہ السلام کے متعلق درست نہ ہوں پھر اس مخالفت کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو اور یاد رکھو اللہ کے فرشتے نازل ہوں گے جو تم پر عذاب لائیں گے اور بادلوں سے عذاب نازل ہوگا۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

ترجمہ: بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں اور جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک یہود ونصاریٰ کے متعلق فرما رہا ہے کہ ہم نے انہیں روشن نشانیاں عطا فرمائیں ہیں اور یہ وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی نعمت کو بدل دیا۔ مطلب یہ کہ وہ آیات بدل دیں جن میں حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص موجود تھے یہ تو یہودیوں اور عیسائیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسد اور عداوت کی وجہ سے وہ آیات بدل دیں اللہ کریم فرماتا ہے ان ظالموں نے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا انکار کیا ہے اللہ کی کتابوں میں حسد و بغض کی وجہ سے ردوبدل کیا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کیلئے بیشک سخت ترین عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو چھپانا غلط استدلال کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کو چھپانا اور عام آدمی جیسا آدمی ثابت کرنا بہت بڑا جرم ہے یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا عمل ہے جو گروہ آج بھی ایسے نظریات رکھتے ہیں اور وہ گروہ بندی کا شکار

marfat.com

Marfat.com

ہو کر حضور علیہ السلام کی فضیلت کو چھپاتے ہیں علم پاک اختیارات یا نورانیت کو تو وہ لوگ گمراہ بے دین اور یہودیت اور عیسائیت کے پیروکار ہیں کیونکہ یہ عمل یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے اہل ایمان کا نہیں صحابہ اور تمام اہل ایمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ: کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی ہے اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈروالے ان کے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے یہ دنیا کافروں کیلئے حسین بنادی گئی ہے مزین کردی گئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مومن کیلئے دنیا قید خانہ ہے۔ چونکہ کافر کا سب کچھ ہی دنیا ہے اس لئے وہ اس کو سنوارتا ہے مومن اپنی آخرت سنوارتا ہے کفار غریب مسلمانوں کو دیکھ کر ہنسا کرتے تھے مذاق اڑایا کرتے تھے یہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں یہ ملے گا وہ ملے گا تو اللہ کریم نے انکارڈ فرمایا کہ آج تم ان کا مذاق اڑاتے ہو اور ہنستے ہو مگر یاد رکھو قیامت کے دن یہ عزت پائیں گے اور تم ذلت اٹھاؤ گے ان کو اعلیٰ مقام دیا جائے گا اعلیٰ علیین ملے گا اور تم جہنم کے نیچے ہو گے اور یہ ڈروالے یعنی اللہ سے ڈرنے والے بلند مقام پر ہوں گے مگر یاد رکھو اللہ جس کو چاہے بے حساب دیتا ہے اور دے سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمہ: لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے اور کتاب میں اختلاف انہی نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھادی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

تفسیر: حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نوح علیہ السلام تک لوگ ایک دین پر تھے اور پھر ان میں اختلاف ہوگیا

marfat.com
Marfat.com

اور آہستہ آہستہ سب کے سب کافر ہو گئے سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے والدین کے اس وقت صرف جناب نوح علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے۔ چنانچہ جناب نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی (خازن) اور دوسرے انبیاء بھی آئے جو لوگوں کی اصلاح کرتے رہے اور ساتھ کتابیں بھی نازل فرمائیں، تاکہ ان معاملات کے فیصلے اللہ کے حکم کے مطابق ہوں۔ مگر ان بدنصیبوں نے اللہ کے احکام بدل دیئے کتابوں میں ہیرا پھیری کر دی ردو بدل کر دیا مگر مسلمانوں پر اللہ نے اپنا خاص کرم فرمایا اس سے مسلمانوں کا قبلہ متعین کرنا مقصود ہے اور دیگر تہوار یعنی جمعہ کا دن مقرر کرنا رمضان المبارک کا مقرر کرنا وغیرہ۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝۲۱۴

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی (یعنی مشکل حالات تمہارے نہیں ہوئے) پہنچی انہیں سختی اور شدت اور ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے ساتھ ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ پر مختلف قول ہیں بعض بزرگوں نے کہا کہ ہجرت کے موقع پر نازل ہوئی وہ موقعہ سختی کا تھا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ پاک خالی ہاتھ آئے تھے دوسرا قول یہ کہ جنگ احد کے موقع پر نازل ہوئی تیسرا قول ہے کہ جنگ احزاب کے حق نازل ہوئی کیونکہ جنگ احزاب میں بھی صحابہ کرام سخت مصائب میں مبتلاء ہوئے تھے مخالفین یعنی کفار کی طرف سے سخت محاصرہ تھا اور سردی سے ہاتھ سن ہو رہے تھے یہاں تک دفاع کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا اور بھوک انتہا کو پہنچ چکی تھی اور مسلمان سخت گھبرائے ہوئے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی اللہ کریم نے مسلمان کو تسلی بھی دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جنت اتنی آسانی سے نہیں ملتی صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے پہلے جو گزر چکے ہیں ان پر زیادہ سخت حالات آتے رہے ہیں نبیوں اور ان ایمان لانے والوں کو سخت مصائب اٹھانے پڑے ہیں زمین کھود کر ان کو دفن کیا گیا نبی کو آرے سے چیر دیا گیا لوہے کی کنگھی سے ان کے جسم کا گوشت نوچ لیا گیا اس لئے صبر کرو اللہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اللہ کی مدد قریب ہے یہاں اللہ اپنے بندوں کو صبر کی تلقین فرما رہا ہے کہ اگر کوئی مشکل وقت آجائے تو بندے کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے تو ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار جائیں ہمارے حق میں دعا فرمائیے اب ہمیں اللہ کی طرف سے امداد کی سخت ضرورت ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو تم

marfat.com

Marfat.com

سے پہلے ایمان والے تھے انہوں نے زیادہ مصائب برداشت کئے ہیں مگر ان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں آئی۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں مسافروں کیلئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کے جواب میں نازل ہوئی جو بوڑھے آدمی تھے اور بہت زیادہ مالدار تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر ہم اپنا مال خرچ کرنا چاہیں تو کہاں خرچ کریں؟ تو فرمایا گیا اپنے ماں باپ پر خرچ کرو قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرو اس کے بعد یتیموں محتاجوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھی نیکی کرو گے اللہ اسے جانتا ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کرے کہ اللہ اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو صبح ہوتے ہی اس کیلئے جنت کے ۲ (دو) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اگر ایک ہو تو ایک دروازہ اور اگر کوئی اللہ اور اپنے والدین کی نافرمانی میں صبح کرے تو صبح ہوتے ہی جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اگر ایک ہو تو ایک دروازہ ایک شخص عرض گزار ہوا اگر وہ دونوں ظلم کریں (یعنی والدین) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر چہ ظلم کریں اگر چہ وہ ظلم کریں اگر چہ وہ ظلم کریں اور پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیٹا ایسا نہیں جو اپنے والدین کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھے مگر ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کیلئے حج ضرور لکھ دیتا ہے لوگ عرض گزار ہوئے روزانہ سو دفعہ دیکھے تو فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے کھانے اور پینے میں یتیم کو شامل کرے تو اللہ کریم اس کیلئے جنت واجب فرما دیتا ہے مگر جبکہ ایسا گناہ کرے جو بخشا نہ جائے اور جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے اور انہیں ادب سکھائے اور ان پر شفقت رکھے یہاں تک کہ انہیں ضرورت نہ رہے تو اللہ کریم اس کیلئے بھی جنت واجب کر دیتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ اگر دو ہوں فرمایا اگر چہ دو ہوں پھر لوگوں نے عرض کیا اگر ایک ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک ہو تب بھی جنت واجب ہو جاتی ہے اگر دو آنکھیں چلی جائیں ان کے بدلے بھی جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے اس کے رزق میں فراخی ہو اور عمر میں درازی ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

marfat.com

Marfat.com

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ چکانے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری توڑی جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ہر مومن کو چاہے والدین قریبی رشتہ دار اور یتیموں مسافروں محتاجوں سے اچھا سلوک کرے اگر کوتاہی کرے گا تو سخت مجرم ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا
شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ ٢٦ ع ١٠

ترجمہ: تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جہاد کرنا تم پر فرض ہے مطلب یہ کہ جب اسلام کو تمہاری ضرورت پڑے تو موت کے خوف سے نہ بھاگو یا جب تمہیں حضور علیہ السلام حکم فرمائیں تو اپنی جانیں مال اور اولاد ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو جاؤ اگرچہ تمہیں اس وقت جہاد کیلئے بلایا جانا پسند نہ ہو گو بظاہر تمہیں محسوس ہوتا ہو کہ اس وقت اگر یہ کیا گیا تو نقصان ہوگا اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے تم نہیں جانتے کہ اس میں تمہارے لئے کیا بہتری ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں تمہارے ذمہ صرف حکم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل کرنا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو مگر وہ تمہارے لئے بہتر نہ ہو اس لئے جو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں اس پر عمل کرنا ہی بہتر جانو اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتا ہے تم نہیں جانتے اس سے معلوم ہوا ہمارے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے چونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں بندے کی بہتری ہے اس لئے ہر کام میں احکام شریعہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ
بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

marfat.com

Marfat.com

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

ترجمہ: تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے بھی سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں آٹھ مہاجرین کو نجران کی طرف روانہ فرمایا اور ایک حکم نامہ تحریر کر کے دیا فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس کو پڑھنا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنا دینا اور ہمارے حکم کا اجراء کرنا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو روز سفر کرنے کے بعد حکم نامہ کھولا اور پڑھنا شروع کیا تو اس میں یہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ تم اللہ کی رحمت اور برکت پر بھروسہ کرنا جب بطن نخلہ پہنچو تو قریش کے قافلہ کے منتظر رہو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حکم نامہ پڑھ کر رضامندی کا اظہار فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنایا اور سب نے رضامندی کا اظہار کیا مختصراً یہ کہ ان کا مقابلہ قریش کے ایک قافلہ سے ہوا جو تجارت کا مال لے کر آ رہا تھا اس پر کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ عجیب مسلمان ہیں کہ حرمت والے مہینے میں جنگ کرتے ہیں یہ طعن اس لئے کیا کہ اس وقت یہ چار مہینے انتہائی حرمت والے تھے۔ رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ و محرم قریش کے طعنہ دینے سے صحابہ کو سخت صدمہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں معلوم نہیں جب ہم نے حضرمی کو قتل کیا رجب کا آخری دن تھا یا گزر چکا تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مگر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (الحسنات) بہرحال جب کفار نے طعن کیا تو اللہ کریم نے فرمایا آج ان کو یہ یاد آیا ہے کہ یہ مہینے عزت والے میں ان میں جنگ نہیں ہونی چاہئے ان کو اپنا کردار یاد نہیں رہا مطلب یہ کہ ان لوگوں نے یعنی کفار نے ظلم وستم کی انتہا کر دی اللہ کے مقابلے میں پتھر اور مٹی کے بنائے ہوئے بتوں کو الٰہ بنایا اور ان کی پرستش کی اور پھر قیامت کا انکار کیا اور فساد پھیلایا حق کا انکار کیا اور مسلمانوں کو اسلام لانے کے بدلے سخت اذیتیں دیں گرم پتھروں پر لٹاتے زبان پر جلتے ہوئے کوئلے رکھتے اور لوگوں کو بیت اللہ کے طواف سے روکا مکہ مکرمہ میں وہ ظلم کئے کہ مسلمانوں کو ہجرت کرنی پڑی مسجد حرام سے لوگوں کو روکا عبادت و ریاضت سے روکا قتل و غارت کی انتہا کر دی تم نے وہ کام کئے ہیں جو قتل سے بھی بڑھ کر ہیں اب بھی اگر تمہیں موقع ملے تو پہلے سے بڑھ کر اور ظلم ستم کرو مگر مسلمانوں کو طعنے دیتے ہو مسلمانوں کو فرمایا ان کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو یہ تو

marfat.com
Marfat.com

چاہتے ہیں کہ پراپیگنڈہ کر کے مسلمان کو ان کے دین سے پھر دیں یہ تمہارے دوست نہیں لہٰذا ان کی باتوں پر نہ جاؤ اپنے عقیدہ پر پختہ رہو اسلام سے مخلص رہو دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کرو یاد رکھو جو دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھوڑے گا اسلام سے پھرے گا وہ بدنصیب کہیں کا نہیں رہے گا اس کا سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخی ہو جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا دفاع اللہ واحدہ لاشریک فرماتا ہے اور کافر صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں صحابہ نے جنگ غلط فہمی کی بنا پر کی۔ وہ گناہ گار نہ ہوئے کیوں کہ یہ عمل اس طرح ہے جیسے کوئی روزے کی حالت میں بھول کر کھانا کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی روزہ ٹوٹتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمہ: تحقیق وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کیلئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جہاد کیا مگر انہیں یہ خبر نہ تھی کہ یہ رجب کا دن ہے یہ ان کے متعلق بعض نے کہا کہ گناہ تو ان کے ذمہ نہیں مگر ان کو اس جہاد کا ثواب نہیں ملے گا اللہ کریم نے لوگوں کے اس پراپیگنڈہ کا رد فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ان کو اس جہاد کا ثواب ملے گا کیونکہ ان صحابہ نے اللہ کی رضا کیلئے اپنے گھر بار چھوڑے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عمل کیا اور حضور علیہ السلام کے حکم سے گئے اور پھر جنگ ذاتی غرض و غائت کیلئے نہیں بلکہ حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا لہٰذا ان صحابہ کو جہاد کرنے کا پورا ثواب دیا جائے گا اور اللہ کی رحمت کا نزول ہوگا اللہ مہربان ہے اور بخشش فرمانے والا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کریم کو صحابہ پر تنقید گوارہ نہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہو رہا ہے اللہ کریم نے لوگوں کے پراپیگنڈہ کرنے پر فوراً اعلان فرمایا اور لوگوں کو بتایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر میری رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جو اللہ کیلئے گھر بار چھوڑیں جیسے یہ صحابہ کرام ہیں اور پھر وہ صحابہ جو مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے مال جان اولاد تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ماسوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیونکہ ہم پر ان کا اتنا احسان ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی ان کا بدلہ دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا نفع ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب تو اللہ کا خلیل ہے (ترمذی مشکوٰۃ) اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور

marfat.com

Marfat.com

اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابہ کرام پسند ہیں اور ان کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بہت بڑا مقام ہے اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے ساتھیوں یعنی صحابہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

ترجمہ: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے تم فرماؤ کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیاوی نفع بھی اور ان کا گناہ اس کے نفع سے بڑا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے آیات بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ لوگ جوئے اور شراب کے متعلق پوچھتے ہیں تو ان لوگوں کو فرما دو یہ بہت بڑا جرم ہے اگرچہ تمہیں جوئے میں جیت ہو جاتی ہے اور مفت کا مال ہاتھ لگ جاتا ہے اور اگرچہ شراب کی تجارت میں تمہیں آمدنی ہوتی ہے مگر اس کے فائدے سے نقصان زیادہ ہے وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں اور آقا کی ناراضگی بہت بڑا نقصان ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب مدینہ پاک میں جوئے اور شراب کو عروج حاصل تھا شراب کو اس وقت ابھی حرام نہیں فرمایا گیا تھا مگر شراب اور جوئے کی برائیاں بیان کی جارہی تھیں (روح المعانی) آگے فرمایا یہ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو فرمایا "قل العفو" جو فاضل بچے اس کا مطلب ہے کہ نہ بخل کرو اور نہ اتنا زیادہ دو کہ تم بھیک مانگنا شروع کر دو یعنی درمیانہ راستہ اختیار کرو اللہ تم پر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ سمجھ کر کرو۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یتیم سے معاونت کرنا یتیمی میں اس کا ساتھ دینا اس کی بھلائی کا سوچنا بہتر عمل ہے مطلب یہ کہ ان کے مال کی حفاظت کرنا، بری عادات بری صحبت سے محفوظ رکھنا اچھے عمل کی تلقین کرنا اچھے راہ پر چلانا اچھی سوچ دینا اس کو اچھا انسان بنانے میں اس کی مدد کرنا بہت افضل عمل ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی بندہ پیار سے یتیم کے سر پر

marfat.com
Marfat.com

ہاتھ پھیرے جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر یتیم گھر میں ہو تو رحمت کا نزول ہوتا ہے پھر فرمایا اگر یتیم کا مال ہے اور تم اس سے تجارت کرتے ہو تو کوئی حرج نہیں مگر اس کے مال اور اس کے نفع میں کوئی ہیرا پھیری نہیں ہونی چاہئے اس کا حق پورا پورا اس کو دو کیوں کہ اللہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے کہ کون کس نیت سے یہ سب کچھ کرتا ہے جس کی نیت ٹھیک ہے اللہ اس کو بھی جانتا ہے اور جس کی نیت خراب ہے یعنی حیلے بہانے سے مال کھانا چاہتا ہے اللہ اس کو بھی جانتا ہے اور اللہ اگر چاہتا تمہاری بدنیت ہونے کی وجہ سے تمہیں کسی بہت بڑی مصیبت میں ڈال سکتا ہے کیونکہ وہ ایسا کر سکتا ہے بہت زبردست حکمت والا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

ترجمہ: اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت مرثد غنویٰ رضی اللہ عنہ ایک بہت ہی بہادر اور سمجھدار آدمی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو حکم فرمایا کہ تم جاؤ اور مکہ معظمہ سے مسلمانوں کو دانشمندی سے نکال لاؤ جب حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ پہنچ گئے تو مکہ میں ایک مشرکہ عورت جو بہت مالدار اور حسین وجمیل تھی نیز دور جاہلیت میں اس کے مرثد غنوی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے وہ آئی اور حضرت مرثد غنویٰ کو حرام کی دعوت دی تو صحابی نے فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام میں حرام کرنے کی اجازت نہیں چنانچہ آپ نے انکار کر دیا تو اس عورت نے نکاح کی دعوت دی تو صحابی فرمانے لگے یہ بھی میں اپنے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کر کے بتا سکتا ہوں کہ میں مشرکہ سے نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں تو یہ آیت نازل ہوئی واللہ ورسولہ اعلم (تفسیر احمدی) اور بھی اس کے شان نزول درج ہیں مگر آیت کریمہ سے اس کی مطابقت بہت زیادہ ہے اس لئے اس کو بہتر جانا علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں اس میں تمام مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس میں ہر مشرک اور کافر شامل ہے جیسا بھی ہو (روح البیان) مگر اہل کتاب عورت سے نکاح ہو سکتا ہے خواہ یہودی ہو یا نصرانی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس پر عمل کرنا پسند کرتا ہوں۔ میرے خیال میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بہت بہتر ہے اور

marfat.com
Marfat.com

ایمان کی پختگی اسی فیصلہ میں ہے اس لئے جو عورت دین اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پسند نہ کرے اس کو پسند کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کی کمی کی دلیل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کم ہونا ایمان کے کمزور ہونے کی دلیل ہے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ جس عورت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پسند نہیں ہمیں بھی اس کو پسند نہیں کرنا چاہئے، مگر مسئلہ اسی طرح ہے کہ اہل کتاب عورت سے نکاح جائز ہے بہتر نہیں قرآن پاک سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہو یعنی پکا مسلمان ہو غلام مشرک مرد سے اور مسلمان لونڈی مشرکہ آزاد عورت سے افضل ہے مختصراً افضل وہی ہے جو صاحب ایمان ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت رکھتا ہو۔ آگے فرمایا اگر تم مشرکہ عورت سے نکاح کرو گے تو وہ عورت یقیناً تمہیں اپنے نظریات کی طرف راغب کرے گی اور میاں بیوی کے رشتے کی بنیاد محبت پر ہوتی ہے جس کے بندے پر کافی اثرات ہوتے ہیں اور پھر اولاد پر بھی کافی اثرات ہوتے ہیں بلکہ ہم نے زندگی میں ایسے کئی واقعات دیکھے ہیں جن سے بندے کو پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ زندگی میں گھر بیٹھے مذہب پر گفتگو نہ ہو جس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا کیونکہ یہودی یا عیسائی عورت اپنے عقیدہ کو بہتر جانتی ہوگی وہ تمہیں یا تمہاری اولاد کو یہودیت یا عیسائیت کی طرف بلائے گی اور اللہ کریم فرماتا ہے اے میرے بندے میں تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہوں میں نے جو احکامات نازل کیے ہیں اپنے بندے کی بھلائی کیلئے نازل کیے ہیں۔ اپنے بندوں کی رہنمائی کیلئے نازل کئے ہیں، تا کہ تم نصیحت مان کر اپنے لئے ہر چیز سنوار لو دین بھی اور دنیا بھی۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

ترجمہ: اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے بیشک اللہ پسند کرتا ہے، بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے ستھروں کو

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کے یہودی اور مجوسی حائضہ عورتوں سے انتہائی نفرت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا بلکہ دیکھنا بھی عظیم گناہ جانتے تھے اور دوسری طرف عیسائی ان کے برعکس کرتے بلکہ اپنی بیویوں سے مشغول ہوتے تو مسلمانوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کیا کرنا چاہیے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتوں سے الگ رہو کیونکہ حیض ناپاکی ہے لہٰذا جب تک پاک نہ ہو جائیں یعنی غسل نہ کریں اس وقت تک مجامعت جائز نہیں ہے اور باقی ان کے ہاتھ سے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گفتگو میں کوئی حرج نہیں اور جب پاک ہو جائیں تو پھر تم بیوی کے پاس جا سکتے ہو مگر لواطت نہیں کر سکتے کیونکہ لواطت کرنا حرام ہے لہٰذا اللہ کریم

marfat.com
Marfat.com

ستھرے لوگوں اور توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب! بشارت دو ایمان والوں کو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں مطلب کے جیسے کھیتیاں ملکیت ہیں اسی طرح عورتیں جو تمہارے نکاح میں ہیں وہ تمہاری ملکیت ہیں جیسے تم اپنی زمین میں جب چاہو جا سکتے ہو اسی طرح عورتوں کے پاس بھی جب چاہو جا سکتے ہو مگر اپنے بھلے کا کام پہلے کرو مطلب کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال پہلے رکھو یعنی نماز اور دیگر فرائض کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے یا یوں سمجھو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو نہ بھول جانا وہ بہت ضروری ہیں اسی طرح حقوق العباد کے متعلق بھی سوال ہوگا ان کا خیال رکھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر چیز نے جام فنا پینا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے لہٰذا احکام شرعیہ کو بھی یاد رکھنا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کریں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بھی خیال رکھیں اور دنیا کے معاملات اسلام کی روشنی میں چلائیں تو ان کو بشارت یعنی جنت کی خوش خبری ہے مگر جو بے ایمان یعنی عقیدہ غلط رکھنے والے ہوں چاہے یہ بدعقیدہ جانے کتنے اچھے عمل کیوں نہ کرتا ہو اس کیلئے جنت کی خوشخبری نہیں ہو سکتی لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ عقیدہ کو چھوڑو جی صرف عمل نیک ہونے چاہئیں وہ جاہل ہیں یا منافق' عقیدہ درست ہونا ضروری ہے کیونکہ نجات عقیدہ پر ہوتی ہے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

ترجمہ: اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے گھر جانے اور بولنے پر قسم کھائی یعنی نہ تو ان کے گھر جاؤں گا اور نہ ہی ان سے کلام کروں گا اور جب ان کو صلح کے متعلق کہا گیا تو انہوں نے قسم کا ذکر کیا کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں نہ ان کے گھر جاؤں گا اور نہ ہی ان سے کلام کروں گا۔ لہٰذا میں مجبور ہوں تو اللہ کریم نے فرمایا قسموں کو نشانہ نہ

marfat.com
Marfat.com

بتاؤ مطلب کہ اس قسم کو توڑ دو اور صلح کرنا نیک کام ہے نیکی کو ترک نہ کرو اس سے معلوم ہوا نیک کام کیلئے قسم کو توڑنا جائز ہے مگر کفارہ دینا ہوگا اگر اس نیت سے قسم کھائے کہ بعد میں توڑ دی جائے گی اور کفارہ ادا کر دیا جائے گا مطلب یہ کہ کسی شخص کو دھوکا دینے کیلئے قسم کھائے اور بعد میں قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے تو یہ بہت بڑا جرم ہے بلکہ اللہ کے نام کا مذاق اڑاتا ہے جو گمراہی اور ذلالت ہے ایسا کرنے والے کیلئے سخت (وعید) ہے ہاں اگر صلح کرنے یا کسی نیک کام کیلئے قسم توڑتے ہو تو حرج نہیں ہے۔ (مگر اس کا بھی کفارہ دینا ہوگا۔ فرمایا مگر یاد رکھو اللہ سمیع بھی ہے اور علیم بھی۔ یعنی وہ سنتا بھی ہے اور علم بھی رکھتا ہے کہ تمہارے دل میں کیا ہے یعنی نیتوں کو جانتا ہے۔)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں ہاں اس پر گرفت کرتا ہے جو کام تمہارے دل نے کئے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ اور جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان قسموں پر گرفت نہیں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں مثلاً کوئی گزرا ہوا واقعہ اس کو سچ جانتے ہوئے اگر قسم کھالیں تو اس کی معافی ہو جائے گی کیونکہ اس میں تمہاری بدنیتی شامل نہیں صرف تمہاری لاعلمی ہے اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔ دور جاہلیت میں عربوں کا معمول بن چکا تھا کہ اپنی بیویوں سے مال طلب کرتے کہ ہمیں اتنا مال لا کر دو اگر وہ مال لا کر شوہر کو دے دیتیں تو ٹھیک ہے اگر وہ مال لا کر دینے سے معذرت کرتیں یا اپنی مجبوری ظاہر کرتیں کہ ہم مجبور ہیں ہم اتنا مال لا کر پیش نہیں کر سکتیں تو وہ جاہل لوگ قسم اٹھاتے کہ میں تیرے پاس ایک برس یا دو برس قطعاً نہیں آؤں گا یا اس سے بھی زیادہ مدت کی قسم اٹھاتے جس سے عورتیں مجبور و پریشان ہوتیں تو اللہ کریم نے اس ظلم کے خلاف حکم نازل فرمایا کہ تمہارے پاس چار ماہ ہیں اگر لوٹ آؤ تو ٹھیک ہے ورنہ طلاق بائن ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا بیویوں کو خواہ مخواہ تنگ کرنا جہالت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ (ترمذی)

marfat.com
Marfat.com

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں اور عورتوں کا بھی ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی اور اس وقت تک اسلام میں عدت کی مدت مقرر نہ تھی کہ عورت طلاق کے بعد کتنی مدت عدت گزارے اور نہ ہی دور جہالت میں کوئی عورت کی مدت مقرر تھی چنانچہ یہ مسئلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش ہوا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جس کو طلاق مغلظہ ہو جائے یعنی تین طلاقیں ہو جائیں وہ تین حیض گزار کر آگے نکاح کر سکتی ہیں اگر حاملہ ہوں تو وہ چھپائیں نہیں کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے فرمایا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو تو تمہارے لئے یہ قانون ہے یاد رہے کہ حمل کو ضائع کرنا بھی حمل چھپانا ہے جو سخت جرم ہے۔

اس سے معلوم ہوا تین طلاقیں دینے سے پہلے شوہر کو حق ہے کہ وہ رجوع کرے مگر جب تین طلاقیں دے دے تو پھر مرد کا حق ختم ہو جاتا ہے چاہے ایک بار تین دے دے یا ایک ایک کر کے تین طلاقیں دے پھر عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اس وقت تک طلاق دہندہ پر حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور وہ مرد سے اور مرد اس عورت سے فائدہ حاصل نہ کرے چنانچہ حدیث ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور پھر اسے طلاق دے دی اس عورت نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا پھر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ اس کے پاس نہیں آتا اور اس کے پاس ہے بھی صرف پھندا (یعنی نامرد ہے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم اس وقت تک پہلے خاوند کے پاس نہ جا سکو گی جب تک دوسرا خاوند تمہارا ذائقہ اور تم اس کا ذائقہ نہ چکھ لوگی (بخاری) یوں کہہ لیجئے کہ حلالہ ضروری ہے اگر حلالہ نہ کرو گی تو تم پہلے خاوند کے پاس نہیں جا سکو گی۔

marfat.com
Marfat.com

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کر کے چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک عورت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا شوہر کہتا ہے کہ میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا اور رجوع کرتا رہوں گا۔ اس طرح نہ ہی وہ مجھے چھوڑے گا اور نہ ہی اپنے گھر آباد رکھے گا یعنی بیوی بنا کر گھر بھی نہیں رکھے گا اسی طرح پوری زندگی وہ مجھے ذلیل کرتا رہے گا اور ایک قیدی اور مجبور کی حیثیت سے میں زندگی گزاروں گی۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کوئی مرد ایسا نہیں کر سکے گا اس لئے اللہ کریم نے فرمایا اگر تم عورت کو نہیں رکھنا چاہتے تو اس پر احسان کرو اسے اچھے طریقے سے طلاق دے دو یا پھر اسے بیوی جانو اور اس کے حقوق پورے کرو ورنہ تم مجرم ہو اور اپنی جان پر ظلم کر رہے ہو فرمایا اگر دو طلاقوں کے بعد رجوع نہ کیا عدت گزر گئی تو طلاق بائن ہو جائے گی اگر تیسری دی تو مغلظہ ہو جائے گی پھر دوسری جگہ نکاح (کئے بغیر یعنی) حلالہ کئے بغیر تمہارے نکاح میں نہیں آسکتی یہ اللہ کا قانون ہے جو اس کو توڑے گا بہت بڑا ظالم ہوگا۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: پھر اگر اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے

marfat.com
Marfat.com

پاس نہ رہے پھر اگر وہ دوسرا اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نبھائیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کیلئے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور اس کے نکاح سے نکل جائے گی اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر دوبارہ اسے بیوی بنا کر رکھے تو وہ زنا کا مرتکب ہوگا کیونکہ اس وقت وہ عورت اس پر حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور وہ مرد اسے طلاق دے دے۔ اور عدت گزارنے کے بعد پہلے مرد سے شادی کر سکتی ہے یعنی حلالے کے بغیر نکاح نہیں ہو سکے گا اگر اس کے علاوہ کوئی صورت اختیار کرتے ہیں تو وہ غیر شرعی ہے اور وہ دونوں جرم کے مرتکب ہیں اور ان پر حد جاری ہوگی تو فرمایا یہ اللہ کا قانون ہے یہ اللہ کی حدیں ہیں اب جو لوگ حلالہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ کی حدوں کو توڑتے ہیں حلالہ کی مخالفت قرآن وحدیث کی مخالفت ہے۔

حلالہ کی وضاحت

بعض لوگ حلالہ کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی مخالفت کی وجہ صرف اور صرف گروہ بندی ہے حالانکہ اگر انہیں لوگوں سے پوچھا جائے کہ کیا جب کوئی بندہ اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے چکا ہے فرمائیے کیا وہ بندہ کچھ عرصہ کے بعد اس عورت کو جس کو وہ چند دن پہلے طلاق مغلظہ دے چکا ہے نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں سب کا جواب یہی ہوگا کہ نہیں کیوں کہ قرآن پاک کے واضح الفاظ ہیں جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور دونوں ایک دوسرے سے فائدہ نہ اٹھائیں اس کے بعد طلاق ہو تو پھر پہلے خاوند کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے ورنہ کوئی دوسری صورت نہیں کہ پہلے مرد سے نکاح کر سکے اسی کو حلالہ کہتے ہیں اور حلالہ کا مطلب ہے پہلے خاوند کیلئے حلال ہونا ہے تو وہ اس کے سوا حلال نہیں ہو سکتی جب تک دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور پھر وہ طلاق دے اور عدت پوری کرے پھر نکاح ہو سکتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں کہ میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی تو انہوں نے مجھے طلاق دے دی پس ان کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی اور ان کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پھندے کی طرح (یعنی نامرد ہے) فرمایا کیا تم رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو عرض کی ہاں فرمایا یہ نہیں ہوگا جب تم اس کا وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے۔ (متفق علیہ) اس سے ثابت ہوا حلالہ ضروری ہے جو اس کا انکار کرے گا وہ قرآن وحدیث کا منکر ہوگا جو شخص قرآن کا منکر ہو وہ صاحب ایمان نہیں ہوگا۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوْا

marfat.com

Marfat.com

اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۘ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کیلئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنالو اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر: یہ آیت ثابت بن یسار انصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو رجوع کر لیتے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ایسا نہ کرو یا تو نیک نیتی سے بیوی بنا کے رکھو یا پھر ان کو آزاد کر دو اللہ کی آیتوں کا مذاق نہ اڑاؤ اور جو تم کرتے ہو اپنی جان پر ظلم کرتے ہو اور فرمایا اللہ نے تم پر احسان کیا ہے مطلب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا اور قرآن کا نازل ہونا یہ سب کچھ تمہاری بہتری کیلئے ہوا ہے مگر تم پھر استفادہ نہیں کرتے لہٰذا وہ دور جاہلیت کی رسموں اور رواجوں کو ترک کر کے فرمان الٰہی کی پابندی کرو اور کسی سے زیادتی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جبکہ کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ معقل بن یسار قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا نکاح اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عاصم رضی اللہ عنہ سے کر دیا جو انتہائی نیک اور شریف آدمی تھے مگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی جس کا حضرت معقل رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا مگر عدت کے گزر جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عاصم رضی اللہ عنہ نے پھر نکاح کی خواہش ظاہر کی اور آپ کی جو بیوی رہی تھی جمیلہ نامی اس نے پھر چاہا کہ میں اور حضرت عبداللہ بن عاصم رضی اللہ عنہ زندگی اکٹھے گزاریں' نکاح کرلیں اور پہلے کی طرح رہیں مگر حضرت

marfat.com
Marfat.com

معقل رضی اللہ عنہ نہیں مانتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جب حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم سنایا تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور دوبارہ نکاح ہو گیا۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ
كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى
الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ
تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ
عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ
اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى
الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا
الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس اس کیلئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کی طاقت کے

marfat.com

Marfat.com

مطابق ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کے قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جبکہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ (یعنی گناہ) نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دیا یا اپنے دل میں چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی معیاد کو نہ پہنچ لے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے اور اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کر لیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔ اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کیلئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو ٹھہرا تھا (یعنی مقرر ہوا تھا) اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے قریب تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اپنی نمازوں کی حفاظت کرو سہیل بن مالک رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ ایک نجدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے گنگناہٹ سنائی دیتی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ نزدیک ہو کر اس نے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور رات میں روزانہ پانچ نمازیں ہیں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سوا بھی مجھ پر کچھ ہے؟ فرمایا نہیں مگر جو خوشی سے پڑھو صحابی فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ماہ رمضان کے روزوں کا ذکر فرمایا سائل نے عرض کیا کیا اس کے سوا بھی مجھ پر روزے ہیں فرمایا

marfat.com
Marfat.com

کہ نہیں مگر جو تم اپنی خوشی سے رکھو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے یعنی سائل نے عرض کیا کہ کیا اس کے سوا بھی مجھ پر کچھ ہے۔ فرمایا نہیں مگر جو تم اپنی خوشی سے دو جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو کہتا تھا خدا کی قسم نہ میں اس میں اضافہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو نجات پا گیا (ابوداؤد شریف) صحابی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پانچ نمازوں کو اللہ کریم نے فرض قرار دیا ہے جو ان کیلئے اچھی طرح وضو کرے انہیں وقت پر پڑھے اور ان کے اندر رکوع خشوع اچھی طرح کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمائے گا ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اسے بخش دے اور چاہے تو عذاب دے (ابوداؤد) اس سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو نمازوں کی پابندی کرنی چاہئے تاکہ نجات ہو اللہ کریم فرماتا ہے کہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو یعنی پابندی سے پڑھو ایسا نہ ہو کہ ایک یا دو نمازیں پڑھ لیں اور باقی کے پڑھنے میں غفلت برتتے یا دو چار دن نمازیں پڑھیں پھر چھوڑ دیں "حفظوا" کا مطلب ہے ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھو اور پابندی سے پڑھو فرمایا "الصلوٰة الوسطےٰ" درمیانی نماز کی یعنی نماز عصر کی پابندی کرو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل وعیال اور اس کا مال لٹ گیا (متفق علیہ) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز عصر کو ترک کر دیا اس کے اعمال حبط یعنی ضائع ہو گئے (بخاری) یہاں اہل قرآن جن کو چکڑالوی کہا جاتا ہے اور پرویزی فرقہ سے یاد کیا جاتا ہے وہ حدیث کے منکر ہیں اور وہ صلوٰۃ الوسطےٰ نماز عصر کو نہیں مانتے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ فرقہ کافر ہے کیونکہ جو حدیث کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے بہر حال یہ بحث تو آگے آئے گی فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق صلوٰۃ الوسطےٰ نماز عصر ہے جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مشرکین نے حضور علیہ السلام کو نماز عصر سے روک لیا حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز (صلوٰۃ الوسطیٰ) سے روکا اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے (ابن ماجہ شریف) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق کے روز ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں الصلوٰۃ الوسطیٰ سے روکا یعنی جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی نماز عصر سے روکا (ابن ماجہ شریف) ان احادیث اور قرآن کی روشنی میں ثابت ہوا کہ درمیانی نماز یعنی صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے اور پھر جو تین نمازوں کے قائل ہیں وہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں اور کافر ہیں کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل حجۃ ہے اور قرآن کی تفسیر ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ دو دن نماز ہمارے ساتھ پڑھو جب زوال کا وقت ختم ہوا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا پھر تکبیر کا حکم دیا اور ظہر پڑھی اور پھر عصر کا وقت ہوا تو عصر پڑھی تو سورج بلندی پر تھا سفید اور صاف تھا اور مغرب سورج

marfat.com

Marfat.com

غروب ہوتے ہی پڑھائی اور عشاء اس وقت جب شفق غائب ہوگئی اور صبح کی نماز اس وقت جب صبح صادق ہوئی دوسرے روز نماز ظہر خوب ٹھنڈے وقت میں پڑھائی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ سورج اگرچہ اونچا تھا مگر پہلے روز کے مطابق ڈھل چکا تھا مغرب شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز تہائی رات گزر جانے کے بعد اور صبح کی نماز جب روشنی پھیل گئی تھی پھر فرمایا وہ سائل کدھر ہے تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوں تو آپ (یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا جس طرح تو نے دیکھا نمازوں کا وقت ہے ان تمام روایات کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں لہٰذا اب جو شخص پانچوں نمازوں میں سے کسی ایک نماز کا منکر ہوگا وہ کافر ہے دائرہ ایمان سے خارج ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے مگر پرویزی فرقہ جن کو اہل قرآن کہتے ہیں وہ لوگ پانچ نمازوں کے منکر ہیں ان لوگوں کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ ایک گروہ ایسا پیدا ہوگا جو حدیث کا منکر ہوگا، چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اور بھی اس جیسی خبردار ہو جاؤ قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لئے صرف قرآن مجید کافی ہے لہٰذا جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو اس میں ٗ دام پاؤ اس کو حرام سمجھو الیٰ آخرہ (ابوداؤد) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح اعلان کر دیا تھا کہ ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو میرے فرمان یعنی حدیث کا منکر ہوگا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ پرویزی گروہ پیدا ہوا اس سے حضور علیہ السلام کا علم غیب بھی ثابت ہوا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

ترجمہ: پھر اگر خوف میں ہو تو پیدل یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔

تفسیر: ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے تمہاری کیسی حالت ہو اور خواہ کتنے مشکل ماحول میں بھی ہو پھر بھی نماز ادا کرنی ہو گی یعنی نماز کی اہمیت بتانا مقصود ہے مگر ہم مسلمان خیال کریں کہ کیا ہم اتنے مضبوط نمازی ہیں؟ نہیں یہ بہت بڑی غلطی ہے جس میں غفلت کرنے پر سخت وعید ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾
وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

marfat.com
Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٤٢﴾

ترجمہ: اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کیلئے وصیت کر جائیں سال بھر نان ونفقہ دینے کی بے نکالے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا گناہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب سمجھ کر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور طلاق والیوں کیلئے بھی مناسب طور پر نان نفقہ ہے یہ واجب پرہیزگاروں پر۔ یوں ہی اللہ بیان کرتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں سمجھ ہو

تفسیر: فرمایا یہ جو مسائل بیان کئے جا رہے ہیں ان کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم ایک ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرسکو مطلب کہ زندگی میں ہر شخص من مانی نہ کرے اس قانون کے مطابق اپنے معاملات کو مل کر حل کرو گے تو تم ایک قوم تصور کئے جاؤ گے اور اس میں تمہاری بھلائی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٢٤٣﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا ہے بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

تفسیر: یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے ایک مرتبہ ان کو طاعون نے آلیا تو لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا تو پیغمبر وقت نے روکا کہ بھاگو مت کچھ لوگ تو رک گئے اور کچھ جنگل کی طرف بھاگ گئے جو بھاگ گئے تھے وہ لوگ کم مرے اور جو پیغمبر وقت کی بات مان کر بستی میں ہی رک کے رہے ان کا جانی نقصان زیادہ ہوا جو بھاگ کر جانے والے تھے انہوں نے طعنہ دیا کہ دیکھو ہم بچ گئے ہیں اور تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوا ہے تو اس گروہ نے جنہوں نے پیغمبر کے حکم کی تعمیل کی تھی بھاگے نہیں تھے انہوں نے اللہ کے نبی کی بارگاہ میں یہ واقعہ عرض کیا کہ بھاگنے والے ہمیں یہ طعنہ دیتے ہیں تو نبی نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اللہ کریم نے فرمایا ان کو کہہ دو کہ جہاں بھاگ سکتے ہو بھاگو تم پر عذاب مسلط کیا جا رہا ہے مگر کوئی نہ بھاگ سکا چنانچہ سب کے سب لوگ مر گئے پھر خاصی مدت کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ کریم نے ان کو زندہ کیا اور ان کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ لوگ حزقیل نبی علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے جب یہ لوگ حادثہ کی نظر ہو گئے نبی ان کی تلاش میں نکلے تو ان کو تلاش کر لیا دیکھا کہ انسانی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں ہر شخص کے جوڑ بکھر چکے ہیں تو حزقیل علیہ السلام بہت روئے اور

marfat.com

Marfat.com

بارگاہ رب العالمین میں دعا کی کہ اے رب العالمین یہ لوگ تیری حمد کرنے والے تھے اور تیری تسبیح پڑھنے والے تھے اب اکیلا رہ گیا ہوں تو اللہ کریم نے فرمایا اے حزقیل علیہ السلام تو ان کے پاس کھڑا ہو اور ان کو پکار یعنی ان کو کہہ دے قوموا باذن اللہ تم اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ جب حضرت حزقیل علیہ السلام نے ایسا فرمایا تو وہ تقریباً دس ہزار بندے دوبارہ زندہ ہو گئے اور اٹھتے ہی انہوں نے کہا سبحانك ربنا وبحمدك لا اله الا انت اور واپس اپنی قوم میں چلے گئے اور اسی آیت کریمہ کے تحت مولوی محمد شفیع دیوبندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں یوں لکھتا ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں بستی تھی اور وہاں کوئی سخت وباء طاعون وغیرہ پھیلی یہ لوگ جو تقریباً دس ہزار کی تعداد میں تھے گھبرا اٹھے اور موت کے خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر سب کے سب دو پہاڑیوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر یہ واضح کرنے کیلئے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا دو فرشتے بھیج دیئے جو میدان کے دونوں سروں پر آ کر کھڑے ہو گئے اور ایسی آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مر گئے ایک بھی زندہ نہ رہا آس پاس کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو یہاں پہنچے دس ہزار انسانوں کے کفن دفن کا انتظام آسان نہ تھا اس لئے ان کے گرد ایک احاطہ کھینچ کر حظیرہ جیسا بنا دیا (یعنی: چوکھنڈی وغیرہ) ان کی لاشیں حسب دستور گل سڑ گئیں ہڈیاں پڑی رہ گئیں ایک زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کا نام حزقیل علیہ السلام بتلایا گیا ہے اس مقام پر گزرے اس حظیرہ میں (یعنی چوکھنڈی میں) جگہ جگہ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے دیکھ کر حیرت میں رہ گئے بذریعہ وحی ان کو ان لوگوں کا پورا واقعہ بتلا دیا گیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں کو پھر زندہ فرما دے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ آپ ان شکستہ ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں۔

ایتھا العظام البالیة ان اللہ یامر کم ان تجتمعی

ترجمہ: یعنی اے پرانی ہڈیو اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ یہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے تو جب پیغمبر کی زبان سے خدا تعالیٰ کا حکم ان ہڈیوں نے سنا اور حکم کی تعمیل کی جن کو دنیا بے عقل اور بے شعور سمجھتی ہے مگر دنیا کے ہر ذرہ ذرہ کی طرح وہ بھی تابع فرمان اور اپنے وجود کے مناسب عقل و ادراک رکھتی ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں پھر آگے مولوی شفیع صاحب لکھتے ہیں بہر حال ایک آواز پر ہر انسان کی ہڈیاں اپنی جگہ لگ گئیں پھر حکم ہوا کہ اب ان کو یہ آواز دو۔

ایتھا العظام ان اللہ یامرك ان تکتسی لحماً وعصباً وَجِلْدًا

ترجمہ: یعنی اے ہڈیو اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے کھال درست کر لو۔ کہنا تھا کہ ہڈیوں کا ہر ڈھانچہ ان کے دیکھتے دیکھتے ہی ایک مکمل لاش بن گئی پھر حکم ہوا کہ اب ارواح کو یہ خطاب کیا جائے ایتھا الارواح ان اللہ یامرك ان ترجع کل روح الی الجسد الذی کانت تعمرہ (ترجمہ) اے ارواح تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آئیں جن کی تعمیر وحیات ان سے وابستہ تھی یہ آواز دیتے ہی ان کے سامنے سارے لاشے زندہ ہو کر کھڑے

marfat.com
Marfat.com

ہو گئے اور پھر حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے سب کی زبان پر تھا سبحانک لا الٰہ الا انت اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں جیسا کہ مولوی شفیع صاحب نے بھی تصدیق کردی اور تفصیلاً واقعہ بیان کیا کہ جناب حزقیل علیہ السلام نے سب سے پہلے ہڈیوں کو حکم دیا کہ اے ہڈیو سن لو ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ پر جمع ہو جائے یعنی ٹانگ کی ہڈی ٹانگ کی جگہ ہاتھ کی ہڈی ہاتھ کی جگہ یعنی جس جگہ کی ہڈی ہے وہاں صحیح ہو جائے چنانچہ ہر ہڈی نے سنا اور پھر تعمیل حکم کیا اور اپنی اپنی جگہ صحیح ہو گئیں جیسا کہ ثابت ہو رہا ہے اب غور فرمائیں اگر وہ ہڈیاں سننے کی صلاحیت نہ رکھتیں تو کبھی بھی تعمیل حکم نہ کرتیں اور یہ ہڈیاں بھی کوئی ولیوں پیروں کی نہیں تھیں عام لوگوں کی تھیں اگر عام لوگوں کی ہڈیاں سن لیتی ہیں تو انبیاء اور اولیاء کا مقام کیا ہوگا کیا وہ نہیں سن سکتے؟ یقیناً سن سکتے ہیں اور پھر دوسرا حکم جناب حزقیل علیہ السلام نے دیا کہ ہڈیو اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے اور کھال درست کر لو چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی پھر تیسری بار روحوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے جسم میں دوبارہ واپس داخل ہو جاؤ تو روحوں نے بھی تعمیل حکم کیا اور وہ داخل ہو گئے اور سب کے سب زندہ ہو گئے اب ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ حقیقت کیا ہے کیونکہ یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اگر ہڈیاں سننے سے معذور ہوتیں تو وہ مردے زندہ نہ ہوتے گوشت پوست نہ بنتا روح داخل نہ ہوتی یہ سب کچھ نہ ہوتا تو معلوم ہوا جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں مردے نہیں سنتے وہ قرآن حدیث کے منکر ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مردہ کو پکارنا جائز اور درست ہے کیونکہ اگر مردہ کو پکارنا ناجائز اور شرک ہوتا تو حضرت حزقیل علیہ السلام ان ہڈیوں کو نہ پکارتے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اور بزرگوں کی دعاؤں سے مردے زندہ ہو جاتے ہیں اللہ کریم اپنے پیاروں کی دعا قبول کر لیتے ہیں جیسے حضرت حزقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے تقریباً دس ہزار آدمی زندہ ہوئے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔

وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۴﴾

ترجمہ: اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جہاد کرو تو اللہ کیلئے کرو کیونکہ جہاد ہوتا ہی وہ ہے جو دین اسلام کی سربلندی کیلئے کیا جائے یا ایمان کیلئے کیا جائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کیا جائے مطلب کہ جو عمل بھی کرو اللہ کیلئے کرو یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تمہارے خیالات کو جانتا ہے اور سنتا ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ

marfat.com
Marfat.com

بِالظّٰلِمِيْنَ۝

ترجمہ: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کیلئے بہت گنا بڑھا دے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لئے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کو کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں سے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

تفسیر: واقعہ کچھ یوں ہے کہ جناب موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ دیر تک تو بنی اسرائیل عقیدۃً صحیح رہے دل میں نبیوں کا احترام اور عقیدت رہی آہستہ آہستہ وہ دین حق سے دور ہوتے گئے اور دل میں وہ عقیدت نبیوں کی نہ رہی جس کے باعث ان کے ہاتھوں سے تابوت سکینہ بھی جاتا رہا جب نبیوں کے گستاخ ہو گئے تھے تو تبرکات کی حیثیت ان کی نظروں میں ختم ہو چکی تھی مختصراً یوں کہہ لیجئے کہ وہ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھے تھے بدعقیدگی کا شکار ہو کر انبیاء علیہم السلام سے بہت دور جا چکے تھے سرکشی اور بدترین گناہوں کی وجہ سے ہر نعمت چھن چکی تھی اور وہ نسل جن کی اولاد میں پیغمبری چلی آ رہی تھی ختم ہو گئی سب کے سب لڑائیوں میں قتل ہو چکے تھے اس خاندان سے صرف ایک عورت رہ گئی تھی جو حاملہ تھی اب پوری قوم کا خیال تھا کہ شاید یہ بچے کو جنم دے اور ہو سکتا ہو کہ وہ نبی ہو وہ محترم خاتون بھی دعا کرتی رہتی اور پوری قوم بھی دعا کرتی کہ اے اللہ اس محترمہ کو فضیلت والا بچہ عطا کر چنانچہ اللہ کریم نے دعا قبول فرمائی اور حضرت شمعون یا شمویل علیہ السلام پیدا ہوئے دونوں میں سے کوئی نام رکھا گیا اور ان کو نبوت دی گئی تھی قوم نے عرض کیا حضور ہم میں سے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے جس کی قیادت میں ہم جہاد کریں اور مخالفین سے اپنا بدلہ لیں تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ جب جہاد کا حکم ہو جائے تو پھر منہ پھیر جاؤ پہلے سوچ لو۔ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا جب جہاد کا حکم ہوا تو چند کے سوا سب کے سب منہ پھیر گئے اس سے معلوم ہوا قوموں کو زوال اس وقت آتا ہے جب مذہب سے دور ہو جائیں اپنے نظریات کا تحفظ چھوڑ دیں اور غیروں کی اطاعت شروع کر دیں وہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں۔ اسلام کے غالب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اپنے نظریات پر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر پختہ تھے' کسی رشتہ داری' عزیز داری کی پرواہ نہیں کی اور دل میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عقیدت اور احترام تھا کہ ماں باپ بلکہ کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر حضور علیہ السلام سے پیار کیا اگر بنی اسرائیل بھی ایسا کرتے یعنی بدعقیدہ نہ ہوتے تو شاید تابوت سکینہ جیسی نعمتیں نہ چھنی جاتیں اور تابوت سکینہ کیا تھا؟ انبیاء کے تبرکات اور تبرکات کا احترام اسی وقت رہتا ہے جب انبیاء سے عقیدت ہو جب نبیوں کی عقیدت نہ رہے گی تو پھر ان کے تبرکات

marfat.com
Marfat.com

کا بھی احترام نہیں کیا جائے گا اصل میں بنی اسرائیل بدعقیدگی کا شکار ہو گئے تھے انبیاء علیہم السلام کے گستاخ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے باطل غالب آ گیا اگر بدعقیدہ نہ ہوتے نبیوں کے گستاخ نہ ہوتے تو پھر جذبہ جہاد بھی ختم نہ ہوتا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۷﴾

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی (علیہ السلام) نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہو گی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: حضرت طالوت علیہ السلام حضرت بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور دراز قد تھے انہیں دراز قد ہونے کی وجہ سے طالوت کہا جاتا ہے۔ حضرت شمویل علیہ السلام کو اللہ کریم نے ایک عصا مبارک عطا فرمایا تھا۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا گیا تھا جس کا قد اس عصا کے برابر ہو گا اس کو بادشاہ بنانا چنانچہ جناب طالوت کا قد عصا کے مطابق ہوا اور آپ کو بادشاہ بنایا گیا اور بنی اسرائیل کو بتایا گیا کہ اللہ کریم کے حکم کے مطابق طالوت تمہارا بادشاہ مقرر ہوا ہے (خازن) بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت شمویل علیہ السلام سے کہا کہ طالوت بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو ایک غریب آدمی ہے اس کے پاس تو نہ کوئی پیسہ ہے نہ اس کی کوئی حیثیت ہے یعنی کسی لحاظ سے بھی یہ رئیس آدمی نہیں لہٰذا یہ بادشاہت کے قابل نہیں مگر اللہ کے نبی شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ سلطنت ورثہ نہیں ہوتی یہ تو اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہے بادشاہت عطا فرمائے بہرحال ان لوگوں نے انکار کیا اس سے ثابت ہوا نبیوں کے فیصلے کے خلاف کرنا کفر ہے کیونکہ نبی کا اعلان اللہ کا اعلان ہوتا ہے لہٰذا جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے منکر ہیں وہ مومن نہیں ہیں۔ اور پھر اللہ کریم فرماتا ہے میں نے انہیں چن لیا ہے اس کی ایک وجہ جو بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ طالوت کے علم اور جسم میں کشادگی پائی ہے مطلب کہ علم میں زیادہ ہے اس لئے ان کو بادشاہی عطا فرمائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا علم سب سے افضل ہے اور عالم سب سے افضل ہوتا ہے اور حکومت کیلئے ضروری ہے کہ بادشاہ عالم ہو متقی ہو اور صحت مند ہو بہادر ہو دیندار ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی (علیہ السلام) نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ علیہ السلام اور معزز ھارون (علیہ السلام) کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جس کی لمبائی تقریباً چار ہاتھ اور چوڑائی تقریباً دو ہاتھ تھی حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا اور اس تابوت میں انبیاء کی تصویریں تھیں جو کسی مصور کی بنائی ہوئی نہیں تھیں قدرت کی طرف سے بنی ہوئی تھیں اور ہر نبی علیہ السلام کی رہائش کا نقشہ بھی موجود تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر بھی موجود تھی مگر کسی مصور کی بنائی ہوئی نہیں تھی اللہ کی طرف سے تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کی حالت میں تھے اور گرد صحابہ حاضر تھے حضرت آدم علیہ السلام نے ان تصاویر کو دیکھا اور یہ صندوق وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تابوت میں توریت اور دوسرا ضروری سامان رکھتے مثلاً عصاء موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے کپڑے نعلین شریف حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور منّ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ یہ تابوت سکینہ فرشتے لائے اور طالوت کے سامنے رکھ دیا جب حالت جنگ ہوتی تو اس صندوق کو آگے رکھ دیا جاتا جس سے جنگ میں فتح ہوتی اور آپ کے بعد بنی اسرائیل کے پاس وہ تابوت سکینہ رہا وہ لوگ ہر مشکل وقت میں اس صندوق کو سامنے رکھ کر تبرکات کے صدقے دعائیں کرتے جو قبول ہوتیں اور ہر مشکل حل ہوتی ہر تمنا پوری ہوتی اور جنگوں میں ساتھ لے جاتے اس کے صدقے فتح یاب ہو کر آتے مگر جب بنی اسرائیل میں بدعقیدہ لوگ پیدا ہوئے کہ یہ صندوق تو کچھ نفع نہیں دیتا اور تبرکات کیا دے سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس قسم کے گندے عقائد والے لوگ پیدا ہو گئے تبرکات کا احترام کرنا چھوڑ دیا اور بدعقیدگی کا شکار ہو کر مصائب میں مبتلا ہو گئے مصیبت پہ مصیبت آنے لگی چنانچہ اس کے بعد طالوت کے پاس تابوت سکینہ آیا انہوں نے بھی بہت برکات حاصل کیں جہاد کیا اور فتح حاصل کی مختصراً کہ اس تابوت کے صدقے بہت مصائب حل ہوتے مشکلیں آسان ہوئیں اور لوگ نفع حاصل کرتے اس سے ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ بزرگوں کے صدقے نفع حاصل ہوتا ہے اور تبرکات کے صدقے اللہ فتح دیتا ہے مشکلیں آسان ہوتیں ہیں۔ مشرکانہ نہیں بلکہ قرآن کے مطابق ہے جیسا کہ قرآن پاک سے ثابت ہو رہا ہے اور حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ بزرگوں کے صدقے مشکلات حل اور برکات حاصل ہوتی ہیں چنانچہ حدیث پاک ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۱۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ان میں سے ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے۔کیا آپ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی صحابی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں پس انہیں فتح دی جائے گی پھر لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگوں میں سے ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے کہا جائے گا۔کیا آپ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی کا کوئی ساتھی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں پس فتح دی جائے گی پھر لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے کہا جائے گا کیا آپ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی کے ساتھی کا کوئی ساتھی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں پس انہیں فتح دی جائے گی۔(متفق علیہ)

۲۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے جو چالیس افراد ہیں جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے۔اس کے سبب لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور ان کے طفیل دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے صدقے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے اب قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہوا کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بزرگان دین کے صدقے یا ان کی طفیل بارشیں ہوتی ہیں جنگوں میں فتح ہوتی ہے مشکلیں آسان ہوتیں ہے اور مصائب دور ہوتے ہیں تو ان کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے ایسے عقائد کو مشرکانہ اور کافرانہ قرار دینے والے خود گمراہ اور بے دین ہیں اور پھر یہ بھی ثابت ہوا اگر متقی پرہیز گار لوگوں پیروں فقیروں غوث قطب کے صدقے یہ نفع ہوتا ہے تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مشکلیں آسان ہوتی ہیں مصیبتیں دور ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے نفع حاصل ہوتا ہے قرآن وحدیث کے مطابق ہے بلکہ اس کے مخالف عقائد گمراہوں اور منافقوں کے عقائد ہیں مومن وہی لوگ ہیں جن کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل مشکلیں آسان کرتا ہے مصیبتیں دور فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مخلوق خدا کو نفع حاصل ہو رہا ہے بلکہ جس کو جو ملا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ملا ہے فقیر کو فقیری ولی کو ولایت عالم کو علم جس کو جو ملا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ

marfat.com

Marfat.com

قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾

ترجمہ: پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تفسیر: جب بنی اسرائیل جہاد کیلئے نکلے تو سخت گرمی کا موسم تھا جس کی وجہ سے مجاہدین کو شدت کی پیاس لگی مگر شموئل علیہ السلام نے طالوت علیہ السلام کو اطلاع کردی کہ اے طالوت علیہ السلام سخت گرمی ہے پیاس کی شدت انتہا کو پہنچی ہے اور عنقریب ایک نہر آئے گی ان کو کہنا کہ اس نہر کا پانی مت پینا کیونکہ یہ نہر تمہاری آزمائش ہے۔ چنانچہ طالوت علیہ السلام نے سب ساتھیوں کو کہا کہ سنو قریب ایک نہر آنے والی ہے جس میں تمہاری آزمائش ہے اس سے پانی مت پینا جو اس کا پانی پیے گا وہ میرا نہیں اور جو نہ پیے گا وہ میرا ہوگا چنانچہ اطلاع کے مطابق نہر آ گئی اکثریت تو پیاس کی شدت سے پانی پر ٹوٹ پڑی اور کم لوگ ثابت قدم رہے انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور پانی نہ پیا اور جنہوں نے پانی پیا ان کے ہونٹ سیاہ ہوگئے اور جسم بے جان ہو گیا جہاد کرنے کی طاقت ختم ہوگئی اور جنہوں نے پانی نہ پیا آزمائش میں پورے اترے ان کا ایمان جوان تھا عقیدہ مضبوط تھا اس لئے وہ جہاد کیلئے تیار تھے اور کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں اگر ہم تھوڑے ہیں جب اللہ کا فضل ہو چھوٹی جماعت بڑے بڑے لشکروں پر غالب آجاتی ہے بلکہ ہم اس اللہ کو مانتے ہیں جو ابابیلوں سے ہاتھی مروا سکتا ہے تو اللہ کریم فرماتا ہے اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور یاد رہے کہ طالوت علیہ السلام کے لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے والد بھی شریک تھے جن کا نام الیشا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے والد کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۵۰﴾

ترجمہ: پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں نے عرض کی رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔

تفسیر: معلوم ہوا کہ جب کوئی مشکل وقت آجائے دعا کرنی چاہئے کیونکہ دعا میں بہت اثر ہے اللہ کریم مصائب ختم کر دیتا ہے اپنے بندوں پر خوش ہو جاتا ہے بندے کو چاہئے جب دعا کرے تو صرف اپنے لئے نہ کرے ہر مومن مرد عورت کیلئے

marfat.com
Marfat.com

کرے ہر مردہ اور زندہ کیلئے کرے جو لوگ دعا کے قائل نہیں ہیں وہ لوگ قرآن وحدیث کے خلاف عقائد رکھتے ہیں ہر مردہ اور زندہ مومن کیلئے دعائے بخشش کرنا مصائب دور کرنے کیلئے دعا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل رہا لہٰذا جب دعا کی جائے سب مسلمانوں کو دعا میں شریک کیا جائے اللہ دعا کو قبول کرتا ہے جس سے مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمہ: تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہوجائے مگر اللہ سارے جہاں پر فضل کرنے والا ہے۔

تفسیر: تو جب طالوت علیہ السلام لشکر لے کر مقابلے کیلئے آئے پہلے دعا ہوئی کہ رب العالمین ہمیں فتح نصیب فرما کفر کے مقابلے میں ہماری مدد کرنا تو اللہ وحدہ لاشریک نے دعا قبول فرمائی جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو یہ مختصر سا لشکر بڑے لشکر پر غالب آگیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا چونکہ طالوت علیہ السلام نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس کو اپنی بیٹی کا رشتہ دوں گا اور آدھی بادشاہی بھی عطا کروں گا تو اس اعلان کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام طالوت علیہ السلام کے داماد بھی بنے اور آدھی حکومت کے مالک بھی بن گئے اور پھر اس کے بعد ساری بادشاہی حاصل ہوگئی (الحسنات وجمل) پھر آگے فرمایا اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ دفع کرتا ہے اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے بعض لوگوں کا بعض لوگ علاج ہوتے ہیں اور اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بعض مسلمان دافع بلا ہوسکتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک صالح مسلمان کی برکت سے اس گھر والوں اور پڑوسیوں کی بلائیں دفع کرتا ہے۔ یعنی بزرگوں کا قرب بھی دافع بلا ہے۔ (خازن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہمیشہ تین سو ولی رہیں گے جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی طرح ہوں گے اور چالیس کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوگا اور سات کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پانچ کا دل جناب جبرائیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہوگا ان میں سے جب ایک وفات پائے گا اس کی جگہ مسلمانوں سے کوئی بندہ لیا جائے گا ان کی طفیل بلائیں دفع ہوں گی ان کی برکت سے زمین قائم رہے گی۔ (الحسنات) بحوالہ روح المعانی درمنشور)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بیشک رسولوں میں سے ہو۔

marfat.com

Marfat.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ تو مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ہم نے رسولوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے مگر یاد رہے ہر نبی نفس نبوت میں برابر ہے' کسی نبی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کسی دوسرے نبی کی توہین نہ ہو جائے کیونکہ توہین نبی کفر ہے خواہ کسی بھی نبی کی ہو اور باعتبار درجات ایک دوسرے سے افضل ہیں کہ ایک کے درجہ کو دوسرا نبی نہیں پہنچا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کہا گیا جو دوسرے کو نہیں کہا گیا اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک اور نبوت عطا ہوئی اور خوش الحانی عطا ہوئی جو کسی دوسرے کو عطا نہیں ہوئی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جن و انس ہوئے اور پرند چرند ہوئے اور ہوا بھی تابع فرمان ہوئی مگر ان کے والد کو یہ درجہ نہ دیا گیا۔ اسی طرح حضور نبی کریم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کا نبی بنا کر بھیجا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت سب کی ناسخ ہے یہ درجہ کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ اور حدیث کے الفاظ بھی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے یہاں تک کہ کچھ نزدیک پہنچے تو انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گفتگو کرتے ہوئے سنا) ایک (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ٹھہرایا۔ دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روح اللہ فرمایا۔ حضرت عیسیٰ کے آگے چوتھے نبی کا ذکر نہیں کیا مگر یہ کہ چوتھے نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چنا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین گفتگو کر رہے تھے کہ حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا میں نے تمہاری

marfat.com
Marfat.com

گفتگو سن لی ہے اور تعجب ہوا۔ (یعنی تمہاری سمجھداری پر یا علم پر مطلب کہ تم درست کہہ رہے ہو) کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (واقعتاً) اللہ کے خلیل ہیں اور ایسے ہی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے راز کی باتیں کیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور اس کا معنی اللہ کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا تھا اور وہ ایسے ہی ہیں یعنی سب کے متعلق درست کہہ رہے ہو۔ مگر آگاہ رہو میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور قیامت کے دن لواء الحمد اٹھانے والا میں ہوں جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور سب سے پہلے میں ہوں جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کر دے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہونگے اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں اس کے نزدیک تمام اگلے اور پچھلے لوگوں سے (زیادہ) عزت والا ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ (مشکوٰۃ' ترمذی' دارمی)

یعنی مومن کا عقیدہ ہونا چاہئے کہ سب نبی فضیلت والے ہیں شان والے ہیں اللہ کریم نے ان کو فضیلت عطا فرمائی ہے مگر ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے حبیب ہیں ظاہر ہے کہ حبیب زیادہ فضیلت والا ہوتا ہے۔ اگر جناب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ کریم نے کلام فرمایا ہے۔ تو اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو معراج کی رات لامکان پر بلا کر کلام کیا۔ طور پر کلام کرنے سے زیادہ فضیلت لامکان پر کلام کیا جائے پھر طور پر لن ترانی کہا گیا اور معراج کی رات سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جیسے حدیث کے الفاظ ہیں ''فی احسن صورۃ'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اللہ کو حسین صورت میں دیکھا جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے اور پھر اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور اللہ ہیں اور نور اللہ کو فضیلت حاصل ہے یعنی روح اللہ ہونے سے نور اللہ ہونا زیادہ افضل ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا تو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ساری کائنات سے چنے ہوئے اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کی توبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے قبول ہوئی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آدمیوں کے بہتر زمانے میں پیدا فرمایا گیا زمانے کے بعد زمانہ گزرتا آیا۔ یہاں تک کہ میری جلوہ گری اس زمانے میں ہوئی۔ پھر حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا (مسلم' مشکوٰۃ) یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں بلکہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ کائنات سے افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو خصائص' کمالات' فضائل پوری کائنات

marfat.com

Marfat.com

میں ولیوں کے پاس جتنی کرامات ہیں۔ نبیوں کے پاس جتنے معجزات ہیں خوبیاں ہیں سب سے بڑھ کر کمالات اور خصائص اور خوبیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہیں بلکہ سب کی خوبیاں اکٹھی کی جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائص کی زکوٰۃ بھی نہیں۔ بعضھم درجت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جو سب سے زیادہ رتبے والے ہیں جنہیں سب سے درجوں بلند کیا گیا ہے۔ واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں۔ یعنی معجزات عطا کئے۔ مردوں کو زندہ کرنا کوڑھیوں کو ٹھیک کرنا' اندھوں کو آنکھیں دینا غیب کی خبریں دینا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو یہ کمال حاصل ہیں کہ ہم نے ان کو یہ کمال دیا ہے کہ وہ مُردہ زندہ کرسکتا ہے' اندھوں کو آنکھیں دے سکتا ہے' کوڑھیوں کو ٹھیک کرسکتا ہے اور علم غیب جانتا ہے یہ کمال ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے ہیں مگر جو اس سے بھی درجوں بلند ہیں۔ وہ ہمارے حبیب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہاں بعض کمزور ایمان یا جاہل کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب سے زیادہ فضائل ہیں وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے' کوڑھیوں کو ٹھیک کرتے تھے' اندھوں کو آنکھیں دیتے تھے غیب کا علم جانتے تھے اور وہ روح اللہ تھے تو کیا حضور علیہ السلام میں یہ فضائل ہیں؟ تو ایسے لوگوں کیلئے چند دلائل پیش کررہا ہوں صرف اتنے فضائل ہی نہیں اس سے بڑھ کر ہمارے آقا میں فضائل ہیں اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا ہے تو ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کیا اور اس کی بکری کو زندہ کیا۔ اور وہ بکری جس کو ذبحہ کیا گیا تھا اور اس کا گوشت پکا کر یعنی سالن بنا کر لوگوں نے کھایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا ہڈیاں اکٹھی رکھنا تو حضور علیہ السلام نے دعا کی وہ بکری زندہ ہوگئی اور کان جھٹکتی ہوئی اٹھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جابر اپنی بکری پکڑلو اللہ تمہیں اس میں برکت دے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس بکری کا کان پکڑ کر چلا تو وہ بکری مجھ سے کان چھڑواتی تھی اور پھر اس کے بعد حضور علیہ السلام نے یہودی کی بیٹی کو زندہ کیا ایسے سینکڑوں واقعات حدیث کی کتب میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو زندہ کیا۔ پھر اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اندھوں کو آنکھیں دیں ہیں تو ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو آنکھ دی اور ساتھ جنت کی بشارت دی۔

جناب علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا تو وہ درست ہوگئی پھر حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ اپنے والد کو لیکر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہاری نظر کیوں بے کار ہوئی عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سانپ کے انڈوں پر پاؤں پڑ گیا اور میری نظر بے کار ہوگئی تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں لعاب لگایا تو ان کی بینائی واپس آگئی اور پھر معاذ بن رفاع بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ بدر کے روز میری آنکھ میں تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میری آنکھ کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا ایسے اور بھی بہت زیادہ واقعات موجود ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ کریم نے کائنات سے

marfat.com
Marfat.com

بڑھ کر کمال عطا فرمائے تھے اور پھر بیماروں کو شفا دینا تو وہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر ٹوٹے ہوئے بازو پر ہاتھ مبارک پھیر دیتے تو شفا ہو جاتی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ید اللہ کا ہاتھ مبارک لگ جاتا تو ٹوٹی ہوئی ٹانگ ٹھیک ہو جاتی بلکہ حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کی برکات یہ تھیں جب لوگ بیمار ہو جاتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک والا پانی پیتے تو شفا حاصل ہوتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جبہ مبارک والا پانی پیتے تو بیمار تندرست ہو جاتے جیسا کہ کثرت سے حدیثیں موجود ہیں اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا خبر دینا کہ تم یہ کھا کر آئے ہو اور یہ تمہارے گھر میں باقی ہے تو اس سے بڑھ کر علم غیب حضور علیہ السلام کو ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے خیالات کو جانتے ہیں جیسے حدیث ہے کہ فرمایا نماز درست طریقے سے پڑھا کرو نہ تو تمہارے رکوع مجھ سے پوشیدہ ہیں اور نہ ہی خشوع مجھ سے پوشیدہ ہیں اب خشوع تو دل کی کیفیت کا نام ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دل کے خیالوں کو جانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام معدے کی غذا کا علم رکھتے ہیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے خیالوں کو جانتے ہیں یہ زیادہ کمال ہے اور اللہ نے ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے۔ (تفصیل کیلئے ہماری کتاب مسئلہ علم غیب پڑھیں) مختصر کہ حضور علیہ السلام کو اللہ وحدہ لاشریک نے سب نبیوں سے بڑھ کر معجزات' کمالات' فضائل و خصائص عطا فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے بلند درجے والے ہیں۔ مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سورج کو جناب علی رضی اللہ عنہ کی نماز کیلئے لوٹانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے چشمے جاری ہونا درختوں کا تکمیل حکم کرنا پتھر کا درود و سلام پڑھنا' گوہ کا گواہی دینا' بھیڑیئے کا کلام کرنا' اونٹ کا حاضر ہو کر مالک کی شکایت کرنا' ایسے لاتعداد کمال و فضائل ہیں جو کسی اور نبی یا رسول کو عطا نہیں ہوئے جو ہمارے حضور علیہ السلام کو عطا کئے گئے۔ اور پھر آگے اللہ کریم فرماتا ہے وایدنٰہ بروح القدس اور پاکیزہ روح سے اس کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔ یہاں روح القدس سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو ہر وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا جناب جبرائیل امین علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنا بحیثیت مددگار رہنا کیسا تھا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کا مددگار جانے کیا وہ مومن ہوگا یا مشرک اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جناب جبرائیل امین علیہ السلام کو مددگار جاننا نہ کفر ہے اور نہ ہی شرک کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک نے حضرت عیسیٰ کا مددگار بنایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس کو اللہ کریم یہ کمال عطا فرمائے کہ وہ کسی کی مدد کرے اس کو مددگار نہ ماننا قرآن کا انکار ہے جیسے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اگر کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مددگار نہ مانے گا تو وہ قرآن کا منکر ہوگا اور جو مددگار مانے گا وہ قرآن پر عمل کرنے والا ہوگا جس سے معلوم ہوا اللہ کے سوا کسی کو مددگار ماننا کفر شرک نہیں جیسے آج کل کچھ گروہ عقیدہ رکھتے ہیں ایسا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کسی کو اللہ کے سوا اللہ جان کر مدد طلب کرے یا مددگار مانے تو وہ شخص کافر ہوگا' مشرک ہوگا۔ اگر اللہ نہ جانے تو پھر کافر یا مشرک نہ ہوگا مگر بت کو کسی صورت بھی مددگار ماننا سخت جرم ہے اور کفر ہے خواہ الٰہ نہ بھی جانے تب بھی کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ آگے فرمایا سابقہ نبیوں کی امتیں آپس میں لڑتی رہی ہیں حالانکہ ان کے پاس کھلے

marfat.com

Marfat.com

نشانیاں آچکیں تھیں مگر پھر مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے کچھ منکر ہوگئے اور کچھ ایمان پر قائم رہے اگر اللہ نہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ کریم جو چاہئے کرے مطلب کہ ان کی لڑائی میں جو حکمتیں تھیں وہ تم نہیں جانتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۵۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہے اور نہ کافروں کیلئے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ہماری راہ میں خرچ کیا کرو۔ کیونکہ یہ اللہ کے نام پر خرچ کرنا تمہارے لئے نفع بخش ہے یہ تمہارے لیے نجات کا سبب بنے گا کیونکہ مال کا نیکی پر خرچ کرنا بخشش کا ذریعہ ہے اور پھر تمہارے مال میں اضافہ ہوگا لہذا خود کو مالی لحاظ سے مستحکم کرنے کیلئے بھی اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو تا کہ دین دنیا سنور جائے کیونکہ یہی موقعہ ہے بعد میں پچھتانا کسی کام نہیں آئیگا اور کفر سے بھی بچتے رہو کیونکہ کافر کیلئے نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی شفاعت کرنا کافر کے کام آئے گی مطلب کہ جو کافر ہوگا اگر اچھوں سے دوستی کرتا ہوگا تو تب بھی اسے نیکوں کی دوستی کام نہیں دے گی اور نہ ہی کوئی نیک آدمی اس کی سفارش کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا بد عقیدگی وہ لعنت ہے جس سے دنیا کی ہر چیز برباد ہو جاتی ہے اور جو لوگ عقیدے کو اہمیت نہیں دیتے کہ بس جی ہم تو صرف مسلمان ہیں ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں نجات اس کی ہوگی جس کا عقیدہ صحیح ہوگا اگر بد عقیدہ نہ ہوا تو پھر نیکوں کی دوستی کام آئے گی مثلاً نبیوں' ولیوں کی غلامی ذریعہ نجات ہوگی۔ آگے فرمایا کہ جو کافر اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں مطلب کہ یہ بد عقیدگی پر ڈٹے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے بظاہر کلمہ تو پڑھ لیا مگر اندر سے اسی طرح کفر پر ڈٹے رہے۔ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا فضائل وخصائص کے انکار میں علم نورانیت اختیارات دیگر فضائل کے منکر بنے رہے اس کی سزا ہے کہ آج ان کے حق میں کوئی سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور یہ ظلم انہوں نے اپنے آپ پر خود کیا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں کی اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے منکر نہ ہوتے تو عملی کوتاہیوں کی معافی ہوسکتی تھی عقائد گندے ہوں تو معافی نہ ہوگی یعنی کافر' منافق کو معافی نہیں ہوسکتی مومن گناہ گار کو معافی ہوسکتی ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۬ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ

marfat.com
Marfat.com

اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ (ہے) اور اوروں کا قائم رکھنے والا (ہے) اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وہ کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کرے۔ بے اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں انکی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے لوگو اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں معبود صرف میں ہوں اللہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ فرمایا خدا کی توحید کا انکار کرنے والو بتوں کو اپنا الٰہ ماننے والو ذرا غور تو کرو کیا ہے کوئی جو خود زندہ ہو اور دوسروں کو زندگی دینے والا ہو نہیں پوری کائنات میں کوئی دوسرا نہیں سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے۔ فرمایا موت تو دور کی بات ہے اللہ وہ ہے جس کو نہ اونگھ آئے نہ نیند آئے کیونکہ جب کسی کو اونگھ آئے یا نیند آئے وہ اس وقت ہر چیز سے بے خبر ہو جاتا ہے تو جو ایک لمحے کیلئے بے خبر ہو اللہ نہیں ہوتا ہمارا اللہ وہ ہے جو ایک لمحے کا ہزارواں حصہ بھی بے خبر نہیں ہوتا نہ ہوا اور نہ ہی ہوگا وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے جو ہو چکا جو ہونے والا اور جو ہو رہا ہے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے اور پھر جو بھی زمین و آسمانوں میں ہے سب کا مالک ہے سب کچھ اس کا ہے اگر مخلوق میں کسی کے پاس کوئی کمال ہے تو وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے اگر وہ نہ دیتا تو کسی کے پاس کچھ نہ ہوتا اور پھر کسی کی مجال نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش کرے۔ مگر جس کو اجازت دے وہ سفارش کریں گے جیسے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور قرآن بھی بتا رہا ہے اور یہ الفاظ بھی واضح کر رہے ہیں کہ سفارش وہ کرے گا جس کو اجازت ہوگی۔ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار میں ہوں۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہوگی مطلب کہ قیامت کے دن ہمارے آقا حضور علیہ السلام کو اجازت ہوگی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفارش کریں گے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر گناہگاروں کی بخشش ہوگی اور بزرگان دین سفارش کریں گے چھوٹے بچے سفارش کریں گے اور اپنے ماں باپ کو بخشوائیں گے مگر جب اللہ کریم اجازت دے گا لیکن کافر یا منافق کے حق میں نہ سفارش ہوگی اور نہ ہی اللہ قبول کرے گا کیونکہ جس کے دل میں ایمان داخل نہ ہو دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیار نہ ہو وہ مومن نہیں ہوتا اگر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے تو پھر کفر میں بھی بڑے درجے کا بے ایمان ہے۔ تو فرمایا اگر کسی کے پاس کوئی علم ہے تو وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے مطلب کہ جیسے ہر چیز کا مالک اللہ ہے اگر کوئی زمینوں کا مالک ہے کارخانوں کا مالک ہے تو وہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے اسی طرح اگر کسی کے پاس علم ہے تو وہ بھی اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس کی عطا کے

marfat.com

Marfat.com

بغیر کوئی بھی کچھ نہیں ہے ہر چیز اسکے کنٹرول میں ہے۔ جو فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی چیز اس کی دسترس سے دور نہیں ہے اس کا ہر چیز پر کنٹرول ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر چیز کا اسے علم ہے خواہ کہیں ہو تو جو اتنی قدرت والا ہو' قوت والا ہو' اتنے علم والا ہو اس کیلئے کوئی مشکل نہیں کائنات کی نگہبانی کرنا اور وہ بہت بلند اور بڑائی والا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں' بیشک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی' جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ایمان ہے محبت رسول اللہ علیہ وسلم کا نام۔ تو محبت زبردستی پیدا نہیں ہوتی کوئی بندہ بظاہر کلمہ پڑھ بھی لے اگر دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تو وہ مومن نہیں ایمان محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اس وقت کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک ساری کائنات سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے گا۔ اس لئے فرمایا دین میں جبر نہیں کیونکہ محبت جبر سے نہیں ہوتی۔ یوں ہی کسی کو جبراً مومن نہیں بنایا جاسکتا مگر مومن کو مومن رکھنے کیلئے جبر جائز اور درست ہے۔ کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ قرآن نے نیک اور بد میں فرق کر دیا ہے برائی اور بھلائی کو واضح کر دیا ہے ہدایت اور گمراہی کو واضح کر دیا ہے لہٰذا جو حق کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف جاتا ہے وہ سزا کا مستحق ہے۔ مگر اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کامیاب وہ آدمی ہے جو شیطان سے بغاوت کرے اور اللہ پر مضبوط ایمان لائے کفر وشرک سے محفوظ رہے اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پکی غلامی کرے تو پھر ایسے شخص نے مضبوط سہارا ڈھونڈ لیا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ مگر یہ ہر شخص کو یاد ہونا چاہئے کہ منافق نہ بنے کیوں کہ اللہ سنتا بھی ہے خواہ کتنا چھپ کر بات کیوں نہ کی جائے اور وہ جانتا بھی ہے مطلب کہ اللہ سے کوئی شخص چھپ نہیں سکتا وہ دلوں کے خیالات کو جانتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان

marfat.com
Marfat.com

ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا راہ ہدایت کی طرف آنا اللہ کے خاص فضل وکرم کی دلیل ہے کیونکہ اللہ ایمان والوں کی مدد فرماتا ہے انہیں باطل سے بچا کر حق کی طرف لاتا ہے اور اللہ کریم فرماتا ہے میں جس پر خاص کرم کروں انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین اس کو نبیوں صدیقوں شہیدوں اور ولیوں کا ساتھ دیتا ہوں اور فرمایا کفار کے مددگار شیطان ہیں وہ انہیں نبیوں صدیقوں شہیدوں اور ولیوں سے دور رکھتے ہیں اندھیروں کی طرف دھکیل دیتے ہیں معلوم ہوا نبیوں ولیوں کی راہ "صراط مستقیم" ہے جو ان نیک متقی پرہیزگار لوگوں نبیوں ولیوں بزرگوں سے دور ہیں وہ شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بن رہے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم (علیہ السلام) سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے تو اس کو پچھم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم نے دیکھا مطلب کہ تو بھی تو اس وقت دیکھ رہا تھا یعنی نور نبوت کی وجہ سے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم بھی ہر چیز کو دیکھ رہے تھے کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور کی صورت میں سب کچھ دیکھ رہے تھے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ بیشک یہ قریشی نبی (یعنی حضور علیہ السلام) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور تھا۔ یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو یہ نور ان کی صلب میں رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوح علیہ السلام میں حتیٰ کہ صلب ابراہیم علیہ السلام میں ڈالا پھر اللہ کریم اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا۔ میرے آباؤ اجداد کبھی زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکے۔ (کتاب الشفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بصورت نور صلب ابراہیم علیہ السلام سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے اسی لئے اللہ کریم نے فرمایا۔ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا۔ مطلب کہ اے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم بھی تو اس وقت صلب ابراہیم علیہ السلام میں ہر چیز کو دیکھ رہے تھے۔ جب جناب ابراہیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور نمرود کے درمیان بحث ہو رہی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی دینے والا ہے اور مارنے والا ہے۔ تو نمرود نے دو قیدی منگوائے ایک مار دیا دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اگر تو رب ہے پھر تو سورج کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم دے اور مغرب سے سورج طلوع کردے۔ جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا تو ملعون کے ہوش اڑ گئے اللہ فرماتا ہے کافر کے ہوش اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَاۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًاؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کیا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں یا کچھ کم فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک اپنے ایک نبی جناب عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان کر رہا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ بستی برباد ہوئی ہے وہ بستی بیت المقدس تھی جس کو ایک ظالم بادشاہ بخت نصر نے برباد کیا تھا تو حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہوا تو کھنڈرات تھے کوئی انسان نہ پایا آپ علیہ السلام وہاں کچھ دیر ستانے کیلئے آرام فرما ہو گئے جب آپ علیہ السلام سو

marfat.com
Marfat.com

گئے تو اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کرلی اور آپ سو برس تک پڑے رہے۔ سو برس کے بعد اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو زندہ کیا تو ایک فرشتہ بھیجا اس نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی آپ کتنی دیر یہاں آرام فرمار ہے تو حضرت عزیر علیہ السلام سورج کو دیکھ کر فرمانے لگے پورا دن' یا دن کا کچھ حصہ آرام کیا ہے تو فرشتے نے عرض کیا جناب عالی آپ نے سو برس آرام فرمایا ہے۔ دیکھیں آپ کے گدھے کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی قدرت دیکھو کہ آپ کا کھانا اور پانی خراب نہیں ہوا مگر یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اللہ کریم نبی علیہ السلام کو دکھانا چاہتا تھا کہ دیکھو میں اس طرح زندہ کرسکتا ہوں مردوں کو تو اللہ سے نبی علیہ السلام نے عرض کی رب العالمین میں جانتا ہوں تو قادر مطلق ہے جیسے چاہے کرے۔ پھر اللہ کریم نے فرمایا یہ سب کچھ اس لئے بھی کیا ہے کہ تجھے لوگوں کیلئے نشانی بناؤں۔ اس سے معلوم ہوا انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی اگر مٹی کھاتی ہوتی تو حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم کو مٹی کھا جاتی اس لئے اللہ کریم نے فرمایا اے عزیر میں نے تجھے لوگوں کیلئے نشانی بنایا ہے۔ مطلب کہ لوگوں کو بتایا ہے کہ لوگو کسی ملحد کے کہنے پر گمراہ نہ ہو جانا دیکھو تو مٹی نبیوں کے جسم کو نہیں کھاتی اب اگر کوئی یہ کہے کہ سب نبی ولی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں تو ایسا شخص قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ ﴿۲۶۰﴾

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال کرنا صرف اس لئے تھا کہ جناب علیہ السلام دیکھنا چاہتے تھے کہ مردے زندہ کیسے ہوتے ہیں۔ یہ مکمل یقین تھا کہ اللہ جیسے چاہے کرسکتا ہے مردوں کو زندہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ مردہ کو زندہ ہوتے دیکھنے کا شوق اس لئے پیدا ہوا کہ سمندر کے کنارے ایک گدھے کی لاش پڑی تھی جب سمندر چڑھتا تو پانی کی رہنے والی مخلوق کھاتی مچھلیاں وغیرہ اور جب سمندر کا پانی اترتا تو چیل' کوے یعنی خشکی کے جانور اس کا گوشت کھاتے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا تو شوق پیدا ہوا کہ دیکھیں یہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں چنانچہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ جی چاہتا ہے تیری قدرت

marfat.com
Marfat.com

کا نظارہ کروں دیکھوں کہ کو تو کیسے مردہ زندہ کرتا ہے؟ مردوں کے ذرّے کیسے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے پیارے ابراہیم علیہ السلام تو چار پرندے لے اور ان کی پرورش کر چنانچہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے اور پالے۔ مور، مرغ، کبوتر اور کوا ایک روایت میں گدھ بھی ہے بہرحال چار پرندے لئے اور ان کو ذبح کر کے ان کا قیمہ بنایا اور ملا دیا خوب ملا کر اس قیمہ کو چار پہاڑوں پر بکھیر دیا اور عرض کی یارب العالمین میں نے چاروں پرندوں کے قیمے کو چار پہاڑوں پر بکھیر دیا ہے اللہ کریم نے فرمایا ثم ادعھن پھر آواز دے انہیں یعنی ان کو بلاؤ۔ تو جب اللہ کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے نام لیکر بلایا وہ چاروں دوڑتے ہوئے حاضر ہو گئے اور اللہ کریم نے فرمایا جب تم بلاؤ گے وہ آئیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا فرمایا جان لو اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا مردوں کو پکارنا درست ہے ناجائز نہیں اگر مردوں کو پکارنا ناجائز ہوتا تو اللہ کریم اپنے نبی جناب ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم نہ دیتا کہ ان چاروں پرندوں کو بلاؤ اور ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایک کا نام لیکر پکارا اور وہ دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے۔ اب جو لوگ مردوں کو پکارنا کفر و شرک کہتے ہیں ان کو اپنے باطل عقائد پر غور کرنا چاہئے اگر چار پرندوں کو جو مردہ ہیں انکو پکارنا کفر و شرک نہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنا یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسے شرک ہو گیا۔ جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ اگر پکارنا شرک ہوتا تو اللہ حکم نہ دیتا اور جناب ابراہیم علیہ السلام بھی نہ پکارتے اس سے ثابت ہوا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا یاغوث رحمۃ اللہ علیہ یاعلی رضی اللہ عنہ کسی نبی ولی کو پکارنا کفر و شرک نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا اگر مردہ پرندے سن سکتے ہیں اللہ نے ان کو طاقت دی ہے مردے سن لیں تو کیا اللہ کریم نے نبیوں ولیوں کو طاقت نہیں عطا فرمائی؟ اور پھر اگر پرندے سن سکتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کی فریاد کیوں نہیں سن سکتے یقیناً سنتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں بلکہ ہر مومن سنتا ہے جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا **اَلسَّلَامُ علیکم یااھل القبور** (الیٰ آخر) یعنی اے قبروں میں رہنے والو تم پر سلامتی ہو اگر مردوں کو پکارنا ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان والوں کو یا کہہ کر نہ پکارتے اور پھر اگر مردے نہ سن سکتے ہوتے تب بھی حضور علیہ السلام یا اھل القبور کہہ کر نہ پکارتے اور نہ ہی ہمیں حکم ہوتا کہ جب قبرستان جاؤ تو کہا کرو السلام علیکم یا اھل القبور۔ ثابت ہوا کہ مردے سنتے بھی ہیں اور پکارنا بھی درست اور جائز ہے جو انکار کریگا وہ اللہ کے فرمان اور حضور علیہ السلام کی حدیث کا منکر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ عمل کیا اپنی امت کو تعلیم دینے کیلئے اور حکم بھی دیا کہ مردوں کو سلام پیش کیا کرو۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۱

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: ان کی کہاوت جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اگائیں بالیں (یعنی سات سٹے) ہر سٹے میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی بڑھائے جس کیلئے چاہے اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر لشکر اسلام کیلئے ایک ہزار اونٹ بمعہ ساز وسامان حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے میں نے آدھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں اور آدھے اپنے لئے اور اہل وعیال کیلئے رکھ لئے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو تو نے خرچ کیا ہے اللہ کریم اس میں برکت فرمائے اور جو باقی رکھا ہے اس میں بھی برکت دے۔ یہاں یاد رہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا تھا کہ جس غازی کے پاس سامان نہ ہو وہ مجھ سے لے جائے۔ (الحسنات)

اس سے معلوم ہوا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ کریم اس کے مال میں برکت فرماتا ہے اور مال زیادہ ہوتا ہے اور پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالا دوزخ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس طرح خرچ کیا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کر لیا ہے چنانچہ عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضور علیہ السلام لشکر اسلام کو غزوہ کیلئے رغبت دلا رہے تھے (یعنی حضور علیہ السلام فرما رہے تھے کہ لشکر اسلام کو مال کی ضرورت ہے) تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو اونٹ بمعہ سامان میرے ذمہ میں پیش کروں گا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا تو حضرت پھر عثمان رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو اونٹ بمعہ سامان اور پیش کرونگا تیسری مرتبہ پھر حضور علیہ السلام نے رغبت دلائی تو پھر پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کھڑے ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو اونٹ اور بمعہ سامان قبول فرمایئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہو گئے اور ممبر پر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں دوسری مرتبہ پھر فرمایا کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک صاع بلکہ نصف صاع کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا اس سے معلوم ہوا اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے والا شخص بہت بڑا ملعون ہے جن کو نبی جنت کی بشارت دیں اور جن کی اتنی زیادہ فضیلت ہو اس کو برا کہنے والا شخص بد بخت اور گمراہ ہے کیونکہ جن کی فضیلت میں

marfat.com

Marfat.com

قرآن نازل ہووہ فضیلت والےلوگ ہوتے ہیں ان کی مخالفت کرنے والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف کرتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًىۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

ترجمہ: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا جب اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے کسی غریب مسکین پر خرچ کیا جائے تو خرچ کرنے والے کو چاہئے کہ اس غریب پر احسان نہ جتائے ورنہ نیکی ضائع ہو جائے گی اور نہ ہی تکلیف دے۔ تکلیف دینے کا مطلب یہ ہے کہ طعنہ دینا کہ فلاں وقت میں نے تجھ کو مال دیا کیونکہ اس سے اس کی تذلیل ہوتی ہے ایسا کرنے والے کی نیکی بھی ضائع ہو جاتی ہے اگر صرف اللہ کی رضا مقصود ہو کہ خیرات کر کے بھول جائے اور جس پر خرچ کیا جائے اس کو احساس تک نہ دلائے تو ایسی خیرات اللہ کے ہاں قبول و منظور ہے جس کا نفع قیامت کے دن یہ ملے گا کہ بے خوف ہوگا اللہ کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اس پر فضل کرے گا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًىؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمہ: اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر چہ خیرات کرنا بہت بڑا عمل ہے۔ جو اللہ وحدہ لاشریک کو پسند ہے جو اللہ کی رضا کیلئے کیا جائے مگر جو خیرات کر کے کسی کو اس قدر احسان جتلائے کہ لینے والا پریشان ہو جائے اور کہے کہ کاش میں نے اس سے نہ لیا ہوتا۔ اس کو ستانا کہتے ہیں۔ تو وہ خیرات کرنے والا اس کو پسند نہیں جو خیرات کر کے اس فقیر یا مسکین یا غریب کی تذلیل کرے یار یاکاری کیلئے خرچ کرے فرمایا ایسی خیرات سے کسی کو اچھی بات کہہ دینا بہتر ہے اس کا مطلب ہے کہ فقیر کو یا گداگر کو اچھے الفاظ سے ٹال دینا اس سے معذرت کر لینا بہتر ہے۔ درگزر کرنا بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیر گداگر کو سخت الفاظ نہیں کہنا چاہئے اور اگر خیرات کی جائے تو اس کو بھول جانا چاہئے تا کہ ثواب ضائع نہ ہو مطلب کہ دینے والے کو جتلانے سے نیکی ضائع ہو جاتی ہے اور اس کو بھی یہ عمل پسند نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰىۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کیلئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو صدقے کرتے ہو خیرات کرتے ہو اس کو ضائع نہ کرو ضائع کا مطلب کہ خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتلاؤ' بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کسی پر کچھ خرچ کرنے کے بعد اسے احساس دلاتے رہنا اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو اس سے تمہاری نیکی ضائع ہو جائے گی۔ اور ایذا دینے کا مطلب یہ کہ اسے اس انداز میں احساس دلایا جائے کہ اس کی عزت نفس مجروح ہو اور پھر جو دکھلاوے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اس کو بھی خرچ کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور جو منافق مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب کہ بظاہر کلمہ تو پڑھتے ہیں دل میں ایمان داخل نہیں ہوا مگر خیرات کرتے ہیں یا دیگر نیک کام کرتے ہیں دل سے نہ اس کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور نہ ہی قیامت کو یاد رہے کہ جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا وہ اللہ کو نہیں مانتا قیامت کو نہیں مانتا بظاہر اگر وہ اللہ اور قیامت کا نام لیتا بھی ہو لیکن اس کا ماننا معتبر نہ ہوگا کیونکہ اللہ اور آخرت پر یقین تب ہو سکتا ہے جب دل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یقین رکھتا ہوگا اس لئے نہ تو خدا کو دیکھ کر مانا گیا ہے اور نہ ہی قیامت کو دیکھ کر مانا گیا ہے۔ یہ سب حضور علیہ السلام کی زبان پاک پر اعتبار ہے۔ تو فرمایا اگر بظاہر کلمہ پڑھتا ہو مگر دل میں ایمان داخل نہ ہوا ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا غلام نہ ہو تو اس کا خیرات کرنا ایسا ہے جیسے چٹان پر مٹی ہو تو اس پر بارش ہو وہاں فصل نہیں ہوگی وہ مٹی بارش کی وجہ سے اتر جائے گی اور پتھر صرف پتھر رہ جائے گا مطلب یہ کہ یہ خیرات منافق کو فائدہ نہیں دے گی۔ کیونکہ نیکی فائدہ مومن کو دیتی ہے اس سے معلوم ہوا عقیدہ کا درست ہونا بہت ضروری ہے اگر عقیدہ صحیح نہ ہو تو کوئی نیکی فائدہ نہیں دے گی ہر نیکی فائدہ اس وقت دے گی جب عقیدہ درست ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ چھوڑو عقیدہ کی بات نہ کرو وہ لوگ جاہل ہیں قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں۔ اللہ کریم واضح فرما رہا ہے کہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے مطلب یہ کہ انہیں نیکی نفع نہیں دے گی۔ کافر اور منافق کے نیک عمل کا ایسے ہی فائدہ ہوگا کہ دنیا میں لوگ اس کی تعریف کریں گے آخرت میں صرف حضور علیہ

marfat.com

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو نفع ہوگا۔ چنانچہ فرمایا اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمہ: اوران کی کہاوت جو اپنا مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اپنے دل جمانے کو ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقعہ ہو (جب) اس پر بارش ہو تو دگنا پھل لائے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: پھوار کا مطلب ہے کہ اگر بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بوندا باندی ہی کافی ہے۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی اُسے پسند رکھے گا کہ اسکے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے ندیاں جاری (ہوں) اس کیلئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی جو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک مثالیں دے کر اپنے بندے کو سمجھا رہا ہے کہ جس طرح کسی کے پاس کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہوں اور ساتھ ندیاں بہہ رہی ہوں یعنی اس کو پانی وافر مقدار میں میسر ہو اور اس کی اتنی آمدنی ہو کر اس کے بچے بیوی اور خود بہت آرام کی زندگی گزار رہے ہوں ہر قسم کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے وہ باغ کافی ہو اور پھر اچانک آگ کا بگولا آئے اور اس کو جلا کر راکھ کر دے جس سے باغ کے مالک کی ہر چیز برباد ہو جائے اور ختم ہو جائے۔ فرمایا اسی طرح اس شخص کی کیفیت ہے جو مال دنیا میں خرچ کرتا ہے جو اس کو آخرت میں آرام دے گا ہر قسم کی آرائش دے گا مگر ریا کاری احسان جتلانا وغیرہ آگ کا وہ بگولا ہے جو ہر چیز تباہ اور برباد کر دیتا ہے اور اس کا اعمال نامہ قیامت کے دن خالی ہوگا یا بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی ہر نیکی ضائع ہو جائے تو اس وقت کا پچھتاوا کسی کام نہ آئے گا۔ فرمایا یہ مثالیں اللہ کریم اس لئے بیان کرتا ہے تا کہ تم بدعقیدگی ریا کاری جیسے برے فعل سے بچ سکو۔

marfat.com
Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے مگر جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اپنی حلال روزی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور فضل سے بھی دیا کرو اور اللہ کی راہ میں وہ دیا کرو جو تم کو دیا جائے تو تم خوش ہو کر لو یعنی ناقص چیز اللہ کی راہ میں نہ دیا کرو ستھری چیز دیا کرو۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جب تم نیکی پر خرچ کرنے کی نیت کرو گے تو شیطان تمہیں روکے گا تمہارے دل میں وسوسے ڈالے گا کہ ایسا خرچ کرنے سے تو تیرا سارا مال جاتا رہے گا لہٰذا اپنے ہاتھ کو روکو اور جب کوئی غیر شرعی کام ہوگا یا بیاہ شادی میں غیر شرعی رسموں کا معاملہ ہوگا تو شیطان تمہیں کہے گا کہ ٹھیک ہے کرو یہاں تمہاری عزت بنے گی، بڑائی ظاہر ہوگی وغیرہ وغیرہ مطلب کہ بے حیائی پر خرچ کرنے کی رغبت شیطان دلاتا ہے جس سے بندہ کا نقصان ہوتا ہے اور اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر تو نے اے میرے بندے میری راہ میں خرچ کیا، میرے نام پر خرچ کیا، میری رضا چاہنے کیلئے خرچ کیا تو میں رب العالمین تجھ سے بخشش کا وعدہ کرتا ہوں اور تجھ پر اپنا فضل فرمانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندہ کی معافی کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند کرتا ہے (مشکوٰۃ و مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور دردناک موت کو دور کر دیتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو لباس پہنایا تو اسکے جسم پر جب تک ایک ٹکڑا بھی باقی رہے گا یہ لباس پہنانے والا حفظ وامن میں رہے گا۔ (ترمذی، احمد، مشکوٰۃ)

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

ترجمہ: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

تفسیر: حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں حکمت چار معنی میں استعمال ہو رہی ہے۔ جیسے (1) وما انزل علیکم من الکتب والحکمۃ یعظکم بہ (کتاب کی سمجھ) (2) واتیناہ الحکم صبیا (فہم وعلم) (3) اتینا آل ابراھیم الکتب والحکمۃ (نبوت) (4) اُدع الی سبیل ربك بالحکمۃ عقلمندی (الحسنات)

قرآن کریم کی سمجھ کو بھی حکمت کہا گیا ہے اور فہم وعلم کو بھی حکمت کہا گیا ہے کہ حکمت نبوت کے معنی میں بھی لیا گیا ہے اور عقلمندی کو بھی حکمت کہا گیا ہے اگر مراد قرآن پاک کی سمجھ لیا جائے تو پھر معنی یہ ہوگا اگرچہ قرآن پڑھنے والے بہت ہوں گے مگر قرآن کی سمجھ اسکو آئے گی جسے اللہ چاہے گا اس سے معلوم ہوا قرآن پڑھنے والے بہت ہونگے مگر سمجھ ان لوگوں کو ہوگی جن پر اللہ کا فضل ہوگا جیسے دوسری جگہ قرآن پاک نے اعلان فرمایا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا کہ ایک بڑا گروہ گمراہ ہوگا اور قرآن پڑھنے والا ہوگا اور ایک جماعت قرآن پڑھنے والی ہدایت یافتہ ہوگی۔ مطلب کہ ہر قرآن پڑھنے والا بھی درست نہ ہوگا جیسے حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو پہلے ہی خبردار کیا ہے کہ ہر قرآن پڑھنے والے پر اعتماد نہ کرنا چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگاہ رہو مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اور بھی اس جیسی خبردار ہوشیار ہو جاؤ قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ ہمارے لیے صرف قرآن مجید ہے (الی آخر)۔ مطلب یہ کہ وہ صرف قرآن کو ماننے کا اقرار کریں گے اور حدیث کے منکر ہوں گے اور دیکھیں پرویزی فرقہ۔ جو خود کو اہل قرآن بھی کہلواتے ہیں اور پرویزی بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس دجال کی پہلے ہی خبر دے دی مشکوٰۃ پڑھ کر دیکھئے۔ تو یہ لوگ بھی قرآن تو پڑھیں گے مگر گمراہ ہوں گے اور دوسرا گمراہ ہے۔ جس کی حضور علیہ السلام نے نشان دہی کرائی ہے تاکہ میری امت گمراہوں سے محفوظ رہ سکے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے وہ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن وہ انکے حلق

marfat.com
Marfat.com

سے آگے نہیں جائے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے وہ پیکان میں دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے گا لکڑی کو دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے گا البتہ شکار کو دیکھ کر شک گزرتا ہے (مشکوٰۃ' بخاری) تو یہ گروہ بھی قرآن پڑھنے والا ہوگا جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اس سے ثابت ہوا بہت لوگ قرآن پڑھنے والے ہوں گے مگر ہدایت یافتہ نہ ہوں گے اس لئے ہر قرآن پڑھنے والے کی پیروی درست نہ ہوگی پیروی اس کی درست ہوگی جس کو اللہ کریم نے سمجھ عطا فرمائی ہو جس پر اللہ کا فضل ہو۔ اور وہ فضل والے لوگ انبیاء علیہم السلام اولیاء ہیں کیونکہ قرآن کی سمجھ اس کو آئے گی جس کا تعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا جس کا حضور علیہ السلام سے تعلق نہ ہوگا وہ قرآن کو نہیں سمجھ پائے گا اور نہ ہی قرآن کو مانے گا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے مگر قرآن کا نام لیتا ہے تو ایسا شخص منافق ہے مومن نہیں۔ کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کی سمجھ کو حکمت فرمایا گیا ہے تو یہ سمجھ اس کو حاصل ہوگی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو جانتا اور مانتا ہوگا جو حضور علیہ السلام کو اپنی مثل جانے گا وہ قرآن کی سمجھ نہیں حاصل کر سکتا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کو سمجھائیں یا نہ سمجھائیں ان کو کچھ فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ قرآن متقین کو ہدایت دیتا ہے یعنی بچنے والوں کو جو حضور علیہ السلام کی گستاخی سے بچتے ہوں اور ہر وقت ڈرتے ہوں کہ کہیں بارگاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی نہ ہو جائے تو یہ وہی کر سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کے مقام کو جانے جو اپنی مثل جانے وہ گستاخی سے نہیں بچ سکتا۔

من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ (مسلم' مشکوٰۃ)

جو بھلائی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اس کو بھی نیک کام کرنیوالے کے برابر اجر ملے گا۔ اس سے ثابت ہوا فقیہ کا بہت بڑا مقام ہے اور فقیہ بہت بڑا خوش نصیب شخص ہوتا ہے اور اللہ کریم کا خاص آدمی ہوتا ہے کیونکہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عالم بھی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ کریم پسند کرتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ دین کا خدمت گار وہ بنتا ہے جس کو اللہ کریم پسند کرتا ہے جو لوگ علماء حق اہلسنت کی توہین' تذلیل کرتے ہیں اور برا جانتے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے ورنہ سخت سزا ملے گی کیونکہ یہ اللہ کے منتخب لوگ ہیں جن کو علم دین دیا گیا ہے اور فرمایا یہ بہت بڑی بھلائی ہے مگر بدعقیدہ نہ ہو۔ یہ فضیلت اس کو حاصل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو اہلسنت و جماعت ہو۔ اور پھر حکمت کو نبوت کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ **اتینا آل ابراھیم الکتب والحکمۃ** یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے تو ان الفاظ کے پیش نظر یہ بھی کہا جائیگا کہ جس کو اللہ کریم نبوت عطا کر کے بھیجتا ہے اسے بہت سی بھلائیاں عطا کی جاتی ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے اپنے وقت کے لوگوں کا مقابلہ کرنا ہوتا تھا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنا، کوڑھیوں کو شفا دینا' اندھوں کو آنکھیں دینا' غیب کی خبریں دینا وغیرہ وغیرہ اور جناب موسیٰ علی السلام کو اللہ کریم نے جو کمال عطا فرمائے عصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا چمکنا پتھر سے پانی کا نکالنا' مردوں کا دعا سے زندہ ہونا وغیرہ وغیرہ اسی طرح دیگر نبیوں کے فضائل وخصائص معجزات مختصراً یہ کہ سب لوگوں سے زیادہ خوبیاں اور بھلائیاں اللہ نبی کو عطا فرماتا ہے جس سے لوگ استفادہ

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہا ہے۔ جس کو میں نبی بناتا ہوں اس کو اپنی ہی طرح کا ایک عام سا انسان مت جانو اس کو میں وہ فضائل وخصائص عطا کر کے بھیجتا ہوں جس کو صرف عقل والے لوگ ہی جانتے ہیں کہ غیر نبی اور نبی میں کیا فرق ہوتا ہے۔ بے وقوف تو اپنی طرح کا ایک عام بشر جان کر محروم رہ جاتے ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں عقل والا وہ ہے جو مقام نبوت کو جانے جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بلال پاک دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا مگر جو بے وقوف تھے ابو جہل، ابولہب وغیرہ انہوں نے اپنی مثل ایک بشر جانا اور دنیا سے محرومیاں لے کر واصل جہنم ہو گئے۔

آگے فرمایا ادع الی سبیل ربلٹ بالحکمة یہاں حکمت مراد عقلمندی ہے تو اللہ کریم نے فرمایا جس کو میں عقل عطا کرتا ہوں اس کو بہت بڑی بھلائی عطا کر دی جاتی ہے۔ عقل وہ عظیم نعمت ہے جس سے بندہ نفع نقصان کی سمجھ رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو ہر مصیبت سے بچاتا ہے، دوزخ سے محفوظ کرتا ہے اور عقل صرف مومن کو ہوتی ہے جو اپنی آخرت سنوارتا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

ترجمہ: اور تم جو خرچ کرو یا منت مانو اللہ کو اسکی خبر ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر کوئی شخص میری راہ میں خرچ کرتا ہے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں اگر کوئی شخص منت مانتا ہے تو میں اس کی بھی خبر رکھتا ہوں کیونکہ اللہ کریم دل کے خیالات کا جاننے والا ہے یہ مطلب کہ جو کرو اللہ کیلئے کرو اگر کوئی اور نیت ہوئی تو وہ بھی اللہ سے چھپی ہوئی نہیں اس لئے سب کو اللہ وحدہ لاشریک اس کی نیت کے مطابق جزا دیگا۔ فرمایا مگر ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا مطلب کہ اگر کوئی بندہ منت مانتا ہے تو اللہ اس کو ثواب دے گا مگر اس کا مومن ہونا ضروری ہے۔ اگر مومن نہیں تو منت ماننے کا کوئی ثواب نہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں کافر کو منت ماننا اور پوری کرنا نفع دیگی کیونکہ ہر نیکی مومن کو فائدہ دیتی ہے کافر کو نہیں اس لیے فرمایا کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اس سے معلوم ہوا منت ماننا کوئی بری بات نہیں مگر منت اچھی ہو اور اچھے کام کیلئے منت مانی جائے پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا نذر دو قسم کی ہے جس نے اللہ کی اطاعت میں نذر مانی وہ تو اللہ کیلئے ہے اور اسے پوری کرے اور دوسری جو اللہ کی نافرمانی میں نذر مانی وہ شیطان کیلئے ہے اسے پوری نہ کرے بلکہ اس کا کفارہ ادا کرے جو قسم کا کفارہ ہے (نسائی، مشکوٰۃ) اس حدیث سے ثابت ہوا اور قرآن سے بھی ثابت ہوا کہ منت ماننا جائز اور درست ہے اور پھر اسکا پورا کرنا بھی ضروری ہے مگر غیر شرعی منت جائز نہیں ہے مثلاً کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں روزے رکھوں گا یا ایک صد نفل پڑھوں گا یا داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر خیرات کروں گا یا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر نیاز تقسیم کروں گا یا میلاد شریف مناؤں گا یہ سب درست اور جائز ہیں اور ان کا پورا کرنا

marfat.com
Marfat.com

ضروری ہے اگر کوئی جاہل یہ نذر مانے کہ میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدل چل کر جاؤں گا تو یہ غلط ہے یا پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر جاؤں گا یا کسی پیر فقیر کے دربار پر ناچوں گا تو یہ سب بے دینی جہالت اور گمراہی ہے وہ نذر جائز ہے جس میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ ہو اور اسلام کو فائدہ ہو جس میں جہالت ہو اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہو ایسی نذر کو پورا کرنے والا سخت مجرم ہے بلکہ ماننے والا مجرم ہے اسے چاہئے کہ ایسی نذر کو پورا نہ کرے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔ (تین روزے رکھے یا دس مساکین کو کھانا کھلائے)

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

ترجمہ: اگر خیرات اعلانیہ دو تو کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: فرمایا اگر کوئی شخص خیرات اعلانیہ دیتا ہے تا کہ میری طرف دیکھ کر دوسرے بھی دیں یعنی رغبت دلانے کیلئے تو یہ عمل سب سے اچھا ہے۔ اگر چھپا کر دیتا ہے تا کہ ریا کاری نہ ہو تو یہ عمل بھی بہت بہتر ہے مگر نیت ٹھیک ہونی چاہئے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اور پھر فرمایا خیرات کیا کرو اس سے تمہارے گناہ کم ہوں گے یعنی گناہ معاف ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ آدمی کی روزی فراخ اور عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کرے (یعنی) رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا کرے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مساکین کو گنا۔ اور امام ابوداؤد نے فرمایا دوسرے راویوں نے صدقات کو گنا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیتی رہو اور حساب نہ کیا کرو ورنہ تمہیں بھی حساب سے دیا جائے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا

marfat.com
Marfat.com

ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کیلئے اور جو مال دو پورا ملے گا اور نقصان نہ دیئے جاؤ گے۔ ان فقیروں کیلئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں انکی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی ہے جن کا نہ تو کوئی مکان تھا اور نہ ہی کوئی برادری وغیرہ صرف دین کی خاطر اور حضور علیہ السلام کی محبت میں ہر چیز چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ یہ مدینہ شریف میں دین کی تعلیم حاصل کرتے کبھی حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق جہاد میں شرکت کرتے انکی تعداد تقریباً چار سو کے قریب تھی۔ تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ یہ فقیر جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں مطلب یہ کہ دین سیکھتے ہیں یہ لوگ کاروبار کریں تو تعلیم حاصل نہیں کر سکتے جیسے طالب علم اگر کسی کاروبار پر لگا دیا جائے مدرسے سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل نہیں کر سکے گا تو ان کو اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ جو اللہ کے دین کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء ہیں یہ اللہ کیلئے روکے گئے ہیں اور یہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے مطلب کہ روزی نہیں کما سکتے۔ کیونکہ اگر روزی کمائیں تو قرآن وحدیث نہیں پڑھ سکتے لہٰذا یہ اللہ کیلئے روکے گئے ہیں۔ مگر نادان لوگ ان کو تونگر سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ کسی سے کچھ مانگتے نہیں۔ حالانکہ ان کا رہنا سہنا ان کی فقیری کا ثبوت ہے یعنی اعلیٰ لباس نہیں ان کے رہنے سہنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو وسائل کی کمی ہے اللہ کریم فرماتا ہے ان کو وہ اللہ جانتا ہے کہ کون ہے جو ان فقیروں کو دیتا ہے ان پر خرچ کرتا ہے تاکہ یہ لوگ علم دین حاصل کر کے دین کی خدمت کریں۔ اس سے علماء حق اہل سنت وجماعت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور ان کی خدمت کرنے والوں کی فضیلت۔ اور یہ بھی ثابت ہوا علماء حق کی خدمت یعنی دینی طالب علم کی خدمت کرنا بہت بڑا ثواب اور اسلام کی خدمت ہے لہٰذا جو لوگ دینی مدارس کی خدمت کرتے ہیں وہ اپنے اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اسلام کی خدمت کرتے ہیں اور یہ وہ عمل ہے کہ جب ایک طالب علم تبلیغ کرے گا اور جب تک تبلیغ کرتا رہے گا اس خرچ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا یہ وہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ علماء کرام کی خدمت کرنا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت میں مصروف ہیں بہت بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ علماء کرام کو حقیر جانتے ہیں فاسق ہیں، فاجر ہیں اور اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ یعنی علماء کرام اللہ کے دین کی خدمت کرنے والے ہیں۔ یہ عمل اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کیلئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے اور خرچ اس طرح کئے کہ دس ہزار دینار دن کو خیرات کئے اور دس ہزار دینار رات کو خیرات کئے اور دس ہزار دینار اعلانیہ غریبوں مسکینوں یتیموں اور بیواؤں میں خرچ کئے اور دس ہزار دینار چھپ کر اللہ کی راہ میں خرچ کئے۔ دوسری روایت میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار دینار تھے اور آپ نے چاروں دینار اسی طرح خرچ کئے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جہاد کیلئے گھوڑے رکھے ہوئے تھے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی خدمت کرتے دن اور رات کو ان کو چارہ ڈالتے ان کے حق میں نازل ہوئی۔ **(واللہ ورسولہ اعلم)** بہر حال یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے ثواب میں غیر صحابی نہیں ہو سکتا کیونکہ جن کی فضیلت میں قرآن نازل ہو۔ ان جیسا کوئی دوسرا ہو سکتا نہیں۔ مگر کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو نبیوں کی مثل بنتے ہیں اور مماثلت کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے اور دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرے تو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک صاع بلکہ نصف صاع جَو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی غمگین ہوں گے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو جنت کی بشارت دی ہے فرمایا **ابوبکر فی الجنة عمر فی الجنة عثمان فی الجنة علی فی الجنة (الی آخرہ)** اور قرآن بھی اعلان کر رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے

marfat.com
Marfat.com

چھو کر مخبوط بنادیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے۔ اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے دینے والے گواہوں اور اس کے لکھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ جب کھڑے ہوں گے تو یوں محسوس ہوگا جیسے کسی آسیب نے اسے مخبوط الحواس بنادیا ہو یعنی وہ سود خور اس قدر خوف زدہ ہوگا کہ اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جاسکے گا اور اس کا مال جو سود کی صورت میں اکٹھا کرتا ہوگا یہ سانپوں کی صورت میں ڈس ڈس کر اس کو حواس باختہ بنادے گا۔ اگر توبہ کرے گا تو اللہ کریم بخشش فرمانے والا ہے اور جو شخص سود لینے سے باز نہ آئے گا وہ دوزخی ہوگا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گناہگار۔ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

تفسیر: اس سے یہ ثابت ہوا سودی کاروبار کرنا۔ کافروں کا طریقہ ہے مسلمان ایسے نہیں کرتے جیسے مسلمان کو گلے میں صلیب لٹکانا ناجائز ہے یہودیوں کی طرح چوٹی رکھنا یا دیگر ایسے اعمال جو کفار کے ہیں مومن کو نہیں کرنے چاہئیں۔ اسی طرح سود لینا بھی حرام ہے تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو پھر سود کا کام تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ سود خور وہ بدنصیب ہے جو اللہ سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ سے جنگ کرتا ہے مگر اللہ سے جنگ کرنے والا کبھی بھی غالب نہیں آسکتا اسے لڑائی میں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا اسی طرح سود خور کبھی بھی اس کاروبار سے نفع حاصل نہیں کرسکتا۔ ایسا حرام مال اصل کو بھی لے ڈوبتا ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ حرام مال اکٹھا کرنیوالے سود خور ذلت کی موت مرتے ہیں اور زندگی میں ان مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں جس سے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

ترجمہ: اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے اگر جانو۔

تفسیر: حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کا حساب لیا گیا تو اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہ ملی البتہ یہ کہ وہ ایک امیر آدمی تھا جب لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تو اپنے غلاموں کو حکم دیتا کہ تنگ دست سے درگذر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کے اس سے زیادہ حقدار ہم ہیں لہٰذا اس سے درگذر کرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عرش کے سائے میں رکھے گا جب کہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی)

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع ۳۸

ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر: یہاں اللہ کریم اپنے بندوں کو اس بات کا احساس دلا رہا ہے کہ آخرت کو نہ بھولنا دنیا چند روز ہے۔ پھر تم نے میرے پاس حاضر ہونا ہے اور کسی پر زیادتی نہیں ہوگی جو اس نے کیا ہے اس کی سزا پائے گا مگر اللہ چاہے تو معاف کر دے وہ قادر مطلق ہے مگر اس وجہ سے جرم پر دلیری نہیں کرنی چاہئے ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۗ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۖ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۗ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ

marfat.com

Marfat.com

أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ
فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا
يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ
اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِنْ تَفْعَلُوا
فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٨٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مدت مقررہ کیلئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے اور اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اس سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے۔ اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھوائے اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں سے ایک عورت بھولے تو اس ایک عورت کو دوسری یاد دلا دے اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اس کی میعاد تک لکھت کرلو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اس کو نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي
اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (کوئی چیز) رہن بالقبضہ رکھ لو کہ (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور خدا سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائیگا تو اندر سے دل کا گناہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اب قرآن سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے کوئی دوسرا مالک نہیں اگر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ زمین میری ہے یا یہ کوٹھی میری ہے یا یہ فیکٹری میری ہے تو کیا وہ آدمی کافر ہوگا یا مشرک ہوگا۔ نہیں وہ آدمی کافر اور مشرک نہیں ہوگا اگر اس طرح کفر وشرک کو عام کر دیا جائے گا تو پھر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کوئی بندہ بھی کفر وشرک سے نہیں بچ سکے گا جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی کے نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے وہ بنظرِ انصاف خود غور کریں کہ کیا ان کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ اگر کسی کا نام آنے سے چیز حرام ہو جاتی ہے تو پھر کیا یہ ہر چیز حرام ہے معاذ اللہ بالکل ایسا نہیں صرف اور صرف یہ لوگ اپنے پوپوں کی اندھی تقلید کر کے بے وقوفی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ تو جس طرح ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ ہی ہے مگر یہ کہنا کہ جو کوٹھی فلاں کی ہے یا میری ہے۔ یہ زمین فلاں کی ہے یا میری ہے یہ جائیداد میری ہے یا فلاں کی ہے کفر وشرک نہیں اس طرح کسی چیز کی نسبت نبیوں ولیوں کی طرف کی جائے تو وہ بھی کفر وشرک نہیں ہے۔ اگر یہ کہنا کفر وشرک ہے تو پھر یہ لوگ خود بھی کفر وشرک سے نہ بچ سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں نبیوں ولیوں کی عداوت بھری ہوئی ہے اور بتوں کی محبت رچی بسی ہوئی ہے تو اللہ کریم نے فرمایا میں تمہارے ظاہر باطن کو جانتا ہوں اور تم سے حساب لیا جائے گا اور اللہ قادر مطلق ہے جیسے چاہے کرے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو۔ اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہر چیز پر ایمان لایا ہے جو بھی میں نے اس پر اتارا اور پھر اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی مانا ہے مطلب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی ماننے کا حق ادا کر دیا ہے یعنی جو بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صحابہ نے مانا ہے اگر فرشتوں کی بات ہوئی ہے۔ اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرشتے دیکھے نہیں مگر زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار کرتے ہوئے فرشتوں پر ایمان لائے اسی طرح کتابوں پر ایمان لائے اور اسی طرح سب نبیوں پر بھی ایمان لائے۔ مختصراً جو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مانا ہے۔ اس سے معلوم ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ یہ تھا کہ اصل ایمان حضور علیہ السلام کی زبان پاک پر یقین رکھنا جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا مطلب کہ حضور علیہ السلام کا چہرہ دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٙ وَ اغْفِرْ لَنَا ٙ وَ ارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۠ ﴿۲۸۶﴾

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہیں رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر (یعنی رحم کر) تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ

اٰيَاتُهَا (۲۰۰) رُكُوْعَاتُهَا (۲۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

الٓمّٓ ۝١ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝٢

ترجمہ: اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں زندہ اوروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے نجران کے عیسائیوں کا وفد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی کہ تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ عیسائیوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم اسلام کو اس لئے نہیں مانتے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں کہتا اسلام میں عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور عیسائی پھر کہنے لگے اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو پھر بتائیں ان کا باپ کون ہے؟ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیٹا اپنے باپ کا ہم جنس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حی ہے قیوم ہے ازلی ابدی بذات خود عالم الغیب والشہادۃ ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام میں یہ چیزیں نہیں پھر وہ خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے! کہ اس پر عیسائی لاجواب ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٣

ترجمہ: اس نے تم پر سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کیوں نہیں مانتے قرآن اور حضور علیہ السلام کو یہ وہ کتاب ہے۔ یعنی قرآن کریم جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے توریت اور انجیل کی۔ اگر تم توریت انجیل کو مانتے ہو تو پھر قرآن کو بھی مانو اور حضور علیہ السلام کو بھی مانو کیونکہ پہلی کتابیں حضور علیہ السلام اور قرآن کی تصدیق کرتی ہیں اور قرآن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توریت زبور انجیل کی تصدیق کرتے ہیں۔

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ

marfat.com

Marfat.com

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے اتارا فرقان کو بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کیلئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ بیشک اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔ وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں' تمہاری تصویریں بناتا ہوں جیسی چاہوں۔ اب غور کیا جائے تو قدرت کاملہ کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ مختصر سی جگہ یعنی چہرے کی ٹکڑی چھوٹی سی ہے مگر ایک دوسری سے نہیں ملتی کروڑوں انسان کا مختلف ہونا اللہ کی قدرت کی عظیم دلیل ہے اور پھر یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے بندوں کا عمل اللہ کا عمل ہوتا ہے مگر ہر بندے کو یہ کمال حاصل نہیں ہے۔ یہ کمال ان بندوں کو حاصل ہے جو اللہ کے خاص بندے یعنی نبی اور ولی ہیں۔ کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ جو کہتا ہے اے میرے رب نطفہ بن گیا ہے۔ اے میرے رب اب وہ نطفہ خون بن گیا ہے۔ اب وہ نطفہ خون بننے کے بعد گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہے۔ جب اللہ اپنی مرضی سے تخلیق کامل کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ جس کی رحم پر ڈیوٹی ہے کہتا ہے کہ اے میرے اللہ یہ مرد (ہو) یا عورت، بدبخت ہو یا نیک بخت اور اس کا رزق کتنا ہو اور عمر کتنی ہو پھر (اللہ کے) حکم کے مطابق فرشتہ پیٹ میں ہی سب کچھ لکھ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ کرتا تو فرشتہ ہے مگر اللہ کریم فرشتے کے عمل کو اپنا عمل قرار دیتا ہے کیونکہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا مگر جس کو اللہ کریم اختیار دے تو جس طرح فرشتے کے عمل کو اللہ کا عمل کہا گیا ہے اس طرح ولیوں' نبیوں کے عمل کو اللہ کا عمل کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ ولی کوئی ہو شریعت کا باغی نہیں ہوتا ولی وہی ہوتا ہے جو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے عطا کرنے سے فرشتے کو ما فی الارحام کا علم بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا علم غیب دیگر نبیوں ولیوں کا علم سب اللہ کا دیا ہوا ہے اور اس عقیدہ پر یقین رکھنا کفر و شرک نہیں ہے بلکہ ان کا انکار قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ

marfat.com
Marfat.com

قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن کے دل میں کجی ہے وہ لوگ اشتباہ والی آیات کے پیچھے پڑتے ہیں صرف اور صرف فتنہ اور فساد پھیلانے کیلئے مثلاً بعض لوگ بتوں والی آیات پیش کرتے ہیں صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات کا انکار کرنے کیلئے کہ کچھ نہیں کر سکتے نفع نہیں دے سکتے نقصان نہیں دے سکتے ان کو اختیار نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ان کے دل میں کجی ہے اگر ان کے دلوں میں ایمان داخل ہوا ہوتا تو یہ لوگ فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کرتے۔ حضور علیہ السلام کو اپنی ہی مثل کا ایک عام بشر تصور نہ کرتے اور فرمایا یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں گمراہی چاہنے کا مطلب ہے کہ کس قدر بے وقوف یہ لوگ ہیں کہ ان کی پسند گمراہی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا انکار گمراہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شان وقار اور عظمت کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل ایک عام آدمی جاننے والا گمراہ ہے۔ تو اس طرح کے لوگ جو اپنی خواہشات نفسانی پورا کرنے کیلئے دنیاوی مطلب پورا کرنے کے لیے بعض بدمذہب اپنی بات پوری اور سچی ثابت کرنے کیلئے ان اشتباہ والی آیات کے پیچھے دوڑتے ہیں اور اپنے باطل نظریات کو سچا ثابت کرنے کیلئے ان آیات کا سہارا لیتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا علم سکھایا ہے۔ عطا فرمایا ہے۔ جس طرح کہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں الرحمن ٥علم قرآن کہ رحمٰن نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا پھر دوسری جگہ فرمایا۔ "علم الانسان مالم یعلم" آدمی (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ یعنی پورے قرآن کا علم عطا کر دیا گیا۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ متشابہات کا علم اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا نہ فرمایا ہو۔ یقیناً عطا فرمایا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں جو عام لوگوں کو علم نہیں۔ جبکہ جناب علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی نکیل گم جائے تو میں وہ قرآن سے تلاش کرتا ہوں یا پھر اللہ کریم نے پختہ علم والوں کو یعنی جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو یہ علم دیا ہے۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

marfat.com

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸

ترجمہ: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہے بڑا دینے والا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا وہ تو اشتباہ والی آیات کی طرف جاتے ہیں یا جن کے دلوں میں دنیا غالب آگئی ہو دیگر اس قسم کے لوگ مگر جو صاحب ایمان لوگ ہیں وہ اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے ہونے سے بچا مطلب کہ ہر گمراہی سے محفوظ فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ ہی بنا اور ہم پر اپنا فضل و کرم فرما کیوں کہ اگر تیرا فضل نہ ہوا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے ہم تیرے محض مجبور بندے ہیں اور تو بہت زیادہ کرم کرنے والا ہے ہمیں ایمان نصیب فرمانا اور جب دنیا سے ہم رخصت ہوں تو ایمان کی دولت لے کر جائیں اور یہ تیرے فضل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹

ترجمہ: اے رب ہمارے بیشک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کیلئے جس میں کوئی شبہ نہیں بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

تفسیر: اس سے ثابت ہوا قیامت پر یقین رکھنا ضروری ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ قرآن اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو قیامت میں شک و شبہ نہ رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سب نے ایک دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہاں جناب آدم علیہ السلام سے لیکر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے اور اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے وہ گمراہ اور بے دین ہیں۔ جیسے دیوبندی مولویوں نے لکھا ہے مگر ان کا یہ عقیدہ قرآن کیخلاف ہے اللہ فرماتا ہے میں اپنا وعدہ نہیں بدلتا مطلب کہ میں جھوٹ نہیں کہتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰

ترجمہ: بیشک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو نہ تو اولاد فائدہ دے گی اور نہ ہی مال فائدہ دے گا مگر مومن کیلئے وہ مال بھی فائدہ مند

marfat.com
Marfat.com

ہوگا جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا اور اولاد بھی نفع دے گی چنانچہ حدیث پاک ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرد تو آپ کی باتیں سن جاتے ہیں آپ ہمارے لئے بھی اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرما دیں تا کہ اس روز ہم حاضر ہو کر آپ سے وہ باتیں سیکھیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہیں۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم فلاں روز اور فلاں جگہ پر جمع ہو جایا کرو پس وہ جمع ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں وہ باتیں سکھائیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی تھیں پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی عورت نہیں جس کی اولاد میں سے تین بچے آگے چلے جائیں (یعنی فوت ہو جائیں) مگر وہ اس کیلئے جہنم سے آڑ ہوں گے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو کے بارے میں کیا حکم ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ بات اس نے دوسری مرتبہ بھی کہی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دو بھی اور دو بھی اور دو بھی (یعنی تین مرتبہ فرمایا۔ (بخاری)

اس سے ثابت ہوا کہ مومن کو بچے نفع دیں گے اور دوسری حدیث یوں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے دوسرے مستفیض ہوتے ہوں اور نیک اولاد جوان (یعنی والدین) کیلئے دعائیں کرتی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مومن کو نیک اولاد نفع دیتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وصال کے بعد والدین یا عزیز و اقارب کیلئے دعائے بخشش مانگنا جرم نہیں ہے جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی نفع نہیں دے سکتا اور نہ ہی مرنے کے بعد دعا کرنی چاہئے۔ ان لوگوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ہاں کافر کو نہ مال نفع دیتا ہے اور نہ اولاد۔ اب خود غور فرمائیں کہ کس قدر زیادتی ہے کہ جو حکم کفار کیلئے آیا ہے وہ مسلمانوں پر چسپاں کیا جا رہا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو بد دیانت کہا گیا ہے اور ایک اور حدیث یوں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے کے بعد مومن کو جن اعمال خیر سے فائدہ ہوتا ہے ان میں علم بھی ہے۔ جس کو اس مرنے والے نے سکھایا اور عام کیا یا نیک اولاد چھوڑی یا قرآن کریم (یا دینی کتابیں) کسی کو دیں، مسجد یا سرائے بنائی نہر کھدوائی یا اپنی صحت کی حالت میں اپنے مال سے صدقہ دیا تو اس کو مرنے کے بعد اسے فائدہ ہوگا (ابن ماجہ، شعب ایمان بیہقی، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کو مال بھی نفع دیتا ہے یعنی مرنے کے بعد، اور اولاد بھی نفع دیتی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کوئی نفع نہیں دے سکتا وہ قرآن وحدیث کیخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور جو مرنے والے کیلئے دعا بھی نہیں کرتے وہ بھی یا تو مرنے والے کو مومن ہی نہیں سمجھتے یا پھر اپنا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف رکھتے ہیں دونوں صورتیں گمراہی پر دلالت کرتی ہیں۔ مومن کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مرنے والے کیلئے دعا بھی کرتا ہے تا کہ اس کو فائدہ ہو اور مال بھی اس

marfat.com

Marfat.com

مرنے والے کو فائدہ دیتا ہے جو وہ اپنے ہاتھوں سے خیرات کر جائے یا اس کیلئے خرچ کیا جائے۔ جیسے عام لوگ اپنے والدین کیلئے یا بزرگوں کیلئے ختم کرواتے ہیں ان کے نام کی نیاز تقسیم کرتے ہیں یا ان کے نام پر صدقہ خیرات کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے نام پر کنواں کھدوایا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا باغ والدین کیلئے صدقہ کیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے نام پر دینا شرک نہیں ہے جیسا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیا اور حضور علیہ السلام کے فرمان پر دیا۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ: جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا طریقہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا آیات کو جھٹلانا کفار کا کام ہے۔ مومن آیات پر عمل کرتے ہیں جو لوگ قرآنی آیات کے باوجود صرف گروہ بندی کی وجہ سے کمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے اور احکام خداوندی پر عمل کرنا اللہ کے پیاروں کا عمل ہے مخالفت کرنا کفار کا عمل ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

ترجمہ: فرمادو کافروں سے عنقریب تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا (ہے)۔

تفسیر: اس آیہ کریمہ کا شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو شکست دی تو مدینہ شریف میں واپس آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس سے پہلے مسلمان ہو جاؤ اور مجھ پر ایمان لے آؤ مبادا کہ تم پر ایسی مصیبت نازل ہو جیسی میدان بدر میں مشرکین مکہ پر ہوئی اور تم جان چکے ہو کہ میں نبی مرسل ہوں تم اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہوا پاتے ہو اس پر یہودیوں نے جواب دیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش فن حرب سے ناآشنا تھے۔ جنگ کے طریقوں سے ناواقف تھے اس وجہ سے وہ تمہارے مقابلے میں جنگ ہار گئے ہیں اگر تمہارا ہم سے مقابلہ ہوا تو ہم تمہیں بتادیں گے کہ مقابلہ کیسے کیا جاتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا۔ ستغلبون وتحشرون الی جهنم اے یہودیو! تم عنقریب مغلوب ہوگے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے چنانچہ قرآن پاک کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: بیشک تمہارے لئے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے۔ ایک جتھا اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہے بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔

تفسیر: جب جنگ بدر ہوئی مسلمانوں کی تعداد صرف 313 تھی اور سامان جنگ نہ ہونے کے برابر تھا دو گھوڑے چھ زرہ آٹھ تلواریں اور ستر اونٹ تھے جبکہ کفار کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ سامانِ جنگ اور سواریاں وافر مقدار میں موجود تھیں مگر اس کے باوجود کفار کو شکست فاش ہوئی اور ان کے سردار اور لیڈر مارے گئے یہ اللہ کا خاص فضل تھا یہی اللہ کریم فرماتا ہے کہ جب اللہ کا فضل ہو تو قلیل کثیر پر غالب آ جاتے ہیں کیونکہ جو اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے لڑتے ہیں حق کیلئے لڑتے ہیں اللہ ان کی مدد کرتا ہے فرمایا مگر ان چیزوں پر غور عقلمند کرتے ہیں اور سبق سیکھتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: لوگوں کیلئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور اوپر تلے سونے چاندی کے ڈھیر اور نشانی کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا (ہے)۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ ہم نے بندے کے دل میں خواہشات کو اتنا مزین کر کے رکھا ہے کہ بندہ اسے حاصل کرنے کیلئے بھاگتا پھرتا ہے۔ خوبصورت بیوی اور خوبصورت بیٹے کی محبت سونے چاندی زیور مال و دولت کی خواہش، جاگیر کی ہوس اور اچھی سواری وغیرہ کی خواہشات رکھ دی گئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اس دنیا کیلئے بہت ضروری ہیں۔ بلکہ پونجی ہیں مگر بندے کو چاہئے کہ اس بات کو نہ بھولے کہ وہ یہاں مستقل رہنے والا نہیں ہے اسے موت آنی ہے لہٰذا بندے کو ایسے عمل کرنے چاہیں۔ احکام خداوندی پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ اگر اچھے عمل کر کے گیا۔ اچھا عقیدہ لے کر دنیا سے گیا۔ انسانیت کی خدمت کر کے گیا۔ نیک عمل کر کے گیا تو اللہ کے پاس اس سے بہتر ٹھکانہ ہے۔ یعنی نیک عمل کر کے دنیا سے گیا اور ساتھ اچھا عقیدہ لے کر گیا کیونکہ بغیر عقیدہ کے عمل کسی کام نہیں آئیں گے۔ تو وہاں اللہ کریم اپنے بندے کو اس سے بہتر زندگی

marfat.com

Marfat.com

عطا فرمائے گا۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا صحیح العقیدہ ہوکر پرہیزگاری اختیار کرے گا تو اللہ کریم اس کو جنت عطا فرمائے گا جس میں نہریں جاری ہوں گی اور ستھری بیبیاں اور پھر اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی مگر یہ سب کچھ ان کیلئے ہوگا جو ایمان والے ہوں گے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والے ہونگے اور گڑگڑا کر عرض کرنیوالے ہونگے دل میں خوف خدا رکھنے والے ہوں گے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: صبر والے اور سچے اور ادب اور راہ خدا میں خرچ کرنیوالے اور پچھلے پہر معافی مانگنے والے۔

تفسیر: اور پھر صابر بھی ہوں سچے بھی ہوں اور ادب کرنے والے بھی ہوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالے بھی ہوں اور پھر ان چیزوں پر تکبر نہ کریں بلکہ اللہ کا خوف رکھیں اور پچھلی رات کو اٹھیں اور اپنے رب کی بارگاہ میں معافی مانگیں تو پھر ان پر اللہ فضل فرمائیگا اور جنتیں عطا فرمائے گا یہ ہے جنت حاصل کرنے کا طریقہ مگر جب اللہ راضی ہوجائے تو پھر چاہے ایک کتیا کو پانی پلانے پر راضی ہوجائے وہ قادر مطلق ہے جیسا چاہے کرے۔ مگر بندے کو ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے اگر کوتاہی کرے گا اپنے آپ پر زیادتی کر رہا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ صبر کرنیوالا ہو اب جو بندہ صابر نہیں ہوگا وہ اپنے آپ پر خود زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے جو چھاتی پیٹنا عبادت جانتے ہیں یعنی بے صبری کو عبادت جانتے ہیں اور پھر آگے فرمایا جھوٹ نہ بولے سچ بولنے والا ہو لہٰذا جھوٹا بندہ اپنے سے زیادتی کر رہا ہے اسی طرح بے ادب جو لوگ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں انبیاء اولیا صلحاء کے گستاخ ہیں بزرگوں اور علماء کے گستاخ ہیں وہ لوگ بھی اصل میں اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ نہ تو وہ نبیوں ولیوں کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی علماء کا کچھ نقصان کر سکتے ہیں مگر اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں اور اسی طرح بخیل جن کو اللہ

marfat.com
Marfat.com

نے رزق دیا ہے دولت تو ملی ہے مگر نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ خیرات وغیرہ دیتے ہیں وہ نقصان کر رہے ہیں اور پھر جو غافل لوگ ہیں کہ اللہ نے اس قدر نعمتیں عطا فرمائیں مگر اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے وہ تیار نہیں نہ نماز روزہ اور نہ ہی کبھی رات کو اٹھ کر اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں وہ لوگ بھی خود سے زیادتی کرتے ہیں۔ مختصراً جو بندہ بھی اپنے فرائض سے سستی کرتا ہے وہ خود کو آخرت کی نعمتوں سے دور کرتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔ عزت والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ یہودیوں کے دو بڑے عالم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام کو دیکھ کر ہی پہچان گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ توریت میں حضور علیہ السلام کا جو حلیہ شریف درج تھا وہ دیکھ کر ہی جان گئے کہ یہی وہ آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ آپ ہیں جو رسول اللہ ہونے کے دعویدار ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں ہوں۔ وہ عرض گزار ہوئے ہم ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کرو تمہارا کیا سوال ہے۔ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے؟ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وہ سن کر دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے مسلمان ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا عالم اصل میں وہ ہے جو حقیقت پر ایمان لے آئے دلائل کو مان جائے قرآن وحدیث کے مقابلے میں ضد نہ کرے جو شخص قرآن وحدیث کے مقابلے میں ضد کرے وہ عالم نہیں خواہ کتنا بڑا عربی دان کیوں نہ ہو۔ جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ ہیں عربی تو جانتے تھے مگر ابو جہل ہے کیونکہ عربی جاننے کا نام علم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات کو جاننا علم ہے کسی زبان کو پڑھ اور پڑھا لینے کا نام علم نہیں۔ علم کا معنی ہے جاننا۔ کیا جانے؟۔ عربی جانے' فارسی جانے' یا انگریزی جانے نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کو جانے، مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانے، کمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانے فضائل وخصائص رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے اگر حضور علیہ السلام کے فضائل کا منکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل کا ایک عام آدمی جانتا ہے، بے اختیار بے علم مانتا ہے تو ایسا آدمی گمراہ اور بے دین اور جاہل ہے عالم نہیں۔ عالم وہ ہوگا جو فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ماننے والا ہوگا اور یہاں بھی وہ عالم مراد ہیں جو حضور الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہوں فضیلت

marfat.com

Marfat.com

مصطفیٰ کے ماننے والے ہیں۔فضائل وخصائص کا اقرار کرنے والے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل اور بے مثال جانتے ہیں نور علیٰ نور ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور اہل کتاب نے نہ (اس دین سے) اختلاف کیا مگر علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ میرے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔مگر اسلام کیا ہے۔تو اسلام یہ ہے کہ جو نبی و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کو ماننا اور اس کی اطاعت یعنی نبیوں کے فرمان پر عمل کرنے کا نام اسلام ہے۔اگر کسی شخص نے بھی کسی نبی کے حکم سے بغاوت کی ہے تو اس کی یہ غیر اسلامی حرکت ہے۔کیونکہ اسلام انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کا نام ہے یعنی ان کے فرمان پر عمل کرنے کا نام ہے۔یہی اللہ کو مقبول تھا اسی کو اللہ پسند کرتا تھا' جو بعد میں ایک کے بعد دوسرے نبی کے آنے سے منسوخ ہوتا رہا اور آخر میں ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین ہی دین اسلام کہلایا اور جو قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کے بعد نبی کوئی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین منسوخ نہیں ہوگا اور قیامت تک حضور علیہ السلام کا دین ہی جاری رہے گا اللہ فرماتا ہے یہی دین اسلام مجھے پسند ہے اگر کوئی اس کو چھوڑ کر کوئی اور دین اپنائے گا تو وہ گمراہ ہوگا کیوں کہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہوگا جیسے مرزائی وغیرہ ہیں اس لئے اللہ کے حضور صرف وہی اسلام مقبول ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باغی کا اسلام قبول نہیں۔

وہ گمراہ ہے بے دین ہے۔خواہ بظاہر وہ بہت زیادہ متقی' پرہیز گار ہی نظر کیوں نہ آئے اور ان جاہل لوگوں کو قرآن پر غور کرنا چاہئے جو مختلف قسم کے گمراہوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیتے ہیں جیسے پرویزی مرزائی یا دیگر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگ ہیں اصل میں اسلام حضور علیہ السلام کی غلامی کا نام ہے آگے فرمایا اہل کتاب نے جو اختلاف کیا یعنی یہود ونصاریٰ نے تو وہ بے علمی کی وجہ سے نہیں کیا وہ تو ان کی ضد تھی ایک تو ان کی آپس کی ضد تھی کہ یہودی عیسائیوں کے خلاف تھے اور عیسائی یہودیوں کیخلاف تھے چنانچہ دونوں نے ایک دوسرے کی ضد میں نبیوں کی توہین کی' انکار کیا عیسائیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور توہین کی گستاخیاں کیں (معاذ اللہ) اور اگر دونوں نے حضور علیہ السلام کا انکار کیا ہے تو بے علمی کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ توریت اور انجیل میں سب کچھ بتادیا

marfat.com
Marfat.com

گیا تھا کہ آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے ہیں ان کی یہ نشانیاں ہیں اور اس کے یہ فضائل ہیں یہ اس میں خصائص ہوں گے یہ کمالات ہونگے یہ سب کچھ ان کو معلوم تھا اور جان بھی چکے تھے کہ یہی وہ آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں مگر دنیاوی لالچ اور حرص اور مال و دولت کی ہوس نے ان کو منکر بنایا تو اللہ کریم فرماتا ہے یہ سب کچھ توریت اور انجیل میں پڑھ چکے ہیں اور پہچانتے بھی ہیں مگر دنیاوی غرض و غائت کی وجہ سے میری آیات کے منکر ہو گئے ہیں اور میں ان سے حساب لوں گا۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ

ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۱۱

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ سے جھگڑا کریں ان کو فرما دیجئے میں نے اور میرے پیروکاروں نے اللہ کے سامنے سر کو جھکا دیا اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بیشک ہدایت پالیں اور اگر (تمہارا فرمان) نہ مانیں تو تمہارا کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بحث کریں تو ان کے ساتھ مت الجھیں کیونکہ بحث تو تب ہو اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ مطلب کہ ان کے علم میں ہے کہ تم ہی وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو جو ساری کائنات کے رسول بن کر آئے ہو اور نبیوں کے سردار ہو کیونکہ ان لوگوں نے سابقہ کتب میں پڑھ لیا ہے اور وہ جو ان کی کتب میں نشانیاں بیان کی گئی تھیں وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھ چکے ہیں اب تو یہ ضد کر رہے ہیں دیدہ دانستہ انکار کر رہے ہیں اب ان سے الجھو مت صرف ان کو ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دو بحث کی ضرورت نہیں ان سے کہہ دو ہم تو صرف آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ تم بھی حق کی طرف آجاؤ اور اپنے دونوں جہان سنوار لو مگر سنو ہم تو اس اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لا چکے ہیں اور اپنا سر اپنے رب کے سامنے جھکا چکے ہیں۔ میں بھی اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اللہ کے فرمان پر عمل کرتے ہیں اور تم کو بھی دعوت اس کے حکم سے دے رہے ہیں اور اللہ کریم فرماتا ہے اگر اسلام لے آئیں تو ہدایت والے ہونگے اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر تمہارا فرمان نہ مانیں گے تو ذلت اور رسوائی حاصل کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کے ایمان کی گواہی اللہ وحدہ لاشریک دے رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حق پر ہیں اب جو لوگ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان پر شک کریں گے وہ منافق ہوں گے کیونکہ جن کے ایمان کی گواہی قرآن دے ان کے ایمان پر شک کرنے والا مومن نہیں

marfat.com

Marfat.com

ہوسکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا نہ کہو جو لوگ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا حق کے مقابلے میں ضد کرنا گمراہی بے دینی ہے اگر بندے پر اللہ کا فضل ہو تو اچھی دعوت قبول کرتا ہے اور غور فکر کرتا ہے اور باطل کو چھوڑ کر حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہوتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔

تفسیر: یہاں کافروں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں یہودیوں نے انجیل کا انکار کیا اور قرآن کا انکار کیا اور عیسائیوں نے قرآن اور توریت کا انکار کیا مطلب یہ کہ ان میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص تھے یہودیوں اور عیسائیوں نے دونوں نے انکار کیا بلکہ یہودیوں نے توریت کا اور عیسائیوں نے انجیل کا بھی انکار کیا کیونکہ دونوں کتب میں حضور علیہ السلام کے فضائل موجود ہیں تو یہاں توریت سے مراد حضور علیہ السلام کے معجزات ہیں کہ ان جو بدبختوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کا انکار کیا فضیلت کا انکار کیا۔ ان لوگوں نے ایک عام آدمی کی مثل کا بشر جان کر نبیوں کو ناحق شہید کر دیا۔ اگر وہ لوگ جن لوگوں نے نبیوں کو شہید کیا تھا اللہ کا نبی جانتے ان پر ایمان رکھتے ان کی فضیلت کو جانتے تو کبھی بھی ان کو شہید نہ کرتے یہ گستاخیاں صرف اس لئے کیں کہ وہ نبیوں کو محض اپنی مثل بشر جانتے تھے اگر ان کے فضائل وخصائص پر ایمان رکھتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ گستاخ کی پہلی نشانی یہ ہوگی کہ وہ نبی کو اپنی مثل جانے گا یہ عقیدہ منافق کا ہوسکتا ہے مومن کا نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ وہ بدنصیب آیات اللہ کے منکر ہوتے ہیں تو یہاں آیات اللہ سے مراد یا تو وہ آیات ہیں جو توریت، انجیل اور قرآن میں حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص ظاہر کرتیں ہیں یا پھر وہ معجزات ہیں جن کو دیکھ کر بھی کافر ایمان نہ لائے اور بجائے ماننے کے انبیاء کو شہید کر دیا اگرچہ یہ کام یہودیوں کے بڑوں نے کیا تھا ان کے باپ دادا نے کیا تھا مگر اللہ کریم ان کو کہہ رہا ہے کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے کاموں سے متفق تھے راضی تھے۔ اس لئے اللہ کریم ان کو فرما رہا ہے کہ تم ایسے ہو اور آگے فرمایا کہ تم تو ایسے بدبخت ہو کہ انصاف کا حکم کرنیوالوں کو بھی قتل کرتے ہو۔ یہاں انصاف کا حکم کرنے والوں سے مراد نبیوں کے صحابہ مراد ہیں یعنی ان کو بھی تم نے شہید کیا جو انصاف کی بات کرنے والے تھے یعنی نبیوں پر ایمان لانے والے تھے نبیوں کے صحابہ تھے۔ تو فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو یعنی گستاخانِ انبیاء کے گروہوں کو، یہود ونصاریٰ کو، نبیوں کی توہین کرنیوالوں کو، صحابہ کی تذلیل

marfat.com

Marfat.com

کرنے والوں کو فبشر ھم بشارت دو۔ بعذاب الیم دردناک عذاب کی۔اس سے یہ معلوم ہوا نبیوں اور صحابہ کرام کے گستاخوں کو سخت ترین عذاب ہوگا خواہ کوئی کسی صحابی کا منکر ہو یا کسی نبی کا ہو اس کو بھی عذاب ہوگا الحمد اللہ اہلسنت و جماعت تمام نبیوں کو بھی مانتے ہیں اور تمام صحابہ کو بھی مانتے ہیں یہی صراط مستقیم ہے۔تو آگے فرمایا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

ترجمہ: یہ ہیں وہ جن کے اعمال ضائع ہو گئے دنیا اور آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں (ہے)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جن لوگوں نے نبیوں اور ان کے صحابہ کی توہین کی، شہید کیا۔ یہ اپنا سب کچھ برباد کر چکے ہیں یہ وہ بدنصیب ہیں جن کا دنیا اور آخرت میں کوئی مددگار نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو یا گستاخ صحابہ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کیونکہ کفار نے یہی کیا ہے نبیوں اور انکے صحابہ کو قتل کیا ان کی توہین کی بعد از وفات ان کی کوئی بھی مدد کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

کوئی پیر، فقیر، نبی، ولی، عالم کوئی بھی مدد نہیں کرے گا کیونکہ یہ لوگ ایمان والوں کی مدد کریں گے۔ نبیوں کو شہید کرنے والا اور صحابہ کی توہین کرنے والا مومن نہیں رہتا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان کا ایک گروہ اس سے روگردان ہو کر پھر جاتا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریم کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودیوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تو یہودی بولے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تو دعوت دیتے ہیں فرمایئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس دین پر ہیں؟ جواباً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تو دین ابراہیم پر ہوں۔ یہودی بولے جناب ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم توریت لے آؤ، توریت کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں۔ یہودی خاموش ہو گئے۔ کیونکہ ان کے علم میں تھا کہ توریت کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ثابت ہوں گے اور ہم (یہودی) جھوٹے ہوں گے اس بنا پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ایک دوسری روایت بھی ہے کہ ایک رئیس یہودی نے زنا کیا، توریت میں زنا کی سزا سنگسار ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقدمے کا فیصلہ کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور ان کا خیال تھا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زنا کی سزا سنگسار کرنا نہ ہو جب مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو حضور علیہ

marfat.com

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس یہودی کو سنگسار کرنے کا حکم سنایا' یہودیوں کے عالم کہنے لگے کہ زنا کی سزا سنگسار کرنا نہیں لہٰذا یہ فیصلہ غلط ہوا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا توریت لاؤ ابھی ہر چیز سامنے آجائے گی چنانچہ توریت لائی گئی جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم جس کا نام صوریا تھا اس نے رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھ کر سنا دیا۔ مگر حضرت عبداللہ بن سلام' یہودیوں کے بہت بڑے عالم جو مسلمان ہو چکے تھے آپ نے صوریا کا ہاتھ کھینچ کر فرمایا یہاں سے پڑھو جب پڑھا تو زنا کے متعلق سنگسار کرنے کا حکم واضح تھا چنانچہ ان کو سنگسار کر دیا گیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہرحال اس سے یہ معلوم ہوا کہ مجرم خواہ غریب ہو یا امیر مجرم ہے اور سزا برابر ہے۔ جو لوگ امیروں کیلئے گنجائش نکالتے ہیں وہ لوگ دنیا کے حریص ہیں دین کو چند ٹکوں کے عوض بدلتے ہیں جو سخت جرم ہے اور ایسے لوگ دین کے دشمن اور گمراہ ہیں مذہبی رہنما نہیں ہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش ایک مخزومی عورت کے بارے میں بہت ہی پریشان تھے جس نے چوری کی تھی لوگ کہنے لگے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کرے۔ بعض آدمیوں نے کہا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ایسی جرأت اور کون کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے ہیں پس اس بارے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدود کے بارے میں سفارش کر رہے ہو۔ پھر حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا بیشک تم سے پہلے اس لئے ہلاک ہوئے تھے کہ جب کوئی مالدار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا (بخاری) اس سے معلوم ہوا صحیح معنوں میں عالم وہ ہے جو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو جانے جو پیسے لے کر فتوے بدلے' احکام بدلے وہ دین کا دشمن ہے اور دین اسلام میں فتنہ پیدا کرنیوالا منافق ہے اور یہود و نصاریٰ کی پیروی کرنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی ہے کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں اور ان کے دین (یعنی عقیدے) میں انہیں فریب دیا اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔

تفسیر: یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں نے یعنی ان کے مولویوں نے ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھا رکھی تھی اور یہودی یہ عقیدہ بنا چکے تھے کہ ہمیں عذاب ہوگا مگر گنتی کے دن کیوں کہ ہمارے بڑوں نے جتنے دن بچھڑے کی پوجا کی تھی اتنے دن عذاب ہوگا یا یوں کہہ لیجئے کہ جتنی مدت گناہ میں مبتلا رہیں گے۔ اتنی مدت ہمیں عذاب دیا جائے گا۔ مگر یہ عقیدہ ان کا خود ساختہ تھا اللہ نے اسکا وعدہ نہیں فرمایا صرف انہیں فریب دیا گیا ہے مطلب کہ یہودیوں کے مولویوں نے اپنی قوم کو دھوکا دیا ہوا ہے۔ فریب ہے جبکہ ایسا کہیں حکم نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کیلئے جس میں شک نہیں (یعنی قیامت میں) اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان لوگوں نے یعنی یہودیوں نے من گھڑت عقیدے بنا رکھے ہیں اور اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں ان کو قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ کفر کی سزا کیا ہے حضور علیہ السلام کے منکر کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کو قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا جب ان کو اکٹھا کیا جائیگا پھر ہر ایک کو اسکے کہنے کی سزا ملے گی اور یہ سزا ان کے عمل کی ہوگی اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے غزوہ خندق یعنی احزاب کے موقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم جاری فرمایا ہے کہ خندق کھودی جائے اور دس دس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ بنا دیا اور ہر دس صحابہ کے گروہ کو چالیس گز زمین دی کہ یہ آپ نے کھودنی ہے۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں ہم کھود رہے تھے وہاں ایک پتھر آ گیا۔ یعنی ظاہر ہوا جس پر ہم نے بہت محنت کی مگر کامیاب نہ ہوئے ہماری کدالیں بے کار ہوگئیں۔ پتھر اتنا بھاری تھا کہ کوئی ضرب کارگر ثابت نہ ہوتی تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مسئلہ ہے ہم سے وہ پتھر نہیں ٹوٹتا حضور علیہ السلام نے فرمایا چلو۔ حضور علیہ السلام نے خود کدال لی اور خندق میں اترے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی اترے تو جب حضور علیہ السلام سے پتھر پر پہلی ضرب لگائی تو پتھر سے سفید روشنی نکلی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلند آواز سے تکبیر کہی حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس وقت حیرہ کے محل دکھائے گئے ہیں۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو پھر اسی طرح روشنی نکلی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تکبیر کہی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے شام کی زمین دکھائی گئی ہے اور پھر حضور علیہ السلام نے تیسری ضرب لگائی تو روشنی ظاہر ہوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تکبیر کہی اور وہ بھاری پتھر ٹوٹ گیا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے صنعاء کے محل ظاہر کئے گئے ہیں اور جناب جبرائیل امین علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ یہاں تک میری امت کی حکومت ہوگی۔ فرمان رسول

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوش ہوئے اور الحمد للہ کہا مگر منافقین نے تمسخر اڑایا اور ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ مسلمان مدینہ میں بیٹھ کر حیرہ اور صنعاء جیسی مضبوط ریاستوں کے خواب دیکھ رہے ہیں مقابلے کی تو ان میں طاقت نہیں اور چھپنے کیلئے خندق کھود رہے ہیں اور اس قدر مضبوط ملکوں پر قبضے کے خواب دیکھ رہے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ جسے چاہے، جب چاہے، جس ملک کی چاہے حکومت دے سکتا ہے اور جب چاہے جس سے چاہے حکومت چھین سکتا ہے وہ جو چاہے کرے وہ قادر مطلق ہے جس کو چاہے عزت عطا کرے جس کو چاہے ذلت دے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور کوئی دیوار یا پہاڑ حائل نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ حیرہ کے محل کو دیکھنا شام کی زمین دیکھنا اور تیسری ضرب پر صنعا کے محل دیکھنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے نہ تو کوئی پہاڑ اور دیوار حائل ہو سکتی ہے اور نہ ہی فاصلوں کی کوئی حیثیت ہے۔ ہر چیز کو حضور دیکھتے ہیں اللہ نے یہ کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں بھی میری امت حکومت کرے گی چنانچہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے وہاں حکومت کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سچ ثابت ہوا۔

اللہ وحدہ لاشریک کے فرمان سے ثابت ہوا کہ اللہ ملک کا مالک ہے جسے چاہے ملک کی حکومت عطا کر دے اور جس سے چاہے ملک کی حکومت چھین لے اب قرآن سے ثابت ہوا کہ ہر ملک کا مالک اللہ ہے اور کائنات کی ہر چیز کا ملک اللہ ہے مگر کہا یوں جاتا ہے کہ یہ ملک فلاں کا ہے۔ یہ ملک فلاں کا ہے اور یہ زمین فلاں کی ملکیت ہے یہ کوٹھی فلاں کی ملکیت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب ہر سنجیدہ آدمی کو دعوت غور و فکر ہے کہ کیا ایسا کہنے والا کہ یہ چیز فلاں بندے کی ملکیت ہے کافر ہے یا مومن ہر گروہ ہر جماعت ہر فرقہ ایسے شخص کو کافر کہنے کیلئے تیار نہیں جو یہ کہتا ہو کہ فلاں زمین کا مالک میں ہوں اور وہ کافر بھی نہیں جو اس کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہوگا۔ جیسے عام بات ہے کہ یہ زمین فلاں چودھری کی ہے یہ کوٹھی فلاں آدمی کی ہے ایسا کہنے والا کافر نہ ہوگا جبکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے تو مسئلہ یوں ہے کہ حقیقی مالک ہر چیز کا اللہ ہی ہے مگر اللہ نے کسی کو ملک عطا فرمایا کسی کو چند مربے زمین عطا فرمائی کسی کو اچھا گھر عطا فرمایا۔ اب جس کو اللہ نے زمین عطا فرمائی ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ فلاں بندہ فلاں زمین کا مالک ہے یہ نہ تو کافر ہے اور نہ ہی شرک ہے اسی طرح یہ بھی کہنا کہ فلاں فلاں نبی کو اللہ نے یہ کمال عطا کیا ہے نہ ہی کفر ہے اور نہ ہی شرک ہے یا یہ کہا جائے کہ ولی کو اللہ نے یہ خوبی عطا فرمائی ہے نہ کفر ہے اور نہ شرک ہے جیسے یہ کہا جائے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو یہ کمال عطا فرمایا ہے کہ وہ مردہ زندہ کر سکتے ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ مردہ زندہ کر سکتے ہیں تو یہ کفر و شرک نہیں ہے۔

اگر کوئی جاہل اس کو کفر و شرک کہے گا تو اس کے نزدیک کوئی بندہ بھی مومن نہیں رہے گا بلکہ وہ خود بھی مومن نہیں رہے گا۔ کیونکہ اگر اس پر سوال کیا جائے کہ یہ گھر کس کا ہے تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ یہ میرا گھر ہے۔ یہ زمین کس کی ہے تو جواب میں

marfat.com
Marfat.com

یہ کہے گا کہ یہ زمین میری ہے کیا پھر وہ کافر ہو جائے گا یا مومن رہے گا؟ اگر یہ جملہ کہنے کے باوجود وہ خود کافر نہیں ہوا تو عام مومن یہ کہنے سے کیسے کافر ہو جائیں گے یہ کرم مجھ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوا ہے اگر ایک عام آدمی کی نسبت سے کفر نہیں ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کفر کیسے ہو جائے گا۔ نہیں کبھی نہیں یہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عداوت رکھتے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے تو کفر کہہ دیتے ہیں۔ اگر اپنی بات ہو تو خاموش ہو جاتے ہیں اور پھر اگر یہ نسبت کرنا کفر ہے تو پھر تو اپنے فتوے سے خود بھی محفوظ نہیں رہتے کیونکہ عام گفتگو کے دوران یہ جملہ خود بولتے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس گیا اس نے مجھے بہت عزت دی حالانکہ قرآن کہتا ہے عزت دینے والا اللہ ہے۔ کیا اب یہ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ گیا ان لوگوں نے مجھے بہت عزت دی۔ نہیں نہیں یہ کفر نہیں اور پھر اللہ فرماتا ہے ساری بھلائیاں دینے والا میں ہوں مگر ان فتوے فروشوں سے پوچھو تو کہیں گے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ بہت بھلائی کی ہے تو کیا معاذ اللہ ایسا کہنے سے یہ کافر ہو گئے ہیں۔ اگر یہ خود کو کافر کہیں تو کہیں ہم تو کسی کو بلا وجہ کافر کہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ پس معلوم ہوا ایسے لوگوں کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ولی نفع دے سکتے ہیں۔ علم غیب جانتے ہیں' اختیارات حاصل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سب کافر اور مشرک ہیں معاذ اللہ ایسے لوگوں کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر ہم مسلمان بقول ان کے مسلمان نہیں تو پھر اپنے فتویٰ سے یہ خود بھی مسلمان نہیں کیونکہ یہ تو کہتے ہیں کہ اس گھر کا مالک میں ہوں اس زمین کا مالک میں ہوں پھر تو یہ مشرک ہوئے۔ جبکہ حقیقی مالک اللہ ہی ہے۔ مگر اللہ کی عطا سے یہ مالک ہے تو اس کی ملکیت کا انکار بھی غلط ہے اسی طرح علم غیب کا انکار کیونکہ اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ مختصراً ہر کمال اس کا ذاتی ہے۔ حضور علیہ السلام اور ولیوں کا عطائی ہے۔ تو عطائی کا اقرار کفر وشرک نہیں ہے۔

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو رب اتنا کچھ کر سکتا ہے دن اور رات کو کم اور زیادہ کر سکتا ہے زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ نکال سکتا ہے۔ وہ سلطنت بھی جس کو چاہے عطا کر سکتا ہے اور جس کو چاہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے تم

marfat.com
Marfat.com

ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ اور پھر دوسری روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس وقت تیری خوشی اور مسرت کا عالم کیا ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسریٰ کے وہ دو کنگن ایران کی فتح کے بعد پیش کئے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے ہاتھوں میں دونوں کنگن ڈال دیئے اور فرمایا اس خدا کی تعریف کرو جس نے کسریٰ کے ہاتھوں سے یہ کنگن نکال کر سراقہ رضی اللہ عنہ جیسے دیہاتی کو پہنا دیئے۔ مطلب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے۔ اے منافقو! تم علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر شک کرتے ہو دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فرمادیں وہ ہو کر رہتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ (یعنی تعلق) نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریم کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ احزاب کے دن حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ تقریباً پانچ سو یہودی میرے ساتھی ہیں جو میرا ہر حال میں ساتھ دینے کیلئے تیار ہونگے وہ میرے دوست ہیں اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں تو میں ان کو مدد کیلئے پکاروں۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے ایمان والو تم کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اگر دوستی کرنی ہے تو کسی مومن سے کرو صحیح العقیدہ مسلمان سے کرو۔ منافق، کافر، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور منکر سے دوستی نہ کرو۔ اور اگر کوئی ایسا کرے گا یعنی کفار یا منافقین سے دوستی کرے گا تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ سے کوئی اس کا تعلق نہیں یعنی اللہ کریم فرماتا ہے کہ وہ بندہ یہ یاد رکھے کہ میرے منکر سے دوستی کرنے کے بعد میرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ آگے فرمایا اگر تم ان سے ڈرتے ایسا کرتے ہو کہ اگر ان سے دوستی کا ڈھونگ نہ رچایا تو ہوسکتا ہے کسی وقت نقصان پہنچائیں گے تو یہ یاد رکھو اگر تم میرے دشمن سے دوستی رکھو گے اس حد تک نہ جانا کہ کہیں میں (اللہ) ناراض ہو جاؤں اگر میں ناراض ہو گیا تو میرا غضب یاد رکھنا اور پھر تمہیں میری طرف ہی آنا ہے مطلب کہ قیامت کے دن میرے سامنے پیش ہونا ہے۔ اس سے ثابت ہوا بدمذہب سے دوستی کرنا قرآن اور حدیث کے خلاف ہے جو لوگ آج کل خود کو لیبرل کہتے ہیں وہ لوگ ایمان کے پختہ نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ جیسے بعض بزرگ بدعقیدہ لوگوں کو ملنا پسند نہیں کرتے ان سے ہاتھ نہیں ملاتے اصل میں ان لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اگر کوئی گستاخ رسول صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم ملنے کی کوشش کرے تو ان کا عشق اور غیرت یہ گوارہ نہیں کرتا کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کرنے والوں سے ملیں اور ان کے مذہب کی بنیاد یہی آیت کریمہ ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: تم فرمادو اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ سن لو اللہ ہر شخص کے دل کی کیفیت سے واقف ہے کہ کون کیا ہے۔ جو دل میں اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیار رکھتے ہیں اور کافروں سے بس ظاہری رسم پوری کرتے ہیں اللہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں، گستاخوں کیلئے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اللہ ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ کریم سے زمین و آسمانوں کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں وہ ہر شخص کے خیالات کو جانتا ہے عقائد کو جانتا ہے اور اللہ قادر مطلق ہے جیسے چاہے کرے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: جس دن ہر شخص پائے جو نیک عمل کیا ہوگا سامنے (اپنے) اور جو کچھ عمل کئے تھے اس نے برے۔ تمنا کرے گا کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے قیامت کے دن ہر شخص نے جو کیا ہوگا اس کے سامنے لایا جائے گا جو نیک عمل کیے ہوں گے وہ بھی اچھی صورت میں سامنے آئیں گے اور برے عمل بری صورت میں سامنے آئیں گے مگر بندہ اس وقت یہ چاہے گا کہ کبھی یہ برائیاں میرے یہ برے عمل جو بری صورت میں ہیں مجھ سے اتنے دور ہوں کہ مجھے نظر نہ آئیں۔ ان برے اعمال کی اتنی بری صورت ہوگی کہ بندہ ان کو دیکھنا پسند نہ کرے گا مثلاً مال حرام ایک بہت بڑے گنجے اژدھا کی صورت میں سامنے آئے گا اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مال حرام خواہ وہ حرام طریقے سے کمایا گیا ہو یا سود وغیرہ لیا گیا ہو جو بھی حرام مال ہوگا اس کی صورت زخموں میں جو گندہ مادہ ہوتا ہے اس جیسی ہوگی۔ جب گرمی کی وجہ سے پانی مانگا جائے گا تو اس کو فرشتے وہ زخموں کی پیپ

marfat.com
Marfat.com

اور خون پینے کو دیں گے اور کہیں گے یہ تیرا مال ہے جو تو حرام کماتا رہا ہے تو فرمایا اللہ تمہیں ان مصائب سے ڈراتا ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو کسی کا مال ضبط نہ کرو برے طریقے سے حرام طریقے سے مال نہ کماؤ۔ یہ تمہارے لئے مصیبت بن جائے گا۔ وبال جان ہوگا اور یہ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم فرمادو لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ سید المفسرین جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش نے بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے گروہ قریش تم حق سے دور جا چکے ہو اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو چھوڑ چکے ہو دین ابراہیم علیہ السلام میں بت پرستی جائز نہیں وہ تو ہر باطل سے جدا ہے لہٰذا بتوں کی پرستش نہ کرو قریش بولے لیقربونا الی اللہ زلفی ہم تو ان بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا یہ بت تمہیں میرے قریب نہیں کریں گے اگر تم میرا قرب چاہتے ہو تو پھر بتوں کی طرف نہ جاؤ میرا قرب حاصل کرنے کیلئے میرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر آؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کرو تو اللہ کریم نے فرمایا اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں اعلان کرو کہ اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو اور اللہ کا قرب چاہتے ہو تو اللہ وحدہ لاشریک کا حکم ہے کہ میرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ جب تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانبردار ہو جاؤ گے تو پھر اللہ تم سے پیار کریگا تمہیں دوست رکھے گا اور پھر تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ضروری ہے۔ فاتبعونی یہ اتباع سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے مکمل اطاعت اور خاص پیروی کرنے کو اتباع کہا جاتا ہے فرمایا اگر قرب خداوندی چاہتے ہو تو مکمل اطاعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرو۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ پھر میں تمہیں اپنا دوست بنالوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر شرعی عمل کرنے والے لوگ ولی اللہ نہیں ہوتے ولی وہ ہوتا ہے جو مکمل اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے۔ آج کل جو لوگ صرف اس بات پر ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا سجادہ نشین ہے۔ عمل کے لحاظ سے کوئی کردار نہیں یا عقائد کے لحاظ سے گڑبڑ ہیں مطلب کہ نہ عمل اور نہ عقائد۔ ایسے لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ولی ہیں کہنے والے کذاب اور ماننے والے جاہل اور گمراہ ہیں جن کے عقائد اور اعمال درست نہ ہوں ایسے لوگ ولی اللہ نہیں ہو سکتے وہ دھوکہ باز ہیں' گمراہ ہیں' جاہل ہیں' دنیا کے حریص ہیں اور اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں جو صرف لوگوں سے فراڈ کر کے پیسے وصول کرتے ہیں بلکہ ایسے لوگ بہروپیئے ہیں ان لوگوں کی تعظیم کرنا جرم ہے۔ ہاں جو لوگ صاحب حال ہوں' اچھے عقائد اور اچھے اعمال والے ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ

marfat.com

Marfat.com

والسلام کے غلام ہوں ان کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا ہر معاملہ شریعت وسنت کے مطابق ہو۔ جلوت خلوت ایک ہو مطلب کہ جو لوگ واقعتاً ولی اللہ ہوں ایسے لوگوں سے عداوت اللہ سے عداوت۔ ان سے محبت اللہ سے محبت کرنا ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ اطاعت صرف نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا نام نہیں اگر اس کو اطاعت کہا جائے تو پھر یہ اطاعت تو مدینہ کے منافق بھی کرتے تھے۔ بظاہر اسلامی رسومات پر عمل کرنا کافی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور عقیدت کا دل میں ہونا ضروری ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور اس کی اولاد سے عزیز تر نہ ہوں۔ (بخاری) اس سے معلوم ہوا صرف نماز روزہ ہی کافی نہیں دل میں عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ضروری ہے اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں ان کے والدین۔ اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ مطلب کہ حضور علیہ والسلام نے فرمایا سب سے زیادہ پیار وہ مجھ سے کرے۔ میرے مقابلے میں خواہ کون ہو اس کو اہمیت نہ دے یہاں ان لوگوں کو سوچنا چاہئے جو لوگ اپنے مذہبی رہنماؤں کے غلیظ اور گندے عقائد جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی گئی ہے ان کا تحفظ کرتے ہیں اور ان کی توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے کو چھپاتے ہیں اگر ان لوگوں کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی محبت ہوتی تو ان گستاخوں کو اپنا امام نہ جانتے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں اگر ایمان چاہتے ہیں تو فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا کریں اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل سے نکال دیں اور گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ملعون جانیں۔ یہی مومن کا عقیدہ ہے اگر گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا بزرگ جانیں تو پھر ان لوگوں کا حشر بھی ان گستاخوں کے ساتھ ہو گا مومن گستاخ کو پسند نہیں کرتا۔ مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیار کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ جیسے حدیث سے ثابت ہے۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے حجر اسود کو چوما اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز نہ چومتا (بخاری)۔ یعنی جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حجر اسود میں تمہیں صرف اسلئے چوم رہا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں چوما ہے اگر حضور علیہ السلام نے تمہیں نہ چوما ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔ یہ وہ اطاعت ہے جو اللہ کو قبول ہے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی ہے۔ یعنی اگر نیکی کی جائے تو یہ عقیدہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے حضور علیہ السلام کی اداؤں پر عمل کرنا عبادت ہے اللہ کریم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ادا سمجھ کر عمل کرو ورنہ تو مدینہ کے منافق بھی نماز' روزہ کرتے تھے مگر ان کے دل عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی تھے۔

marfat.com
Marfat.com

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ میرا حکم تو یہ ہے کہ میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور اس کی اتباع کرو اور فرمایا محبوب ان منکرین کو واضح کردو کہ اگر تم میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرا (یعنی اللہ) کا حکم مانو۔ اللہ کا حکم کیا تھا کہ میرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کرو حضور علیہ السلام کے ہو جاؤ آگے فرمایا اور حکم مانو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا پہلے توحید کا اقرار کرو۔ یوں کہہ لیجئے کہ اللہ فرماتا ہے۔ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میرے رب کو مانو۔ اللہ فرماتا ہے میرے فرمان کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ ماننے کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقوں کی طرح نہ مانے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح مانے' حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کو مانے' علم پاک مانے اختیارات و نورانیت مانے' عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانے' کسی خصائص اور خوبی کا انکار نہ کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے کا مطلب ہے کہ اللہ کریم قادر کو مطلق مانے پرستش کے لائق مانے' پوجا کے لائق مانے' وحدہ لاشریک مانے ہر چیز کا خالق مالک' رزاق مانے اگر اللہ یا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کسی صفت کا انکار کرے گا یا فضائل کا انکار کرے گا یا خصائص کا انکار کرے گا تو وہ کافر ہے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی بندہ کسی کی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو اس لئے کرتا ہے کہ وہ دل سے اسے نہیں مانتا تو اللہ فرماتا ہے ایسا شخص جو مجھے اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے نہیں مانتا میں اس کافر کو پسند نہیں کرتا۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا منکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم پسند نہیں کرتا اللہ اسے پسند کرتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہو اور دل سے غلام ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ
وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ

marfat.com
Marfat.com

یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ: بیشک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہانوں سے۔ یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بیشک تو ہی سنتا جانتا ہے۔ پھر جب اسے جنا بولی اے میرے رب یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ پس اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا (علیہ السلام) کی نگہبانی میں دیا جب زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم (علیہا السلام) یہ تیرے پاس کہاں سے آیا۔ بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ جسے چاہے بے حساب دے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝

ترجمہ: یہاں پکارا زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے ستھری اولاد دے بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

تفسیر: حضرت زکریا علیہ السلام نے گڑگڑا کر دعا مانگی کہ رب العالمین مجھے ستھری پاک اولاد عطا فرما تو سب کی دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم اپنے مقبول بندوں کے قرب میں دعائیں قبول کرتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت زکریا نے جناب مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھے تو خیال آیا یہاں دعا کی جائے اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام تو اللہ کی خاص بندی ہیں اور اللہ کریم اپنے خاص بندوں کے صدقے دعائیں قبول کرتا ہے بلکہ اپنے بندوں کے صدقے اللہ کریم سو بندوں کے قاتل کو معافی عطا فرما دیتا ہے جیسے کہ حدیث موجود ہے اور پھر اللہ کریم فقیروں اور مہاجرین کے صدقے فتح دیتا تھا مطلب کہ اللہ اپنے خاص بندوں کے صدقے اپنا فضل فرماتا ہے چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے ضعیفوں میں تلاش کیا کرو کیونکہ تمہیں اپنے ضعیفوں کے صدقے روزی دی جاتی ہے اور تمہیں مدد دی جاتی ہے۔ اور دوسری حدیث ہے حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے (مشکوٰۃ)۔ اس سے معلوم ہوا پیروں، فقیروں،

marfat.com

Marfat.com

درویشوں، نبیوں، ولیوں کے قرب میں دعا کرنا اس نیت سے کہ اللہ قبول فرمائے کفر وشرک نہ ہے بلکہ نبیوں کی سنت ہے اور پھر نبی کا فعل قوم کی تعلیم کیلئے بھی ہوتا ہے۔ اگر یہ عمل جرم ہوتا ناجائز ہوتا یا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتا کہ بزرگوں کے قرب میں دعا قبول ہوتی ہے یا ان کے صدقے اللہ دعا قبول کرتا ہے تو حضور علیہ السلام ایسا نہ کرتے اور نہ ہی حضرت زکریا علیہ السلام ایسا کرتے لہٰذا آج اگر کوئی بندہ یہ عقیدہ لے کر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جائے کہ وہاں دعا قبول ہوگی اور ان کے وسیلے سے دعا کرے تو اس کا عقیدہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ کفر وشرک نہ ہے۔ کفر وشرک کہنے والوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور انبیاء علیہم السلام کے عمل کے خلاف ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: تو فرشتوں نے اسے آواز دی (حضرت زکریا کو) اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ آپ کو خوشخبری دیتا ہے۔ حضرت یحییٰ کی' جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کریگا اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی پاک باز ہوگا۔

تفسیر: تو جب حضرت زکریا علیہ السلام نے جناب مریم علیہا السلام کے قرب میں اللہ کی مقبول بندی سمجھ کر دعا کی کہ یا اللہ مجھ کو ایک بچہ عطا فرما جس کا ذکر آگے والی آیت میں آرہا ہے۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام نماز کے دوران حالت قیام میں تھے تو فرشتے نے حضرت زکریا علیہ السلام کو پکار کر کہا اے زکریا علیہ السلام بیشک اللہ کریم نے تمہاری دعا قبول فرمائی ہے اور تمہیں خوشخبری دیتا ہے لڑکے کی۔ کہ تمہیں لڑکا ملے گا اس کا نام یحییٰ (علیہ السلام) رکھنا وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور پاک باز ہوگا اور اللہ کا نبی ہوگا۔ تو قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے بتانے سے اللہ کے سوا بھی مَا فِی الْاَرْحَام کا علم ہے۔ جیسا کہ اللہ کریم نے فرشتے کو حکم دیا کہ جاؤ میرے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت دو کہ ان کے ہاں ایک لڑکا ہوگا وہ ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہوگا ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور نبی ہوگا' صالح ہوگا۔ ابھی میاں بیوی کا ملاپ ہوا نہیں نطفہ منتقل ہوا نہیں مگر فرشتے کو علم ہو چکا ہے کہ ایسے ایسے ہوگا اور جس طرح پھر فرشتے نے اطلاع دی بشارت دی اسی طرح ہوا مگر یہ اللہ نے فرشتے کو علم دیا تھا کہ جاؤ میرے نبی کو بتادو۔ تو اب فرشتے کو بھی مَا فِی الْاَرْحَام کا علم ہوا اور نبی علیہ السلام کو بھی۔ یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی اب فرشتے اور نبی کے اس علم کا اقرار نہ تو کفر ہے اور نہ ہی شرک ہے کیونکہ ان کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے علم غیب پر عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو مَا فِی الْاَرْحَام کا علم دیا ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے تو کوئی کفر وشرک نہیں ہے۔ بلکہ

marfat.com
Marfat.com

اس علم کا انکار قرآن اور حدیث کا انکار ہے اور قرآن وحدیث کا انکار گمراہی بے دینی ہے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ ع ۱۲

ترجمہ: بولا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا اور مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ فرمایا اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی کردے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارے سے اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بیان کر۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ: اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے حضرت مریم علیہا السلام پاک ہیں اور اللہ نے ان کو چن لیا ہے مطلب کہ اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو پاک رزق دے کر پروان چڑھایا جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ عزت عطا فرمائی شہرت عطا فرمائی فضیلت عطا فرمائی اور اس وقت کی ساری عورتوں پر فضیلت دی۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اپنے زمانہ کی عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں بہتر خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں (متفق علیہ) اور پھر فرمایا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں میں وہ حیثیت حاصل ہے جیسی کھانوں میں ثرید کو حاصل ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

ترجمہ: اے مریم (علیہا السلام) اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کیلئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔

تفسیر: مطلب کہ اپنے رب کی عبادت کرو نماز پڑھو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کا مطلب ہے جماعت کے ساتھ

marfat.com

Marfat.com

نماز پڑھو اس سے معلوم ہوا عورت پردہ میں رہ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مردوں کی صف میں عورتیں کھڑی ہو جائیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم (علیہا السلام) کس کی پرورش میں رہے اور تم انکے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

تفسیر: جب حضرت مریم (علیہا السلام) کی خدمت یعنی پرورش کے سلسلہ میں مسجد اقصیٰ کے سب خدام سعادت جانتے تھے کہ جس کو یہ خدمت کا موقعہ ملا وہ سعادت والا ہوگا چنانچہ ان کے درمیان جھگڑا تھا کہ کون حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کرے فیصلہ یہ ہوا کہ سب اپنی قلمیں پانی میں رکھو جس کی قلم کھڑی رہے وہی جناب مریم علیہا السلام کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ تو اللہ کریم اپنے نبی علیہ السلام کو فرما رہا ہے حالانکہ تم وہاں موجود نہ تھے مگر ہم آپ کو سب کچھ بتا رہے ہیں یہ غیب کی خبریں ہیں معلوم ہوا اللہ نے نبی کریم علیہ السلام کو علم غیب دیا ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔ انکار کرنے والا قرآن کا منکر ہوگا اور قرآن کا انکار کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم (علیہا السلام) اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم (علیہا السلام) کا بیٹا عزت والا ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا (ہوگا)۔ اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف بیان فرما رہا ہے کہ میرے نبی علیہ السلام میں یہ کمال ہوگا وہ مسیح ہوگا یعنی اس کے چھو جانے سے شفا ہو جایا کرے گی۔ مردوں کو زندہ کرنے والا ہوگا۔ عزت وعظمت والا ہوگا اور پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور اللہ کے خاصوں میں شمار ہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

marfat.com
Marfat.com

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۞ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ
فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

ترجمہ: بولی اے میرے رب میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا۔ فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور کوڑھیوں کو۔ اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو حکمت دوں گا کتاب دوں گا۔ توریت اور انجیل کا علم دوں گا۔ یعنی اسے علم دوں گا فقیہ بناؤں گا وہ بچہ بہت فضیلت والا ہوگا رسول ہوگا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعویٰ نبوت کیا تو فرمایا اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے مجھے یہ کمال عطا فرمایا ہے کہ میں ایک پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ زندہ ہو کر اڑ جاتا ہے یہ میری نبوت کی دلیل ہے (یعنی میں) اللہ کا سچا نبی ہوں۔ اگر چاہو تو دیکھ سکتے ہو آزمائش کرلو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا تو لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مٹی کا پرندہ زندہ ہو جائے چونکہ حکیم جالینوس جو بہت بڑا حکیم تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہی ہوا تھا یعنی اس وقت موجود تھا اور طب بہت عروج پر تھی اس لئے لوگوں نے بڑے بڑے حکیموں سے بات کی کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ حکیموں نے جواب دیا کہ نہیں ہمارے علم میں یہ بات ناممکن ہے ایسا بڑے سے بڑا حکیم بھی نہیں کر سکتا۔ تو لوگ پھر واپس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور آ کر مطالبہ کیا کہ آپ چمگادڑ بنائیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی لیکر چمگادڑ کی سی مورت بنائی اور پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔

حضرت وھیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ چمگادڑ اڑتا رہتا جب لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا وہ زمین پر گر کر مر جاتا۔ یعنی چمگادڑ لمبی عمر نہ پاتا تھوڑی دیر کے بعد مر جاتا تا کہ خالق اور مخلوق کے فعل کے درمیان فرق ظاہر ہو اور چمگادڑ کا مطالبہ

marfat.com

Marfat.com

اس لئے کیا کہ یہ عجیب قسم کا جانور ہے پرندوں سے شمار ہوتا ہے مگر اس کے دانت ہوتے ہیں اور اس کے پستان ہوتے ہیں جن سے دودھ نکلتا ہے اور اس کے پر نہیں ہوتے اس کی ہڈیاں نہیں ہوتیں۔ گوشت پوست کا مجموعہ ہوتا ہے اور انسانوں کی طرح ہنستی ہے اس کی مادہ کو حیض آتا ہے اور پھر پرندوں کی طرح انڈے نہیں دیتی بچے جنتی ہے وغیرہ وغیرہ اس لئے لوگوں نے چمگادڑ کا مطالبہ کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پورا کر کے دکھایا جس پر لوگ حیران ہو گئے۔

1- اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم اپنے نبیوں کو علم دے کر بھیجتا ہے وہ دنیا میں کسی کے شاگرد نہیں ہوتے جیسا کہ قرآن پاک سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ میں اس کو حکمت توریت اور انجیل کا علم دوں گا۔ لہٰذا جو انبیاء علیہم السلام کے علم کا انکار کرے گا وہ قرآن کا منکر ہو گا اور پوری کائنات کا علم اکٹھا کیا جائے تو نبی علیہ السلام کے علم کا مقابلہ نہیں ہوتا نبی علیہ السلام کے علم کے مقابلے میں دنیا کے علم کی حیثیت ایسی ہے جیسی سمندر کے سامنے پانی کے ایک قطرے کی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کم۔ اب آپ غور کریں کہ دنیا والوں کے پاس کتنا علم ہے۔ حکیم نبض دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ تمہارے اندر فلاں نقص ہے جگر خراب ہے دل بڑھ گیا ہے فلاں مرض ہے۔ یہ زبان دیکھ کر بتا دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ دنیاوی حکیم مریض کو دیکھ کر اندر کی بیماری کو جان جاتے ہیں تو نبی علیہ السلام دلوں کے خیالوں کو کیوں نہیں جان سکتا جس کو اللہ کریم نے یہ علم دیا ہو۔ اگر الٹرا ساؤنڈ والے بتا دیتے ہیں کہ حاملہ کے پیٹ میں کچھ ہے یا نہیں یا لڑکی ہے یا لڑکا۔ اگر ڈاکٹر یہ جان سکتے ہیں جس کا صرف ایک آدھا واقعہ نہیں جو عام بات ہو چکی ہے تو جس کو یعنی نبی علیہ السلام کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہو وہ کیوں نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتا دیا گیا تھا کہ یہ لڑکا ایسا ہو گا نبی ہو گا' علم والا ہو گا۔ فلاں فلاں کمال حاصل ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام کے علم کا انکار کرنا قرآن و حدیث کی مخالفت ہے جن لوگوں کا قرآن و حدیث پر یقین ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے علم کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مومن اس وقت ہو گا جب بندہ اپنا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق رکھے گا۔

2- اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی پھونکوں میں اللہ کریم نے وہ اثر ڈال دیا ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی کو پھونک مار دیں تو شفا ہو سکتی ہے پھونکوں میں اثر نہ ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک نہ مارتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دم کرنا جائز ہے۔ کفر و شرک نہ ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام خود دم فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم دور جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں یعنی دم کرنے کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ یعنی کیا ہم دم کیا کریں یا چھوڑ دیں اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ پڑھ کر دم کرتے ہو میرے سامنے بیان کرو کیونکہ اس دم کا کوئی مضائقہ نہیں جس میں شرک نہ ہو (ابوداؤد) اس سے ثابت ہوا کلمات صحیح ہوں یا سورۃ فاتحہ یا دیگر آیات پڑھ کر دم کرنا جرم نہیں ہے جو لوگ اس کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں یا کفر و شرک کے فتوے

marfat.com
Marfat.com

لگاتے ہیں ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ گروہ بندی کی وجہ سے گمراہوں کی موت مریں گے۔

آگے فرمایا وابری الاکمہ میں تندرست کرتا ہوں پیدائشی اندھے کو والابرص اور کوڑھیوں کو۔ یہاں جناب عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں پیدائشی اندھوں کو آنکھیں دیتا ہوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں اس سے معلوم ہوا اللہ کریم اپنے خاص بندوں کو ایسے کمال دیتا ہے جن کا اقرار کرنا قرآن پر عمل کرنا ہے اگر کوئی انکار کرے گا تو مومن نہیں ہوگا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کمال کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہوگا جو سریع کفر ہوگا اور اقرار ایمان ہوگا اور فرمان خداوندی پر عمل ہوگا جو لوگ مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے۔ نبی ولی کسی کو شفا دے سکتے ہیں یا آنکھیں دے سکتے ہیں یا کوئی نفع دے سکتے ہیں۔ یہ سب کے سب کافر اور مشرک ہیں (معاذ اللہ) تو ایسے لوگ خود جاہل اور گمراہ ہیں اور قرآن کریم کے منکر ہیں جو واضح کفر ہے۔ کیونکہ قرآن کا انکار ہے اور یہ انکار انبیاء علیہم السلام کی عداوت ہے اور انبیاء علیہم السلام کی عداوت کفر ہے جیسا کہ آج کل حضور علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ معاذ اللہ وہ کچھ نہیں کر سکتے وغیرہ وغیرہ جبکہ قرآن وحدیث میں واضح ہے کہ نبیوں کو اللہ نے یہ کمال عطا فرمائے ہیں کہ وہ اندھوں کو آنکھیں' بیماروں کو شفا دے سکتے ہیں اور ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں اور سب سے زیادہ نفع دینے والے ہیں۔ شفا دینے والے ہیں آنکھیں دینے والے ہیں سب نبیوں سے بڑھ کر فضائل اللہ نے حضور علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے کو جنون ہے اور صبح وشام کھانے کے وقت اسے دورہ پڑتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام نے اس بچے کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اس نے زور سے قے کی اور کتے کے پلے جیسی کوئی چیز باہر نکلی جو چلتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ مبارک لگنے سے شفا ہو جاتی ہے اور دوسری حدیث اس طرح ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ابورافع کی طرف بھیجا (جو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھا) پس عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے جب وہ سویا ہوا تھا اسے قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی جو کمر تک پہنچ گئی تو میں نے جان لیا کہ یہ قتل ہو گیا ہے میں نے دروازے کھولنے شروع کئے یہاں تک کہ زینے تک پہنچ گیا میں نے پیر آگے رکھا تو چاندنی رات کے باعث گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اپنی پنڈلی کو اپنے عمامے کے ساتھ باندھا اور اپنے ساتھیوں تک پہنچ گیا پس ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست کرم پھیرا تو یوں ہو گیا گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں (بخاری مشکوٰۃ) پھر ایک اور حدیث ہے یزید بن ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مسلم بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تو عرض گزار ہوا اے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ یہ کیسی ضرب ہے۔ فرمایا کہ یہ وہ زخم ہے جو مجھے غزوہ خیبر کے دن لگا تھا

marfat.com

Marfat.com

لوگوں نے کہا مسلم کو بڑی تکلیف پہنچی ہے میں حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے تین دفعہ اس پر پھونک ماری تو مجھے آج تک اس میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ مختصراً کہ ہمارے آقا حضور علیہ السلام نفع دینے والے ہیں اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام شفا دیتے ہیں تو حضور علیہ السلام کے لعاب دہن میں شفا ہے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کو درست فرما دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی سے سانپ کا زہر ختم ہو گیا۔ ٹوٹی ہوئی پنڈلی ٹھیک ہو گئی لوگوں کے مرض جاتے رہے بلکہ حضور علیہ السلام کے جبہ مبارک پانی میں بھگو کر دیا جاتا تو جو شخص پانی پیتا ہر بیماری سے شفا پاتا بلکہ حضور علیہ السلام کا بول شریف خادمہ نے پیا تو پیٹ کی بیماریوں سے شفا ہوئی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مدینہ شریف کی مٹی میں شفا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اتنے تیر برسائے کہ آپ کی کمان ٹوٹ گئی۔ اس روز حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر دشمن کا تیر لگا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ رخساروں پر آلگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھا تو وہ دوسری آنکھ سے (یعنی پہلی آنکھ سے) زیادہ کام کرنے لگی۔ (شفا شریف) اور پھر امام عقیلی رحمتہ اللہ علیہ نے حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ فدیک رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں تھیں (یعنی آپ بالکل نابینا ہو چکے تھے) جس کے باعث کچھ نظر نہیں آتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا تو انہیں نظر آنے لگا اور بینائی اتنی تیز ہو گئی کہ میں نے انہیں سوئی میں دھاگہ ڈالتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ ان کی عمر اسی (80) سال ہو چکی تھی ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو مستند کتب اور احادیث سے ثابت ہیں جیسے جنگ بدر میں حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا بازو ابو جہل نے کاٹ دیا اور وہ اسے لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعاب دہن لگا کر اپنی جگہ میں رکھا تو بازو جڑ گیا اور درست ہو گیا اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں جیسا کہ قرآن کے الفاظ میں ابری الاکمہ والابرص میں اندھوں کو آنکھوں دیتا ہوں اور میں کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں۔ اب قرآن کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں ان کو شفا دیتا ہوں اور میں ان کو آنکھیں دیتا ہوں۔ اگر اب بھی کوئی بندہ قرآن پر عمل کرے گا پھر تو کہنا ہو گا کہ عیسیٰ علیہ السلام آنکھیں دیتے ہیں اور بیماروں کو شفا دیتے ہیں پس ان لوگوں کو کیا کہوں جو ہم اہلسنت پر کفر و شرک کے فتوے اس لئے لگاتے ہیں کہ یہ اہلسنت کہتے ہیں یا عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں نبی علیہ السلام یا بزرگ یہ نفع دیتا ہے۔ اب قرآن پاک کے الفاظ کے پیش نظر تو اہلسنت وجماعت حق پر ثابت ہوتے ہیں اور اگر یہ کہنا یا عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ حضور علیہ السلام نفع دیتے ہیں یا ہم پر یہ کرم کرتے ہیں یا فلاں نبی علیہ السلام ولی ایسا کر سکتا ہے۔ تو پھر فرمایئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیا کہا جائے گا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں ان کو شفا دیتا ہوں اور آنکھیں دیتا ہوں۔ معلوم ہوا یہ عقیدہ کفر و شرک نہ ہے اگر عقیدہ یہ ہو کہ ان کو اللہ کریم نے یہ کمال دیا ہے کہ نبی ولی ایسا ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر ذاتی نہ مانے تو کوئی کفر و شرک نہیں یہ صرف چند گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نظریہ ہے کہ نبیوں ولیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے اور ایسے لوگ قرآن کے منکر ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور ہٹ دھرم ہیں جن کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوگا۔ آگے فرمایا واحی الموتیٰ باذن اللہ اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے حالانکہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام ہے اب فرمایئے کہ کیا وہ لوگ قرآن کے منکر ہیں یا ماننے والے جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں بس اللہ ہی زندہ کرسکتا ہے اللہ کے سوا کوئی زندہ نہیں کرسکتا۔ انصاف فرمایئے کیا ایسے لوگ قرآن کے منکر نہیں؟ یقیناً قرآن کے منکر ہیں حدیث کے منکر ہیں۔ اگر مانتے ہیں تو پھر قرآن واضح اعلان کررہا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مردہ زندہ کرتا ہوں۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ ہے تو پھر معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان لوگوں کے فتوے کی زد میں آگئے۔ جبکہ کسی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ گمان بھی کفر ہے کہ کوئی نبی کفر یا شرک کرسکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں نبی تو اللہ کے خاص اور مقبول بندے ہوتے ہیں اور کفر وشرک کو ختم کرنے آتے ہیں۔ ہاں مگر شرک اس وقت ہوگا جب کوئی بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام کا یہ کمال ذاتی ہے۔ کیونکہ نبیوں ولیوں کے پاس جو کمال بھی ہے وہ ذاتی نہیں اللہ کا عطا کردہ ہے اگر اللہ کا عطا کردہ کمال جانا جائے تو شرک نہیں۔ شرک اس وقت ہوگا جب کسی نبی ولی کا ذاتی کمال جانا جائے گا۔ اندھوں کو آنکھیں دینا کوڑھیوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا جناب عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر نبیوں یا ولیوں میں ہو تو یہ ان کا ذاتی نہیں اللہ کا عطا کردہ ہے اور عطائی کمال کا اقرار کفر وشرک نہیں ہے یہی اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ ہے چنانچہ جناب عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ جب جناب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا تو لوگ حیران ہوگئے اور حکیم جالینوس کے پاس گئے کہ کیا ایسا ممکن ہے تو حکیم نے کہا مردہ کا زندہ ہونا ممکن نہیں۔ مردہ زندہ نہیں ہوسکتا اگر وہ یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کردیں پھر وہ سچے نبی علیہ السلام ہیں چنانچہ حکیموں طبیبوں سے مشورہ کرکے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ جناب ہمیں مردہ زندہ کرکے دکھاؤ۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم تیار ہیں تو آپ نے چار مردے زندہ کئے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوست کو زندہ کرنا

پہلا مردہ جو زندہ کیا گیا وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا۔ نام اس کا عازر تھا وہ بیمار ہوا تو اس کی بہن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارا دوست دنیا سے جارہا ہے لہٰذا فوراً تشریف لے آئیں چنانچہ جناب عیسیٰ علیہ السلام تین دن کا سفر طے کرکے پہنچے تو عازر فوت ہوگیا تھا اور تین دن ہوئے تھے اس کو دفن کئے ہوئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہنچے تو دوست کی بہن کو فرمایا کہ چلیئے مجھے اس کی قبر دکھایئے مختصراً آپ اس کی یعنی عازر کی قبر پر پہنچے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے عازر اپنی قبر سے باہر آگئے اور جسم سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور ایک طویل مدت زندہ رہا۔ شادی کی اور بچے پیدا ہوئے۔

مردہ اپنی چارپائی اٹھا کر گھر آگیا' فضیلت عیسیٰ علیہ السلام

دوسرا مردہ جو زندہ کیا تھا وہ ایک بڑھیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی' یا اللہ کے نبی کو اپنے طور پر

marfat.com

Marfat.com

ترس آگیا۔اس کا بیٹا فوت ہوگیا جسے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر قبرستان لے جایا جارہا تھا لوگ اس کی چارپائی کندھوں پر اٹھا کر لے جارہے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وہ چارپائی پر ہی زندہ ہوگیا پھر اپنی چارپائی اپنے سر پر اٹھا کر گھر آیا دیر تک زندہ رہا شادی کی اور بچوں کا باپ بنا۔

لڑکی کا زندہ ہونا

ایک آدمی تھا اس کی لڑکی فوت ہوگئی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی وہ لڑکی زندہ ہوگئی طویل عمر پائی شادی ہوئی اور بچوں کی ماں بنی۔

لوگوں کا اعتراض

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوست کو زندہ کیا پھر بڑھیا کے بیٹے کو زندہ کیا اور وہ چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر ایک آدمی کی لڑکی کو زندہ کیا اور وہ لڑکی نے زندہ ہو کر طویل عمر پائی شادی کی تو لوگ حیران ہوگئے تو بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا نبی علیہ السلام سمجھنے لگے۔اور بعض لوگ یہ کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ نہیں کرتے اصل یوں ہے کہ بعض مریضوں کو سکتہ ہو جاتا ہے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام سکتہ والے مریضوں کو درست کر لیتے ہیں۔چونکہ طب کا زور تھا اس لئے انہوں نے یہ اعتراض کیا۔تو لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ جناب آپ نے جو بھی مردہ زندہ کیا ہے وہ دو تین دن کا زندہ کیا ہے۔یعنی جس کو مرے ہوئے دو یا تین دن گزرے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ سکتہ والے مریض ہوں اگر آپ مردہ زندہ کر سکتے ہیں تو پھر آپ سام بن نوح کو زندہ کر کے دکھائیں تو اس وقت سام بن نوح کو فوت ہوئے چار ہزار سال گزر چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سام بن نوح کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چلو مجھے سام بن نوح کی قبر دکھاؤ چنانچہ لوگوں کی بہت بڑی جماعت ساتھ تھی اور لوگ آپ علیہ السلام کو سام بن نوح کی قبر پر لے گئے کہنے لگے یہ قبر ہے۔چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اسم اعظم پڑھا تو دعائے عیسیٰ علیہ السلام سے سام بن نوح قبر سے باہر نکل آئے سام بن نوح کے بال سفید تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کا جب وصال ہوا تھا آپ نوجوان تھے سیاہ بال رکھتے تھے تو یہ بال سفید کیسے ہوگئے؟۔

سام بن نوح عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ کے پیارے نبی اے روح اللہ جب آپ نے مجھے آواز دی تو قبر میں مجھے آواز پہنچی مجھے یوں محسوس ہوا کہ قیامت آگئی ہے اس خوف سے میرے بال سفید ہوگئے ہیں پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دوسرا سوال کیا کہ اے سام بن نوح سکرات الموت کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔تو سام بن نوح عرض گزار ہوئے کہ اے روح اللہ ہر دکھ غم

marfat.com
Marfat.com

بھول گیا ہوں مگر موت کے وقت کی تکلیف کو ابھی تک نہیں بھولا ابھی تک اس سختی کو محسوس کر رہا ہوں۔

سام بن نوح کا خطاب کرنا

یہ دیکھنے کیلئے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کیسے مردہ زندہ کرتے ہیں بہت بڑی جماعت تھی اس عظیم اجتماع کو جناب سام بن نوح علیہ السلام نے خطاب فرمایا۔ اے لوگو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں روح اللہ ہیں۔ ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی تصدیق کرو یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ یہ خطاب سن کر اور سام بن نوح کو زندہ ہوتے دیکھ کر ایک بہت بڑی جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی اور بعض کافر ہی رہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن کو اللہ نے یہ کمال عطا فرمایا ہے وہ مردہ زندہ کر سکتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا۔ اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے گا تو وہ قرآن کا منکر ہوگا اور قرآن کا انکار کفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مومن وہ ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ جن نبیوں ولیوں کو اللہ نے یہ کمال عطا کئے ہیں وہ مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں جو اس کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہوگا اور پھر جو شخص نبیوں ولیوں کا یہ کمال ذاتی جانے گا وہ بھی مومن نہیں رہے گا۔ کیونکہ ذاتی کمال اللہ کا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کوئی ولی ایسی کرامت کا اظہار کرے مثلاً جیسے حضور غوث پاک جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مردے زندہ کئے تو سب کو اللہ کے عطا کرنے سے ہے یعنی اللہ نے ان کو یہ شان دی ہے اللہ کی عطا کے بغیر کسی میں یہ خوبی نہیں آسکتی اور پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کمال نہیں یقیناً ہے۔ اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے بڑھ کر کمال عطا فرمائے ہیں بلکہ تمام نبیوں میں جو کمال ہیں سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان کو ملے ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور خصائص کی زکوٰۃ بھی نہیں بنتے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا محسوس کیا تو میں نے یہی خیال کیا کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہے۔ میں اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا تمہارا بھلا ہو میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ہوں میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب ارشاد فرمایا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ بدلا ہوا تھا اور میرا گمان ہے کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہے تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا بخدا ہمارے پاس صرف یہ بکری ہے اور کچھ غلہ بچا ہے۔ جن سے صرف بچوں کا ہی پیٹ بھر سکتا ہے اور بس۔ میں نے اس سے کہا اور تیرا کیا خیال ہے اگر ہم بکری ذبح کر لیں اور جو غلہ ہے اس کا تم آٹا بنا لو؟ کہتے ہیں کہ پھر میں نے بکری ذبح کر لی اور بیوی نے اپنے پاس موجود غلہ کا آٹا بنایا اور روٹیاں پکائیں۔ پھر ہم نے ایک بڑے برتن میں ثرید بنایا پھر میں نے بکری کا گوشت لیا اور یہ کھانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ میں نے یہ کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے جابر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبل ازیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سلام کہا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلا دیکھا۔ تو میں نے بکری ذبح کی اور (اسے پکوا کر) آپ کے پاس لے آیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جابر رضی اللہ عنہ! جاؤ اپنی قوم کو میرے پاس بلاؤ۔ کہتے ہیں میں مختلف قبائل عرب سے تعلق رکھنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلانے لگا تا آنکہ سب کو جمع کر لیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سب انصار جمع ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں ایک ایک گروہ کر کے لاتے جاؤ۔ چنانچہ میں انہیں ایک ایک گروہ کر کے لاتا رہا۔ جب ایک گروہ سیر ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا گروہ آ جاتا۔ تا آنکہ سب نے کھا لیا۔ اور ابھی تک برتن میں اتنا ہی کھانا بچا ہوا تھا جتنا میں لے کر آیا تھا۔ اس دوران نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے کھاؤ مگر ہڈی نہ توڑو بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے بیچ میں سب ہڈیاں جمع کروائیں اور ان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کلام پڑھا جو میں نہ سن سکا۔ البتہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اچانک بکری کان جھٹکتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جابر رضی اللہ عنہ اپنی بکری پکڑ لو اللہ تمہیں اس میں برکت دے۔ میں اسے لے کر چل پڑا اور وہ مجھ سے اپنے کان چھڑوا رہی تھی۔ میں اسے لے کر گھر پہنچا میری بیوی نے دیکھ کر کہا جابر رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا بخدا یہ ہماری بکری ہے جو ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذبح کی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ نے اسے زندہ کر دیا وہ کہنے لگی۔ **انی اشهد انك لرسول الله** میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (یہ اس نے تین بار کہا) (دلائل نبوت، بیہقی)

چنانچہ ایک دوسری حدیث میں جو کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ جاہلیت میں اپنی ایک لڑکی کو میں نے فلاں جنگل کے اندر زندہ درگور کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے ساتھ جنگل میں مطلوبہ جگہ پر تشریف لے گئے نام لیکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو آواز دی اور فرمایا کہ اے لڑکی! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے کو قبول کر۔ وہ لڑکی **لبیك وسعدیك** کہتی ہوئی گڑھے سے نکل کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی تیرے والدین مسلمان ہو گئے ہیں اگر تو چاہے تو میں تجھے ان کے پاس زندہ لوٹا دوں؟ لڑکی عرض گزار ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے اللہ کو ان سے بہتر پایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ اگر کوئی دعوت پکاتا تو آپ صلی اللہ رد نہ فرماتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں دن آنا۔ جب مقررہ دن آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے اور خوشی اور شادمانی کے عالم میں مشک آمیز پانی کا چھڑکاؤ کیا اور شاداں وفرحاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اندر تشریف لانے کیلئے عرض کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اندر آئے تو جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اسے پکانے کا بندوبست کرنے لگے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا: آ تجھے بتاؤں ہمارے والد نے ہمارے میمنے کو کس طرح ذبح کیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلا دی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی لیکن وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ماں اسکے پیچھے پیچھے آ رہی تھی جس کے خوف سے ڈر کر بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔ اس صابرہ نے اس واقعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا۔ مبادا کہ اس واقعہ کو سن کر حضور علیہ السلام کی طبیعت متغیر ہو اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی اگرچہ وہ ظاہراً خوش تھی لیکن باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جابر رضی اللہ عنہ کو کہیں اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کو حکم ملا تو فوراً گھر گئے اور پوچھا دونوں بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہیں گئے ہیں جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر اطلاع دی وہ اس وقت موجود نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ جب اس صابرہ و شاکرہ بی بی کو دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر دونوں بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ دونوں روتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں گر گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں زندگی اللہ دینے والا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور بچوں کیلئے دعا فرمائی وہ اس وقت بفرمان ایزدی زندہ ہو گئے۔ (شواہد النبوۃ)

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم فرمایا: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں مجھے اللہ کریم نے علم دیا ہے میں یہ جانتا ہوں کہ جو تم کھا کر آتے ہو یعنی

marfat.com

Marfat.com

میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تمہارے پیٹ میں کیا ہے اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تمہارے گھروں میں کیا ہے۔ مطلب یہ کہ نہ تمہارے گھر مجھ سے پوشیدہ ہیں اور نہ ہی تمہارے پیٹ۔ اس سے معلوم ہوا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ اپنے پیاروں کو جسے چاہے علم غیب دے دیتا ہے اور اس کے بعد اگر کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے مافی الارحام کا علم دیا ہے تو وہ شرک نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کریم نے پیٹ کا علم دیا ہے وہ جان جاتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کیسے نہیں ہو سکتا جن کو اللہ کریم نے ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ مشرکانہ نہیں جو لوگ اس کو مشرکانہ عقیدہ کہتے ہیں وہ بتائیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیٹ کا علم نہیں جانتے تھے؟ یقیناً جانتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن بتا رہا ہے اب جو قرآن کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں تو مومن وہی ہوگا جس کا عقیدہ ہوگا کہ اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ علم دیا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کس کے پیٹ میں کیا ہے۔ اس کا انکار کفر ہے کیونکہ قرآن کا اقرار ضروری ہے یہ قرآن کی نص ہے لہٰذا واضح ہوا۔ صحیح العقیدہ وہی شخص ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ نبیوں ولیوں کو اور جس کو بھی چاہے علم عطا فرماتا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم کا انکار کرنا کفر ہے، نص کا انکار ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار قرآن وحدیث کی مخالفت ہے' انکار ہے اور قرآن وحدیث کا انکار یا مخالفت ایمان نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا ہر مومن کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور اللہ کے سوا جس کو جتنا ملا ہے نبیوں' ولیوں' پیروں' پیغمبروں کے پاس جتنا علم ہے سب اللہ کا دیا ہوا ہے اور حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی جتنا علم ہے وہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن کے علم کی حد ہے خدا وہ ہے جس کے علم کی حد نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اللہ وہ ہے جس کا علم ذاتی ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے اللہ کی عطا کا اظہار بھی فرمایا کہ اللہ نے مجھے علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موت وحیات کا علم

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مرض وصال میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمائی اور سیدہ سلام اللہ علیہا رونے لگیں حضور علیہ السلام نے سیدہ سلام اللہ کو قریب کیا اور پھر سرگوشی فرمائی سو سیدہ سلام اللہ علیہا ہنس پڑیں ہم نے اس بارے میں سیدہ سلام اللہ علیہا سے دریافت کیا تو فرمایا۔ پہلی مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سرگوشی فرمائی تو فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا اس مرض میں وصال ہو جائے گا اس پر میں رونے لگی دوبارہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی فرمائی تو فرمانے لگے اے فاطمہ رضی اللہ عنہا میری اہلبیت سے تم سب سے پہلے میرے پیچھے آؤ گی تو میں ہنس پڑی اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے موت اور زندگی کا علم دیا ہے (بخاری) اور ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کے قریب سے گزرے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ ایک شہید ہے جو زمین پر چل رہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے ہر چیز کا علم دیا ہے اور یہ بھی علم ہے کہ کون کیسے دنیا سے جائیگا یعنی موت وحیات کا علم ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مَا فِی الْاَرحام کا علم ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیماری میں فوت ہوا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ باہر گئے ہوئے تھے جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے تو کچھ کھانے پینے کا سامان تیار کیا اور بچے کو کفن پہنا کر ایک کونے میں رکھ دیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے بچے کے بارے میں استفسار کیا بیوی بولی آرام سے ہے۔ امید ہے سکون میں ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیوی کی بات کو سچ سمجھے اور (خاموش رہے) چنانچہ انہوں نے رات بسر کی اور غسل جنابت کرنے کے بعد (نماز) کیلئے باہر جانے لگے تو بیوی نے بتایا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے معمول کے مطابق حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ سارا واقعہ بیان کیا جو پیش آیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (اے طلحہ رضی اللہ عنہ) امید ہے اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ سفیان کہتے ہیں ایک انصاری شخص نے کہا میں نے ان کے نو (9) لڑکے دیکھے جو سب کے سب قاری تھے مختصراً یہ ہے کہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا ہے اور دیگر نبیوں' ولیوں کو جس کو چاہے عطا فرماتا ہے مگر پھر عرض کریں گے سب کا عطائی علم ہے ذاتی نہیں۔ اللہ کا ذاتی علم ہے عطائی نہیں۔ اللہ کے سوا حضور علیہ السلام کا یا کسی پیر' پیغمبر کا ذاتی علم ماننے والا مومن نہیں رہے گا اور اسی طرح عطائی کا انکار کرنے والا مومن نہیں رہے گا کیونکہ وہ شخص قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ منکر عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے' آگے فرمایا۔ ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مومنین کہ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو یعنی انبیا علیہم السلام کو جو میں نے کمالات فضائل دیئے ہیں یہ تو میرے اللہ ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے اے منافقو تم ان کی مخالفت کرتے ہو۔ دلیل اس طرح ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو شفا دی، اندھوں کو آنکھیں دیں، غیب کی خبریں دیں تو لوگ حیران ہو گئے بڑے بڑے طبیب پریشان ہو گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مانو کہ میں اللہ کا نبی ہوں اللہ نے مجھے یہ کمال عطا فرمائے ہیں اور پھر یہ اللہ کی توحید پر بہت بڑی دلیل ہے کہ کوئی ایسا ہے جس نے نبیوں کو یہ کمال عطا فرمائے ہیں اگرچہ نظر آنے سے پاک ہے۔ بے صورت ہے لامکان ہے مگر وہ ہے جو یہ خصائص عطاء فرمانے والا ہے۔ جو لوگ نبیوں کے ان خصائص کے منکر ہیں در پردہ وہ توحید کے بھی منکر ہیں' منافق ہیں اگر اللہ پر ایمان رکھتے ہوتے تو پھر ان پر یقین رکھتے کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر نبیوں' ولیوں اور جس کو چاہا فضیلت عطا فرمائی ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

marfat.com
Marfat.com

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُونِ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: تصدق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کر دوں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نبیوں کو اختیار دیتا ہے کیونکہ اللہ کے نبی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں آیا ہوں تم پر کچھ چیزیں حلال کر دوں جو پہلے حرام تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اپنے نبیوں کو اختیار دیتا ہے اگر اختیار نہ ہوتا تو نبی علیہ السلام کبھی بھی یہ بات نہ کہتے اب بات واضح ہوئی اگر نبی علیہ السلام حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکتے ہیں تو اختیارات ہیں اگر نہیں کر سکتے تو اختیارات نہیں ہیں مگر قرآن کا انکار نہیں ہو سکتا جو قرآن کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں رہ سکتا کیونکہ نص کا منکر کافر ہو جاتا ہے اس لئے قرآن کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ اپنے پیاروں کو اختیارات دیتا ہے' کسی کو کم کسی کو زیادہ ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے مختار کل بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ **فضالہ لیثی** سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے احکام اسلام سکھایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزے اور نماز کے اوقات تعلیم فرما دیئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ تو مجھے ایسے اوقات بتا رہے ہیں جن میں مجھے بڑی مصروفیت رہتی ہے مجھے تو کوئی مختصر بات بتا دیجئے فرمایا اچھا تو کم از کم عصرین میں غفلت نہ کرنا عصرین ہمارے قبیلہ کا محاورہ نہ تھا اس لئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی علیک وسلم عصرین کا کیا مطلب ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیارات ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختار کل نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی نمازوں کی چھوٹ نہ دیتے (ترجمان السنۃ) اسی طرح حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا: **شهادة خزيمة بشهادة رجلين** (ابوداؤد) کہ خذیمہ کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔

اب ایک آدمی کی گواہی دو کے برابر تو نہیں شمار کی جاسکتی مگر حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر مانی جائے گی جو انکار کرے گا وہ حدیث کا منکر ہو اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ جب جناب خذیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر ہر مومن کیلئے ماننا ضروری ہے تو پھر مسئلہ واضح ہوا کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا ہے۔ جس کو چاہیں کوئی شان عطا فرمائیں جو اس کی اس فضیلت کا انکار کرے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہے اس لئے ہر مومن کا عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ وحدہ لاشریک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختار کل بنا کر بھیجا ہے یہ عقیدہ نہ کفر ہے نہ شرک بلکہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے جیسا کہ ثابت ہو رہا ہے تو جس طرح دیگر نبیوں کو اللہ

marfat.com
Marfat.com

نے اختیار دیا ہے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ نے اختیار دیئے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے محبوب ہیں نبیوں کے سردار ہیں اس لئے مختار کل بنا کر بھیجا ہے جیسے علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی سے روکنا کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کر سکتے اور جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے کی حالت میں بیوی کے پاس چلا گیا اس کو فرمانا کہ یہ کھجوریں لے لو اور خود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلا دو یہ سب اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دلیل ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: بیشک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ

تفسیر: سب فضائل، خصائص کے بعد نبی علیہ السلام فرماتے ہیں میرے یہ کمال اور خصائص دیکھ یہ سمجھ لینا کہ میں خدا ہوں اللہ ہوں (معاذ اللہ) یاد رکھو میرا اور تمہارا اللہ ایک ہے پوجا صرف اسی وحدہ لاشریک کی ہوگی وہی پوجا کے لائق ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے مطلب کہ انبیا کرام علیہم السلام کے خصائص وفضائل کو ماننے اور پوجا کے لائق صرف اللہ کو مانے یعنی جو شخص اللہ کی توحید کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے اور جو فضائل وخصائص انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص منکر ہوگا گمراہ بے دین ہوگا سیدھا راستہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات علم نورانیت دیگر فضائل کا اقرار کرے اور اللہ کی توحید کا اقرار کرے اگر دونوں سے کسی کا منکر ہوگا تو گمراہ بے دین ہوگا۔

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

تفسیر: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہودی میرے منکر ہیں اور یہ کسی قیمت پر بھی مجھے ماننے لئے تیار نہیں اور یہودیوں نے یہاں تک کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کچھ جان گئے تھے۔ کہ ان کافرین کے کیا ارادے ہیں تو اس وقت فرمایا قال من انصاری الی اللہ کون میرے مددگار ہیں اللہ کی طرف سے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوا اللہ کریم کے پیارے پیغمبر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے مدد مانگی اور فرمایا کون ہے جو میری مدد کرے اللہ کی طرف سے۔ اب جناب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ گمان کرنا کہ ان کا کوئی عمل اللہ کے حکم کے خلاف تھا یا شرک تھا تو یہ کفر ہے کیونکہ پیغمبر اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ہی نبی کوئی مشرکانہ عمل کرتا ہے جو ایسا عقیدہ رکھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا عمل کیا ہے اللہ کے سوا سے مدد مانگی اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سوا لوگوں سے مدد

marfat.com

Marfat.com

مانگ لیں تو کوئی حرج نہیں اگر ہم اللہ کے پیارے بندوں کو پکار لیں ان سے مدد مانگیں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگیں تو کیسے مشرک ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز یہ عمل کفر و شرک نہیں اگر یہ عمل کفر و شرک ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قطعاً ایسا نہ کرتے اور نہ لوگوں سے مدد مانگتے اگر عام لوگوں سے مدد مانگنا جائز ہے تو انبیاء علیہم السلام اولیاء سے مدد مانگنا کیسے شرک ہو سکتا ہے نہیں کفر و شرک نہیں۔ اگر یہ عمل کفر و شرک ہے پھر تو معترض بھی مومن نہیں رہتا کیونکہ خود بھی زندگی میں ہزاروں سے نہیں لاکھوں سے مدد مانگتا ہے اور پھر اپنے ہی فتوے کی زد میں آ کر مشرک ہو گئے مختصراً یہ کہ اگر اللہ کے سوا مانگنا شرک ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی نہ مانگتے۔ ہاں اگر کسی کو خدا سمجھ کر مانگا جائے تو وہ کافر ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ مانگے تب کافر ہوگا اسی وقت ہو جاتا ہے جب کوئی خدا کے سوا کسی کو خدا جان لے واضح ہو کہ مانگنا شرک نہیں خدا جاننا شرک ہے۔ اگر اللہ کے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا تو جس سے مانگتا ہے خدا کا مقبول بندہ جان کر مانگتا ہے تو شرک نہیں جیسا کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے تحت وضاحت کر چکے ہیں اور پھر آگے فرمایا گیا کہ ایمان والوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اب مسئلہ واضح ہوا ایمان والے مددگار بن رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام ان کو مددگار مان رہے ہیں اب ان کے ایمان میں شک کرنیوالا خود ایمان والا نہیں مگر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں اور جو مانے وہ مشرک ہے۔ ایسے ضدی لوگوں کا عقیدہ قرآن اور نبی کے عقیدے کے خلاف ہے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے اور ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ۔ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

تفسیر: بنی اسرائیل کے کفار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پروگرام بنایا کہ کسی کو پتہ نہ چلے دھوکے سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا جائے چنانچہ کفار نے خفیہ پروگرام سے آپ کو شہید کرنا چاہا مگر اللہ کریم فرماتا ہے یہ کافر فریب کرنے لگے تھے لیکن مجھ سے کون چھپ سکتا ہے چنانچہ میں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت والا آدمی قتل ہو گیا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا یہ میری خفیہ تدبیر تھی کیونکہ جس کو میں زندگی دوں اسے کوئی مار نہیں سکتا۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ

marfat.com
Marfat.com

فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا اور تیرے پیروکاروں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات پر جھگڑتے ہو۔

تفسیر: جب کفار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف پروگرام مکمل کرلیا اور ایک آدمی تیار کرلیا گیا کہ تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے میرے پیارے عیسیٰ کفار کا پروگرام تو یہ ہے کہ مگر ان کی کیا مجال کہ تیرا بال بھی بیکا کرسکیں میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ مُتَوَفِّيْكَ اے عیسیٰ تجھے پوری عمر دوں گا تمہیں دشمنوں سے بچاؤں گا تیری حفاظت کروں گا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی ہے تو یہ فرمان خداوندی کے خلاف ہے اس لئے یہ عقیدہ کفریہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی گئی تھی مومن وہی ہے جس کا عقیدہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی جیسا کہ قرآن سے ثابت ہورہا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں رَافِعُكَ تجھے اٹھالوں گا اپنی طرف مطلب کہ یہودیت تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گی آپ علیہ السلام زندہ رہیں گے اور پھر واپس دوبارہ یہاں بھیجا جائے گا اور اپنی چالیس سال کی عمر پوری کریں گے اور جب آپ علیہ السلام تشریف لائیں گے عادل کی حیثیت سے آئیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور پھر عرب عورت سے نکاح کریں گے اس سے آپ علیہ السلام کی اولاد ہوگی اس کے بعد آپ علیہ السلام کا وصال ہوگا اور حضرت عیسیٰ السلام نے ایک دعا مانگی تھی کہ اے رب العالمین مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنادے چنانچہ اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: تو وہ جو کافر ہوئے میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو لوگ کفر کے مرتکب ہوئے ہیں مطلب کہ جو لوگ میرے بھیجے ہوئے نبی علیہ السلام کا احترام نہیں کرتے ان کے گستاخ ہوتے ہیں انہیں دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا اور اللہ کی طرف سے سخت عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے۔ اور پھر اس عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کا کوئی مددگار نہ ہے مومنوں کے مددگار بہت زیادہ ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی کسی کا مددگار نہیں وہ درپردہ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہیں یا پھر جاہل ہیں ورنہ قرآن وحدیث میں تو مومنوں کے مددگار بہت زیادہ ہیں انبیاء علیہم السلام اولیا اپنے غلاموں کی مدد کریں گے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ

marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دو بچے فوت ہو گئے ہوں تو ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو داخل جنت کرے گا اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے جس کا صرف ایک ہی بچہ فوت ہوا ہو اس کے جواب میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہاں نیک بخت اگر کسی کا ایک بچہ فوت ہوا ہو (یعنی وہ بھی اپنے والدین کو بخشوائے گا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور سوال کیا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کسی کا کوئی بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کیلئے میں ہوں (یعنی ان کو میں بخشواؤں گا) (مشکوٰۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ ایمان والوں کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مددگار ہوں گے دیگر انبیاء علیہم السلام اولیاء بھی مدد فرمائیں گے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلے کی اور بعض ایک کنبے کی اور بعض ایک آدمی کی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین، اولیاء کرام، علماء کرام اور صالحین مدد کریں گے اور گناہ گاروں کو بخشوائیں گے مگر ایمان والوں کو۔ بے ایمان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو لوگ کہتے ہیں کہ کوئی نبی ولی مدد نہیں کرتا یا کوئی مددگار نہیں ہے وہ خود سوچیں وہ خود کیا ہیں کیونکہ ایمان والوں کی مدد تو ہوگی جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیلئے تو اللہ پورا دے گا اجر ان کا اور ظالم اللہ کو پسند نہیں ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو نیکی کرے گا اسے اس کی نیکی کا صلہ پورا پورا دیا جائے گا مگر ایمان دار کو۔ اگر بد عقیدہ ہو تو ان کا کوئی نیک کام آخرت میں کام نہیں آئے گا کیونکہ کافر اور بدعقیدہ کو اس کی نیکی کا صلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے کہ لوگ اس کے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں آخرت کے متعلق الفاظ ہیں ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا کافر کے، بدعقیدہ کے، یہود ونصاریٰ کے نیک اعمال کام نہیں آئیں گے نیک عمل صرف صحیح العقیدہ سچے پکے مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کے کام آئیں گے۔ آگے فرمایا اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا مطلب کہ جو لوگ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والے ہیں منافق ہیں، کافر ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان باغیوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ

marfat.com
Marfat.com

تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝

ترجمہ: یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت۔عیسیٰ (علیہ السلام) کی کہاوت (مثال) اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جناب آدم علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ایک جیسا ہے۔یعنی میرا قانون یہ ہے کہ میاں بیوی اکٹھے ہوں اور نطفہ منتقل ہو پھر خون بنے' پھر گوشت کا لوتھڑا بنے' پھر بچہ بنے اور اپنی مقررہ مدت کو پہنچ کر بچہ پیدا ہو۔مگر میری قدرت یہ ہے کہ نہ ہی آدم علیہ السلام کا نطفہ منتقل ہوا اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کا نطفہ منتقل ہوا۔آدم بغیر والدین کے اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے جب حضرت آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام کی تو والدہ ہے جو آدم علیہ السلام کی بیٹی ہے۔یعنی اولاد آدم ہے حضرت آدم علیہ السلام کا نہ تو باپ ہے اور نہ والدہ اگر آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔اور یہ دونوں اللہ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ قادر مطلق ہے جیسا چاہے کر سکتا ہے۔لہٰذا خدا کی توحید کا انکار کرنے والو عیسائیو غور کرو اللہ کے نبی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ بناؤ کیونکہ وہ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔

اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۝ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ۝

ترجمہ: اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔پھر اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جو تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کرتے ہیں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ تم سے جھگڑتے ہیں تمہاری بات کا انکار کرتے ہیں میرے فرمان کا انکار کرتے ہیں تو ان کو حکم دو تم اپنے بیٹے لے آؤ ہم اپنے بیٹے لے آتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لے آؤ ہم اپنی عورتوں کو لے آتے ہیں تم اپنے قریبی رشتہ دار لے آؤ ہم اپنے قریبی رشتہ دار لے آتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

یعنی مل کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جو جھوٹا ہے ان پر لعنت فرما۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعوت دی مقررہ وقت پر دیکھا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا ہوا تھا اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگلی سے لگا کر تشریف لا رہے تھے اور پیچھے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور جناب علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں جب میں دعا کروں تم نے آمین کہنا ہوگا۔ عیسائیوں کا پادری یہ سب کچھ دیکھ کر کہنے لگا اے نصرانیوں یعنی عسائیو مباہلہ نہ کرنا۔ ان سے وقت مانگ لو کہ جناب ہم کل آپ کی خدمت میں عرض کریں گے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بددعا فرمادی اور ان نفوس قدسیہ نے آمین کہہ دیا تو تم تباہ ہو جاؤ گے۔ زمین کے سینے سے عیسائیت ختم ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جن کے آمین کہنے سے زمین سے پہاڑ بھی ہل سکتے ہیں مطلب کہ مباہلہ بالکل نہ کرو تمہارے لئے تباہی ہے لہٰذا کسی طریقے سے راہ فرار اختیار کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مباہلے سے فرار ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مباہلہ کرو یا ایمان لاؤ یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تو اہل وفد نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جنگ بھی نہیں کریں گے ہم جزیہ ادا کریں گے ہم سے جزیہ قبول فرمائیے۔ ہم دو ہزار جوڑے پیش کیا کریں گے ایک ہزار ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں اور تیس زرہیں جو خالص لوہے کی تیار کردہ ہوں گی لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہمیں ڈرائیں دھمکائیں نہ ماریں اور نہ ہمیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرط قبول فرمائی اور صلح نامہ تحریر ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مباہلہ ہو جاتا تو ان کی شکلیں بدل جاتیں، چہرے مسخ ہو جاتے وہ نصرانی بندر اور خنزیر ہو جاتے۔ بعض منکرین اولاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین صاحبزادیوں کا انکار کیا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سلام اللہ علیہا کے علاوہ بھی اگر کوئی صاحبزادی ہوتی تو وہ بھی ساتھ ہوتیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف ایک صاحبزادی تھی جن کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا لہٰذا سیدہ سلام اللہ علیہا کے سوا حضور علیہ السلام کی کوئی صاحبزادی نہ تھی (معاذ اللہ) مگر ایسے لوگ جاہل اور گمراہ بے دین ہوتے ہیں اگر علم والے ہوتے تو پھر حضور علیہ السلام کی تین بیٹیوں کا انکار نہ کرتے اور نہ ہی اس جگہ یہ اعتراض کرتے یہ اعتراض کرنا ان لوگوں کی جہالت کا بہت بڑا ثبوت ہے دلیل یہ ہے کہ ان کی اپنی کتابیں اور وہ کتابیں جو مستند ہیں جن کا انکار نہیں کر سکتے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں چار تھیں۔

وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولدله منها قبل المبعث القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولدله بعد المبعث الطيب والطاهره والفاطمة عليهم السلام (اصول کافی 278)

ترجمہ: حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف بیس سال یا اس کے قریب تھی اور اعلان نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے آپ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور ام کلثوم سلام اللہ علیھن پیدا ہوئیں اور اعلان نبوت کے بعد طیب اور طاہر اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کی ولادت با سعادت ہوئی۔ شیعہ کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی صاجزادیاں چار تھیں اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں یعنی چاروں صاجزادیوں کی والدہ ایک تھیں اور چاروں کے والد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اب غور فرمایئے کس قدر تعصب ہے ان لوگوں کے دلوں میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا انکار کرتے ہیں اور یہ بھی غور فرمائیں یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا جائے مگر ضد اور دھڑے بندی کا ستیاناس جس نے حقیقت سے اس قدر دور کر دیا ہے اکثر کی واپسی کا کوئی امکان نہیں اور ابلیس کی پیروی نے جنت سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ توبہ کے سوا عذاب سے بچنا ممکن نہیں اور حیات القلوب کے الفاظ ہیں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ خدیجہ او را رحمت کند از من طاهر ومطهر ورقیه وفاطمه وزینب وام کلثوم بهم اسانید (حیات القلوب جلد دوم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا پر رحمتیں نازل فرمائے کہ ان کے بطن اطہر سے میرے بیٹے طاہر اور مطہر اور میری چار بیٹیاں رقیہ، فاطمہ، زینب اور ام کلثوم سلام اللہ علیھن پیدا ہوئیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاجزادیاں چار ہیں۔ اور بھی بہت زیادہ حوالہ جات موجود ہیں جو طوالت کے خوف سے نہیں لکھے گئے تاہم یہ ثابت ہوا کہ صاجزادیاں چار ہیں مگر سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ اگر صاجزادیاں تھیں اور چار ہی تھیں تو پھر مباہلہ کے وقت سیدہ سلام اللہ علیہا جناب فاطمہ کے ساتھ وہ کیوں نہ لائی گئیں اس اعتراض کا جواب بھی شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں۔

ورقیه در سال دوم ہجری در ہنگامے کہ جنگ بدر بود وفات کرد

ترجمہ: حضرت رقیہ سلام اللہ 2ھ میں جبکہ جنگ بدر ہوئی تھی وفات پا گئیں (منتہی الاعمال جلد پہلی) اور حضرت زینب کے متعلق الفاظ ہیں۔ زینب در مدینه در سال ہفتم ہجرت و در روایۓ در سال ہشتم برحمت ایزدی واصل شد (حیات القلوب جلد 2) ترجمہ: حضرت سیدہ زینب سلام اللہ مدینہ میں 7ھ اور ایک روایت میں ہے کہ 8ھ میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں چلی گئیں۔ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں۔

سوم ام کلثوم و اورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ او سال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد (حیات القلوب جلد 2)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری بیٹی ام کلثوم سلام اللہ علیہا جن کی شادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تھی 7ھ میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں پہنچ گئیں۔

اب ان روایات سے ثابت ہوا کہ ایک صاجزادی حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا کی وفات 2ھ کو ہوئی اور دوسری بیٹی حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی وفات 7ھ یا 8ھ کو ہوئی اور تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کی وفات بھی 7ھ کو ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

اب دیکھنا ہے کہ مباہلے والا واقعہ کب ہوا؟ تو منتہی الاعمال والے لکھتے ہیں۔ قصہ مباہلہ نصاریٰ نجران وقائع سال دہم ہجری 10ھ میں ہوا۔ (منتہی الاعمال صفحہ 69) اس سے ثابت ہوا واقعہ مباہلہ 10ھ کو ہو رہا ہے اور تینوں صاحبزادیوں کا وصال 8ھ سے پہلے پہلے ہو چکا ہے یعنی ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات 8 سال بعد جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے وصال سے تین یا دو سال بعد اور ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے وصال سے تین سال بعد ہو رہا ہے۔ تو کتنا پاگل اور جاہل ہے ایسا شخص جو یہ کہے کہ اگر صاحبزادیاں چار ہوتیں تو وہ مباہلہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ ہی فضل فرمائے کوئی اور تو اتنے جاہل کو نہیں سمجھا سکتا۔ کیونکہ حق اسے نصیب ہوتا ہے جو حق جاننا چاہے۔ جو قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہ ہو اس کو راہ ہدایت پر لانا انسان کے بس کی بات نہیں ایسے بدنصیب کو اللہ ہی سمجھائے۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: یہی بیشک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فسادیوں کو جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جو واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا گیا ہے وہ سچا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے مطلب یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے خاص بندے ہیں خدا کے بیٹے نہیں ہیں اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر یہودی یا عیسائی رہتا ہے تو فرمایا پھر سن لو اللہ کریم فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا فسادی وہ ہوتا ہے جو حق کا انکار کرتا ہو جو حق پر ہو وہ فسادی نہیں ہوتا اس لئے فسادی وہ لوگ ہیں جو کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وشمائل کا انکار کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے غلام ہیں وہ فسادی نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں سجائیں یہ تو سب حق پر ہیں۔ فسادی وہ ہیں جو ان کو روکیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اس سے معلوم ہوا اتفاق اچھی بات پر ہو سکتا ہے۔ فرمایا اگر یہ یہود و نصاریٰ توحید پر ایمان لے آئیں تو ٹھیک اگر توحید پر ایمان نہ لائیں تو ان کو واضح کر دو کہ ہم مسلمان ہیں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے اس سے ثابت ہوا اتحاد بد عقیدہ سے نہیں ہو سکتا۔ یعنی چور کے ساتھ چور ہونا اتحاد نہیں چور کو چوری چھوڑ کر نیکوں کے ساتھ اتحاد کرنا چاہیے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: اے کتاب والو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو توریت اور انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں؟۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ عیسائیوں اور نجرانی یہودیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ چنانچہ یہودیوں اور عیسائیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منصف مان لیا اور فیصلہ کرانے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اللہ کریم نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا کہ بے وقوفو یہ تو سوچو کہ ابراہیم علیہ السلام پہلے تھے یا توریت اور انجیل پہلے تھیں۔ مطلب یہ کہ توریت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہاں سے عیسائیت اور یہودیت کی ابتداء ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سینکڑوں سال پہلے ہوئے ہیں لہٰذا وہ یہودی کیسے ہو سکتے ہیں اور عیسائیو تم بھی بڑے بے وقوف ہو تم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال بعد پیدا ہوئے اور ان پر انجیل نازل ہوئی پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ مطلب یہ کہ تم دونوں جھوٹے ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے۔

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: سنتے ہو جو تم ہو اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا تو اس میں کیوں جھگڑے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں اس میں تو تم مناظرہ کرنے کیلئے دونوں گروہ تیار ہو اور مقابلے بازی کرتے ہو۔ مگر جس چیز کا تم دونوں گروہوں کو علم ہے اس کا انکار کرتے ہو۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تو توریت

marfat.com

Marfat.com

اور انجیل نے بھی نشانیاں بیان کیں ہیں۔ فضائل وخصائص بیان کیے ہیں جو سب کی سب نشانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتیں ہیں۔ فضائل، خصائص اور کمالات نظر آرہے ہیں مگر اس کے باوجود بھی تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہیں لاتے ہو فضائل وکمالات کا انکار کرتے ہو۔ یعنی حق تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آؤ۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا مومن انکار نہیں کرتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات کا انکار کرنے والا منافق ہوگا یا کافر ہوگا۔ مومن وہ ہے جو حضور علیہ السلام کے فضائل پر ایمان رکھے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۶۷

ترجمہ: ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

تفسیر: یعنی تم فضول جھگڑتے ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا تھے۔ اس سے معلوم ہوا بدعقیدگی سے نفرت ضروری ہے۔ بلکہ ایمان کی علامت ہے جو لوگ بدعقیدگی سے نفرت نہیں کرتے ان کا ایمان پختہ نہیں ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸

ترجمہ: بیشک سب لوگوں سے ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حقدار وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ یہ نبی اور ایمان والے۔ اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ یہودیوں کے بڑے بڑے سرداروں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ جناب ہمیں برا نہ کہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہودی تھے (معاذ اللہ) آپ تو صرف ہماری مخالفت کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا اے یہودیو قریب وہ ہوتا ہے جو جس کا پیروکار ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریبی بھی وہ ہیں جو ان کے پیروکار ہیں تم تو مخالفت کرتے ہو تم کیسے ابراہیمی ہو گئے ہو اگر یہ بات ہے تو پھر ان کی پیروی کرو ان کے دین پر آؤ۔ فرمایا مگر دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار تو ہم ہیں۔ (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ پر ایمان) لانے والے سب مسلمان سچے ابراہیمی ہیں اور ابراہیمی سنتوں پر عمل بھی ہم کرتے ہیں۔ لہٰذا یا وہ ابراہیمی تھے جو اس وقت ان پر ایمان لائے یا ہم ہیں یہود ونصاریٰ تم ابراہیمی

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہو۔اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کا قرب وہ حاصل کر سکتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے دوسرا نہیں۔لہٰذا صرف اولاد ہونا کافی نہیں جو پیروی نہ کرے خواہ وہ نبی کی اولاد ہو یا ولی کی اپنے بزرگوں کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔قرب وہ حاصل کرتے ہیں جو نبیوں ولیوں کی پیروی کریں اور یہ بھی ثابت ہوا گمراہ سید ہو یا پیرزادہ اسے بزرگوں کی نسبت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔مگر ایمان والوں کا والی اللہ ہے یعنی دوست ہے۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔یہودیوں کا خیال تھا معاذ بن جبل' حذیفہ بن یمان' عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہودی بنا دیا جائے۔انہیں یہودی ہونے کی دعوت دیتے اپنے قریب کرنے کی کوشش کرتے۔تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اے یہودیو تم کامیاب نہیں ہو سکو گے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین توریت اور انجیل کے عالم ہیں ان لوگوں نے کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے ہوئے ہیں اور یہ جان چکے ہیں یہ آخر الزماں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کائنات کی طرف آئے ہیں لہٰذا تم اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہو مطلب کہ جس طرح اسلام کی حمایت حق کی حمایت بندہ کو نفع دیتی ہے۔اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرتی ہے اس طرح حق کی مخالفت بندہ کو گمراہ اور بے دین اور دوزخ کا ایندھن بنا دیتی ہے مگر تم وہ ضدی ہو اور بے وقوف ہو جن کو شعور ہی نہیں۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: اے کتابیو اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

تفسیر: فرمایا تمہیں علم ہے کہ حق یہی ہے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا کیونکہ تم نے توریت میں سب کچھ پڑھ لیا ہے تم جانتے ہو اور تم گواہ ہو۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ: اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔

تفسیر: تمہیں جب یہ علم ہو چکا ہے کہ حق کیا ہے تو پھر کیوں چھپاتے ہوئے۔صرف ضد کی وجہ سے جو بہت بڑی بدنصیبی ہے۔فرمایا اس برے فعل سے باز رہو ورنہ حق کی مخالفت کرنے کی تمہیں سخت سزا ملے گی آیات کو چھپانے کی بہت سخت سزا پاؤ گے۔

marfat.com

Marfat.com

وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: اور کتابیوں کا ایک گروہ بولا وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

تفسیر: یہودیوں نے اسلام کے خلاف ایک پروگرام بنایا کہ ہم میں سے ایک پوری جماعت صبح ہوتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جائے اور کلمہ پڑھ لے اور شام کے قریب اسلام کو خیر آباد کہہ دے یعنی پھر یہودی ہونے کا اعلان کرے۔ اس سے یہ ہوگا کہ جب تم لوگ مسلمان ہونے کا اعلان کرو گے تو ایک شور برپا ہوگا اور مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی' جب شام کو پھر یہودی ہونے کا اعلان کرو گے تو لوگ تم پر ایک سوال کریں گے کہ تم نے یہ کیا کیا۔ پہلے تم یہودیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے پھر تم اسلام کو چھوڑ کر یہودی ہوئے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ تو تم نے لوگوں کو کہنا ہوگا کہ مسلمان تو اسلئے ہوئے تھے کہ توریت میں آخر الزماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا تو ہم سمجھے کہ یہی وہ سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں چنانچہ ہم نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قریب جا کر دیکھا تو یہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں (معاذ اللہ) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نہیں ہیں جن کی خبر توریت نے دی ہے لہٰذا ہم واپس آ گئے ہیں اس سے مسلمان بددل ہوں گے پریشان ہوں گے ہوسکتا ہے اس عمل کرنے سے بعض لوگ بدل جائیں اور لوگ حضور علیہ السلام کا دامن چھوڑ جائیں اور جو حضور علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہو رہے ہیں ان کی رفتار کم ہو جائے۔ یہ پروگرام بنانے والے خیبر کے یہودیوں کے علماء تھے جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی۔ چنانچہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو پہلے خبر دے دی کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ یہودی یہ پروگرام بنا رہے ہیں اور یہ ایسا ایسا کریں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو پہلے بتا دیا کہ یہودی یہ پروگرام بنا چکے ہیں لہٰذا احتیاط کرنا جس سے یہودی انتہائی شرمندہ ہوئے۔ یہی اس کا شان نزول ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہونے والے واقعات کی خبریں دیتا ہے۔ یہی وہ علم غیب ہے جس پر اہلسنت کا عقیدہ ہے دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ بدباطن لوگ حق کیخلاف بہت کچھ کرتے ہیں آدمی کو حق پر پختہ رہنا چاہئے کسی پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر عقیدہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کی پیروی کرے فرما دیجئے بیشک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی یقین نہ کرنا) اس کا کہ کسی کو ملے جیسا تمہیں ملا کوئی تم حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: فرمایا بد مذہب پر اعتبار نہ کرنا جب تک وہ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نہ بن جائے اس بات پر پختہ یقین رکھو کہ تمہارا عقیدہ درست ہے کیونکہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ہو محبت ہو عشق ہو یہی تو ایمان ہے۔ اے ایمان والو یہ تمہارے بغیر کسی دوسرے کو نصیب نہیں اگر یہ لوگ صحیح ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے گستاخ نہ ہوتے ان کو شہید نہ کرتے اور اے ایمان والو یہ اللہ کا تم پر خاص فضل ہے کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نصیب ہوئی ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا اور ان میں سے کوئی وہ ہے اگر ایک اشرفی اسکے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لئے وہ کہتے ہیں ان پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ہے اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں۔

تفسیر: اس سے ثابت ہوا دیانتداری بہت بڑا اور خوبصورت عمل ہے اگر کافر کرے تب اللہ اس کی تعریف کر رہا ہے کہ اگرچہ کافر ہیں مگر یہ خوبی بعض میں ہے کہ دیانت دار ہیں دنیاوی معاملات میں اور اس کا شان نزول بھی یہی ہے یہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اور فنحاص بن عاذوراء کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آدمی نے بارہ سو اوقیہ امانت رکھا مگر جب واپسی کا مطالبہ ہوا تو اسی وقت آپ نے واپس کر دیا حالانکہ اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودی تھے اور دوسرا شخص فنحاص بن عاذوراء تھا اس کے پاس کسی شخص نے ایک دینار امانت رکھا جب واپسی کا مطالبہ ہوا تو مکر گیا تو اللہ فرماتا ہے یہودیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بعض معاملات میں درست ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کچھ ایسی عادات دیکھ کر کفر کے قریب چلے جاتے ہیں کسی باطل گروہ کا اخلاق دیکھ کر متاثر ہو گئے یا کاروباری معاملات میں وغیرہ وغیرہ مگر یاد رہے کافر کافر ہی ہوتا ہے کسی ایک اچھی صفت کو دیکھ کر اسی کا ہو جانا جہالت اور بے وقوفی ہے اگر کتا گھر کی حفاظت کرتا ہے بہت اچھی عادت ہے مگر اس کی اس اچھی عادت کو دیکھ کر اس کو کتا ہی نہ جاننا مطلب کہ اسے نجس ہی نہ جاننا بے وقوفی

marfat.com

Marfat.com

اور جہالت ہے۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیز گاری کی اور بیشک اللہ پسند کرتا ہے پرہیز گاروں کو۔

تفسیر: ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وعدہ وفا کرنے والے لوگ بھی اللہ کو پسند ہیں۔ کیونکہ وعدہ وفا وہ کرتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو اگر میں وعدہ سے پھر گیا تو اللہ مجھے پوچھے گا اسلئے فرمایا اللہ پسند کرتا ہے ڈرنے والوں کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے قلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ ابورافع کنانہ بن ابی الحقیق' کعب بن اشرف وغیرہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان لوگوں نے وہ عہد چھپا رکھا تھا جو اللہ کریم نے توریت میں لیا تھا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاؤ گے مگر ان لوگوں نے اپنی قوم سے پیسے وصول کرنے کیلئے اس عہد کو بدل دیا اور اس کی جگہ اور کوئی عبارت لکھ دی اور لوگوں کو کہا یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے (معاذ اللہ) اس سے معلوم ہوا گروہ بندی کی وجہ سے یا دنیاوی مفاد کی خاطر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپانا یہودیت ہے۔ مومن فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہوتا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل سن کر خوش ہوتا ہے بیان کر کے ایمان کو تازگی دیتا ہے مگر منافق نہ فضائل وخصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنتا ہے اور نہ بیان کرتا ہے اور ایسے لوگوں کا آخرت میں اعمال نامہ خالی ہوگا اور ایسے لوگوں سے اللہ کریم بات کرنا بھی پسند نہیں کرے گا اور یہ بھی معلوم ہوا رشوت لے کر غلط فیصلہ کرنیوالا مال لے کر جھوٹی گواہی دینے والا جھوٹوں کی وکالت کرنے والا سب کے سب وہ ہیں جن لوگوں نے دنیا کے بدلے دین کو نظر انداز کر دیا ہے ایسے لوگوں پر اللہ کبھی بھی نظر رحمت نہیں کرے گا اور سخت سزا دے گا۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور

marfat.com
Marfat.com

وہ کتاب میں نہیں اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور اللہ پر دیدہ دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ سب کے حق میں نازل ہوئی تھی کیونکہ ان سب نے توریت اور انجیل کو بگاڑ لیا تھا اور کتابوں میں وہ باتیں شامل کر دیں تھیں جو تورات اور انجیل کی نہ تھیں یعنی اپنی طرف سے شامل کر دیں تھیں۔ (مظہری)

یہود و نصاریٰ کا طریقہ یہ تھا پیسے لے کر فتوے بدل دیا کرتے تھے اور اپنی طرف سے کچھ کہہ دیا کرتے تھے اور لوگوں کو کہنا کہ یہی کتاب میں آیا ہے اور وہاں اپنی طرف سے لکھ دیا کرتے تھے اور پھر دوسرا عمل وہ یہ کرتے تھے کہ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہوتا اس کو مٹا کر اپنی طرف سے کچھ لکھ دیا کرتے تاکہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائیں یہودیوں کو خوف تھا کہ اگر یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تو ہم جو یہودی قوم سے مذہب کے نام پر مال وصول کرتے ہیں وہ ختم ہو جائے گا چنانچہ اس خوف سے انہوں نے توریت میں کافی رد و بدل کی اور اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں مطلب کہ اللہ نے یہ نہیں کہا جو یہ کتاب میں اپنی طرف سے درج کر رہے ہیں ہوتا یوں تھا کہ یہودی مولوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کو چھپاتے تھے۔ کمالات کا انکار کرتے تھے تو جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و خصائص ہیں ان کو کاٹ کر وہاں کسی عام آدمی کا ذکر کر دیا کرتے اور لوگوں کو کہتے کہ دیکھو یہاں تو یہ لکھا ہوا ہے اس سے معلوم ہوا خصائص اور فضائل کو چھپانے والے یہودیوں کے پیروکار ہیں۔ ایمان والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو یعنی علم پاک نورانیت اختیارات دیگر فضائل کو بیان کرتے ہیں۔ چھپانا یہودیت اور بیان کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم کی پیروی ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝۷۹

ترجمہ: کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ سے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یوں ہے کہ علماء یہود اور نجران کے نصاریٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دعوت دی کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو انہوں نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں ہم آپ کو اللہ مانیں آپ کی عبادت کریں (معاذ اللہ) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں آخر الزماں رسول صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرو میں تو یہ گمان بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اور نبی یہ کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میری عبادت کرو (معاذ اللہ) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر دونوں کی تردید فرمائی کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ میرا کوئی نبی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری عبادت کرو ہاں مگر میرا نبی تمہیں یہ کہتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے مخلص بندے بن جاؤ اللہ کی توحید کا اقرار کرو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہی کہتے ہیں جو میں کہتا ہوں اس لئے تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرے سارے نبی علیہم السلام میرا وہی پیغام پہنچاتے رہے اور تمہیں وہی سکھاتے رہے جو میں نے ان کو حکم دیا فرمایا میرے کسی بھی نبی نے یہ نہیں کہا کہ تم میری عبادت کرو۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞۸۰ ع

ترجمہ: اور نہ تمہیں حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو کیا تمہیں کفر یہ حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

تفسیر: مطلب کہ میرے کسی بھی نبی نے تمہیں یہ نہیں کہا تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو کیونکہ نبی کفر وشرک کا حکم نہیں دے سکتا۔ بلکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کی لذت سے لطف اندوز ہوگا ایک یہ کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرا یہ کہ محض اللہ کیلئے کسی سے دوستی رکھے تیسرا یہ کہ اسے دوبارہ کافر بننا اس قدر ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا (بخاری)

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ۗ قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۞۸۱

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں از خود تمہارے ساتھ گواہوں میں شامل ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: یہاں اللہ وحدہ لاشریک فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کررہا ہے کہ نبیو میرے ساتھ پختہ وعدہ کرو کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ جب تمہیں کتاب حکمت دی گئی ہو۔ بعد لوگ تمہارے عقیدت مند ہوں پھر میرا حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آجائے تمہاری تصدیق کرتا ہوا تو کیا تم ایسا کرو گے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر اس پر ایمان لے آؤ گے اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی کہو گے کہ اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھو سب نے اقرار کیا کہ اے رب العالمین ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا جیسا تو فرما رہا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے افضل واعلیٰ ہیں اللہ کریم کا وعدہ لینے کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب پر عیاں ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں، رسولوں سے فضیلت والے ہیں اور عام لوگوں کو بھی علم ہو جائے یعنی یہود ونصاریٰ کو منافقوں اور کافروں کو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلند مرتبے والے ہیں ہماری ہی طرح کے ایک آدمی نہیں ہیں بلکہ فضیلت والے رتبے والے، بے مثل بے مثال شان رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب نبیوں سے افضل ہونا ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے یہاں تک کہ کچھ نزدیک پہنچے تو انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا ایک نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ٹھہرایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چنا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سن لی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راز کی باتیں کیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا اور وہ ایسے ہی ہیں لیکن آگاہ رہو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور قیامت کے روز لواء الحمد اٹھانے والا میں ہوں جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ساتھ سارے انبیاء ہوں گے اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور قیامت کے روز سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور سب سے پہلا میں ہوں جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا پس اللہ تعالیٰ میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کردے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اگلے پچھلے لوگوں سے عزت والا ہوں اور یہ فخریہ طور پر نہیں کہتا (ترمذی، مشکوٰۃ، دارمی) پھر آگے فرمایا: چنانچہ امام اجل ابوجعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ **لم یبعث اللہ نبیا من ادم فمن دونہ الا اخذعلیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیُؤمِنَنَّ بہ ولینصر نہ ویاخذالعھد بذالک علی قومہ**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

Marfat.com

بارے میں عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد بھی فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔ یہی تفسیر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی چنانچہ اس حکم ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نشر مناقب اور ذکر مناقب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ والسلام علیہم اجمعین فرماتے رہے اور اپنی مجالس پاک اور محافل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کر کے عظمت وشان بیان کر کے زینت دیتے رہے اور اپنی امتوں سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا وعدہ لیتے رہے۔ (الحسنات)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا تمام نبی اپنے اپنے وقت میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سجاتے رہے ہیں انبیاء کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی محفلوں کو سجانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اللہ کے حکم کی اطاعت ہے جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی محفلوں کو ناجائز یا حرام جانتے ہیں ان کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگر قرآن پاک پر ایمان رکھتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی محفلوں کو ناجائز اور حرام قرار نہ دیتے کیونکہ اللہ کریم نے نبیوں سے وعدہ لیا ہے اور نبیوں نے وہ وعدہ پورا کیا اپنے ماننے والوں کو اکٹھا کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سنایا حضور علیہ السلام کی خوبیوں کو بیان کیا کمالات وفضائل بیان کئے۔ خصائص بیان کئے۔ فضیلت بیان کی اور اپنی امتوں پر واضح کیا کہ جو آخر الزماں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے ہیں وہ سب نبیوں سے افضل واعلیٰ ہیں علم اختیارات فضائل ہر لحاظ سے کائنات میں ان کا ثانی نہیں وہ بے مثل اور بے مثال ہیں نورٌ علیٰ نور ہیں اور آگے فرمایا جو کوئی حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کا منکر ہوگا۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں کو روکنے والا ہے وہ ان بدعہد لوگوں سے ہے جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے سے پھر گیا اور اللہ نے اسے فاسق کہا ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں۔

پھر آگے اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ نبیو میرے ساتھ پکا وعدہ کرو جب تمہیں ہر چیز عطا فرما دی گئی ہو تو ثم جاء کم رسول پھر تمہارے پاس تشریف لائے میرا رسول تو یہاں اللہ وحدہ لاشریک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے چالیس سال بعد نبوت نہیں دی بلکہ سب نبیوں سے پہلے نبی بنایا ہے۔ کیونکہ اللہ کریم فرما رہا ہے نبیو پہلے وعدہ کرو پھر تمہیں ہر چیز عطا کی جائے گی کہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانو گے یہ الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے نبی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا ارشاد بھی ہے۔ کنت نبیاً وادم بین الروح والجسد کہ میں تو اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے ابھی جسم اطہر میں

marfat.com
Marfat.com

روح داخل نہیں ہوا تھا میں اس وقت بھی نبی تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس سال بعد نبوت ملی وہ منافق اور قرآن سے ناواقف ہیں کیونکہ اگر قرآن وحدیث پر ایمان ہوتا تو پھر یہ نہ کہتے کہ چالیس سال بعد نبوت ملی ہے قرآن وحدیث سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد نبوت ملی اور جو لوگ قرآن کیخلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ بدعہد ہیں اور منافق ہیں۔ صحیح العقیدہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز سے پہلے اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد سب خوبیاں حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی گئیں نبوت وعظمت وشان ہر چیز عطا فرمائی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے پھر والدین کی پشت مبارک میں سفر فرماتے ہوئے دنیا میں تشریف لائے تو حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی پیدا ہوئے ہیں۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔

تفسیر: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے نزدیک دین حق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ہے اگر کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے بغاوت کرتا ہے اور اس کئے ہوئے عہد سے پھرتا ہے جس کا ذکر قرآن کر رہا ہے تو وہ دین حق پر نہیں ہے بلکہ کافر ہے کیونکہ یہاں فسق سے مراد کفر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغاوت کفر ہے تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا انکار کرنیوالو! فضائل وکمال کا انکار کرنیوالو! یہ یاد رکھو کہ تم نے پلٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔ اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا انکار نہ کرو بلکہ اقرار کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک اختیارات' نورانیت' دیگر فضیلتوں کا اعتراف کرو اور یقین رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں بے مثل ہیں بے مثال ہیں سب سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں علم والے ہیں اختیارات والے ہیں رتبے والے ہیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسیٰ علیہ السلام اور

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور آخرت میں زیاں کاروں (یعنی خسارے والوں) میں ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی حضور علیہ السلام کی ولادت پاک سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے جو پوری ہوتیں اور ان کو فتح نصیب ہوتی جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ وکانوا مِنْ قَبْلُ یستفتحون علی الذین کفروا۔ تو جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو حسد کی وجہ سے انکار کرنے لگے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی اور یہ انکار لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھا دیدہ دانستہ تھا قرآن کہتا ہے۔ فلما جاء ھم ماعرفو اکفروا بہ مطلب کفار نے جاننے پہچاننے کے باوجود کفر کیا ہے انکار کیا ہے دیدہ دانستہ انکار کیا ہے اس سے معلوم ہوا اصل دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ہے جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی سے بھاگتا ہے وہ اسلام کا باغی ہے چاہے بہت بڑا نمازی کیوں نہ ہو اور ایسے لوگ خسارے والے ہیں اگر ظاہری رسموں کا نام ہی دین ہوتا یعنی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ تو پھر مدینے کے منافق بھی ایمان والے ہوتے مگر وہ ایمان والے نہیں کیونکہ ان کے دلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نہیں اور دین کی اصل عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مومن اور منافق میں فرق صرف محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ دیگر اسلامی رسومات پر تو منافق کا عمل بھی ہوتا ہے صرف منافق کا دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور احترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہوتا ہے اس لئے اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے وہ دین جس میں احترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو تو وہ دین قبول نہیں ہوگا۔ عقیدہ وہ قبول ہوگا جس کا عقیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا ہوگا کہ اگر حجر اسود کو چوم رہے ہیں تو تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا سمجھ کر چوم رہے ہیں۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: کیوں اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

تفسیر: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ان بارہ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مرتد ہو کر کفار سے جا ملے

marfat.com
Marfat.com

تھے ان میں ابو عامر راہب حارث بن سوید انصاری طمعہ بن مبارک حجوج بن اسلت وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ بعد میں انہوں نے مسلمانوں کو مدینہ شریف خط لکھے کہ کیا ہماری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ (الحسنات)

اس سے معلوم ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات و معجزات دیکھ کر اور قرآن پڑھ کر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا اقرار نہ کرے اللہ کریم اس پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ بینٰت سے مراد معجزات مصطفیٰ اور یا قرآن پاک مراد ہے تو جو بندہ قرآن پڑھ کر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص نہ مانے وہ شخص ظالم ہے۔ قرآن کے یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ بدنصیب وہ لوگ ہیں جو جانتے ہوئے بھی دھڑے بندی کی وجہ سے فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منکر ہیں نورانیت کے منکر ہیں اختیارات کے منکر ہیں اور دیکھنے میں بھی آیا ہے کہ یہ لوگ ہٹ دھرم ہوتے ہیں مگر اللہ کریم فرماتا ہے میں انہیں توفیق ہی نہیں دیتا کہ وہ باطل کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں اور یہ بدنصیبی کی انتہاء ہے کہ کسی کو توبہ کی توفیق ہی نہ ملے۔

أُولَٰئِكَ جَزَآؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ لوگ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور قیامت کے دن ان کے ساتھی بھی ان پر لعنت بھیجیں گے کہ ملعونو تم واپس کیوں آئے تم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریب سے جانتے تھے تو ان کے قریبی بھی ان پر لعنت بھیجیں گے اور مسلمانوں کی جماعت بھی ان پر لعنت بھیجے گی۔

خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾

ترجمہ: ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ ان پر عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا اگر گستاخ رسول دنیا سے توبہ کئے بغیر مر گیا نہ تو اس پر عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اس لئے اس دنیا میں توبہ کرنی چاہئے کیونکہ بدعقیدگی بہت بڑی لعنت ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾

ترجمہ: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اسکے بعد اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ حارث بن سوید انصاری رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی حارث بن سوید انصاری جب بدعقیدہ ہو کر دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر کفار سے جا ملے کچھ دیر بعد ندامت ہوئی کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی ہے تو وہ اپنی قوم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معافی مانگنا چاہتا ہوں کیا مجھے

marfat.com
Marfat.com

معافی مل سکتی ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ پھر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے توبہ کی۔ معلوم ہوا کہ سچے دل سے توبہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اللہ کریم سب کو بدعقیدگی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی وہی ہیں بہکے ہوئے ہیں۔

تفسیر: ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی (مظہری) یہود و نصاریٰ نے کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کتابوں میں پڑھے اور ان پر ایمان رکھتے تھے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جنگوں میں فتح کی دعائیں مانگتے تھے جو اللہ قبول فرماتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کو فتح نصیب ہوتی مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اور پھر اعلان نبوت فرمایا تو وہ منکر ہو گئے اور پھر اس حد تک ضدی ہوئے کہ کفر میں بڑھتے گئے ساتھ ساتھ گستاخ بھی ہوتے گئے تو بڑھنے سے مراد ان کا گستاخ ہونا ہے اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا یہ بدنصیب راہ حق سے بہک گئے ہیں گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک یہ سب کافروں کے بارے میں ہے کہ جنہوں نے اللہ کے کسی فرمان کو نہ مانا۔ لن تقبل توبتھم کا مطلب ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر کسی گناہ سے توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ ہو گی مطلب کہ عقیدۃً اگر یہود و نصاریٰ ہوں تو کسی برے عمل سے توبہ بھی کر جائیں تو ان کی یہ توبہ کسی کام نہیں آئیگی ان کو کوئی فائدہ مند ثابت نہ ہو گی جب تک وہ یہودیت اور عیسائیت یا کفر سے توبہ نہ کریں۔ اگر کفر سے توبہ کریں دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پکڑ لیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سچے دل سے ایمان لے آئیں مسلمان ہو جائیں پھر ان کے گناہوں کی توبہ قبول ہو سکتی ہے کیونکہ جو در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ جائے اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى
بِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے ان کیلئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار و مددگار نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور پھر کافر ہی دنیا سے گئے اگر وہ زمین کے برابر سونا فدیہ کریں تب بھی ان کی خلاصی نہ ہو گی ان کیلئے دردناک عذاب ہو گا کیونکہ انہوں نے اللہ کے احکام کو ٹھکرایا فرمان خداوندی کی پرواہ نہ کی نبیوں کی گستاخی کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا اور پھر گستاخیاں کیں تو ایسے گستاخ کو معافی ناممکن ہے ان کیلئے

marfat.com
Marfat.com

سخت ترین عذاب ہے اوران لوگوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا کیونکہ مدد تو ایمان والوں کی ہوگی جب کسی میں ایمان ہی نہ ہوگا تو مدد کی امید کیسے ہوسکتی ہے جو ایمان والے ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی اور پھر جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہ کریں اس کی مدد کر بھی کون سکتا ہے اس لئے گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ آج کل بعض لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہے یا تو وہ جاہل ہیں یا پھر وہ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہیں یہ وہی جانیں کہ وہ کیا ہیں!۔

❀......❀......❀

marfat.com

Marfat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو شخص اپنی پیاری چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے جنتی ہو جاتا ہے کیونکہ بِرّ سے جنت مراد ہے اور بِرّ سے بہت زیادہ بھلائی بھی مراد لی جاسکتی ہے اور بھی معنی ہیں بہرحال جو شخص اللہ کے راستے میں پیاری چیز خرچ کرتا ہے یہ وہ عملاً ثابت کرتا ہے کہ میں اللہ کریم کو سب سے پیارا جانتا ہوں تو اللہ خوش ہو جاتا ہے تو جب اللہ خوش ہوتا ہے تو اپنے بندے کو نوازتا ہے اور جنت عطا فرماتا ہے۔ اس کو بخش دیتا ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر سچے ہو۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابراہیمی ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حلال کیوں جانتے ہیں کیونکہ دین ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں تو اللہ کریم نے فرمایا ان کو کہو کہ توریت لاؤ اور پڑھو ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے مگر یہودی اپنے دعوے سے بھاگ گئے مکر گئے۔

علامہ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اونٹ کا گوشت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا عبادت کے خیال سے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی تو ان کی اولاد پر بھی حرام کر دیا گیا۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ التَّوْرٰت 'تورات نازل ہونے سے پہلے' یعنی توریت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ توریت میں اونٹ کا گوشت اور دودھ حرام نہیں کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت کو پڑھا نہیں تھا مگر ہر چیز کا علم تھا اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاؤ توریت اگر سچے ہو تو یہودی گھبرا گئے اور ذلت و رسوائی کی وجہ سے توریت نہ لائے۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہے۔

تفسیر: یعنی یہ لوگ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کر کے اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں یہاں ظلم سے مراد کفر بھی ہے کہ یہ لوگ کفر کر رہے ہیں جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر تم ابراہیمی ہونے کے دعویدار ہو تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی دین ابراہیمی کی پیروی ہے اور اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو تو پھر بھی حضور علیہ السلام کی پیروی کرو ان پر ایمان لاؤ کیونکہ یہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فرمایا ایک طرف تو تم اتنے بڑے بڑے دعوے کرتے ہو کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اللہ پر یقین رکھتے ہیں دوسری طرف تم کفر و شرک کرتے ہو اگر تم اپنی باتوں میں سچے ہو تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاؤ بصورت دیگر جھوٹے ہو۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا سارے جہانوں کا راہنما۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے یہودیوں نے کہا تھا ہمارا قبلہ یعنی بیت المقدس افضل ہے اور بیت اللہ سے پہلے کا ہے تو اللہ کریم نے یہودیوں کا رد فرمایا اور یہ آیت کریم نازل فرمائی۔ فرمایا سب سے پہلے زمین پر عبادت گاہ بیت اللہ شریف ہے اور جناب آدم علیہ السلام نے بھی نماز بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھی اور بیت اللہ کو تمام لوگوں کی عبادت کیلئے بنایا گیا اور پھر وہاں ایک نیکی کرنے والے کو ثواب ایک لاکھ کا ہے اور حج یہاں ہوا ہے۔ بیت المقدس تو مخصوص وقت میں مخصوص لوگوں کا قبلہ رہا ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان

marfat.com

Marfat.com

میں ہو اور اللہ کیلئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فضیلت بیت اللہ بیان فرماتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اے لوگو بیت اللہ تو بہت ہی فضیلت والا ہے کیونکہ اس میں میری نشانیاں ہیں اور ان میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ یہ پتھر جس پر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کر رہے تھے جیسے جیسے کعبہ کی دیواریں اونچی ہوتی جاتی تھیں یہ پتھر بھی اسی قدر از خود بلند ہوتا جارہا تھا تاکہ بیت اللہ کی تعمیر کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وقت پیش نہ آئے تو اللہ کریم نے اس پتھر کو مقام ابراہیم کے نام سے اپنی نشانی قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں اللہ کے نبیوں' ولیوں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ اللہ کی نشانیاں ہوتی ہیں جن کا احترام کرنا ہر مومن پر ضروری ہے۔ ورنہ پتھر تو محض پتھر ہی ہے مگر جب اس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو اس کو ایک عام پتھر کی طرح جاننا قرآن کا انکار ہے اسی طرح غیر نبی کو نبی کی مثل جاننا گمراہی اور بے دینی ہے کیونکہ اگر پتھر کو اللہ اپنی نشانی بیان کرتا ہے اس پتھر جیسا عام پتھر نہیں ہوسکتا تو نبی جیسا غیر نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں نبی بے مثل اور بے مثال ہوتا ہے۔ نبی کی مثل غیر نبی نہیں ہوسکتا اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ اس پتھر کا احترام ہر مومن پر ضروری ہے اس لیے مقام ابراہیم کا سب لوگ جو باایمان ہیں احترام کرتے ہیں معلوم ہوا نسبت کا احترام ضروری ہے اور فرمایا پھر بیت اللہ کا احترام بھی ہے اگر کوئی مومن اس میں داخل ہو جائے تو اس کیلئے امن ہے اور پھر بیت اللہ کی زیارت تو طواف ارکانِ حج میں سے ہے۔ لہٰذا ان نسبتوں اور فضیلتوں کے پیش نظر اللہ کریم فرماتا ہے اے یہودیو بیت المقدس میں یہ تو ایسی نسبتیں اور مقام نہیں ہیں تاہم اللہ کو کچھ فرق نہیں پڑتا اگر تم بیت اللہ کی فضیلت کو نہ بھی مانو' اللہ بے پرواہ ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے' اے کتابیو تم اللہ کی نشانیوں کا کیوں انکار کرتے ہو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں تو علم ہے میں نے توریت اور انجیل میں یہ سب کچھ بیان کر دیا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کمالات ہوں گے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبلتین ہوگا بیت اللہ کو قبلہ بنائے گا وغیرہ وغیرہ پھر تم جانتے ہوئے بھی انکار کر رہے ہو نیز کتابوں میں تحریف کرتے ہو مگر یاد رکھو اللہ سے تم کچھ نہیں چھپا سکتے اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کمالات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا اللہ کے فضیلت دیئے ہوئے مقامات ان کی فضیلت کا انکار کرنا ایمان نہیں گمراہی اور بے دینی اور منافقت ہے' لہٰذا جو لوگ دھڑے بندی کی وجہ سے خصائص و فضائل کا انکار کرتے ہیں ان کو اس برے فعل سے توبہ کرنی چاہیے بصورت دیگر ان لوگوں کا حشر منافقین کے ساتھ ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۹

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

تفسیر: یہودیوں اور عیسائیوں کا معمول تھا کہ حضور علیہ السلام کے خلاف پراپیگنڈہ کیا کرتے تھے خصوصاً ان لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتے جو لوگ تازہ تازہ اسلام لاتے یعنی نئے لوگ جو مسلمان ہوتے ان لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے اور کہتے کہ ٹھیک ہے توریت اور انجیل میں آخرالزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خبر ہے اور اس کی نشانیاں بھی ہیں مگر وہ یہ نہیں ہیں اگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے تو ہم بھی ایمان لے آتے وغیرہ وغیرہ اس طریقے سے ایمان لانے والوں کو گمراہی کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے تاکہ لوگ اسلام نہ لائیں حضور علیہ السلام کی غلامی میں نہ جائیں تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے یہودیو اور عیسائیو تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ یہ وہی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے متعلق جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے تم سے وعدے لیے ہوئے ہیں آج تم حسد کی وجہ سے منکر ہو مگر یاد رکھو اللہ تمہارے ہر عمل کو جانتا ہے یعنی تم اللہ سے کچھ چھپا نہیں سکو گے لہٰذا اس جرم کی تمہیں سخت سزا ملے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو یہود و نصاریٰ تو ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو گمراہ کیسے کیا جائے ان کے دلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقیدت کیسے ختم کی جائے ان کو مذہب اسلام سے دور کیسے کیا جائے مگر تم نے بچنا ہے کیونکہ یہ لوگ ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ لوگ دوبارہ کافر ہو جائیں اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اپنے مذہب پر پختہ ہونا چاہیے جن لوگوں کے گھروں میں اسلام نہیں وہ لوگ پختہ ایمان نہیں ہیں بس برائے نام مسلمان ہیں مومن وہ ہے جس کے دل میں یہودیت اور عیسائیت' کفر و شرک سے نفرت اور اسلام دار کی محبت ہو موجودہ دور میں جو لوگ اپنے آپ کو لیبرل ظاہر کرتے ہیں وہ کمزور ایمان لوگ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی لذت سے لطف اندوز ہوگا۔ ایک یہ کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے سب سے زیادہ محبوب ہو دوسرا یہ کہ جس سے دوستی رکھے صرف اللہ کیلئے رکھے تیسرا یہ کہ اسے دوبارہ

marfat.com

Marfat.com

کافر بنا اس قدر ناگوار ہو جیسے آگ میں گرنا ناگوار ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا پختہ مسلمان وہی ہے جو بدعقیدگی سے نفرت کرے جس کے دل میں بدعقیدگی سے نفرت نہیں وہ پختہ مسلمان نہیں ہے کمزور ایمان شخص ہے۔

اور اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ اوس اور خزرج کے درمیان اسلام لانے سے قبل سخت دشمنی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے دشمنی دوستی میں بدل گئی اور دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے دشمنی ختم ہو گئی اور مل کر رہنے لگے۔
ایک دن دونوں قبیلوں کے لوگ باہم گفتگو کر رہے تھے اور اس طرح ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کر رہے تھے کہ کبھی دشمنی تھی ہی نہیں تو شاس بن قیس یہودی جو بہت متعصب تھا اسلام کا عظیم دشمن تھا اس نے گزرتے ہوئے دیکھا کہ جن کے درمیان سخت دشمنی تھی وہ مسلمان ہو کر بھائی بھائی بن بیٹھے ہیں یہ تو ہمارے لیے سخت نقصان دہ بات ہے چنانچہ اس نے ایک آدمی کو کہا جاؤ ان کے درمیان ان کی پرانی لڑائی کی باتیں چھیڑو اور تذکرے کرو اور وہ اشعار پڑھو جو وہ دونوں قبیلے اپنی اپنی بہادری ظاہر کرنے اور دوسرے کی تذلیل کیلئے پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں کی یہ سازش کامیاب ہوئی دونوں قبیلے لڑنے مرنے کیلئے تیار ہو گئے تو حضور علیہ السلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ساتھ لیے وہاں تشریف لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر دونوں قبیلوں نے تلواریں پھینک دیں اور ایک دوسرے کے گلے مل کر رونا شروع کر دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور تم کیونکر کفر کرو گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اور تم میں اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔
تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تم کفار کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو تم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ ہو۔ مطلب کہ تم آپس میں نہیں لڑ سکتے کیونکہ تم نے حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے قرآن سنا ہے یعنی تم عقائد کے لحاظ سے ایک ہو تمہارا اختلاف نظریاتی نہیں ہے۔ تم سب حضور علیہ السلام کے غلام ہو اصل اختلاف تو وہ ہوتا ہے جو نظریات کا (یعنی عقائد کا اختلاف) ہو جیسے یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کا ہے اگر مذہب ایک ہو تو وہ اختلاف اختلاف نہیں' وہ غلط فہمی پر ہوتا ہے جو ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امام حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان تھا جو بعد میں ختم بھی ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے

marfat.com

Marfat.com

اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے کبھی حضور علیہ السلام لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ میرا یہ بیٹا حقیقی سیّد ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا مرتضیٰ جناب علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان اختلاف ہوگا اور پھر جناب امام حسنؓ سے بھی اختلاف ہوگا۔ اس کے باوجود حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِنَّ ابۡنِیۡ هٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنۡ یُّصۡلِحَ بِهٖ بَیۡنَ فِئَتَیۡنِ عَظِیۡمَتَیۡنِ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ) (بخاری)

تو فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک اس اختلاف کے باوجود کوئی گروہ اسلام سے خارج نہیں دونوں گروہ ایمان دار ہیں کیونکہ یہ اختلاف کفر اور اسلام کا نہیں تھا بلکہ اجتہادی غلطی تھی اس لیے اللہ کریم نے بھی فرمایا ہے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیو تم کیسے کفر کرسکتے ہو تم نے تو حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے قرآن سنا ہے تم پر آیات تلاوت ہوتی ہیں جب دونوں گروہوں سے کفر ثابت نہیں تو کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ دونوں گروہوں میں سے کسی پر تنقید کرے اگر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر تنقید کرے گا تو ایسا شخص خارجی ہوگا اور اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرے گا تو ایسا شخص رافضی ہوگا یہ دونوں گمراہ فرقے ہیں اہلسنت وہ ہے جو حضور علیہ السلام کے ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احترام کرے۔

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا جو ان سے محبت کرتا ہے تو مجھ سے محبت رکھنے کے باعث محبت کرتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے تو مجھ سے عداوت رکھنے کے باعث عداوت رکھتا ہے جس نے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ (اللہ) اسے پکڑے اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہوں تو کہو تمہاری شرارت پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ مومن وہ ہے جو حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کا احترام کرے اور ان کے اختلاف کو اجتہادی غلطی جانے کیونکہ ان کا اختلاف کوئی کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی اور دونوں گروہ مسلمان تھے قرآن پاک اور حضور علیہ السلام نے دونوں کے مسلمان ہونے کی سند جاری کی ہے پھر آگے فرمایا تم میں اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

تشریف فرما ہے تو جس نے اللہ کا سہارا لیا ضرور صراط مستقیم پر ہے۔
اس کا مطلب ہے کہ جن کے دلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہو عشق ہو وہ لوگ کفر و شرک کی طرف مائل ہر گز ہر گز نہیں ہو سکتے اس لیے فرمایا تم کیونکر کفر کرو گے یعنی اے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمہارے متعلق تو کفر و شرک کا گمان کرنے والا بھی گمراہ بے دین ہے۔ تم تو اسلام سے باہر ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اللہ دل کی باتوں کو جانتا ہے اور عالم الغیب ہے وہ اللہ جانتا ہے کہ کون کیا کرے گا۔ یہ مومن رہے گا یا کفر و شرک کی طرف مائل ہو جائے گا تو جو اللہ اس شان کا مالک ہے کہ ہونے والے معاملات کا علم رکھتا ہے وہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی گارنٹی دے رہا ہے کہ اے صدیق و فاروق اور عثمان و علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تم کفر و شرک کی طرف جا ہی نہیں سکتے تو جس کی گارنٹی اللہ وحدہ لاشریک دے ان کے ایمان پر شک کرنے والا ایمان والا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا حضور علیہ السلام سے محبت اور وفا کرنا اللہ سے محبت اور وفا کرنا ہے تو ایسا شخص صراط مستقیم پر ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر اور تم مسلمان۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک ایمان والوں کو حکم دے رہا ہے کہ اے ایمان والو مجھ سے بچو۔ اتقوا کا معنی ہے خوب بچو اس کا مطلب ہے کہ اے ایمان والو میرے غضب سے بچو میری ناراضگی سے بچو اور اس طرح محتاط رہو یعنی بچو جیسے بچنے کا حق ہے یعنی ہر اس کام اور کلام سے بچو جس سے میں ناراض ہو سکتا ہوں یا غضب ناک ہو سکتا ہوں اس میں برے اعمال بھی ہیں اور خصوصاً برے عقائد مراد ہیں اور بری تقریر اور تحریر بھی مراد ہے کہ ایسی گفتگو یا تقریر اور تحریر کرنے سے گریز کرنا بچنا جس سے میں غضب ناک ہو سکتا ہوں مثلاً توحید کا انکار نہ ہو اس سے بچو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اور کسی فضیلت کا انکار نہ ہو فضائل و خصائص کا انکار نہ ہو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا انکار نہ ہونے پائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا انکار نہ ہونے پائے یعنی ہر اس برے عقیدے اور برے عمل سے بچو جس سے میں غضبناک ہو سکتا ہوں اور اس طرح بچو جس طرح بچنے کا حق ہے' کا مطلب ہے کہ کفر و شرک رافضیت اور خارجیت قریب پھٹکنے نہ پائے جب تمہیں موت آئے تو بد عقیدگی سے نفرت ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ہو یعنی سچے پکے مسلمان ہو کر دنیا سے جانا۔ اس سے معلوم ہوا صلح کلی کمزور ایمان ہوتے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

marfat.com
Marfat.com

اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں دشمنی تھی اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے ان الفاظ میں اپنے بندوں کو صراط مستقیم پر رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو یعنی متحد رہو پھٹ نہ جانا اگر تم نے اللہ کی رسی کو چھوڑ دیا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ تم گمراہ ہو جاؤ گے جس سے تمہاری دنیا اور آخرت خراب ہو جائے گی اور جہنم کا ایندھن بن جاؤ گے اور اللہ کے غضب کا نشانہ بن جاؤ گے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ حبل کیا ہے؟ بعض نے کہا کہ حبل سے مراد صراط مستقیم ہے۔ حضرت پیر کرم شاہ قریشی بھیروی اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں حبل کا لغوی معنی ہے "السبب الذی یوصل به الی البغیة" (القرطبی) یعنی وہ چیز جو مقصود تک پہنچنے کا سبب ہو لیکن اس کا استعمال مختلف معنوں میں ہوتا ہے وہ پٹھہ جو گردن کو کندھوں سے ملاتا ہے اسے بھی حبل کہتے ہیں اس لیے بعض نے کہا کہ حبل سے مراد آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں صراط مستقیم ہے۔ الصواعق المحرقہ میں حدیث ہے کہ طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرو کیونکہ دونوں اللہ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں۔ (**اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر فهما حبل الله**)

اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی رسی خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور بعض نے قرآن اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے مگر بندہ کا خیال ہے کہ یہ سب حق ہیں کسی کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ان میں سے کسی کا انکار کرنا گمراہی و بے دینی ہے۔ قرآن بھی حق، آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حق ہیں۔ لہٰذا جتنے اقوال ہیں ان کے درمیان تطبیق دینا ضروری ہے تا کہ کسی بھی فرمان کا انکار نہ ہو سکے۔ لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یوں مانا جائے جیسے اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا اور حضور علیہ السلام کی حدیث سے ثابت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق عقیدہ وہ رکھا جائے جو قرآن نے کہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہلسنت نے عمل کر کے دکھایا اور اللہ کی توحید پر اس طرح ایمان ہو جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا اور قرآن نے بیان کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کر کے دکھایا ہے تو ثابت ہوا اللہ کی رسی یہ ہے کہ اللہ کی توحید پر ایمان ہو اور رسول

marfat.com
Marfat.com

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عقیدہ درست ہو یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اختیارات نورانیت دیگر معجزات فضائل وخصائص پر پختہ یقین ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین ہو یعنی ان کا ماننے والا ہو مختصراً یہ کہ نہ خدا کا منکر ہو نہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو اور نہ ہی اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہو' نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور اولیاء اللہ کا عقیدت مند ہو تو ایسا شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والا ہے اور یہی اللہ کی رسی ہے جس کو مضبوطی سے تھامنے کا اللہ کریم نے حکم فرمایا ہے جو شخص ان میں سے کسی کا گستاخ ہوگا خواہ توحید کا منکر ہو یا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو یا صدیقوں' شہیدوں' ولیوں کا منکر ہوگا وہ اللہ کی رسی کو چھوڑنے والا ہوگا اور وہی شخص مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے والا ہوگا اور فتنہ پھیلانے والا ہوگا اور گمراہ ہوگا اور فساد پھیلانے والا ہوگا۔

اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو نیچا دکھانے پر تلا ہوا تھا اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کیلئے موقعہ تلاش کرتے رہتے تھے اور خون بہانا تمہارا معمول بن چکا تھا اور صدی سے زیادہ پرانا بیر تھا مگر اللہ وحدہ لاشریک کا تم پر فضل ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تم مسلمان ہوئے اور تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور وہ تمہارا سوسالہ بیر ختم ہوا اور کل جو ایک دوسرے کا خون کرنا چاہتا تھا آج وہ اس کا بھائی بن گیا اور وہ سارا فساد جو جہالت کے دور کا شروع تھا ختم ہوگیا تو حضور علیہ السلام کا تشریف لانا اور فساد کا ختم ہونا اور ایک دوسرے کا بھائی ہونا یہ اللہ کا تم پر فضل ہے اور احسان ہے اس کا خوب تذکرہ کیا کرو کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کی عظمت وشان ظاہر ہوتی ہے اور کفر کا دل جلتا ہے اس لیے کہ جتنا ذکر زیادہ ہوگا اس قدر کفر مایوس ہوگا اور پھر فرمایا تم غار دوزخ کے کنارے پر تھے اللہ نے تمہیں بچالیا مطلب کہ اگر تم کفر کی حالت میں اس دشمنی کی بھینٹ چڑھ جاتے اور دنیا سے کفر کی حالت میں ہی جاتے تو تم دوزخ میں جاتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے سے اور ان کے وسیلے سے اللہ نے تمہیں ایمان نصیب کیا اور تم سب لوگ حضور علیہ السلام کی غلامی میں آگئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب دوزخ سے محفوظ ہوگئے۔

اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم ہدایت پاؤ اس کا مطلب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں پختگی پیدا کرو تو فتنہ فساد سے محفوظ رہو گے کیونکہ حضور علیہ السلام کے غلام ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے اور اس سے اللہ کریم خوش ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا اللہ کی نعمت کو یاد کرو اللہ نے تحریر کیا ہے۔ یہاں یاد رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں تمام نعمتیں بہت چھوٹی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمت عظمیٰ ہیں جس سے ثابت ہوا میلاد پاک منانا قرآن کے عین مطابق ہے اور انکار کرنا یا میلاد کی مخالفت کرنا قرآن کی مخالفت ہے۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی مسلکی اختلاف نہ تھا سب کے سب ایک اللہ اور ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے والے تھے اور ان کے سینے کینے سے پاک

marfat.com
Marfat.com

تھے جیسا کہ قرآن نے واضح فرمایا ہے کہ پہلے تم میں دشمنی تھی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اللہ کریم نے ان کے سینوں میں محبت پیدا کر دی اور جو اختلاف تاریخ بیان کرتی ہے ان میں اکثر من گھڑت ہیں اور یہودیت کی سازش ہے جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلفاء ثلاثہ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے اور ان کے مشیر رہے اور امام مانتے رہے۔

اگر تاریخ کوئی ایسا واقعہ پیش کرتی ہے جس سے خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں اختلاف ثابت ہوتا ہے تو قرآن کے مقابلے میں اس تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں۔ تاریخ کا انکار اور قرآن کا اقرار کرنا ضروری ہے کیونکہ قرآن پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور انکار کفر ہے اور قرآن کا واضح اعلان ہے۔ **وتزعنا مافی صدور ھم من غل** (اللہ فرماتا ہے) ''اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے ہیں'' تو جب قرآن کہتا ہے کہ ان کے سینے صاف تھے نہ اصحاب ثلاثہ کو جناب علی سے اور نہ جناب علی کو اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی عداوت تھی تو تاریخ غلط ہو سکتی ہے قرآن غلط نہیں ہو سکتا اور جو شخص تاریخ کو مان کر قرآن کو غلط کہے گا اور اصحاب ثلاثہ کو برا کہے گا وہ شخص نامراد بے ایمان ہے اور گمراہ ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے اے میرے بندو ایک گروہ آپ میں ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بھلائی کیا ہے کیونکہ بعض لوگوں نے صرف اس عمل کو بھلائی جان لیا ہے کہ حقوق العباد پورے کئے جائیں۔ بعض لوگوں نے اس کو بھلائی جان لیا ہے کہ حقوق اللہ پورے کئے جائیں۔ حقوق اللہ سے مراد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بھلائی ہے اور حقوق العباد میں والدین کی خدمت، بہن بھائی، رشتہ دار اور پڑوسیوں وغیرہ کی خدمت سب شامل ہیں۔ مگر ان دونوں کی ثانوی حیثیت ہے۔ سب سے پہلے ایمان کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر عقیدہ درست نہیں ہوگا تو خدمت انسانیت کسی کام نہیں آئے گی مثلاً یہودی ہو یا عیسائی ہو، ہندو ہو سکھ ہو یا کوئی بھی کافر ہو تو اسکو مخلوق خدا کی خدمت دوزخ سے نہیں بچا سکے گی اور قرآن پاک کا واضح اعلان ہے۔ **(فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین)**

ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے دوزخ کی آگ کا ایندھن پتھر اور لوگ ہوں گے اور وہ کون لوگ ہوں گے وہ کافر ہوں گے اور دوزخ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے معلوم ہوا کافر کی کوئی نیکی کام نہیں آئے گی

marfat.com

Marfat.com

خواہ وہ کتنی ہی مخلوق خدا کی خدمت کرے فائدہ نہیں ہوگا اسی طرح خواہ متقی پرہیز گار کیوں نہ ہو نماز روزہ حج زکوٰۃ دیگر شرعی احکام کا پورا کرنے والا بھی ہو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو بظاہر شکل وصورت سے اسلامی ہو مگر عقیدہ ٹھیک نہیں ہوگا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور اولیاء عظام کے متعلق ان لوگوں کا عقیدہ درست نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص فضائل کے منکر ہوں گے تو ایسے لوگوں کو بھی شرعی احکام پر عمل کرنا فائدہ نہیں دے گا چنانچہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔

اولئك الذين حبطت اعمالهم فى الدنيا والاخرة وما لهم من نصرين○

ترجمہ: یہ ہیں جن کے اعمال اکارت گئے (یعنی ضائع ہوگئے) دنیا اور آخرت میں ان کا کوئی مددگار نہیں۔

تو قرآن سے ثابت ہوا صرف ظاہری لبادہ دیکھ کر کہ اس کی شکل اسلامی ہے۔ اچھے عمل کا درس دیتا ہے یا لوگوں کی خدمت کرتا ہے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ یہ جان لینا کہ یہ بھلائی والے ہیں انتہائی سادگی ہے اور بھولا پن ہے۔ اصل بھلائی تو عقیدے کی درستگی ہے اگر عقیدہ درست ہوا تو یہ تمام عمل کام آئیں گے اگر عقیدہ غلط ہوا مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا منکر ہو نورانیت کا منکر ہو علم کا منکر ہو اختیارات وغیرہ کا منکر ہو یا اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ غلط ہو ان کا گستاخ ہو تو یہ سب کیا دھرا ضائع ہو جائے گا۔ یہ سب عمل نماز روزہ وغیرہ کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس پر ایک حدیث بھی پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ وہ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے وہ پیکان میں دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے لکڑی کو دیکھیں تو کچھ نظر نہ آئے البتہ شکار کو دیکھ کر شک گزرتا ہے۔

پس قرآن حدیث سے ظاہر ہوا اصل بھلائی صحیح العقیدہ ہونا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ نہیں جی عقیدے کو چھوڑو وہ منافق ہیں اصل میں وہ خود بدعقیدہ ہوتے ہیں اور خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تو اپنے گندے عقائد کو چھپانے کیلئے وہ سیدھے سادھے مسلمانوں کو کہہ دیتے ہیں کہ بس نماز روزہ کی باتیں کریں۔ عقائد کی لڑائیاں ختم نہیں ہوتیں لہٰذا صرف آپ نماز روزہ قائم کریں مگر آہستہ آہستہ وہ بھی اپنے عقائد کی طرف لے جاتے ہیں اور گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنا دیتے ہیں تو اس تمام بحث سے ثابت ہوا اصل بھلائی عقائد کی درستگی ہے لہٰذا جو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اس سے مراد وہ علمائے حق ہیں جو لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام بناتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا کرتے ہیں جن کی فضیلت قرآن وحدیث نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

سے سنا جس نے طلب علم کیلئے کسی راہ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راہ پر گامزن کرا دیتا ہے اور فرشتے طالبعلم کی رضا مندی کے حصول کیلئے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں۔ بیشک آسمان اور زمین کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کیلئے مغفرت طلب کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ بلاشک علماء (حق اہلسنّت) انبیاء کے وارث ہیں درحقیقت انبیاء نے سونا چاندی ترکہ میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کا ترکہ علم ہے جس نے اس علم سے حصہ حاصل کیا اس نے پورا فائدہ اٹھایا۔ (مشکوٰۃ' احمد' ترمذی' ابن ماجہ' ابوداؤد' دارمی وغیرہ)۔

اس سے ثابت ہوا جن کی فضیلت ہے وہ یہ جاہل نہیں جو خود کو تبلیغی ظاہر کرتے ہیں تو بھلائی کی طرف بلانے والوں سے مراد علماء حق اہلسنّت و جماعت ہیں یہی وہ لوگ ہیں اچھائی کا حکم کرنے والے ہیں اور برائی سے منع کرنے والے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں کیونکہ جب تک عقیدہ درست نہیں ہوگا مراد کو نہیں پہنچ سکتا جب عقیدہ درست ہوگا اہلسنّت و جماعت ہوگا تو پھر اعمال کی تبلیغ کا فائدہ ہوگا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا درس دینا ذریعہ نجات ہوگا۔ اگر عقیدہ غلط ہوگا اور تبلیغ پر نکل پڑے تو وہ ایک مذہبی بہروپیا ہوگا جو اچھے اعمال سے دھوکا دے کر بدعقیدہ بنائے گا اور ایمان ضائع کر دے گا اس۔ لیے اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا تم میں ایسے لوگ علماء حق ہونے چاہیے جو لوگوں کے عقائد درست کریں کافروں کو ایماندار بنائیں۔ فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کر کے ان کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کریں اور جو لوگ عملی کوتاہیوں میں ملوث ہیں ان کو صراط مستقیم پر چلنا سکھائیں ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا کریں تاکہ وہ لوگ اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے میں دقت محسوس نہ کریں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ پڑے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آ چکی تھیں اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو تم ان جیسے نہ ہونا یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہونا کیونکہ یہودی (۷۱) اکہتر فرقوں میں اور عیسائی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے تو اللہ کریم نے فرمایا تم ایسا نہ کرنا کیونکہ جب بھی کوئی علیحدہ ہوتا ہے تو پہلوں سے اختلاف کر کے ہوتا ہے اور ایک نئی سوچ پیدا کرتا ہے جو پوری جماعت میں پہلے نہیں ہوتی۔ فرمایا تم ایسا نہ کرنا تم جماعت کے ساتھ رہنا کیونکہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ دیا ہے یا سکھایا ہے وہ حق ہے اور میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی کہتا ہے کہ جو میری رضا ہو جس پر قرآن گواہ ہے لہٰذا اگر تم اس کے خلاف کرو گے تو تم قرآن اور رسول صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرو گے اور جو فرمان خداوندی اور حضور علیہ السلام کے فرمان کے خلاف کرے گا اس کیلئے عذاب عظیم ہوگا۔ مگر ہر کوئی دعویدار ہے کہ ہم حق پر ہیں باقی سب بغاوت کرنے والے ہیں تو اس کا فیصلہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کر رہا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون بغاوت کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر بھی ایسے وقت آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے جس طرح کوئی بنی اسرائیل اپنی ماں کے پاس علانیہ طور پر آیا تو ایسا ہی میری امت میں ہوگا بیشک بنی اسرائیل (۷۲) بہتر فرقوں میں بٹی تھی میری امت (۷۳) تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ماسوائے ایک سب کے سب جہنمی ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا وہ جماعت کونسی ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

اس سے ثابت ہوا حق والے لوگ وہی ہیں جو حضور علیہ السلام کے غلام ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کا عقیدہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا ہوگا وہی لوگ حق والے ہوں گے اور وہ صرف اہلسنت و جماعت ہیں کیونکہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو حضور علیہ السلام کے اختیار کا انکار کیا ہے اور نہ ہی علم پاک کا اور نہ ہی نورانیت کا انکار کیا جو لوگ حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں اپنے جیسا بشر جانتے ہیں ان کا عقیدہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہیں ہے اور نہ وہ قرآن وحدیث میں دکھا سکتے ہیں لہٰذا بغاوت کرنے والے وہ لوگ ہونگے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد سے ہٹ کر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے ہوں گے اور حضور علیہ السلام کو اپنی طرح کا ایک عام آدمی تصور کرتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے ان لوگوں کیلئے عذاب عظیم ہے کیونکہ وہ اسلام میں فتنہ ڈالنے والے لوگ ہیں۔

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ‌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: جس دن کچھ منہ اُجالے ہوں گے (یعنی چمکتے ہوں گے) اور کچھ کالے ہوں گے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

تفسیر: ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے غلاموں کے چہرے چمکتے ہوں گے ایمان کا نور چہروں پر نمایاں نظر آتا ہوگا اور کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ یہودی ہوں گے یا عیسائی بت پرست ہوں گے یا وہ منافق۔ کسی مومن کا چہرہ سیاہ نہیں ہوگا اور جس کلمہ پڑھنے والے کا چہرہ سیاہ ہوگا وہ منافق ہوگا جو بظاہر تو کلمہ پڑھتا تھا مگر دل میں ایمان

marfat.com
Marfat.com

نہیں تھا وہ حضور علیہ السلام کی محبت سے خالی تھا اور ایسے لوگوں کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہوتے ہیں' عظمت وشان سن کر طرح طرح کی باتیں بناتے رہیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام بشر جانیں گے۔ علم واختیارات نورانیت کا انکار کریں گے یہی ان کی منافقت کی دلیل ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے فضائل کا بھی انکار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو ہی اللہ کریم فرمایا ہے کہ اب چکھو عذاب میرا۔ تم نے میری آیات کا انکار کیا ہے جو کفر ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۷

ترجمہ: اور وہ جن کے منہ اجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن چمکتے اور روشن چہرے صرف ایمان والوں کے ہوں گے اور انہی پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوگا اور وہ ہی ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہوں گے۔ اب دیکھنا ہے کہ ایمان کن کے پاس ہے یوں تو سبھی دعویدار ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں مگر فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ (بخاری شریف کتاب الایمان)

اس سے ثابت ہوا ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے اور حضور علیہ السلام سے محبت کرنے والوں پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جیسے ستون حنانہ ایک لکڑی کا ٹکڑا جنت میں جائے گا کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیار کیا ہے اس لیے بندے کو چاہیے کہ فرائض میں غفلت نہ برتے اور ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرے اور نیک عمل ذکر واذکار نفل ونوافل اس قدر کرے کہ اکتا نہ جائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضور علیہ السلام تشریف لے آئے تو فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یہ فلاں عورت ہے اور اس کے کثرت نماز کا ذکر چھیڑ دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ٹھہر وصرف اتنا عمل کرو جتنا ہمیشہ کرسکتی ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اجر دیتے ہوئے نہیں تھکے گا مگر تم عبادت سے تھک جاؤ گی اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرے۔

(بخاری کتاب الایمان)

لہٰذا ان کو چاہیے صحیح العقیدہ ہو اور توفیق کے مطابق نیکی کرے فرائض پورے کرے گناہ سے بچنے کی کوشش کرے اور پھر اللہ کی رحمت پر یقین رکھے کیونکہ بخشش عملوں پر نہیں اللہ کے فضل پر منحصر ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۸

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا کہ ہم ایسے ہی نہیں کسی کو سزا دیتے اور کسی پر رحمت کر کے اپنے انعامات سے نواز دیتے ہیں پہلے ہم ان پر اپنی آیات پیش کرتے ہیں کہ اگر تم نے ہمارے حکم کے مطابق عمل کیا ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ان کی غلامی اختیار کی' ان کے فضائل وخصائص پر ایمان لائے ان کی فضیلت و معجزات' کمالات پر ایمان لائے تو ہم تمہیں اپنا قرب عطا کریں گے اور پھر دین و دنیا اور قبر و حشر میں عزت عطا کریں گے۔

وقار اور شان کے ساتھ آخرت میں جنت عطا فرمائیں گے اور اگر تم نے اطاعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کی احکام شرعیہ پر عمل نہ کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص' نورانیت' علم واختیارات کا انکار کیا اور گستاخیاں کیں اپنی ہی مثل کا ایک عام آدمی جان لیا تو تمہیں سخت سزا دی جائے گی اور اللہ کریم کسی پر ظلم نہیں کرتا یہ سزائیں ان لوگوں کو اپنی کرتوتوں سے ملی ہیں۔ اگر کافر ہمیشہ کا دوزخی ہوا ہے تو یہ اس پر ظلم نہیں کیونکہ اس نے اللہ کے مقابلے میں بتوں کی عبادت کی ان کو الٰہ جانا اور شرک کیا ہے اگر اس نے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہے تو یہ بھی کفر ہے اگر اس نے منافقت کی ہے تو یہ کفر سے زیادہ بڑی برائی ہے کہ بظاہر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا اور دل میں ایمان نہ تھا۔ اگر عقیدہ ٹھیک ہے تو پھر بھی اللہ کریم کے فرمان پر عمل نہ کرے اس شخص نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے مختصراً اللہ کریم بندوں پر زیادتی نہیں کرتا نافرمانوں کو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب ہوگا جیسے بادشاہ کے حکم کی مخالفت کرنا اس کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ ع ۸

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو' اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بشارت دے رہا ہے کہ اے میرے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو تمہیں یہ فضیلت دی جاتی ہے کہ تم سب امتوں سے افضل ہو جیسے حضور علیہ السلام سب نبیوں سے زیادہ فضیلت دیئے گئے ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے حضور علیہ السلام کے غلام یعنی مسلمان سب قوموں سے افضل ہیں یہ ساری عزت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے ملی ہے اور پھر فرمایا اس لیے بھی تمہیں فضیلت حاصل ہے کہ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو۔

marfat.com
Marfat.com

یعنی تم کفر و شرک کی طرف نہیں لوٹتے بلکہ کفار اور مشرکین' یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہو بھلائی سے مراد ایمان کی طرف بلانا ہے کیونکہ سب سے بڑی بھلائی عقائد کا درست ہونا ہے (برائی سے منع کرتے ہو) کا مطلب ہے کہ کفر و شرک سے لوگوں کو روکتے ہو۔ یہاں خاص بات جو قرآن نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی بھی اللہ پر ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔ حالانکہ کتابی یہودی ہوں یا عیسائی وہ اللہ کو تو پہلے ہی مانتے ہیں یہاں تو ان کیلئے بہتر تھا کہ وہ حضور علیہ السلام پر ایمان لاتے مگر اللہ کریم نے واضح فرمادیا ہے کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانا اللہ پر ایمان لانا ہے جو شخص حضور علیہ السلام کا منکر ہے وہ اللہ کریم کا بھی منکر ہے خواہ وہ اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہو۔

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلی دی ہے کہ اے ایمان والو اگر یہ لوگ تم سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے چنانچہ جنگ یرموک اور قادسیہ میں ایسا ہی ہوا۔

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَۗ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے رہے یہ اس لیے کہ نافرمان اور سرکش تھے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہودیوں پر ذلت و رسوائی مسلط کردی گئی ہے۔ اللہ اور لوگوں کی رسی کا مطلب ہے کہ جیسے کسی کتے کے گلے میں رسی ڈال دی جائے اور اسے کبھی کوئی کھینچے اور کبھی کوئی کھینچے تو اس کتے کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں کا سکون تباہ کردیا گیا ہے نہ وہ دنیا میں سکون لے سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں اس لیے کہ یہ اللہ کی آیات کے منکر ہوئے ہیں نبیوں کے گستاخ ہیں سخت نافرمان اور سرکش ہیں۔

لَیْسُوْا سَوَآءًؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: سب ایک جیسے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کے وقت سجدے کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ کریم نے ان یہودیوں کا ذکر فرمایا ہے جو کٹر قسم کے مذہبی تھے جو آسمانی کتب میں احکام تھے ان کی پابندی کرتے تھے رات کو تلاوت کرتے اور نفل و نوافل پڑھتے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہوئی اور پھر اعلان نبوت فرمایا تو وہ ایمان لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے دیگر لوگ جو پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۱۴

ترجمہ: اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم (دیتے ہیں) اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں (جلدی کرتے ہیں) اور یہ لوگ لائق (یعنی نیک) ہیں۔

تفسیر: مطلب کہ یہ اچھے ذہن کے لوگ تھے اس لیے اللہ کریم نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازا اور وہ جب یہودی تھے اس وقت بھی وہ قیامت پر یقین رکھتے تھے اور بھلائی کا حکم دیتے' برائی سے منع کرتے اور نیکی کرنے والے تھے یعنی طبعاً نیک لوگ تھے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا تو ان لوگوں نے بہتری جانتے ہوئے فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اختیار کر لی اور ایمان لے آئے۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۱۱۵

ترجمہ: اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو شخص نیکی کرے گا اس کو نیکی کا بدلہ ضرور ملے گا مگر اللہ کو ہر چیز کا علم ہے کہ کون لوگ ہیں جو متقی پرہیز گار ہیں' ورکون ہیں جو منافق ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱۶

ترجمہ: وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچا لیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا (ہے)۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے کہ جو کافر مریں گے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں کریں گے اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے یہودی، عیسائی ہی مریں گے مطلب کہ حضور علیہ السلام کے گستاخ اور منکر بن کر ہی مریں گے منافق کلمہ تو پڑھیں گے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق عقیدہ صحیح نہ ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلتوں اور صفتوں کا انکار کریں اور اسی حالت میں مر جائیں تو ایسے لوگوں کا نہ تو وہ مال جو نیکی پر خرچ کرتے ہیں کام آئے گا اور نہ ہی اولاد کیونکہ نیک اولاد بھی مرنے کے بعد فائدہ دیتی ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے دوسرے مستفیض ہوتے ہوں یا نیک اولاد جو والدین کیلئے دعائیں کرتی ہو (مشکوٰۃ مسلم) اس سے بہت سے مسائل حل ہو رہے ہیں کہ مرنے کے بعد صدقہ جاریہ بھی نفع دیتا ہے اور علم بھی نفع دیتا اور نیک اولاد بھی نفع دیتی ہے اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد دعا کرنا بھی مردے کیلئے نفع بخش ہے اور زندہ مردہ کو نفع دے سکتا ہے۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ ایسا شخص یا تو جاہل ہے یا پھر گمراہ ہے یا دونوں صورتیں ہیں ہاں کافر کو نہ مال کا خرچ کرنا اور نہ ہی اس کی اولاد کوئی نفع دے سکتی ہے۔ مگر جو ایمان والے ہیں ان کو لوگوں اور اس کی اولاد کی دعائیں نیز وہ مال جو اس نے نیکی پر خرچ کیا ہوگا نفع دے گا۔ اس سے ثابت ہوا ہر نیک عمل اس وقت فائدہ دے گا جب عقیدہ درست ہوگا۔ اگر عقیدہ گندا ہوا کفر و شرک یا منافقت کا گند دل میں بھرا ہوگا، عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہوگا تو ایسے شخص کو کوئی نیک عمل فائدہ نہیں دے گا خواہ نمازیں پڑھے، روزے رکھے، کتنا بڑا مبلغ ہو نیک عمل سے اگر فائدہ ہو سکتا ہے تو صرف اس صورت میں کہ دل میں حضور علیہ السلام کی عقیدت ہو محبت ہو کیونکہ یہی ایمان ہے گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نیکی فائدہ نہیں دے گی۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقائد کو چھوڑو بس عمل کی بات کرو وہ لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف اور جاہل ہیں اگر جانتے ہوئے ایسا کہتے ہیں تو منافق ہیں۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا (سخت سردی) ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی (یعنی تباہ کر گئی) اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان لوگوں کا مال خرچ کرنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اس لیے کہ سب سے پہلے

marfat.com

Marfat.com

ضروری تھا کہ وہ ایمان والے ہوتے مگر وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باغی رہے تو فرمایا ان کا مال خرچ کرنا کسی کام نہیں آئے گا۔

پس ثابت ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر کا کوئی نیک عمل بھی نفع بخش نہیں ہوگا جیسے برف باری یا سخت سردی والی ہوا کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے۔اس طرح بدعقیدگی اعمال صالح کو ضائع کر دیتی ہے اور ان کے اعمال ضائع اللہ نے نہیں کئے یہ ان کی بدعقیدگی کی وجہ سے ہوا ہے جیسے آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے اسی طرح بدعقیدگی نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہے اللہ کریم فرماتا ہے یہ ظلم انہوں نے اپنی جانوں پر خود کیا ہے کہ اپنا سب کچھ برباد کر لیا۔اگر ایمان والے ہوتے تو دنیا میں جو مال نیک کاموں پر خرچ کیا کرتے تھے مرنے کے بعد اس کا ثواب حاصل کرتے کیونکہ اللہ کسی کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا صلہ عطا فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ:اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔بیر(دشمنی) ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ سینے میں چھپائے ہیں(بہت) بڑا ہے کہ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

تفسیر:اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو غیروں یعنی بدعقیدہ لوگوں کو اپنا راز دار نہ بناؤ یہودی عیسائی یا بت پرست ہوں ان کو اپنا دوست نہ جانو وہ تمہارے دشمن ہیں اس سے ثابت ہوا غیر مسلم مرزائی ہو یا یہودی ہو عیسائی ہو کوئی بھی غیر مسلم ہو تو اس کو کلیدی اسامیوں پر تعین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک کا واضح فرمان ہے کہ یہ بدعقیدہ لوگ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔اسی طرح اگر کوئی منافق بظاہر کلمہ پڑھتا ہو مگر دل میں بغض رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھتا ہو یا بغض صحابہ رکھتا ہو تو ایسے منافق سے بھی خصوصی باتیں چھپا کر رکھنی چاہئیں کیونکہ منافق ہو یا کافر مومن کا دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتا نیز فرمایا اگرچہ ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہماری دشمنی ظاہر نہ ہو مگر اسکے باوجود دشمنی کی آگ کو چھپا نہیں سکتے کہیں نہ کہیں ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ کافر منافق اس وقت خوش ہوتے ہیں جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے اور جتنی زیادہ تمہیں تکلیف ہوتی ہے یہ بے ایمان اتنا زیادہ خوش ہوتے ہیں اور انکی خواہش ہوتی ہے کہ ایمان والوں کو اور زیادہ ایذا پہنچائی جائے۔

اللہ کریم فرماتا ہے ہم واضح طور پر تمہیں بتا رہے ہیں اگر تمہیں عقل ہوگی تو ان باتوں پر عمل کرو گے اور بدعقیدہ لوگوں کی سازشوں کا شکار ہونے سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا

marfat.com
Marfat.com

خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا منافق وہ ہوتا ہے جو دل میں ایمان نہ رکھے اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے جس سے ثابت ہوا ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے اور جو شخص زبان سے حضور علیہ السلام کی محبت کا اقرار کرے اور فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرے تو ایسا شخص منافق ہے کیونکہ محبت والے محبوب کے کمالات، خصائص علم، اختیارات، نورانیت اور دیگر فضیلتوں کا انکار نہیں کرتے۔ اسی طرح منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ بظاہر تو کلمہ پڑھتا نظر آئے گا مذہبی رسومات پر عمل کرتا بھی نظر آئے گا مگر دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ہوگا یہی کیفیت ان عرب کے منافقوں کی تھی جن کا ذکر ہو رہا ہے کہ اے ایمان والو تمہارے سامنے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں ایمان لاتے ہیں مگر دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہیں رکھتے اکیلے بیٹھ کر تم پر انگلیاں چباتے ہیں کہ ان کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقیدت کیوں ہے۔ ان ایمان والوں کے دلوں سے کیسے حضور علیہ السلام کی محبت ختم کی جا سکے تاکہ یہ لوگ بھی فضائل وخصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہو جائیں مگر ان کو بتا دو کہ اللہ کریم تمہارے دلوں کو جانتا ہے تمہیں منافقت کی سزا ضرور دے گا۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْــًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا داؤ (مکر) کچھ نہ بگاڑے گا بیشک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔ اور یاد کرواے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: یہ جنگ احد کا واقعہ ہے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے تشریف لائے تھے تو یہاں اھل سے مراد حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہیں جو لوگ ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضور علیہ السلام کی اہلبیت نہیں مانتے ان لوگوں کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے اور قرآن کے خلاف عقیدہ گمراہی ہوتا ہے نجات والا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہر ایمان والے کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے اہلبیت ازواج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی (بزدلی) کر جائیں اور اللہ انکا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ (کرنا) چاہیے۔

تفسیر: یہاں بھی جنگ احد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ ابتداء میں عبداللہ ابن ابی بھی مشورے میں شامل تھا جب فیصلہ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو اس نے اپنے بندوں کو کہا کہ جب جنگ زوروں پر ہو جائے تو تم مسلمانوں کو چھوڑ کر جنگ سے بھاگ جانا اس عمل سے مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہو سکتے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ عبداللہ ابن ابی کا مشورہ درست تھا میری اہمیت بڑھ جائے گی چنانچہ جو جنگ احد میں کچھ پریشانی ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اگرچہ ان لوگوں کا یعنی عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کا ارادہ تو یہ ہے کہ ہمارے بھاگنے سے مسلمان بزدل ہو جائیں گے مگر اے ایمان والو تمہیں سنبھالا دینے والا اللہ ہے اور ایمان والوں کو ان منافقوں کو چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے منافق دھوکا باز ہوتا ہے مگر اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ
یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ
مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا
بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو۔ جب اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ

marfat.com
Marfat.com

تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر اور تقویٰ (اختیار) کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کیلئے اور اسی لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اس لیے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔

تفسیر: چنانچہ اللہ کریم نے جس فتح کی خوشخبری مسلمانوں کو دی تھی وہ اس صورت میں پوری ہوئی کچھ سرداران کفار قتل کر دیئے گئے۔

اور کچھ گرفتار کر لیے گئے اور باقی شکست کھا کر دوڑے اور ایسی ذلت کی شکست جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: یہ بات کہ تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں ایک تو یہ ہے کہ جب احد کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ قوم نجات نہیں پا سکتی جو اپنے نبی کو اس لیے زخمی کریں کہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور قرطبی نے یوں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کیلئے بددعا کرنے کیلئے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ وحدہ لاشریک نے یہ آیت نازل فرمائی (ضیاء القرآن) تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ وحدہ لاشریک نے حضور علیہ السلام کو بددعا کرنے سے روکا ہے کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کیلئے اگر تو نے بددعا فرما دی تو یہ لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے ہلاک ہو جائیں گے مگر ان کے ہلاک ہونے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ یہ تیرے قدموں میں گریں اور پوری دنیا دیکھے کہ کل جو مقابلہ کرنے والے تھے آج وہ حضور علیہ السلام کی غلامی اختیار کر رہے ہیں اور ایمان لا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نثار ہونا نجات جانتے ہیں۔ اس سے اسلام کو تقویت ملے گی اور اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر اور زیادہ کمزور ہوگا اور دیگر کفار کے دل ٹوٹ جائیں گے اس لیے اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مجھ پر رہنے دو میں چاہوں تو ان پر عذاب نازل کر دوں اور چاہوں تو ان کو توبہ کی توفیق دے دوں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جو مقابلے میں آنے والے کفار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے والے ہیں یہ ظالم ہیں اور یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھی بہت دکھ ہوا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ جو ان لوگوں نے کیا ہے یقیناً ناگوار ہے اور ان لوگوں نے ظلم کیا ہے مگر اے میرے پیارے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب یہ

marfat.com

Marfat.com

معاملہ ہم پر چھوڑیں اور پھر دیکھیں کہ ہم کیا کرتے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے بددعا نہ فرمائیں۔

بدعقیدہ کا اعتراض

مگر بدعقیدہ لوگ جن کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی عداوت بھری ہوئی ہے وہ ان الفاظ **لیس لک من الامر شی** کی آڑ میں حضور علیہ السلام کے اختیارات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن بیان کر رہا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ اے نبی تمہیں کوئی اختیار نہیں میں جو چاہوں کروں (معاذ اللہ) جس سے ثابت ہوا کہ نبی کو اختیار نہیں لہٰذا جو مختار کل مانتے ہیں ان کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔(معاذ اللہ)

جواب: ایسے لوگ جو اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی اختیار نہیں وہ جاہل اور گمراہ بے دین ہیں اور حضور علیہ السلام کے گستاخ ہیں جن کے دل میں احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ ان بدنصیبوں کے دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جو ان کی تباہی کا سامان ہے حالانکہ بات سیدھی سی ہے کہ اللہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وعظمت بیان کر رہا ہے اور محبت کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی ظالم کسی شخص سے ظلم زیادتی کرتا ہے تو اس کا دوست اسے کہے کہ اے میرے دوست تو صبر سے بیٹھ جا اب یہ کام مجھ پر چھوڑ دے اور تو دیکھ میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں اب یا تو وہ تیرے قدموں میں گرے گا اور پوری زندگی تیری غلامی کرے گا اور یا وہ سخت سزا پائے گا اور ساتھ ساتھ اپنے دوست کو تسلی دینے کیلئے یہ بھی کہے کہ میں ان کے اس فعل کو بہت بڑا ظلم سمجھتا ہوں۔ یہی اللہ وحدہ لاشریک نے کہا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں نے بھلائی کا بدلہ برائی سے دیا ہے تو ان کو دوزخ سے بچانا چاہتا ہے اور ان لوگوں نے تمہارے چچا جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مثلہ کر کے دکھ پہنچایا ہے' تیرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کر کے تجھے رنجیدہ کیا ہے نیز تجھے زخمی کر کے تجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ مگر اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہے اب تم ذرا خاموش رہو اور ہم تمہیں خوش کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہوا بعض نے کلمہ پڑھا اور حضور علیہ السلام خوش ہو گئے۔ اس کا یہ مطلب لینا کہ حضور علیہ السلام کو کوئی اختیار نہیں غلط ہے اور ایسا کہنا حضور علیہ السلام سے عداوت رکھنے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

چنانچہ تفسیر صاوی میں اس آیت کریمہ کے تحت یوں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص "لیس لک" کی بنا پر یہ کہے کہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عام لوگوں کی طرح ہیں۔ ان سے کچھ نفع' نقصان نہیں پہنچتا وہ کسی چیز کے مالک ومختار نہیں۔ **(فھو کافر خاسر فی الدنیا والاخرۃ واستد لالہ بھذہ الایۃ ضلال مبین)**

ترجمہ: وہ کافر ہے دنیا اور آخرت میں ٹوٹے میں ہے (یعنی خسارے والا ہے) اور اسکا اس آیت کو بطور دلیل (کہ نبی نفع نقصان کا مالک نہیں اور مالک ومختار نہیں) پیش کرنا کھلی گمراہی ہے۔ (تفسیر صاوی بحوالہ نعیمی)

marfat.com

Marfat.com

اس سے ثابت ہوا جو لوگ یہ آیت پڑھ کر یا لکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک آدمی اپنے جیسا ثابت کرتے ہیں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مالک ومختار ہونے کا انکار کرتے ہیں یا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ گمراہ ہیں اور منافق ہیں اگر ایمان والے ہوتے تو ان کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ہوتا کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو بے مثل بنایا ہے مالک ومختار بنایا ہے اور نفع نقصان کا مالک بنایا ہے جیسا کہ ثابت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنتی فرمایا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ تم بھی جنتی ہو عمر رضی اللہ عنہ تم بھی جنتی ہو عثمان رضی اللہ عنہ تم بھی جنتی ہو علی رضی اللہ عنہ تم بھی جنتی ہو (آخر حدیث تک) اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار نہ ہوتا تو آپ کیسے فرما سکتے تھے اور اگر حضور علیہ السلام کو اختیار نہ ہوتا تو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کبھی بھی یہ نہ فرماتے کہ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی دو کے برابر ہے اور اگر اختیار نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام حضرت سیدہ سلام اللہ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کبھی جنت کی عورتوں کی سرداری کی خوشخبری نہ دیتے کیونکہ جب اختیار میں نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیسے فرما سکتے تھے اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمانا کہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں یہ سب حضور علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر دلائل ہیں۔

کیونکہ نبی غلط بیانی نہیں کرتے یوں بڑھ نہیں مارتے (معاذ اللہ) ان کا ہر فرمان درست صحیح اور وحی خدا ہوتا ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کو اختیار نہ ہوتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالک ومختار نہ ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔

اس لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں مومن کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مختار کل ہیں مگر اللہ وحدہ لا شریک کی عطا سے سب کے سب اختیارات کمالات حضور علیہ السلام کو اللہ کریم نے عطا فرمائے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک ومختار نہیں ہیں یا نفع ونقصان کے مالک نہیں ان کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اللہ نے فرمایا ہو کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی اختیار دیا ہی نہیں کیونکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو یہ فضائل عطا فرمائے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے ذاتی نہیں اللہ کے عطا کردہ ہیں۔

اختیارات کا منکر جاہل ہے اور پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے وہ جاہل ہیں اور بالکل ہی عقل کے کورے ہیں۔ ان عقل کے دشمنوں سے کوئی پوچھے کہ اللہ نے کسی کو اختیار دیا ہی نہیں تو قیامت کو حساب کس بات کا؟ کیونکہ پوچھا تو یہی جائے گا کہ میں نے تجھے آنکھیں عطا کیں اور ان کے استعمال کا اختیار تجھے دیا تھا اب بتاؤ ان کا غلط استعمال کیوں کیا؟ ہاتھ پاؤں تو تجھے میں نے دیئے تھے اور اختیار تجھ کو دیا تھا بتاؤ ان کا استعمال غلط کیوں کیا؟ مال، طاقت، زبان وغیرہ تو تجھے میں نے دی تھی اور ان کو استعمال کرنے کا اختیار تجھے دیا تھا۔ اب بتاؤ ان کا استعمال غلط کیوں کیا۔ اگر اللہ نے کسی کو کچھ اختیار دیا ہی نہیں تو ہم سے کیا پوچھنا ہے۔ کیونکہ پوچھنے کا حق تب ہی ہوتا ہے جب کسی کو اختیار دیئے جائیں اسی لیے بندے سے پوچھا جائے کیونکہ اللہ نے بندے کو اختیار دیئے ہیں اگر ہمیں اختیارات ہیں تو پھر حضور علیہ السلام کو اختیارات کیوں نہیں؟ یقیناً حضور

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختارکل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات میں ہر کمال میں بڑھ کر ہیں اور اختیارات بھی اللہ وحدہ لاشریک نے بے حساب عطافرما کر مختارکل بنادیا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: یہاں اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے میرا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہے سب کا مالک میں ہی ہوں کوئی کافر ہو یا مومن منکر ہو یا ماننے والا سب کا پیدا کرنے والا میں ہی ہوں اور میں قادر مطلق ہوں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو گناہ گار کو معاف کردوں مطلب کہ خواہ کتنا بڑا مجرم ہو پوری زندگی گناہوں میں گزاری دی ہو اگر تو اس کی سفارش فرمادے ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یہ اللہ کا وعدہ ہے تو اے حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ سچا ہے لہٰذا اللہ آپ کو راضی کرے گا مطلب کہ آپ کے غلاموں کو آپ کی سفارش کی وجہ سے بخش کر راضی کرے گا کیونکہ اللہ قادر مطلق ہے وہ جسے چاہے معاف فرمادے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جسے چاہے عذاب کرے مطلب کہ اے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر تو ان کیلئے بددعا فرمائے اور میں ان کو عذاب دے دوں تو یہ کافر تباہ و برباد ہو جائیں گے اور میں قادر مطلق ہوں ایسا کرسکتا ہوں اور میں اپنے پیاروں کی باتوں کو رد بھی نہیں کرتا جیسے پیارے نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی تو میں نے رد نہیں فرمائی اسے پورا کر دکھایا اور پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بعض بکھرے بالوں والے اور دروازوں سے دھتکارے ہوئے ایسے بھی ہیں اگر اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو وہ انہیں سچے کر دکھاتا ہے (مسلم مشکوٰۃ) یعنی اللہ کریم اپنے بندوں ولیوں نبیوں کی بات پوری فرمادیتا ہے اور اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم تو میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ اگر تم نے ان کفار کیلئے بددعا فرمائی جنہوں نے دھوکے سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے جاکر شہید کر دیا اور مثلہ کر دیا یا تجھے زخمی کیا یا جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مثلہ کیا یا دیگر صحابہ کو شہید کر کے تجھے رنجیدہ کیا تو ہم ان کو ہلاک کر دیں گے سخت سے سخت سزا دیں گے جیسے تو محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوگا ویسے ہی کر دیں گے مگر میں نے تجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے تیری عظمت و شان اس میں ہے کہ تو بددعا نہ کرے کیونکہ اس میں کوئی ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اگر تیرے ہاتھ اٹھ جائیں تو ہر چیز کو اجاڑ کے رکھ دوں اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اگر تو سفارش فرمادے تو میں بخشنے والا ہوں خواہ کوئی کتنا ہی گنہگار ہو وہ مجھے مہربان

marfat.com
Marfat.com

پائے گا۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے اللہ مجبور نہیں یہ صرف اللہ کی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہے کیونکہ سب نبی ولی اللہ کے محتاج ہیں اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ قادر مطلق ہے۔

اور پھر وللہ مافی السموت وما فی الارض سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے نسبت مجازی سے کسی چیز کو پکارنا جائز اور درست ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا مالک تو اللہ ہے مگر یہ کہنا کہ یہ زمین فلاں کی ہے یہ گھر فلاں کا ہے یہ کارخانہ فلاں بندے کا ہے نہ شرک ہے نہ کفر تو جس طرح یہ کہنا کہ یہ گھر فلاں کا ہے حالانکہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ کفر و شرک نہیں اس طرح یہ کہنا کہ یہ شرینی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی ہے یا فلاں چیز فلاں بزرگ کے نام کی ہے کفر و شرک نہیں ہے۔ خیال رہے لفظی اشتراک سے قطعاً شرک نہیں ہوتا جیسے اللہ بھی مومن، بندہ بھی مومن، اللہ بھی سمیع بندہ بھی سمیع، اللہ بھی مالک، بندہ بھی مالک مگر فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۰ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۱۳۱

ترجمہ: اے ایمان والو سود (دونا دون) نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا سود لینا دینا حرام ہے اور سود لینے والے کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا اور ایسا شخص معاشرے کیلئے ناسور ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲

ترجمہ: اور اللہ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے وہ کرو جو اللہ اور اس کا رسول تمہیں حکم دے یا وہ کرو جو حضور علیہ السلام کریں کیونکہ اطاعت دو قسموں پر ہے قولی اور فعلی دونوں پر عمل ضروری ہے اور فرمایا نیت تمہاری یہ ہو کہ ایسا کرنے سے ہم پر اللہ رحمت فرمائے گا اس لیے کہ نیکی وہ قبول ہوگی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادا سمجھ کر کی جائے گی اور جب تم حضور علیہ السلام کی غلامی میں کوئی عمل کرو گے تو اللہ کی اطاعت ہی ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳

ترجمہ: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان اور زمین آ

marfat.com

Marfat.com

جائیں پرہیزگاروں کیلئے تیار رکھی ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ہر برائی سے بچو نیکی کرنے میں جلدی کرو جو گناہوں سے بچے گا اور نیکی کرے گا اللہ نے اس کیلئے جنت تیار رکھی ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ ہر اس کام سے بچے جس سے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منع کرے کیونکہ اتنا مہربان رب جس کی نعمتوں کا ہم شمار نہیں کرسکتے اس کے حکم کی نافرمانی اپنی جان پر ظلم ہے۔

الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ میں ان لوگوں کو پسند کرتا ہوں ان سے پیار کرتا ہوں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں چاہے خوشی کا موقعہ ہو یا غم کا ہر دو حالت میں وہ خرچ کرتے ہیں اور ان کی نیت خدا کی رضا چاہنا ہوتی ہے کیونکہ دکھلاوا' ریاکاری اللہ کو پسند نہیں اور ایسے آدمی کا قیامت کے دن اعمالنامہ خالی ہوگا جو ریاکاری کیلئے یا دنیاوی واہ واہ کیلئے خرچ کرتا ہوگا تو خوشی میں خرچ کرنے سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد منانا معراج النبی منانا فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلسہ مقرر کرنا ان میں کھانہ دینا میلاد کی مٹھائی تقسیم کرنا اور شادی بیاہ پر مسجد کو دینا غریبوں مسکینوں کو دینا دینی مدارس کے طلباء پر خرچ کرنا جو سب سے زیادہ بہتر ہے سب اس میں شامل ہیں۔

اور پھر فرمایا غم کے موقعہ پر خرچ کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اس کو ایصال ثواب کرنے کی نیت پر خیرات کرنا کھانا کھلانا کپڑے تقسیم کرنا جو دینی مدارس کے طلباء قرآن خوانی کیلئے لائے جائیں ان کی خدمت کرنا ان کو کپڑے وغیرہ لے کر دینا دینی کتابیں لے کر دینا سب ان میں شامل ہیں۔

اللہ کریم فرماتا ہے یہ لوگ مجھے پیارے ہیں پسند ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ریاکاری اور لوگوں کو دکھلاوے اور اپنا بڑا پن دکھانے کیلئے نہ ہو صرف اور صرف اللہ کی رضا کیلئے اور میت کو ایصال ثواب کرنے کیلئے ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سخاوت جنت کا ایک درخت ہے سخی اس کی شاخیں پکڑتا ہے اور یہ شاخیں اس کو جنت میں داخل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گی اسی طرح بخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے پس جو بخیل ہوتا ہے وہ ان شاخوں کو پکڑتا ہے اور وہ شاخیں اس کو دوزخ میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گی (مشکوٰۃ بیہقی)

پھر اس کے آگے اللہ کریم فرماتا ہے پھر مجھے وہ لوگ پسند ہیں جن کو بدلہ لینے کی طاقت ہو مگر پھر بھی معاف کردیں اور

marfat.com
Marfat.com

غصہ کی حالت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھیں اور رب کی رضا کیلئے درگزر کریں ایسے نیک لوگ مجھے بہت پسند ہیں میں ان سے پیار کرتا ہوں جس طرح حضرت امام زین العابدینؓ کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپ کی لونڈی حضرت امام زین العابدینؓ کو وضو کرانے کیلئے پانی لائی تو پانی کا برتن حضرت امام زین العابدین پر گر گیا اور آپ کے کپڑے بھیگ گئے تو حضور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بڑے غصہ سے اس لونڈی کی طرف دیکھا تو لونڈی فوراً بولی۔

والکاظمین الْغَیْظَ تو امام عالی مقام نے اپنے غصہ پر قابو پالیا۔ پھر اس کے بعد لونڈی بولی والعَافِیْنَ عن الناس تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو معاف کر دیا تو جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ معاف کر دیا تو لونڈی بولی واللہ یحب المحسنین تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا تو اللہ کریم نے فرمایا ایسے لوگ میرے محبوب بندے ہوتے ہیں (روح البیان) جو ہر وقت میری رضا چاہتے ہیں اور یہی وہ نیک لوگ ہیں جن کا ہر عمل اپنے رب کیلئے ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے اللہ کے سوا اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر کسی بندے سے گناہ ہو جائے یا کرے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ غفور رحیم بخشش فرمانے والا ہے اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ لہٰذا اس وقت بندے کو چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرے معافی مانگے کہ رب العالمین اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما دے تو اللہ اس بندے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ توبہ کریں تو میں قادر مطلق ہوں جب میں تمہیں معاف کر دوں گا تو کوئی دوسرا پوچھنے والا نہیں ہے مگر گناہ پر ڈٹا نہ رہے۔ ڈٹے رہنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ توبہ نہ کرے اور جرم کرتا رہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس گناہ کو اتنا حقیر جانے کہ کہے کوئی بات نہیں بندوں سے ایسا ہوتا رہتا ہے جیسے آجکل عام لوگوں کا رواج بن چکا ہے (معاذ اللہ) یہ سخت جرم ہے بندہ کو چاہیے کہ توبہ کرے گناہ ایک جرم ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور فاحشہ سے مراد کبیرہ صغیرہ دونوں گناہ مراد ہیں اور اس آیت کا شان نزول کچھ یوں ہے کہ ایک شخص فروٹ کی دکان کرتا تھا کھجوریں وغیرہ بیچتا تھا ایک عورت کھجوریں خریدنے آئی تو وہ دکاندار اس عورت کو اچھی کھجوروں کا بہانہ بنا کر اندر لے گیا اور اس کا بوسہ لے لیا تو عورت نے اسے اللہ سے ڈرایا تو وہ اپنے کیے پر نادم ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو

marfat.com

Marfat.com

آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے منہ بولے بھائی کی بیوی کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو اس عورت نے ڈرا دیا تو اس پر آیت نازل ہوئی۔ مختصراً کہ کوئی بھی صورت ہو یعنی شان نزول کوئی بھی ہو بشارت عام ہے کہ اگر کوئی شخص سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہ حضور علیہ السلام کا صدقہ معاف فرما دیتا ہے اور پھر بندے کو یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی ہے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ؕ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں ان کے نیچے نہریں رواں (جاری) ہیں ہمیشہ ان میں رہیں (گے) اور کامیوں کا کیا اچھا نیک ہے (یعنی اچھا بدلہ ہے نیک کام والوں کیلئے)۔

تفسیر: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب کوئی بندہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے وہ اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں تو اللہ کریم فرما رہا ہے جو سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے میں بخش دیتا ہوں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے جس میں ہمیشہ رہے گا۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آ چکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک کفار کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر تھے گستاخیاں کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستایا کرتے تھے فرما رہا ہے کہ اے منکرو تم میرے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار تو کر رہے ہو گستاخیاں کرتے ہو مگر یہ سوچ لو کہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حشر کیا ہوا کرتا ہے جاؤ زمین میں سیر کرو مطلب کہ تحقیق کرو معلوم ہو جائے کہ جن لوگوں نے نبیوں کی گستاخیاں کیں ان کا کیا حشر ہوا آج ان کا نام ونشان نہیں بعضوں کی شکلیں بدل دی گئیں اور عذاب نازل ہوئے ان کو تباہ اور برباد کر دیا گیا اور اب وہ جہنم کا ایندھن بھی بنے ہوئے ہیں اس لیے تم بھی حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کرو ایمان لے آؤ اور گستاخیاں کرنا چھوڑو اور اطاعت کرنی سیکھو ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھا رہا ہے کہ بدعقیدگی سے توبہ کر لو ابھی وقت ہے ورنہ سب کچھ برباد ہو جائے گا کیونکہ نجات حضور علیہ السلام کی غلامی میں ہے اور ایمان محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں اور جس کے دل میں محبت ہوتی ہے وہ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہیں کرتا۔ وہ علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اختیارات مصطفیٰ

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا ہے۔

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا مقصود ہے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی نجات نہیں حاصل کر سکے گا لوگوں کی رہنمائی فرمارہے ہیں تاکہ لوگ اپنے آپ کو دوزخ سے بچا سکیں کیونکہ دوزخ سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ در مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی جائے دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کیا جائے اور اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا جائے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾

ترجمہ: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: جب جنگ احد میں ایمان والوں پر سختی کا وقت آیا' کچھ صحابہ شہید ہو گئے ان کے لاشے پڑے ہیں افراتفری کا عالم تھا اور کفر' ایمان والوں کی وقتی پریشانی دیکھ کر اپنی فتح کی امیدیں لگائے ہوئے تھے تو اللہ وحدہ لاشریک نے ایمان والوں کو تسلی اور حوصلہ دیا کہ ایمان والو فکر مت کرو' گھبراؤ نہیں' تمہی غالب آؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا آخر فتح مسلمانوں کو ہوئی اور کفار شکست کھا کر بھاگ نکلے' بارہ میل تک لشکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعاقب کیا غزوہ احد میں وقتی حزنیت کو شکست سے تعبیر کرنے والے مورخین غلط ہیں۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کیلئے باریاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کروائے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

تفسیر: یہاں اللہ وحدہ لاشریک ایمان والوں کو تسلی دے رہا ہے کہ فکر کیوں کرتے ہو آج اگر تمہارے ساتھی شہید ہوئے ہیں تو کل یعنی بدر میں کفار واصل جہنم ہوئے تھے مگر اتنی ذلت کی شکست کے باوجود کفار نے ہمت نہیں ہاری اور انہوں نے باقاعدہ

marfat.com

Marfat.com

منصوبہ بندی کر کے چاہا کہ مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لیا جائے اور تم عارضی پریشانی سے گھبرا گئے ہو حالانکہ فتح پھر تمہیں ہی نصیب ہوگی جبکہ تم لوگوں کو حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق درہ نہیں چھوڑنا چاہیے تھا مگر تم چھوڑ گئے مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے۔

یاد رہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عمل درے کو چھوڑ جانا غلط فہمی کی وجہ سے تھا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیال پیدا ہوا کہ ہمیں فتح حاصل ہو چکی ہے اب مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ مگر کفار نے اس درے کو خالی دیکھ کر حملہ کر دیا جب پیچھے سے اچانک حملہ ہو گیا جس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا تو مسلمانوں کے عارضی طور پر قدم اکھڑے اور ستر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو گئے جن میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو اللہ رب العالمین فرما رہا ہے اے ایمان والو تمہیں یہ نہیں چاہیے کہ ذرا سی پریشانی لاحق ہو تو مایوس ہو جاؤ نہیں ایسا بالکل نہیں کرنا جب کافر جو باطل کیلئے لڑتے ہیں وہ نہیں گھبراتے تو تم حق کیلئے لڑ رہے ہو مگر سنو آج کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی تمہیں فتح ہو اور کبھی کافروں کو اس لیے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ایمان والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہیں اور شہادت کو بھی اپنے لیے بہت بڑا اعزاز جانتے ہیں اور اللہ مسلمانوں کو شہادت کے درجے سے محروم نہیں رکھے گا۔

اس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ مومن صرف اپنے رب اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا چاہتا ہے کوئی صورت بھی ہو ایمان والے دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے اور مال جان اولاد کائنات کی ہر چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیتے ہیں اور یاد رکھو اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اللہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کرتا ہے (معاذ اللہ) نہیں ایسا ہرگز نہیں جو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں اللہ ان کو پسند نہیں کرتا۔ یہاں ظالم سے مراد وہ کافر ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں آئے تو فرمایا اللہ ان کو دوزخ کا ایندھن بنائے گا مگر اے ایمان والو تمہیں شہادت سے نوازنا چاہتا ہے۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ: اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اے ایمان والو یہ تمہارا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے مال جان اولاد کا قربان کرنا مصائب برداشت کرنا اس لیے ہے کہ اللہ مسلمان کو عظمت و شان دے مطلب کہ جب تم میدان جہاد میں اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قربانیاں دیتے ہو تو اس سے دشمن پریشان ہو جاتا ہے اور اسکے دل میں ایک رعب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان تو کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا اس سے مسلمانوں کی ایک تاریخ بنتی ہے جس سے مسلمان مجاہدین کے کارنامے مسلمانوں کی عزت کا باعث بنتے ہیں جو غازی ہوتے ہیں ان کو اہل اسلام سلام کرتے ہیں جو جام شہادت نوش کرتے ہیں وہ دین و دنیا سنوار لیتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ تم کو نکھار دے یعنی عزت و عظمت عطا فرمائے

marfat.com
Marfat.com

تو دیکھ آج تک شہداء بدر' شہداء احد' شہداء کربلا' دیگر شہداء عظام اور اسلام کے جتنے بھی مجاہد اور ہیرو ہیں ان کے فضائل اور قربانیاں منبروں پر مساجد میں بیان ہو رہی ہیں۔ تحریروں میں ان کا ذکر ہو رہا ہے اور اللہ قرآن کریم میں انکے فضائل بیان کر رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے ان کے فضائل بیان ہوئے ہیں جو حدیث میں موجود ہیں تو یہ ہے نکھار دینا اور کافروں کو مٹا دینا ہے جیسے بدر میں یا دیگر غزوات و سرایا میں مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی گئی تو یہ کافروں کو مٹا دینا ہے اور آج بھی مسلمانوں سے کافر خوف زدہ ہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۝

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ کچھ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ کاش ہم بھی بدر والوں کی طرح دشمنوں کو مارتے یا یوں کہتے کہ کاش بدر کے دن کی طرح ہم کو بھی مشرکوں سے لڑنے کا موقع ملتا اور اس روز ہمارا اچھا امتحان ہوتا یا ہم شہادت پا کر جنت میں شہیدوں کی زندگی (بسر کرتے) اور (جنتی) رزق کے طلبگار ہوتے لیکن (آزمائش کے وقت) سوائے ان کے جن کو اللہ نے چاہا کوئی (میدان جنگ میں) نہ ٹھہر سکا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری) یہاں وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں جن سے احد میں غلطی ہوئی اور بھاگ گئے کیونکہ ایک دفعہ حالات یوں ہو چکے تھے کہ یہ افواہ عام ہو گئی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو چکے ہیں اور کفار نے اپنے بتوں کے نام بلند کئے اور کچھ صحابہ بھاگ گئے کہ اب کس لیے لڑیں مطلب کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو رہے نہیں یہ ان کی غلط فہمی تھی مگر صدیق اکبر' عمر فاروق اعظم اور دیگر چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب کفار نے بتوں کے نام بلند کئے تو عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا ''ابوسفیان! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور ہم آ رہے ہیں'' چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نعرے نے مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ پیدا کر دیا اور حضور علیہ السلام کی قیادت میں مسلمان دوبارہ اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے' مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی یہاں ان چند ساتھیوں کا ذکر ہو رہا ہے مگر یاد رہے کہ ان کو معاف کر دیا گیا تھا اب اگر اس غلطی کو سامنے رکھ کر کوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید کرے گا تو وہ گمراہ اور قرآن کا منکر ہو گا جیسے جناب آدم علیہ السلام کی توبہ کے بعد جناب آدم علیہ السلام پر تنقید کرنے والا ایمان والا نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝ ع

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔
تفسیر: مطلب کہ بدر میں شریک نہ ہونے کا احساس ہوا مگر جب احد میں شریک ہوئے تو تمہارے قدم اکھڑ گئے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــٴًـا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تو ایک رسول ہیں اس سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ اے مسلمانوں تم یہ عقیدہ رکھو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انتقال فرمانا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لیے یہ ہمیشہ ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہیں گے کیا حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد تم پھر جاؤ گے؟ مگر یاد رکھو جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ نقصان اٹھائے گا اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں دنیا سے جائے گا اس کو ہم صلہ عنایت فرمائیں گے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رہا ہے اور جو دنیا کا انجام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انجام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔
تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اے ایمان والو اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی تمہیں مار نہیں سکتا مطلب کہ تیروں، تلواروں کی بارش ہوتی ہو گولیوں بموں کی بارش ہوتی ہو تو اگر اللہ تمہیں زندگی دے تو کوئی نہیں مار سکتا اس لیے کافروں کا خوف مت رکھو اور نہ ہی جہاد سے منہ موڑو (ہم سب کو صلہ دیتے ہیں) کا مطلب ہے کہ یہ زندگی بھی ہماری دی ہوئی ہے اگر تم اللہ کے راہ پر قربان کرو گے تو ہم اس پر بھی تمہیں صلہ دیں گے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو سست نہ پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ جہاد وہ عظیم عبادت ہے جو انبیاء بھی کرتے رہے ہیں اور ان کے صحابہ بھی ان کے ساتھ رہے اور مصائب اور تکلیف کی وجہ سے جہاد کو ترک نہیں کیا بلکہ ہر مصیبت پر صبر کرتے رہے ہیں اور یہ صابر لوگ ہی اللہ کے پیارے ہیں اللہ کے محبوب ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ مصیبت میں صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ اللہ کے محبوب نہیں ہوتے ہیں یہی وجہ تھی شہداء احد و بدر کے لواحقین اور خصوصاً میدان کربلا میں امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا کوئی ماتم وغیرہ نہیں کیا اور نہ ہی پاک دامن بیبیوں نے ماتم وغیرہ کیا ہے اور نہ ہی کپڑے پھاڑے اور نہ منہ نوچے ہیں جبکہ یزیدیوں کی طرف سے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی مگر خاندان رسالت ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ شریعت کی پاسداری کرنے والے تھے اور اپنے نانا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر حکم کے پابند تھے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس نے منہ پیٹا گریبان چاک کیا اور جاہلیت کے دور کی طرح بین کرے (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا یہ ماتم کرنا بلیڈ مارنا گریبان چاک کرنا شریعت میں ناجائز ہے اس فعل قبیح کے مرتکب شخص کا حضور علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوا۟ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِىٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾

ترجمہ: وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوا اہل ایمان پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ ہائے وائے کر کے سینے نہیں پیٹتے اور نہ ہی وہ کپڑے پھاڑ کر فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ اے اللہ ہمیں بخش دے جو چھوٹی موٹی غلطیاں بتقاضائے بشریت ہو گئیں ہیں ان سے درگزر فرما اور ہمیں کافروں کے مقابلے میں ثابت قدم رکھ اور ہماری مدد فرما۔ تاکہ اسلام کا پرچم بلند ہو۔

فَـَٔاتٰىهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾ ع

ترجمہ: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے جو لوگ غمی اور خوشی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کا خیال رکھتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا چاہتے ہیں تو اللہ ان لوگوں کو دنیا میں بھی اور آخرت میں انعامات سے نوازتا ہے دنیا میں بھی عزت دیتا ہے اور آخرت میں بھی عزت دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والے ہوتے ہیں (کتاب الفتن مشکوٰۃ وابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا جن لوگوں کی اللہ کے نزدیک اس قدر زیادہ عزت و عظمت ہو ان کی توہین وتذلیل کرنے والا گمراہ بے دین ہے اور ایسے اللہ کے مقبول بندوں سے عداوت رکھنا اللہ سے عداوت کے مترادف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کر پلٹ جاؤ گے۔

تفسیر: اللہ کریم فرمارہا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم ان کافروں منافقوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں پھر کفر و شرک اور باطل کی طرف پھیریں گے کیونکہ یہ منافق چاہتے ہی یہ ہیں کہ ایمان والوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نکال دیا جائے۔ مگر ایمان والو سن لو اگر تم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت ختم کرلی تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے اس لیے تم ان منافقوں کے کہنے پر نہ چلنا حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کا انکار نہ کرنا ورنہ خسارے میں رہو گے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار

تفسیر: اللہ کریم فرمارہا ہے کہ اے ایمان والو یہ لوگ یعنی منافق کافر تمہیں کہتے ہیں کہ ہم تمہارے مددگار رہوں گے اگر تم ہمارے ساتھی بن جاؤ گے تو تم کہو کہ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہمیں اللہ کافی ہے وہی ہمارا مددگار ہے۔

یہاں بعض بدباطن اس آیت سے اور دیگر ایسی آیات پڑھ کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں بس اللہ کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگنی چاہیے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنا حرام اور شرک ہے (معاذ اللہ) تو ایسے لوگ گمراہ اور بے دین ہیں جبکہ قرآن پاک میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ کفار نے ایمان والوں کو کہا کہ آپ ہمارے کہنے پر چلیں ہم آپ کی مدد کریں گے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اے ایمان والو یہ لوگ پھر تمہیں واپس کفر کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں ان کو کہو کہ تم کیا ہماری مدد کرو گے! ہمارا مددگار ہمارا اللہ ہے جو سب سے بہتر مددگار ہے مگر ان بدباطن لوگوں کا

marfat.com
Marfat.com

کفار کی بجائے حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام سے مدد مانگنا کفر و شرک ہے یہ انتہا درجے کی گمراہی اور عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جو نا قابل معافی جرم ہے اگر توبہ کے بغیر خاتمہ ہوا تو ایمان پر نہیں ہوگا۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا نا انصافوں کا۔

تفسیر: جنگ احد میں یہی ہوا ایک دفعہ تو اپنی ہی غلطی سے مسلمان پریشان ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اس درے کو خالی مت چھوڑنا مگر مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں نے وہ درہ چھوڑ دیا جب کفار نے درہ خالی پایا جو جنگی نقطہ نگاہ سے بہت ہی اہم تھا تو انہوں نے وہاں سے حملہ کر دیا جس سے لشکر اسلام کے قدم اکھڑ گئے تو یوں محسوس ہونے لگا کہ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا ہے اور لشکر اسلام شکست کھا چکا ہے پس چاہیے تو یہ تھا کہ لشکر اسلام سے کوئی بچ کر نہ جاتا اور مسلمان زندگی بھر کفر کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرتے مگر جب ابو سفیان نے بتوں کے نام بلند کئے اور کہنے لگا کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر تو زندہ ہے تو سن لے آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا اسے کوئی جواب نہ دینا اور پھر حضور علیہ السلام کی طرف سے جب کوئی جواب نہ دیا گیا تو پھر کہنے لگا ابو بکر رضی اللہ عنہ تو زندہ ہے تو دیکھئے پھر بھی کوئی جواب نہ ملا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکارا مگر جواب نہ دیا گیا کہنے لگا سب مارے گئے عزیٰ کی جے اپنے بت کا نام بلند کیا تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے ابو سفیان! حضور علیہ السلام زندہ ہیں اور ہم ان کے غلام بھی زندہ ہیں اور ہم آ رہے ہیں اور ساتھ ہی نعرہ تکبیر بلند کیا جس کا جواب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیا تو اللہ کریم نے اتنا رعب عطا فرمایا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور لشکر اسلام کے سامنے کفار دم دبا کر بھاگے اور کئی میل تک مسلمان ان کا پیچھا کرتے گئے اور آخر فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی تو اس واقعہ کی یاد اللہ کریم دلا رہے ہیں کہ ہم نے کافروں کے دلوں پر رعب ڈال دیا تھا اور انہیں کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

تفسیر: اللہ کریم فرما رہا ہے کہ اے ایمان والو اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے یعنی تمہیں احد میں فتح نصیب ہوئی مگر تم نے مال غنیمت کیلئے حکم میں جھگڑا ڈالا جب کہ تم فتح کے قریب تھے پھر جب تم نے مال غنیمت کے بدلے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا درہ خالی کر دیا تو ہم نے تمہیں آزمایا مطلب کہ کیا یہ مال غنیمت کیلئے لڑتے ہیں یا حضور علیہ السلام کے فرمان پر جانیں قربان کرتے ہیں مگر تمہارا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن نہ چھوڑنا تمہارے سچے عشق کی دلیل دیکھ کر ہم نے تمہیں معاف کر دیا اور تم کو پھر فتح نصیب فرمائی یہ میرا فضل تھا۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لیے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی (یعنی جو ہاتھ نہ آیا) اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: قرآن پاک کے ان الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جنگ احد میں جو وقتی پریشانی آئی تھی وہ اس لیے آئی تھی کہ صحابہ نے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد نہ رکھا اور مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے درہ خالی کر دیا جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا حالات کیسے ہی ہوں آپ لوگوں نے اس درے سے نہیں ہٹنا ہوگا مگر تم نے اس کو خالی کر دیا مطلب کہ حضور علیہ السلام کو پریشانی ہوئی چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہیں بھی غم ملا یعنی جنگ میں جو پریشانی اٹھانی پڑی یہ تھا غم کا بدلہ غم

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىٕفَةً مِّنْكُمْۙ وَطَآىٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍؕ

ترجمہ: پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتار دی کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے گمان سے کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: جنگ احد کے دن اللہ وحدہ لاشریک نے ایمان والوں پر نیند اتار دی اور وہ سب سو گئے اور یہ ایمان والوں کو سکون دیا تھا تا کہ ان کو اطمینان حاصل ہو اور یہ اللہ کی خاص رحمت تھی ایمان والوں پر چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا غزوۂ احد کے روز میں ان لوگوں میں تھا جن کو نیند نے دبا لیا تھا یہاں تک کہ کئی بار میرے ہاتھ سے تلوار گر گئی تھی وہ گر پڑتی میں اسے اٹھا لیتا (مطلب کہ بارہا یہ ہوتا تھا کہ نیند کے غلبہ کی وجہ تلوار ہاتھ سے چھوٹ جاتی میں نے اسے اٹھا لیا)

مطلب کہ ایمان والوں کو سکون دینے کیلئے اللہ کریم نے ان پر نیند اتاری تا کہ شہیدوں کا غم ہلکا ہو اور تھکاوٹ بھی دور ہو جائے۔

اور دوسرے گروہ یعنی منافقین جو عبداللہ بن ابی کے گروہ کے آدمی تھے وہ اس نیند سے محروم تھے ان کو اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی اور اللہ وحدہ لاشریک کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتے اور حضور علیہ السلام کے متعلق بکواس کرتے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے ہوتے تو جنگ میں یہ کچھ نہ ہوتا ستر بندے شہید نہ ہوتے ہمیں یہ پریشانی نہ ہوتی اور اگر اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرماتا ہوتا تو پھر بھی ایسا نہ ہوتا اسی طرح کی بکواس کرتے جیسے کفار کرتے تھے اور کہتے اگر ہمارے اختیار میں ہوتا ہم اس پریشانی سے بچ جاتے وغیرہ وغیرہ اس قسم کی گفتگو کرتے۔

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

ترجمہ: تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لیے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر اس کے ساتھی جو آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ اگر ہم با اختیار ہوتے ہمارے بس میں ہوتا تو ہم کبھی یہاں نہ آتے اور نہ مارے جاتے مطلب کہ ہمارے کچھ لوگ مارے گئے ہیں یہ مارے نہ جاتے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا ان کو کہو تم یہ کیسے کر سکتے تھے تمہیں کیا اختیار ہے کہ تم جو چاہو کرو یہ سب اختیار اللہ کو ہے مطلب ہے کہ اگر تم چاہو بھی تو ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ قادر مطلق ہے وہ ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر اللہ چاہے کہ فلاں بندہ فلاں جگہ مرے تو کون ہے تم میں جو کہے کہ میں نہیں جاؤں گا اگر اللہ چاہے کہ فلاں بندہ قتل ہو جائے کون ہے جو تم میں

marfat.com
Marfat.com

سے بچ جائے گا یعنی اے منافقو تمہاری ساری گفتگو فضول ہے اللہ جو چاہے کرے اور تم کچھ نہیں کر سکتے اللہ کے مقابلے میں تمہاری کیا مجال کہ تم وہ نہ کرو جو اللہ چاہے مگر اللہ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ تمہاری منافقت ظاہر ہو جائے اور تمہاری منافقت کھل کر سامنے آجائے جس کو تم چھپاتے ہو کیونکہ اللہ تمہارے دلوں کے خیالات جانتا ہے اللہ سے تم کچھ نہیں چھپا سکتے۔

ضروری وضاحت

یاد رہے یہاں کچھ بدعقیدہ اور بدباطن لوگ جن کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی عداوت بھری ہوئی ہے وہ قرآن کے ان الفاظ کو پڑھ کر قل ان الامر کلہ للہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایسے الفاظ بولتے ہیں جو اللہ تعالیٰ بتوں کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے نفع نقصان کے مالک نہیں اور ان کو ذرہ بھر کا اختیار نہیں تو بدعقیدہ لوگ ان الفاظ کو پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی یہی کچھ کہتے ہیں کہ دیکھو اللہ فرماتا ہے تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے لہٰذا کسی کو کچھ اختیار نہیں خصوصاً انبیا اولیاء کو (معاذ اللہ)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگ انتہائی بدبخت ہیں جن کے دلوں میں بدعقیدگی کا گند بھرا ہوا اور یہ وہ بدنصیب ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اگر یہ صحیح مومن ہوتے تو توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کرتے کیونکہ قل ان الامر کلہ للہ اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم فرمادو یعنی یہ منافق جو باتیں کر رہے ہیں یقولون لو کان لنا من الامر شیء کہتے ہیں۔

ہمارے بس میں کچھ ہوتا ماقتلنا ھھنا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے قل اے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان منافقوں کو فرمادو لو کنتم فی بیوتکم اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں تک نکل آتے۔ مطلب کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرمادو کہ اے منافقو یہ تمہارے اختیار میں نہیں کہ تم اپنی زندگی کو بچا سکو یا تم نہ مرنا چاہو تو نہ مرو یا جس کے متعلق میں نے لکھ دیا ہے کہ فلاں بندہ فلاں جگہ مرے گا اور ایسے ایسے مرے گا میرے اس لکھے ہوئے کو تمہیں بدلنے کا اختیار نہیں یہ صرف اللہ کو اختیار ہے وہ جو چاہے کرے اور ان کو فرمادو کہ تم تو محض مجبور ہو تمہیں اللہ نے کچھ اختیار نہیں دیا یہ سب اختیار اللہ کو ہے یہاں مقصود تو تھا اللہ وحدہ لاشریک کی عظمت وشان بیان کرنا اور منافقین کو یہ احساس دلانا کہ جب اللہ کسی کو مارنا چاہے تم میں کوئی بچ نہیں سکتا اور جس کو اللہ بچانا چاہے تم اس کو مار نہیں سکتے مختصراً جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے کسی بت کو یا تمہیں یہ اختیار ہی نہیں لہٰذا جو کچھ ہوا ہے اللہ کو منظور ہی یوں تھا تم اگر کچھ چاہتے بھی تو کچھ نہیں کر سکتے تھے تم وہی کرو گے جو اللہ چاہے گا تو جب اللہ نے منافقوں کو فرمایا ہے کہ تم میں کسی کو کوئی اختیار نہیں جو میں چاہوں گا وہی ہوگا۔ اب کوئی شخص اگر منافقوں کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کہنا شروع کردے تو ایسا شخص بہت بڑا منافق بھی ہے اور بددیانت بھی ہے اور بہت بڑا ظالم بھی ہے جو کچھ اللہ منافقوں کو فرمارہا

marfat.com
Marfat.com

ہے اور وہ بدبخت وہی کچھ حضور علیہ السلام کے متعلق کہہ رہا ہے اور پھر منافقوں کی جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم دلیل ہے صرف اور صرف یہ مذہبی تعصب ہے ستیاناس اس گروہ بندی کا جس نے لوگوں کے ایمان خراب کر دیئے اور پھر کتنے جاہل اور بے وقوف ہیں وہ لوگ جو مذہبی گروہ بندی کی وجہ سے اپنا دین اور دنیا خراب کر رہے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بن رہے ہیں (استغفر اللہ ہزار بار استغفر اللہ) اللہ کریم ایمان نصیب فرمائے۔ آمین

دوسرا جواب

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (القراٰن)

ترجمہ: وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتار دے گا۔

قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دے کر بھیجا ہے کہ کچھ چیزیں حلال فرمائیں اور کچھ گندی چیزیں حرام کریں یعنی اللہ نے ان کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے جس چیز کو چاہے حرام کریں اور جس کو چاہیں حلال کر دیں اور یہ وہی کر سکتا ہے جس کو اختیار حاصل ہو جس کو اختیار نہ ہو وہ نہ تو کسی چیز کو حلال کر سکتا ہے اور نہ ہی حرام تو قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو اختیار عطا فرمائے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اختیار حاصل نہیں یعنی حضور علیہ السلام کو تو ایسا شخص قرآن کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ کے سارے اختیار ذاتی ہیں اور حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء و اولیاء کرام کے پاس جو ہے وہ اللہ کے عطا کردہ ہے یہی اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے جو قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔

اگر کوئی شخص بضد ہے کہ نہیں حضور علیہ السلام کو معاذ اللہ کوئی اختیار نہیں دیا گیا تو پھر ایسے شخص کو چاہیے کہ جو قرآن میں حرام ہے اس کو مانے اور جو حضور علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہ جانے اور وہ کھائے بھی پئے بھی اور کرے بھی مگر ایسا کوئی مومن نہیں کر سکے گا کیونکہ گیدڑ کتا بلا گدھا وغیرہ قرآن میں کہیں ان کے حرام ہونے کا ذکر نہیں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کو حضور علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے۔

تفصیل کیلئے ہماری کتاب "اختیارات مصطفیٰ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: بیشک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمایا بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

تفسیر: قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ احد میں جو خطا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہوئی وہ ایک لغزش تھی یعنی درہ کو خالی چھوڑنا نیت کی خرابی نہ تھی سہو تھا اور اس کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قدم اکھڑنا اس کا نتیجہ تھا وہ ایک غلطی تھی یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھاگنا تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میں نے ان کو معاف کر دیا۔ اب اگر کوئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن یا تنقید کرے گا تو ایسا شخص مخلص مومن نہیں ہوگا جیسے آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور اللہ نے معاف کر دی اب اگر کوئی حضرت آدم علیہ السلام پر تنقید کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لغزش کو بھی معاف کر دیا ہے اب اس کے بعد اگر کوئی بد بخت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تنقید کرے گا تو وہ گمراہ، بے دین اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ملعون ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگوں کو دیکھو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں (تو خاموش نہ گزر جاؤ) تم کہو تمہاری شرارت پر لعنت ہو۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا توہین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور علیہ السلام کو بھی پسند نہیں اور جس کو حضور علیہ السلام اچھا نہ جانیں وہ انتہائی بد بخت ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: اے ایمان والو ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر کو یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے نہ تو مرتے اور نہ مارے جاتے اس لیے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: کافر کہا کرتے تھے یہ لوگ جو مارے گئے ہیں اگر ہمارے پاس ہوتے یعنی جہاد میں شرکت نہ کرتے تو محفوظ ہوتے کفار کا یہ پراپیگنڈہ کرنا صرف اس لیے تھا کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم ہو جائے تو اللہ کریم نے ان کے اس پراپیگنڈہ کا رد فرمایا کہ زندگی اور موت دینے والا میں ہوں تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو اگر وہ جہاد میں شرکت نہ کرتے تو زندہ رہتے فرمایا وہ جہاں بھی ہوتے ان کو موت آ جاتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

تفسیر: فرمایا جہاد کیخلاف باتیں کرنے والو یہ یاد رکھو کہ جو لوگ باایمان ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں ان کی فضیلت یہ ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ان کی بخشش یقینی ہوتی ہے جو تمہاری ہر چیز سے بہتر ہے مطلب کہ تم مال و دولت اکٹھی کر کے دنیا کی زندگی پر سکون بناتے ہو مگر یاد رکھو جو فضیلت اور شان میں شہید کو دیتا ہوں یا جو سکون اسے حاصل ہوتا ہے تمہارا گمان بھی وہاں نہیں جا سکتا اس لیے تمہاری دھن دولت سے شہید کا قربان ہونا کہیں بہتر ہے۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے چاہے جہاد میں مارے جاؤ یا ویسے تمہیں موت آئے سب نے میری بارگاہ میں آنا ہے اس وقت دیکھنا کہ جو ایمان والے میرے نام پر قربان ہوتے ہیں ان کو کتنی فضیلت عطا ہوتی ہے یعنی بہت زیادہ عزت ملے گی۔

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ ۚ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ۠ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم ان کیلئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے اے پیارے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے صحابہ کرام کو معاف فرما دیا ہے تم بھی ان پر راضی ہو جاؤ کیوں کہ تمہارے خاموش رہنے سے یا محسوس کرنے سے یا سخت مزاج ہونے سے تیرے غلام پریشان ہو جاتے ہیں لہٰذا اے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر ان سے غلطی ہو تو معاف فرما دیا کریں اور جو غلطی ہوئی ہے میں عالم الغیب گواہی دیتا ہوں کہ ان کی نیت غلط نہ تھی سہو ہو گیا ہے لہٰذا ان کی شفاعت کریں نیز کاموں میں ان سے مشورہ بھی فرما لیا کریں۔ حاکم سے صواعق محرقہ میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شیخین سے مشورہ فرمالیا کریں اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ لینے کا حکم فرمایا گیا۔ (بحوالہ خزائن العرفان)

اس فرمان سے فضیلت شیخین ثابت ہوئی اب جو لوگ شیخین کے فضائل کے منکر ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ خاتمہ ایمان پر ہونا مشکل ہوگا جن کے پاک صاف اور سچے پکے با ایمان ہونے کی گواہی اللہ دے ان کے ایمان پر شک کرنے والا ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١٦٠

ترجمہ: اگر تمہاری مدد کرے اللہ تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

تفسیر: فرمایا مومن کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ اگر اللہ ہماری مدد کرے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہم پر غالب نہیں آ سکتی خواہ کفر کے پاس کتنے ہی وسائل ہوں ناکام ہوگا مومن کو چاہیے کہ کفر کے وسائل دیکھ کر گھبرائے نہیں اللہ پر پختہ یقین رکھے مطلب کہ وسائل دیکھ کر ہار جیت کا فیصلہ نہ کرے اور نہ ہی ہار مان جائے اللہ پر یقین رکھے ہاں اگر اللہ کی مدد نہ ہو تو پھر کوئی ہماری مدد نہیں کرے گا مطلب کہ اگر اللہ کریم مہربان ہوا تو کوئی نہ کوئی سبب ایسا ضرور بن جائے گا کہ وسائل پیدا ہو جائیں گے اگر اللہ کی طرف سے مہربانی نہ ہوئی تو کوئی بھی ایسا سبب نہیں بنے گا جس سے وسائل پیدا ہوں اور ہم دشمن کا مقابلہ کر سکیں اس لیے مومن کو چاہیے کہ اپنے اللہ پر بھروسہ کرے یقین رکھے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہو بعض لوگ اس آیت کو پڑھ کر یا دیگر ایسی آیات پڑھ کر لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در اقدس سے بغاوت کرانا چاہتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ دیکھو قرآن یہ بتا رہا ہے کہ اگر اللہ تمہاری مدد نہ کرے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا یعنی کوئی نبی ولی مدد نہیں کر سکتا لہٰذا صرف اللہ مدد کر سکتا ہے اور اسی سے مدد مانگنا چاہیے اللہ کے سوا سے مدد مانگنا شرک ہے۔

وضاحت: قرآن پاک کے الفاظ اتنے واضح ہیں کہ کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں مگر بدباطن لوگ اس کو اس قدر الجھا کر پیش کرتے ہیں کہ سیدھا سادھا مسلمان پریشان ہو جاتا ہے جبکہ بات سیدھی سی ہے کہ جس کی اللہ مدد نہ کرے اس کی کوئی مدد نہیں کرتا اگر یہ لوگ نبیوں ولیوں کا نام لیتے ہیں تو ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ کیا جس پر اللہ مہربان نہ ہو اللہ اس کی مدد نہ کرنا چاہے تو کیا نبی یا ولی اس کی مدد کر سکتا ہے بالکل نہیں کیونکہ نبی ولی تو اس کے حامی ہوں گے جس کا اللہ حامی ہوگا کیونکہ انبیاء اولیا اپنے

marfat.com
Marfat.com

رب کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور نہ کسی میں طاقت ہے اور نہ وہ ایسا کرتے ہیں بلکہ وہ وہی کرتے ہیں جو اللہ چاہے اور اللہ کی رضا کے مطابق ہر کام کرتے ہیں اگر بتوں کی بات ہو تو ان میں یہ طاقت ہی نہیں۔

کہ وہ کسی کی مدد کر سکیں۔ اگر نبیوں ولیوں کی بات ہو تو کسی کی کیا مجال کہ اللہ کی رضا کے خلاف کرے اور یہ گمان کرنا بھی گمراہی ہے کہ کوئی نبی ولی اللہ کی رضا کے خلاف کر سکتا ہے۔ نبی ولی وہ ہی کرتے ہیں جو اللہ کی رضا ہو کیونکہ ہر نبی ولی اللہ کی رضا چاہتا ہے مگر کتنے گندے ذہن کے لوگ ہیں وہ جو سیدھی بات کو الجھا کر لوگوں کے نبیوں ولیوں کے خلاف ذہن تیار کر کے قوم اور ملک میں ایک فتنہ اور فساد کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب آیت کریمہ میں اللہ کریم مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ اے ایمان والو اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ اپنے بندوں کی ایمان والوں کی مدد کرتا ہے اور جس کی مدد میں کروں اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور یہ ہر مومن کا عقیدہ ہے۔ اس قدر واضح فرمان کے باوجود اگر کوئی انبیاء اولیاء کی توہین کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص منافق اور گمراہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

تفسیر: قرآن پاک کے ان الفاظ سے ظاہر ہوا نبی پر بدگمانی کرنے والا مخلص مومن نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کریم نے واضح فرما دیا ہے کہ میرے نبی ایسے نہیں ہوتے اور اللہ کا ہر حکم پہنچاتے ہیں اور دیگر معاملوں میں بھی کچھ چھپا کر نہیں رکھتے لہٰذا نبی کے متعلق ایسا ویسا گمان کرنا بھی گمراہی ہے کیونکہ کوئی نبی خائن نہیں ہوتا اللہ کریم نبیوں کی صفائی بیان کر رہا ہے اور دیگر کو فرما رہا ہے تم بھی سن لو نبی ایسا نہیں کرتے اور اگر تم نے ایسا کیا کہ مال غنیمت وغیرہ سے اگر کوئی چیز چھپائی تو یاد رکھو قیامت کے دن وہ چیز تمہارے ساتھ ہو گی اور اس کی وجہ سے تمہیں سزا دی جائے گی اور وہ سزا تمہارے اپنے کرتوت کی وجہ سے ہو گی جو قوم کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہو گا۔ اس آیت کریمہ کا شان نزول جنگ احد کے موقع پر ہوا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ڈیوٹی لگائی کہ اس درہ پر ڈٹے رہنا اسکو نہ چھوڑنا حالات جو بھی ہوں مگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مال غنیمت کے حصول میں اس کھائی کو چھوڑ دیا اس خیال سے کہ جیسے بدر کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز ہے وہ اسی کی ہے شاید آج بھی آپ مال غنیمت تقسیم نہ کریں اس درے کو چھوڑنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ اس درے کو نہ چھوڑنا؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر قربان ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

Marfat.com

مال غنیمت کے خیال میں یہ غلطی ہوگئی ہے معافی چاہتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے ہمارے متعلق یہ گمان کرلیا کہ ہم تمہیں بانٹ کر نہ دینگے اور مال غنیمت میں خیانت کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بھی شان نزول مذکور ہے کہ ایک شخص نے موتی چوری کرلیا تھا ایک نے چادر مال غنیمت سے بلا اجازت اٹھالی بہرحال مختصراً یہ کہ فرمایا گیا جو شخص چھپائے گا وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا اور نبی کے متعلق بدگمانی جرم ہے۔

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ: تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی وہ اللہ کے یہاں درجہ بدرجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میری بارگاہ میں مومن کی عزت ہے اور کافر اور منافق کیلئے عذاب ہے یہ برابر نہیں سی طرح متقی اور پرہیزگار اور فاسق وفاجر میں بہت فرق ہے جو میرے احکام کی پاسداری کرتا ہے اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہے وہ میرا محبوب بندہ ہے اور مجھ سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ اللہ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر یہاں اللہ احسان جتارہا ہے کہ میرا (ایمان والو) تم پر بہت بڑا احسان ہے وہ کیا' کہ تم میں سے ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھیجا ہے تمہی میں سے اللہ نے کسی دور کے مسلمانوں کو خاص نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا۔

ان پر احسان ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کے مومن ہیں یا یہ نہیں فرمایا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کے مومن ہیں ان پر احسان ہے یا یہ نہیں فرمایا کہ جو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پہلے ایمان والے ہیں ان پر احسان ہے مطلب کہ کسی دور کے مسلمانوں کو مخصوص نہیں فرمایا کہ صرف اس دور کے ایمان والوں پر احسان ہے بلکہ ہر دور کے مومن پر

marfat.com
Marfat.com

احسان ہے خواہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت سے پہلے کے ہوں یا اس وقت کے مومن ہوں یا بعد میں آنے والے ہوں سب ایمان والوں پر احسان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ قریشی نبی (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور تھا۔ یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کی صلب میں رکھا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوح علیہ السلام میں حتی کہ صلب ابراہیم علیہ السلام میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتی کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا میرے اباؤ اجداد کبھی زنا کے نزدیک بھی نہیں بھٹکے (کتاب الشفا) اس حدیث سے ثابت ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا سب ایمان والوں پر احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شرف بخشا کہ ان کی صلب میں حضور علیہ السلام کے نور کو رکھا ان سب پاک رحموں اور پشتوں پر احسان ہوا بلکہ صرف یہی نہیں پہلے جو انبیاء تشریف لائے اور جو ان پر ایمان لائے ان سب ایمان والوں پر احسان ہے کیونکہ نبیوں کو نبوت ملی تو حضور علیہ السلام کے صدقے جیسے قرآن بتا رہا ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین پہلے اللہ نے وعدہ لیا پھر نبوت ملی یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں نبوت ملی تو ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام ایمان والوں کو جو ایمان ملا وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور نبوت ملی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے بلکہ کائنات بنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تو یہ احسان ہے جس کا اللہ ذکر فرما رہا ہے اے ایمان والو یہ تم پر میرا احسان ہے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا' نبیوں کو نبوت اور ان پر ایمان لانے والوں کو ایمان ملا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے یہ اللہ کا تم پر احسان ہے مگر یہ کرم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے ہوا کیونکہ اگر حضور علیہ السلام کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو کوئی چیز پیدا ہی نہ کرتا۔

دوسری حدیث قدسی ہے کہ اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا اگر محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا' اس سے ثابت ہوا تمام نبیوں' ولیوں اور ایمان والوں پر اللہ کا احسان ہے کیونکہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا اور پھر کسی کو کچھ بھی نہ ملتا اور سب سے زیادہ احسان ان ایمان والوں پر ہے جن پاک پشتوں اور پاک رحموں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور منتقل ہوتا ہوا آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین پر کہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا یعنی جن کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی وہ سب فضیلت والے تھے عزت والے اور وقار والے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر لحاظ سے سب سے اعلیٰ اور افضل تھے۔

۲۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلحاظ حسب و نسب بھی سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور جتنے بھی حضور

marfat.com

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اباؤ اجداد تھے سب کے سب صاحب ایمان تھے خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین سچے پکے مومن ہیں جیسا کہ قرآن پاک سے ثابت ہو رہا ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے مومنین پر احسان فرمایا ہے کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا یہ الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کی گواہی ہیں اللہ وحدہ لا شریک گواہی دے رہا ہے کہ اے ایمان والو میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ کفار کے بیچ آیا ہے اور نہ ہی کفار سے لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا وہ تمام بزرگ ہستیاں ایمان والے تھے اور اللہ کے خاص لوگوں میں ان کا شمار تھا اور انہیں یہ خاص اعزاز حاصل ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین اور پھر سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ ساجدہ جناب آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جن کی گود میں امام الانبیاء تشریف لائے۔ حضرت ابن کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ صد امہات کے حالات میں نے معلوم کئے لیکن کسی میں زنا اور جاہلیت کا کوئی اثر نہ پایا (مطلب کہ پوری تحقیق سے معلوم ہوا ہے جن پاک رحموں اور پشتوں کا تعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے رہا ہے ان میں نہ تو کوئی زنا کا مرتکب ہوا ہے اور نہ ہی جاہلیت کا کوئی اثر دیکھنے میں آیا ہے مطلب کہ کفر وشرک کے اثرات بھی نہیں پائے گئے) مختصراً کفر وشرک کا گمان کرنا بھی والدین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گمراہی ہے جاہلیت سے مراد کفر ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (ارشاد خداوندی ہے **تقلبك فی الساجدین**) کی تفسیر میں فرماتے ہیں **من نبی الی نبی حتی اخرجتك نبیا** یعنی حضور علیہ السلام ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں مبعوث فرمایا گیا مسئلہ واضح ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین سچے پکے مومن تھے ان کے ایمان کا انکار کرنے والا گمراہ بے دین ہے اور قرآن کا منکر ہے۔ (کتاب الشفا)

۳۔ پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فضیلت والے ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود رہے ہیں۔ یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان والے تھے اللہ نے ان کے ایمان کی بھی گواہی دی اب اگر کوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن کرے کہ ان کے ایمان میں نقص تھا تو ایسا بے دین قرآن کا منکر ہے اور اللہ کی گواہی کو ٹھکراتا ہے ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا صحیح العقیدہ مومن وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان پر شک نہ کرے خصوصاً شیخین پر جو اب بھی ساتھ ہیں اور ان میں حضور علیہ السلام موجود ہیں یہ عظمت اور وقار بھی ان پر اللہ کا احسان ہے اور پھر ہم سب ایمان والوں پر بھی احسان ہے کہ جن کے صدقے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما دیتا ہے لاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے اور پھر یہ بھی احسان ہے کہ ہمیں وہ رحمۃ للعالمین عطا فرمائے جو ہم گناہ گاروں کیلئے دعا مغفرت فرماتے ہیں اور جن کی دعا کو اللہ رد نہیں فرماتا اور پھر ان کی امت میں پیدا فرمایا اور پوری زندگی بندہ اس احسان کا شکر ادا نہیں کرسکتا کہ ہر موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم غلاموں کو یاد رکھا اور اللہ

marfat.com
Marfat.com

کی بارگاہ میں ہماری بخشش کی دعائیں کیں۔

۴۔ پھر فرمایا احسان اس طرح بھی ہے کہ یہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آیات تلاوت کرے گا اور وَیُزَکِّیْھِمْ تمہیں پاک کرے گا اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع دیتے ہیں ہمیں ایمان کا ملنا اور ہمارا کفر وشرک سے بچنا یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہے۔ یہی وہ نفع ہے جس پر اہل ایمان کا عقیدہ ہے اور پھر کتاب کا سکھانا نفع ہے ورنہ حرام وحلال کا علم نہ ہوتا جائز و ناجائز کا علم نہ ہوتا۔ یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہے۔ آج جدید و قدیم علوم کے جو چراغ روشن ہیں۔ یہ بھی معلم کتاب وحکمت کی ہی دین ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (بیشک اللہ ہر چاہت پر وقار ہے)

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ مصیبت کہاں سے آئی یعنی جنگ احد میں جو پریشانی ہوئی تو فرمایا یہ تمہاری وجہ سے ہوا تم نے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برعکس کیا اگر تم نے فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ کیا ہوتا تو یہ وقت تمہیں نہ دیکھنا پڑتا اور پھر فرمایا گھبرا کیوں گئے ہو پہلے تم نے بھی کفار کے ستر بندے مارے اور ستر کو گرفتار کیا یعنی بدر میں تم نے یہ سب کچھ کیا اب اگر تمہیں پریشانی آئی ہے تو حوصلہ رکھو مگر یہ یاد رکھو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرو پھر دیکھو نتیجہ کیا نکلتا ہے یعنی تمہیں کبھی کوئی رنج نہیں ہوگا اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھیں اور اس لیے کہ پہچان کرائے ایمان والوں کی۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے احد میں جو مصیبت تم پر آئی یعنی پریشانی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ چاہتا تھا کہ ایمان والوں کی (یعنی حضور علیہ السلام کے سچے غلاموں کی پہچان) ہو جائے اور منافقین اور کفار دیکھ لیں کہ غلام ہر چیز قربان کرسکتے ہیں مگر دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت دکھانے کیلئے اپنی مشیت کا اظہار کیا تاکہ منافقین کو معلوم ہوجائے کہ صدیق وفاروق اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مخلص مومن ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾

ترجمہ: اور اس لیے کہ پہچان کرائے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ۔ بولے اگر ہم لڑائی جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ وہ اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں۔ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے یہ جنگ احد مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ یہ سب کچھ ہوا ہی اس لیے تھا کہ جو منافق ہیں ان میں اور ایمان والوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے کہ کون مومن ہے اور کون منافق ہے۔ مومن وہ تھے جو فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہر چیز قربان کرنے کیلئے تیار ہو چکے تھے اور منافق وہ تھے جو حیلے بہانے بناتے رہے۔ یہاں ایک بات یاد رکھیں مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنا آسان ہے مگر مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے کیونکہ منافق مذہبی رسومات کے لحاظ سے تو مومن ظاہر ہوتا ہے یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ داڑھی وغیرہ ان سب معاملات میں مسلمانوں کی طرح ہوتا ہے مگر اندر سے مومن نہیں ہوتا اس لیے اس کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے' بس منافق کو پہچاننے کا ایک ہی طریقہ ہے جس سے اس کی منافقت ظاہر ہو جاتی ہے وہ یہ کہ منافق کے دل میں نہ احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے اور نہ ہی عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے منافق ان دو نعمتوں سے محروم ہوتا ہے فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک والدین اور اولاد اور دنیا کی ہر چیز یعنی جان مال سے بڑھ کر مجھ سے پیار نہ کرے جس سے ثابت ہوا اصل ایمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو۔

تفسیر: جب مسلمانوں کو جنگ احد میں عارضی پریشانی ہوئی درے کو خالی چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کے ستر بندے شہید ہوئے تو منافقین یعنی عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھیوں نے اپنے قبیلے اور رشتہ داروں کے متعلق کہا جنہوں نے

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیا اگر ہمارا کہا مانتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ دیتے یا جنگ میں شریک نہ ہوتے جیسے ہم بچ گئے ہیں وہ بھی نہ مارے جاتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈہ کر رہے ہیں نہ ان کو اسلام سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی مسلمانوں سے کوئی تعلق ہے ان سے کہو کہ تمہاری بات سچی ہے تو پھر تم اپنی موت ہی ٹال کر دکھاؤ؟ تم تو اپنی موت نہیں ٹال سکتے اور جو منافق مرا نامراد گیا اور جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیا اور جام شہادت نوش کیا دین دنیا میں کامیاب ہوئے اور جس دن عبداللہ بن ابی نے کہا اسی دن ستر منافق مرے تو فرمایا تم ان کو بھی نہیں بچا سکے جن کو گھروں میں رکھا ہوا تھا مگر یہ دنیا سے گمراہی بے دینی اور کفر کر گئے اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر جان قربان کرنے والے ہیں یعنی جنگ احد میں شہید ہوئے یا جو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کرتا ہوا جان دے گا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اسلام اور حق کیلئے جان پیش کرے گا اللہ کریم اس کو بہت بڑا مقام عطا فرمائے گا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔

تفسیر: ان الفاظ میں اللہ وحدہ لاشریک نے ان منافقین کا رد فرمایا ہے جو یہ کہتے تھے کہ اگر مسلمان ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے اور ایمان والوں کو بشارتیں دی ہیں کہ ان منافقین کے پراپیگنڈہ پر نہ جانا مطلب کہ کوئی سیدھا مسلمان ان منافقوں کی باتوں میں نہ آئے سنو جن کو یہ مردہ کہتے ہیں یعنی منافقین جن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ جنگ میں شریک نہ ہوتے ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے ایمان والو یہ کافر ان کو مردہ کہتے ہیں ان کے خیال میں تو وہ ایمان والے مر چکے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں عندر بھم یرزقون رزق کھاتے ہیں اللہ کریم ان کو بہت زیادہ نعمتیں دیتا ہے رزق دیتا ہے اور اس دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر زندگی عطا فرمائی ہے اور اس قدر بہتر ہے کہ ان کافروں کا گمان بھی وہاں نہیں جا سکتا اور اتنا اعلیٰ اور پاک رزق پاتے ہیں کہ ان کا گمان بھی وہاں نہیں جا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ بعض لوگ قبروں میں رہ کر بھی زندہ ہیں اور ان کو مردہ تک گمان کرنا بھی قرآن کے خلاف ہے اور کفر ہے بلکہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ کریم ان کو رزق عطا فرماتا ہے اور وہ کھاتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قبروں میں اپنے جسم اطہر سے زندہ ہیں کیونکہ روح کو کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی روح کھاتا ہے کھانے کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے اس سے واضح ہوا ہر بندہ مر کر مٹی میں ملا ہوا نہیں ہوتا جیسے آج کل کچھ گمراہ لوگ نبیوں' ولیوں' شہیدوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ ہر شخص مر کر مٹی میں مل گیا ہے وہ قرآن کی نص کا منکر ہے اور جو شخص نص کا منکر ہو وہ ایمان والا نہیں ہوتا دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے مومن وہ ہے جو کافروں والا عقیدہ نہ رکھے کیونکہ کافر بھی کہتے تھے

marfat.com

Marfat.com

اگر ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا علم کہ یہ جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جان قربان کرنے والے ہیں یہ تمہاری زندگی سے کہیں بہتر زندگی والے ہیں اور فضیلت والی زندگی حاصل ہوئی ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ احد کے دن شہید ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ تمہیں یہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کے متعلق کیا فرمایا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے عرض کی میرے ماں باپ قربان فرمایئے اللہ تعالیٰ نے میرے والد کے متعلق کیا فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے بغیر حجاب کسی شخص سے کلام نہیں فرمایا مگر تمہارے والد سے اللہ کریم نے بے پردہ کلام فرمایا ہے اور اللہ کریم نے فرمایا اے میرے بندے مانگ تو کیا مانگتا ہے تو تیرے باپ نے عرض کی یا اللہ مجھے دوبارہ زندہ فرما کر دنیا میں بھیج تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں اللہ نے فرمایا اے میرے بندے ہم پہلے اعلان کر چکے ہیں کہ دنیا میں صرف ایک مرتبہ جانا ہے دوبارہ موقعہ نہیں دیا جائے گا۔ تو انہوں نے عرض کی کہ اے میرے اللہ پھر میری طرف سے دنیا والوں کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن ماجہ) مطلب یہ کہ مت گمان کرنا کہ شہید قبر میں مٹی ہو جاتا ہے بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے یعنی جسم اطہر سے زندہ ہیں کیونکہ رزق اس کو دیا جاتا ہے جسکا جسم اطہر ٹھیک ہو اور جو قبر میں مر کر مٹی میں مل جائے اس کو رزق نہیں دیا جاتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب مر کر قبر میں مٹی ہو جاتے ہیں وہ لوگ قرآن حدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر شہید زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں رزق دیئے جاتے ہیں اور صحیح سلامت ہیں تو کس قدر بد بخت ہیں وہ گمراہ جو کلمہ پڑھنے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ جانتے ہیں جبکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ نبیوں، ولیوں، شہیدوں کو اللہ اعلیٰ قسم کی زندگی عطا فرماتا ہے وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارا مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی سے گزر ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے عرض کہ یہ وادی "ازرق" ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں پھر حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لمبے بالوں کی کیفیت بیان کی۔ داؤد کہتے ہیں میں اسے بھول گیا یعنی بالوں کی کیفیت کو اور دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے زور زور سے تلبیہ کہتے جا رہے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر ہم آگے چلے جب ہم ٹیلہ پر پہنچے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ کون سا ٹیلہ ہے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ٹیلے کا نام "ثنیہ ہرشیٰ" ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک سرخ اونٹ پر سوار ہیں اور ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہیں اور ان کی اونٹنی کی نکیل ایک پتلی رسی کی طرح ہے اور تلبیہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کو اللہ کریم نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ وہ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ پڑھتے جانا اور حضرت یونس علیہ السلام کا جبہ پہن کر تلبیہ پڑھتے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

انبیاء زندہ ہیں کیونکہ جب روح کو نہیں جسم کو چاہیے اگر دیگر انبیاء میں یہ کمال اور خوبیاں ہیں تو پھر حضور علیہ السلام تو سب نبیوں کے سردار ہیں یقیناً یہ سب خوبیاں بلکہ اس سے بڑھ کر خصائص اور فضائل اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں مگر منافقین قرآن وحدیث کا نام لیتے ہیں عقیدہ قرآن وحدیث والا نہیں رکھتے اگر یہ سچے مومن ہوتے تو عقیدہ بھی قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا اور نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کو زندہ جانتے جیسا کہ قرآن حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نیز واضح ہوا کہ انبیاء کرام حج وزیارت سے شادکام ہوتے رہے ہیں، تلبیہ بوقت حج پڑھا جاتا ہے۔ حج زندہ کرتے ہیں مردے نہیں کرتے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۷۰

ترجمہ: شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔

تفسیر: یعنی اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو اس قدر نوازا ہے کہ اس زندگی سے بہتر زندگی اس روزی سے بہتر اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی ہے یہ کہ وہ خوشیاں منا رہے ہیں یعنی دنیا میں حضور علیہ السلام کی غلامی اور جان بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں قربان کر کے خوش ہیں کہ الحمد للہ ہم دنیا سے باایمان آئے ہیں اور حضور علیہ السلام کے غلاموں میں شمار ہے اس اپنی کامیابی پر خوشیاں منا رہے ہیں اور اپنے پچھلوں کی بھی یعنی جن عزیز واقارب کو چھوڑ کر آئے ہیں ان پر بھی خوش ہیں کہ الحمد للہ وہ بھی صراط مستقیم پر ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ صحیح العقیدہ ہیں اس عقیدے پر ہیں جس پر نہ کچھ اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی غم ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی بندہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں مرتا ہے وہ مومن مرتا ہے اہل سنت مرتا ہے پھر قبر و حشر میں اسے کسی قسم کا رنج وغم نہیں ہوتا بشرطیکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کیے ہوں جو ہر مسلمان کو پورے کرنے چاہئیں۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۷۱

ترجمہ: خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے: شہید اپنی قبروں میں خوشیاں منا رہے ہیں اور اس بات پر خوش ہیں جو ان پر اللہ نے فضل فرمایا اپنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مطلب یہ کہ ان کی ہر نیکی کی جزا عطا فرمائی۔ شہید ہونے پر جو مقام ملتا ہے وہ بھی عطا فرمایا اور دوسری نیکیاں جو زندگی میں کیں ہیں ان کا اجر بھی عطا فرمایا اللہ ایمان والوں کا اجر یعنی ثواب ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں مورچہ بندی کرتا ہوا مر جائے تو اس نے دنیا میں جو عمل کیا ہے اس کا ثواب اسے ہمیشہ ملتا رہے گا اور جنت میں اسے رزق دیا جائے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور

marfat.com

Marfat.com

قیامت کے دن ہر خوف اور گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ (ابن ماجہ)
پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اللہ کے پاس شہید کیلئے چھ باتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ شہید کا خون بہتے ہی اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔ 2۔ اور شہید جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ 3۔ شہید عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ 4۔ قیامت کی گھبراہٹ اور خوف سے امن میں ہو جاتا ہے اور اسے ایمان کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ 5۔ حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے۔ 6۔ شہید کو اس کے رشتہ داروں میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کی اجازت دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: وہ جو اللہ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کیلئے بڑا ثواب ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ ابو سفیان جنگ احد کے بعد واپس مکہ جاتے ہوئے کہنے لگا کہ کاش ہم ان قیدیوں کو ساتھ لے آتے جو ہم نے قید کئے تھے تو بہت اچھی بات ہوتی اس سے جنگی نکتہ نگاہ سے عوام میں کافی عزت ملتی چنانچہ اس خیال کے پیش نظر ابو سفیان پھر مدینہ شریف کی طرف پلٹا کہ تا کہ کوئی صورت ہو کہ ہم مسلمانوں کو قیدی بنالیں اس بات کا حضور علیہ السلام کو علم ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا پھر تیار ہو جاؤ اور وہی لوگ مقابلے کیلئے نکلیں جو پہلے ابو سفیان کا مقابلہ کر چکے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان سن کر اسلام کے شیر اپنا تن من دھن قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور پورے وقار کے ساتھ پھر حضور علیہ السلام کے قدموں پر مر مٹنے کیلئے نکل آئے مگر ان صحابہ کرام میں کچھ زخمی تھے اسی طرح خون بہہ رہا تھا کہ ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے جن کی تعداد (۷۰) تھی۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی شیر خدا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت زید، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو اس حالت میں بھی اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہیں ان کیلئے اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا ثواب ہے اور ان لوگوں کا بہت بڑا مقام ہے۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق غلط قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور ان کے متعلق جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ) اندر سے صحیح نہ تھے ایسے گمراہ قرآن کے منکر ہیں اور جو قرآن کا منکر ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا کیونکہ اللہ کریم خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت بیان کر رہا ہے اور ان کے مخلص مومن

marfat.com
Marfat.com

ہونے کی گواہی دے رہا ہے کہ وہ نیک تھے پرہیزگار تھے اور میری بارگاہ میں انکا بہت بڑا مقام ہے اور ان کیلئے بہت بڑا ثواب ہے۔ گویا کہ یہ بدبخت علم الٰہی پر بھی تنقید کر رہے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔

تفسیر: ابوسفیان جب جنگ احد میں ذلیل ہوا تو کہنے لگا کہ حضور والا ایک سال بعد پھر مقابلہ ہوگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا منظور ہے چنانچہ ایک سال بعد حضور علیہ السلام لشکر لے کر مقررہ جگہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور ابوسفیان نہ آیا اور ایک آدمی کو تیار کیا کہ مسلمانوں کو کہو کہ بدر میں نہ آنا وہاں تو ابوسفیان بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہے اور اس کے پاس سامان جنگ بہت زیادہ ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے نہیں جانا لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ آئیں تاکہ رسوائی سے بچ جاؤں۔ چنانچہ ابوسفیان کی طرف سے جو آدمی مدینہ شریف آیا اس نے دیکھا کہ غلامان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیاریاں کر رہے ہیں تو اس نے کہا ابوسفیان تو پوری تیاری سے بہت بڑا لشکر لے کر آ رہا ہے جس کا مقابلہ کرنا انتہائی مشکل ہے مسلمانوں نے جواب میں فرمایا کیا ہوا اگر ابوسفیان ایک بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہے ہمیں اللہ کافی ہے تم دیکھو گے کہ اللہ کے فضل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ کفر ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکے گا تو اللہ کریم فرما رہا ہے یہ وہ مخلص مومن تھے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر مر مٹنے والے تھے اور ان کے ایمان مضبوط تھے مگر اللہ تو صحابہ کے ایمان کی گواہی دے رہا ہے۔ بعض بدبخت اور نامراد لوگ اصحاب رسول کو برا جانتے ہیں اور صحابہ کو برا جاننا اللہ کی گواہی کا انکار ہے جو اللہ کی گواہی کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہے۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو اللہ احساس دلا رہا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وفا کی ہے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہر چیز قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے ہو تو دیکھو جس نے تم پر کتنا احسان اور فضل فرمایا ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف بھی نہیں اٹھانی پڑی یعنی دشمن آیا ہی نہیں یہ ہمارا فضل ہے اور تمہیں جو

marfat.com

Marfat.com

میں شمولیت کا پورا پورا ثواب ملا کیونکہ تمہارا جانا آنا سب اللہ کیلئے تھا اور اللہ تم پر راضی ہو گیا یعنی بغیر محنت کے فضل عظیم ہوا ہے اور مالی فائدہ اس طرح ہوا کہ قریب بستی میں میلہ لگا ہوا تھا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا سامان جو ساتھ تھا وہاں لے گئے جو اچھے داموں فروخت ہوا جس سے بہت زیادہ منافع بھی کمایا۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے مومن کو صرف اللہ کا خوف ہونا چاہیے کیونکہ بندے کو ڈر تین چیزوں کا ہوتا ہے کہ کوئی مجھے مار نہ دے یعنی قتل نہ کر دے تو موت زندگی دینے والا اللہ ہے۔ اگر اللہ کی دی ہوئی زندگی باقی ہے تو کوئی مار نہیں سکتا اگر اللہ کی طرف سے موت کا وقت آ گیا ہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ دوسرا خوف ہوتا ہے عزت کا کہ کہیں بے عزتی نہ ہو جائے تو عزت اور ذلت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پھر تیسرا خوف ہوتا ہے روزی کا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ یہ رزق چھین لے تو میں بھوکا مر جاؤں گا تو وہ اللہ جس کو چاہے جتنا چاہے رزق عطا فرمائے کوئی چھین نہیں سکتا لہٰذا مومن کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ دیں گے اور اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔ وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ بعض منافقین جو بظاہر کلمہ تو پڑھتے تھے ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی تھے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بہانہ بنا کر کفر کی طرف لوٹ جاتے جس سے مسلمانوں اور حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارک پر کافی اثر ہوتا اور وہ مرتدین اور منافقین آئے دن اس قسم کا عمل کرتے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طعن و تشنیع کرتے حضور علیہ السلام کے فضائل و خصائص کے منکر ہوتے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے ان مرتدین اور منافقین کے بارے میں فرمایا ان لوگوں یعنی مرتدین اور منافقین کے جانے کا غم نہ کرو یہ جو اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف جا رہے ہیں تیرا دامن چھوڑ کر کفار کا ساتھ دینے والے تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ان کا کفر کی طرف جانا انہیں کیلئے نقصان دہ عمل ہے۔ یہ ان کی بدبختی کی علامت ہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہوگا اور پھر آگے فرمایا یہ وہ بدنصیب ہیں جن

marfat.com
Marfat.com

لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا ہے۔ایسا کرنے سے نہ تو کچھ اللہ کا بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی اسلام کا یہ اپنا نقصان کر رہے ہیں وہ یہ کہ اس عمل کی وجہ سے ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۚ اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ترجمہ: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کیلئے بھلا ہے ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک ان کفار اور منافقین کا رد فرما رہا ہے جو حیلوں بہانوں سے کفر کی طرف لوٹ جاتے تھے مرتد ہو جاتے تھے اور پھر ساتھ ساتھ بکواس بھی کرتے تھے اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے تھے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بکواس کرتے کمالات خصائص وفضائل کا انکار کرتے تھے کہتے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کیا بگاڑ لیں گے اگر وہ کچھ کر سکتے ہیں تو کریں ہم ان کو چھوڑ کر آئے ہیں جیسے آجکل کچھ گمراہ فرقے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے کوئی نفع ونقصان نہیں دے سکتے اس وقت بھی وہ مرتدین کفار اور منافقین یہی کہتے تھے کہ اگر کچھ کر سکتے ہیں اور ہمارا کوئی نقصان ہونا چاہیے تھا مگر ہمارا کچھ بگاڑ نہیں ہوا تو اللہ نے فرمایا اے بے ایمانو اس گمان میں نہ رہنا کہ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا یہ ہماری ڈھیل دینا تمہارے لیے بہتر نہیں تمہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اس ڈھیل سے فائدہ اٹھاتے مگر تم اس قدر بدبخت ہو تم بہتری کی طرف آنے والے نہین ہو بلکہ برائی میں بڑھ رہے ہو اور اپنے لیے ذلت کا عذاب لازم کر رہے ہو مت گمان کرو کہ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں قادر مطلق ہوں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور اس نافرمانی اور بغاوت کی تمہیں یہ سزا ہوگی کہ تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اور یہ عذاب ہلکا بھی نہیں ہوگا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے تو اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت کو ان کے ...

marfat.com

Marfat.com

ہونے سے پہلے میرے سامنے پیش کیا گیا جس طرح آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا ہر اس شخص کا جب مجھ پر ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا (الحسنات) تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو خوش ہوئے مگر منافقین نے اس فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا اور ایک دوسرے کو کہتے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور یہ دلوں کے خیالات اور کیفیت کو جانتے ہوتے تو پھر ہماری منافقت کا علم بھی ہوتا۔ ہم تو صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، دل سے نہیں مانتے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے منافقو! میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہے اس لیے سب کچھ جانتے ہوئے بھی سب پر کرم فرمانے والا ہے اور عیب چھپانے والا ہے مگر تم نے میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی تنقید شروع کر دی ہے۔ لو پھر اپنا حشر دیکھ لو کہ تم کیا ہو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک منافق کا نام لیکر مسجد سے نکال باہر کیے تو اللہ کریم نے فرمایا اے منافقو اب تم اپنی منافقت نہیں چھپا سکو گے اب مومن اور منافق جدا کر دیئے جائیں گے۔ اب اللہ کریم ان کو اس حالت میں نہیں رہنے دے گا کہ یہ منافق مسلمانوں میں مل جل کر رہیں چنانچہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا ہے۔ حضور علیہ السلام دل کی کیفیت کو جانتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام کو منافقوں کا علم نہ ہوتا لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ حضور علیہ السلام کو دل کی کیفیت کا علم ہے جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ اس طرف ہے جبکہ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع ہرگز پوشیدہ نہیں ہے میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام کو دل کی کیفیت کا بھی علم ہے کیونکہ خشوع کا تعلق دل سے ہے اور یہ دل کی ایک کیفیت ہے۔ یہ اس لیے اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم دیا تاکہ مومن اور منافق کے درمیان فرق کر سکیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ایک ایک منافق کا نام لے کر فرمایا کہ تو بھی منافق ہے تو بھی منافق ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے بکری کا گوشت پکا کر بطور ہدیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا جس میں زہر ملایا ہوا تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے یہودی یہاں موجود ہیں انہیں میرے پاس بلاؤ چنانچہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق انہیں بلایا لیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں کیا تم صحیح جواب دو گے؟ تو یہودیوں نے اثبات میں جواب دیا (یعنی کہا کہ ہم صحیح جواب دیں گے) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا جد اعلیٰ کون ہے؟ (یعنی تم کس کی اولاد ہو) یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں (انہوں نے ایک فرضی نام بتایا اور اپنے جد اعلیٰ کا نام چھپایا) حضور علیہ السلام نے فرمایا تم جھوٹ بول رہے ہو تمہارے جد اعلیٰ کا نام تو فلاں ہے تو کہنے لگے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو (کیا) صحیح بتا دو گے؟ یہودیوں نے جواب دیا ہاں اے ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر ہم نے غلط بیانی سے کام لیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جھوٹ پر

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح مطلع ہو جائیں گے جیسے ہمارے جداعلیٰ کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنمی کون ہیں؟ یہودیوں نے جواب دیا تھوڑے سے دن تو ہم دوزخ میں رہیں گے اور پھر ہمارے بعد آپ (یعنی مسلمان) اس میں رہیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ہی اسی میں ذلت اٹھاتے رہو گے اور خدا کی قسم ہم (یعنی اہل اسلام) تو کبھی بھی اس میں تمہارے جانشین نہیں بنیں گے۔ پھر فرمایا اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو سچ سچ بتاؤ گے؟ کہنے لگے اے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا؟ یہودیوں نے جواب دیا اس سے ہم نے یہ ارادہ کیا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے نہیں (معاذ اللہ) تو ہماری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خلاصی ہو جائے گی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو زہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا (بخاری) تو اس حدیث سے واضح ہوا کہ اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے کہ ہر شخص کے باپ کا علم ہے یہ علم مافی الارحام ہے جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے منکر ہیں وہ قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں مگر اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من يشاء من رسله

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے مطلب یہ کہ لو گو یہ جان لو کہ علم غیب اللہ کریم ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو نہیں دیتا۔ علم غیب اسکو دیا جاتا ہے جو اس کا خاص ہو اس میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کی جارہی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے خاص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبوب ہیں اور قرآن کریم کے الفاظ بھی یہی بتا رہے ہیں **ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء** ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں جسے چاہے تو ان الفاظ سے ثابت ہوا حضور علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ نے انکو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ اب جو شخص حضور علیہ السلام کے علم غیب کا قائل نہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا چنا ہوا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں مانتا اور ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص گمراہ اور بے دین ہے کیونکہ اس کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے گویا انہوں نے کوئی نامناسب بات سنی تھی پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہم السلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے مجھے بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر ان کے گروہ بنائے تو اللہ نے مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے ان کے بہترین قبیلے میں رکھا پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے ان کے بہترین گھرانے میں رکھا پس میں ان میں ذاتی طور پر اور گھرانے کے لحاظ

marfat.com

Marfat.com

سے بھی بہترین ہوں (ترمذی) (مشکوٰۃ) اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بن ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے چنے ہوئے ہیں اور اللہ نے ان کو غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ اللہ کریم نے واضح اعلان فرمایا ہے کہ میں علم غیب دینے کیلئے چن لیتا ہوں تو ہمارے آقا حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنے ہوئے ہیں اور اللہ نے ان کو علم غیب عطا فرمایا ہے چونکہ بات منافقوں کی تھی اعتراض منافقوں نے کیا تھا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو پھر ہمارا بھی علم ہوتا اللہ کریم فرماتا ہے فامنوا باللہ پس اللہ پر ایمان لاؤ مطلب کہ اے منافقو اللہ پر یقین کرو ایمان لاؤ کیونکہ اللہ اعلان فرماتا ہے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چن لیا ہے اس لیے اسکو علم غیب دیا ہے کہ وہ تمہاری دلی کیفیت سے واقف ہو گیا ہے لہٰذا اب تمہیں انکار کی گنجائش نہیں اس اللہ پر ایمان لاؤ جس نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری منافقت سے مطلع کیا ہے اور اللہ ہر کسی کو علم غیب نہیں دیتا کہ وہ دل کی کیفیات جان لے لہٰذا تم اللہ پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ نے ان کو علم غیب دیا ہے یہی مطلب ہے ورسلہ کہ رسول پر بھی ایمان لاؤ پھر فرمایا اگر تم ایمان لاؤ گے یعنی یہ عقیدہ رکھو گے اور ساتھ پرہیزگاری اختیار کرو گے، حضور علیہ السلام کے کمالات وخصائص کا انکار کرنے سے ڈرو گے تو تمہارے لیے اجر عظیم ہو گا بڑا ثواب ہو گا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۸۰

ترجمہ: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کیلئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہو گا اور اللہ ہی وارث ہے۔ آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے بخیلوں کیلئے یہ اچھا نہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے سے خرچ نہ کریں۔ آج جس مال کو بچا رہے ہیں یہ مال ان کے گلے کا طوق ہو گا اور یہ مال سانپ بن کر ڈسے گا اور بتائے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں جو تو نے حرام طریقے سے کمایا تھا یا میں وہ مال ہوں جس کی تو نے زکوٰۃ نہیں دی تو اللہ فرماتا ہے جو مال حرام تو کماتا ہے یا زکوٰۃ نہیں دیتا تو یہ مال تیرے لیے عذاب کا باعث [illegible] اس کو سنبھالنا اچھا نہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تیرے لیے نفع بخش ہو گا اور یہ مت خیال کرنا کہ ہم

marfat.com
Marfat.com

اللہ سے کچھ چھپالیں گے اللہ کوزمین وآسمان کی خبریں ہیں اور ہر شخص کے کاموں کو جانتا ہے لٰہذا اللہ کی راہ مین خرچ کیا کرو اس سے اللہ خوش ہو جاتا ہے اور بخل سے ناراض ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس سے زکوۃ نہ نکالی تو وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کے سر پر دو سیاہ چتیاں ہوں گی قیامت کے دن اسے طوق بنایا جائے گا پھر اسکے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں اور پھر قرآن نے وضاحت کی کہ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ برا ہے اور قیامت کے دن وہی مال ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔ (بخاری)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾

ترجمہ: بیشک اللہ نے سنا کہ جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہنا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ جب اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو یہودیوں نے تمسخر اڑادیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے۔ لٰہذا اللہ کریم (معاذ اللہ) غریب ہوا اور ہم امیر ہوئے اللہ کریم یہ آیت نازل فرماتا یہ مت خیال کرو کہ اللہ کے علم میں یہ بات نہیں میں سننے والا ہوں اور خود کو غنی اور اللہ کو محتاج کہنے والو اور نبیوں کو ناحق شہید کرنے والو ان تمام بکواسات کا اور نبیوں کی توہین کا پتہ اس وقت معلوم ہوگا جب ہم تمہیں کہیں گے کہ اب تمہارے لیے آگ کا عذاب ہے اور ہمارے حکم پر تمہیں آگ میں پھینکا جائے گا۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ۚ اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا۔ اگر سچے ہو۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا اور فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لہٰذا مجھ پر ایمان لاؤ تو یہودیوں نے کہا ہمیں حکم یہ ہے کہ اگر کوئی نبوت کا دعوٰی کرے تو وہ ایک جانور ذبح کرے اور پھر آسمان سے آگ آئے جو اسکو جلا کر راکھ کردے پھر ہم اس پر ایمان لائیں لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا کریں تا کہ ہم دیکھ لیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ کریم فرمارہا ہے کہ یہ یہودی بدنیت ہیں اگر یہ معجزات دیکھ کر ایمان لاتے ہوں تو نبیوں کے معجزات دیکھ کر بھی یہ لوگ منکر ہی رہے اگر یہ لوگ دیکھ کر ایمان لاتے ہیں تو پھر ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام پر ایمان لانا چاہئے تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام پر ایمان لانا چاہئے تھا کیونکہ ان دونوں نبیوں نے یہ معجزہ دکھایا تھا تو اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر ان نبیوں کو کیوں نہیں مانا بلکہ تم نے ان کو شہید کیا یعنی یہودیوں نے نبیوں کو شہید کیا اس لیے تم جھوٹ بول رہے ہو اصل بات یہی ہے کہ تم بدنیت ہو۔ نبیوں کے گستاخ ہو دل میں عداوت رکھتے ہو بدنیت ہو۔ اگر تم سچے ہوتے تو نبیوں کے گستاخ نہ ہوتے ان کو شہید نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا انبیاء کا گستاخ وہی شخص ہوتا ہے جو نبیوں کو ایک عام آدمی تصور کرے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا خاص بندہ رسول علیہ السلام اور محبوب علیہ السلام جانے وہ توہین انبیاء کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ: تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فکر نہ کریں ان بے ایمانوں کا یہ انداز کوئی نئی بات نہیں اور صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہی نہیں بلکہ ان بے ایمانوں نے پہلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے یہ سب کے سب گستاخ ہیں۔ ان گستاخوں نے معجزات دیکھ کر بھی انکار کیا اللہ کی کتابوں کے منکر ہیں یہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کے گستاخ ہیں مگر ان گستاخوں کو ضرور پوچھا جائے گا میرے عذاب سے بچ نہیں سکتے آخر میرے پاس ہی آنا ہے اس وقت جو ذلت ہوگی وہ عبرت ناک ہوگی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے تو جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کب تک جئیں گے آخران لوگوں نے میرے پاس آنا ہے کیونکہ موت سب کو آنی ہے اس وقت ان کو گستاخیاں کرنے کا مزہ چکھایا جائے گا اور اے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو جھٹلانے اور انکار کرنے والوں کو سزا دی جائیگی قبر وحشر میں ذلیل ہوں گے اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنیں گے' کامیاب لوگ وہ ہوں گے جو تیرے غلام ہیں تیرے کمالات فضائل کو ماننے والے ہیں تیرے خصائص پر یقین رکھنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے تیری غلامی کر کے خود کو آگ سے بچالیا ہے اور جنت کے مستحق ہو گئے ہیں۔ یہ دنیا تو دھوکے کا مال ہے مطلب یہ کہ جس نے دنیاوی غرض وغائت کی وجہ سے دین کو چھوڑا تمہاری غلامی میں فرق کیا' وہ دنیا کے دھوکے میں آ گیا اگر دنیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دنیاوی مصلحتوں کو رد کرتا عقائد کے معاملہ میں پختہ رہتا تو دنیا کے دھوکے سے محفوظ ہو گیا ہوتا تو وہ اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ کر لیتا چنانچہ ایسے لوگ ہی بامراد ہوتے ہیں۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًاؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ: بیشک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بیشک ضرور اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ بیشک تم آزمائے جاؤ گے اور تمہیں آزمائے گا مال اور جانوں سے مطلب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کی خاطر مصائب آ سکتے ہیں۔ کاروبار میں تجارت میں کمی واقع ہو سکتی ہے اور پھر جانوں کی قربانی دینے کا موقعہ بھی آ سکتا ہے کہ ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کیلئے جان قربان کرنا پڑے یا بچوں عزیزوں رشتہ داروں کی قربانی دینی پڑے تو صبر کا دامن نہ چھوڑنا مطلب یہ کہ مال جانے پر صبر کرنا اگر کوئی جان دینی پڑے تو صبر کرنا ثابت قدم رہنا کیونکہ کافر چاہتے ہیں کہ تمہارے سامنے کمزوریوں کا ذکر کر کے تمہیں اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باغی بنایا جائے جیسے عام ہوتا ہے کہ ہمیں کیا جی اگر ہم اس قدر بڑھ چڑھ کے حصہ لیں گے تو مالی نقصان ہوگا' تعلقات خراب ہوں گے' لہٰذا ہم مذہبی معاملات سے دور رہیں تو ٹھیک ہے بعض اس سوچ کے مطابق اپنے رویئے میں نرمی پیدا کرتے ہیں یعنی دنیاوی مفاد کے پیش نظر ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یا ناموس آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' ناموس اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا ناموس ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اپنا کوئی کردار پیش نہیں کرتے تو اللہ کریم فرماتا ہے ثابت قدم رہو مال کا نقصان یا مصائب دیکھ کر تمہارے قدم ڈگمگانے نہیں چاہئیں تمہیں صبر کرنا چاہیے۔ یہ تو آزمائش ہے' مطلب یہ ہے کہ مال وجان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کرو واللہ تمہیں آزماتا ہے کہ کیا یہ سب کچھ میرے لیے میرے

marfat.com

Marfat.com

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قربان کرتے ہیں؟ فرمایا اگر ایسا موقع آجائے تو کفر کو ثابت کردو اگر تم باطل کیلئے سب کچھ قربان کرسکتے ہو تو ہم حق کیلئے سب کچھ قربان کرسکتے ہیں اگر تم بتوں کیلئے جان دے سکتے ہو تو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر جان قربان کرنا اپنے لیے بہت بڑی سعادت جانتے ہیں۔ پھر آگے اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو ان مشرکوں اور اہل کتاب کافروں سے حضور علیہ السلام کے خلاف بہت پراپیگنڈہ سنو گے یعنی یہ بے ایمان تمہیں بہت زیادہ دلائل پیش کریں گے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کمی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کمی ہے یہ کافر حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کے منکر ہوں گے اور تمہیں کہیں گے کہ انہیں علم نہیں ہماری طرح کا ایک عام بشر ہے اختیارات کا انکار نورانیت کا انکار کریں گے اور بکواسات بہت کریں گے تو انکا مقصد یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو یقین دلایا جاسکے کہ یہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں جس کا ذکر آسمانی کتب میں کیا گیا ہے تاکہ لوگ حضور علیہ السلام کو ایک عام آدمی سمجھ کر چھوڑ جائیں اور ان کی جگہ مال وجان اولاد قربان نہ کریں تاکہ اسلام کی حمایت ختم ہوجائے اور کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ دے تو اللہ کریم اپنے بندوں کو اطلاع کرتا ہے اے میرے بندو! مسلمانوں کفر کے پراپیگنڈہ میں آکر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانیت، اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر فضائل وخصائص کا انکار نہ کردینا کیونکہ کفر اپنی پوری طاقت صرف کرے گا مگر تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا انکار کرنے والے نہ بن جانا۔ فرمایا اگر تم بچ گئے یعنی کفر کی سازشوں کا شکار نہ ہوئے تو یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے تو ایمان والے بھائیو آج بالکل وہی پوزیشن ہے۔ اللہ کریم ہر فتنے سے محفوظ فرمائے اور پکا سچا اہلسنت بنائے (آمین ثم آمین)۔ بہت مشکل مسئلہ ہے اس دور میں ایمان بچانا کیونکہ بعض مذہبی رہنما بھی یہود ونصاریٰ سے مال بٹور کر اپنے ضمیر کا سودا کرچکے ہیں اور منبروں پر کھڑے ہوکر حضور علیہ السلام کے کمالات کا انکار کررہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝۱۸۷

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے قلیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے اہل کتاب یعنی یہودیوں سے عہد لیا تھا کہ جو توریت میں درج ہے اسے بیان کرنا مطلب کہ توریت میں جو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک آخر الزمان نبی صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے اس کی یہ نشانیاں ہونگی اور اس میں یہ خوبیاں ہوں گی اس کے فضائل خصائص عظمت وشان جو توریت میں بیان کی گئی ہے لوگوں میں اس کا خوب چرچا کرنا ان فضائل کو بیان کرنا تا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں تو لوگ ان کی نشانیاں دیکھ کر اور فضائل وخصائص دیکھ کر فوراً کلمہ پڑھیں اور غلاموں میں شامل ہو جائیں یاد رکھوائے علماء یہود اس میں کوتاہی نہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص علم اور اختیارات' نورانیت دیگر معجزات کمالات کو مت چھپانا۔ اے علماء یہود تم نے یہ وعدہ کیا مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو تم نے بدعہدی کی تم نے وعدہ خلافی کی کہ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپائے اور حضور علیہ السلام کے خصائص وفضائل کا انکار کیا اپنی مثل جانا علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیگر خوبیوں کا انکار کیا اور وہ عہد کو بھول گئے اور پیٹھ پیچھے پھینک دیا صرف دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر تم نے اپنا سب کچھ تباہ کر لیا اور ذلت اور رسوائی حاصل کی جب کہ تمہیں یہ ذلیل حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔

یہ سودا تم لوگوں نے (یعنی یہودی مولویوں نے) نفع والا نہیں کیا اس میں تمہاری تباہی ہے۔

مختصر وضاحت

یہودی مولوی اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وخصائص چھپاتے تھے کہ وہ مذہب کے نام پر بہت زیادہ مال یہودیوں سے وصول کرتے تھے ان کے باغوں اور مالوں میں حصے لیتے تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انہوں نے وہ کمالات اور نشانیاں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توریت میں درج تھیں چھپانی شروع کر دیں۔ اس خوف سے کہ اگر یہ لوگ سب کے سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہو گئے ایمان لے آئے تو ہماری آمدن ختم ہو جائے گی اور جو مال ہم یہودیوں سے حاصل کرتے ہیں وہ نہیں ملے گا چنانچہ اس خوف سے ان یہودی مولویوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و خصائص چھپانے شروع کر دیئے۔

اس سے معلوم ہوا فضائل وخصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھپانا یہودیت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل اور کمالات بیان کرنا اسلام ہے اور ایمان دار ہونے کی دلیل ہے منافق فضائل بیان کرنے سے گریز کرے گا مومن بیان کر کے راحت محسوس کرے گا کیونکہ مومن کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہوتی ہے اس لیے وہ عظمت وشان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے سے خوش ہوتا ہے جبکہ منافق کا دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوتا ہے اس لیے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو چھپائے گا علم' کمالات' نورانیت' اختیارات کو بیان کرنے سے گریز کرے گا بلکہ حیلے بہانے سے ان کا انکار کریگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا ایک عام آدمی ثابت کرنے کی کوشش کریگا یہی منافق کی علامتیں ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک منافقین کے متعلق بیان فرما رہا ہے کچھ یہودی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ واقعۃً اللہ کے رسول ہیں ہم تصدیق کرتے ہیں اور بھی تعریفی جملے بولے جس پر مسلمانوں نے ان کی تعریف کی مگر باہر جا کر کہنے لگے کہ دیکھا مسلمانوں سے ہم نے کیسے اپنی تعریف کرالی ہے جبکہ ان کے دل میں ایمان نہیں تھا بظاہر جو کہتے تھے وہ دل سے ایسے نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جو اپنی تعریف سن کر خوش ہو رہے ہیں کہ ہم نے ایمان والوں کو دھوکا دیا ہے ان سب کو دردناک عذاب ہوگا اور یہ منافق چاہتے ہیں کہ اسی طرح ہم مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہیں اور ان سے اپنی تعریفیں سنتے رہیں۔ جیسے آج کل کچھ لوگ بدعقیدہ ہوتے ہیں مگر دنیاوی غرض و غائت کی وجہ سے خود کو ایک متعصب بدعقیدہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تاکہ ووٹ وغیرہ مل سکیں مگر دل سے وہ اسی طرح بدعقیدہ ہوتے ہیں اور بعض جگہ تو ایسے بدعقیدہ مولوی ہیں جو پہلے تو خود کو اہل سنت ظاہر کرتے ہیں قسمیں اٹھاتے ہیں گیارہویں کھاتے ہیں درود وسلام پڑھتے ہیں مگر جب اپنے کچھ ساتھی بنالیتے ہیں اور کچھ بے وقوف قسم کے اہل سنت ان کی حمایت کرتے ہیں اس وقت وہ اپنے آپ کو دیوبندی ظاہر کردیتے ہیں اور جب کہا جائے کہ مولوی تم تو خود کو اہل سنت کہتے تھے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم ہیں تو اہل سنت ہی مگر دیوبندی سنی ہیں یہ ایک بہت بڑی منافقت ہے کیونکہ دیوبندی اہل سنت نہیں ہیں اور جب گیارہویں کھانے اور یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہنے درود وسلام پڑھنے کے متعلق پوچھا جائے تو چپ سادھ لیتے ہیں یہی وہ منافق ہیں جن کے دلوں میں ایمان نہیں صرف زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے عقلندوں کیلئے نشانیاں ہیں کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص غور کرے گا تو یقیناً بت پرستی سے نفرت کریگا کیونکہ جو بننے میں کسی کا محتاج ہو وہ الہ نہیں ہوسکتا الہ تو وہ ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہوگا جس نے آسمانوں کو بنایا اور پھر کوئی ستون وغیرہ نہیں اور پھر زمین کو بنایا تو پھر دن اور رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا موسموں کا تبدیل ہونا یہ سب کچھ کون ہے کہ جو کرے؟ یہ صرف اور صرف وہ قادر مطلق ہی کرسکتا ہے اسکے سوا کسی میں یہ ہمت نہیں کہ آسمانوں کو پیدا کرسکے اور نہ کسی میں ہمت ہے کہ وہ زمین کو پیدا کرسکے جو غور کرے گا اور پھر انصاف سے فیصلہ کرے گا تو یقیناً یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جو سب کا پیدا کرنے والا ہو یا آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہو اگر عقلمند ہوگا تو بت پرستی سے توبہ کرے گا اور اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے گا۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۱۹۱

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیام کی باری میرے ہاں تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں خوب عبادت کروں تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے آپ کی مرضی ہو آپ کرسکتے ہیں آپ مالک ہیں اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا چاہتی ہوں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا قیام فرمایا پھر سجدہ فرمایا اور اس قدر روئے کہ مصلیٰ آنسوؤں سے بھیگ گیا حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دستک دی تو حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لے گئے میں نے دریافت کیا تو فرمایا آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا خرابی ہے کہ انکی جو آیات پڑھیں اور صناعت قدرت پر غور نہ کریں۔ (بحوالہ الحسنات، روح المعانی)

اس آیت میں ذکر سے مراد نماز ہے نماز اتنی ضروری ہے اگر آدمی بیماری کے باعث کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر پڑھے اگر پھر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو اشارے سے مطلب یہ کہ نماز بے حد ضروری ہے مگر اس پر عمل کرنا آسان اس شخص کیلئے ہوگا جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتا ہوگا۔ اس لیے کہ جب غور وفکر کرے گا تو اللہ پر یقین کامل ہو جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

ترجمہ: اے رب ہمارے بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا ذلیل وہ شخص ہے جو ایسے کام کرے یا ایسے عقائد رکھے جو دوزخ کا ایندھن بنے مثلاً اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفات کا انکار کرے اس کے متعلق غلیظ عقیدہ رکھے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے یا دیگر ایسے عقائد جس میں توہین خداوندی ہو یا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایسے غلیظ عقائد رکھے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں جن میں توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا انکار کرنا نورانیت کا انکار اختیارات کا انکار یا دیگر اس قسم کے عقائد رکھے اور فضائل وخصائص کا انکار کرے تو وہ شخص ذلت اور رسوائی حاصل کرے گا اور اسکی مدد کرنے کیلئے کوئی بھی تیار نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کا کوئی مددگار نہ ہوگا مگر جو حضور علیہ السلام کے غلام ہوں گے انکے مددگار بہت ہوں گے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے چھوٹے بچے مددگار ثابت ہوں گے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنوں کے مددگار ہوں گے بزرگان دین اور پھر خصوصاً حضور علیہ السلام اپنے غلاموں کی مدد فرمائیں گے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

ترجمہ: اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کیلئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے مٹا دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر دے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک نے حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے کہ جو شخص حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے وہ ایمان والا نہیں دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ منادیا سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ قوم کو اکٹھا کر کے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ وہی عبادت کے لائق ہے اور میں اللہ کا سچا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں مجھ پر ایمان لاؤ تو جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا جو لوگ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین کرتے ہوا ایمان لے آؤ فضیلت اور وقار حاصل کرو گے اور قرآن حدیث میں ان لوگوں کے جا بجا فضائل درج ہیں یعنی صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی شیر خدا، دیگر اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور جو انکار کر گئے یعنی جنہوں نے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دیا وہ کافر ہو گئے

marfat.com
Marfat.com

مثلاً ابوجہل' ابولہب وغیرہ آج بھی جو لوگ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں جن کو پرویزی یا اہل قرآن کہتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ جو حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہوگا نہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے چاہے وہ اقرار ہی کرے کیونکہ جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتبار نہیں کرتا وہ قرآن کا اقرار کیسے کرسکتا ہے یا وہ اللہ پر یقین کیسے رکھ سکتا ہے بلکہ جو فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا وہ قیامت کا منکر فرشتوں کا منکر جنت کا منکر دوزخ کا منکر اللہ کا منکر ہوگا کیونکہ ان پر یقین اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی زبان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیث پر ایمان ہوگا تو اگر حدیث کا منکر ہے کہ تو ان سب کا منکر ہوگا وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا اگر کوئی کہے کہ قرآن کی وجہ سے میں جنت دوزخ ملائکہ اور اس پر ایمان رکھتا ہوں تو پھر کہا جائے گا کہ قرآن کو اللہ کا کلام ماننے میں (کہ یہ اللہ کا کلام ہے) کیا دلیل ہے تو انہیں یہ مجبوراً کہنا ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تو اس جملہ سے ظاہر ہوا کہ حدیث کے بغیر قرآن پر بھی ایمان نہیں ہوسکتا لہٰذا اگر کوئی حدیث کا منکر ہے تو باقی سب کا نام مثلاً اللہ کا نام یا قرآن کا نام وہ صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے لیتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث یعنی فرمان کے بغیر قرآن اور خدا کو مانا ہی نہیں جاسکتا اور حضور علیہ السلام نے اس فتنے کی خبر اپنے غلاموں کو دے دی تھی چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اور بھی اس جیسی۔ خبردار ہوجاؤ قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لیے صرف قرآن ہے۔ (الی آخر) (ابوداؤد شریف' کتاب السنہ) اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب شریف بھی ظاہر ہوا اور پھر قرآن کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے بڑی برائی اچھوں سے دور ہونا یعنی نبیوں ولیوں بزرگوں سے اور سب سے زیادہ خوش بخت وہ شخص ہے جسے نبیوں صدیقوں شہیدوں کی سنگت مل جائے الحمدللہ جو صرف اہلسنّت کو حاصل ہے کہ ہم سب کے ماننے والے ہیں باقی تمام گروہوں کو دیکھو کوئی انبیاء علیہم السلام کا منکر تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی صدیقوں کا منکر اور کوئی شہداء بدر اور احد کا منکر اور کوئی شہداء کربلا کا منکر اور ولیوں کے منکر مگر اہلسنّت وجماعت سب کے عقیدت مند ہیں یہی ان کے حق ہونے کی عظیم دلیل ہے اور نجات انہیں لوگوں کی غلامی میں ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ: اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے وعدہ کیا اپنے رسول کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تفسیر: مطلب یہ کہ اے میرے اللہ تیرا اعلان ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا اس پر کرم ہوگا اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہوا ہے کہ جو میرے دامن میں آئے گا یعنی غلامی کرے گا

marfat.com

Marfat.com

اس کو بخش دیا جائے گا اگرچہ ہم گناہ گار ہیں مگر ہم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ کرم فرما اور پوری کائنات کے سامنے ہمیں شرمندہ نہ کرنا۔ ہمارے گناہوں کو عیاں نہ کرنا اور مجھے یقین ہے کہ میرا اللہ وعدہ خلاف نہیں اس کا وعدہ سچا ہے مطلب کہ ہم پر کرم فرما تاکہ خوف ختم ہو جائے۔ قیامت کے دن اللہ اپنے بندوں پر کرم فرمائے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو معاف کر دے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اللہ قبول فرمائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار میں ہوں۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہوگی۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور انکے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم میں سے جو بھی نیکی کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت سب کی نیکیاں قبول کروں گا کیونکہ اللہ ایمان والوں کی نیکیاں ضائع نہیں کرتا تو اس میں مرد ہو یا عورت تم سب آپس میں ایک ہو مطلب کہ ہر مرد کسی عورت کا بیٹا ہے اور ہر عورت کسی مرد کی بیٹی ہے تم ایک ہی ہو یا تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو اور پھر فرمایا وہ جو ہجرت کرنے والے ہیں جن کو اپنے گھروں سے نکالا گیا اور صرف اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے ستائے گئے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جہاد کرتے شہید ہو گئے فرمایا یہ سب کچھ انہوں نے اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کیا ہے اور میں ان سب کے گناہ معاف کر دوں گا اور ان کو جنت دوں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اللہ اپنے فضل و کرم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان لوگوں کو یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ضرور نوازے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے سب جنتی ہیں صحابہ کرام کے متعلق گندی گفتگو کرنے والا یعنی ان کے ایمان پر شک کرنے والا یا ان کا حسد رکھنے والا مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکا واضح اعلان ہے کہ جو ہجرت کرنے والے ہیں وہ جنتی ہیں

marfat.com
Marfat.com

اب منافق ہی توہین صحابہ کرسکتا ہے جو قرآن پر ایمان رکھنے والا ہو وہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام کرے گا کیونکہ جن کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت کی بشارت دے ان کے ایمان پر شک کرنے والا قرآن وحدیث کا منکر ہے بلکہ حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا یعنی نہ تو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آگ چھوئے گی اور نہ ہی میرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرنے والے کو چھوئے گی یعنی تابعی کو۔ (مشکوٰۃ ترمذی)

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۹۶

ترجمہ: اے سننے والے کافروں کا شہروں میں سرعام پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگرچہ یہ لوگ کافر ہیں یعنی جو اللہ اور رسولوں کے منکر ہیں بے ایمان ہیں مگر ان کی عیش وعشرت دیکھ کر ان کا مال اور دولت دیکھ کر ان کے کاروبار دیکھ کر ان کی دنیاوی زندگی کی سہولتوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجانا کہ اگر یہ برے لوگ ہوتے یا اللہ کے دشمن ہوتے یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہوتے تو اس قدر آرام کی زندگی نہ گزارتے جیسے آج کل سیدھے سادے بندے بعض اوقات زبان سے جاہلانہ جملے نکال بھی دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ کریم نے سمجھایا ہے کہ دنیاوی وسائل کا ہونا مالدار ہونا دیگر سب کچھ تمہیں دھوکا نہ دے۔

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۗ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۹۷

ترجمہ: تھوڑا برتنا ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا بچھونا ہے۔

تفسیر: کیونکہ یہ سب کچھ یعنی دنیاوی وسائل اور سہولتیں بہت تھوڑی مدت کیلئے ان کو دی گئی ہیں یعنی اسی دنیا کی زندگی میں جب دنیا سے جائیں گے تو ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو ان کیلئے بہت ہی برا ہے مگر یہ آج نہیں سمجھتے اے ایمان والو تمہاری آخری زندگی اس سے کہیں بہتر ہوگی جس کا کافر گمان بھی نہیں کر سکتے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝۱۹۸

ترجمہ: لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہنا ہے اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کیلئے سب سے بھلا

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو شخص مجھ سے ڈرے اور گناہ سے بچے بدعقیدگی سے بچے کیونکہ بدعقیدہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا خواہ کتنے بہتر عمل کرے تو فرمایا بدعقیدگی کے گند سے محفوظ رہے اور عمل بھی صالح کرے اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرے تو پھر اللہ کریم اس بندے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ مہربانی فرمائے گا اور اس کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور اللہ اسے مہمانوں کی طرح رکھے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہم اپنے مہمان کو بہتر سے بہتر کھانا پیش کرتے ہیں اسکے بیٹھنے اٹھنے کا خیال رکھتے ہیں اور بہتر سے بہتر انتظام کرتے ہیں اسی طرح اللہ وحدہ لاشریک اپنے بندے کو بہتر سے بہتر نعمتیں عطا فرمائے گا جیسے نیکوں کی قدر کی جاتی ہے اسی طرح اس کی جنت میں قدر ہوگی عزت ہوگی چنانچہ حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ صبح سویرے اٹھتا ہے اور جو صبح سویرے اٹھتا ہے وہ منزل پر جا پہنچتا ہے آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا مہنگا ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے (ترمذی مشکوٰۃ) دوسری حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرمائے گا کہ اسے جہنم سے نکال لو جس نے مجھے ایک روز بھی یاد کیا یا ایک جگہ بھی مجھ سے ڈرا۔ (ترمذی مشکوٰۃ، بیہقی)

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ: بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے قلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت نجاشی شاہ حبشہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ شاہ حبشہ کی وفات کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ اپنے بھائی نجاشی کی نماز پڑھو۔ اس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیع میں تشریف لائے اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اس پر منافقین نے باتیں بنائیں کہ حبشہ کے نصرانی پر تو نماز پڑھائی جاتی رہی ہے جس کو حضور علیہ السلام نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا تو اس پر اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی (کبیر خازن وغیرہ) اس سے ثابت ہوا کہ ہر شخص کے ایمان کا حضور علیہ السلام کو علم ہے اگر حضور علیہ السلام کو علم نہ ہوتا تو نجاشی کا جنازہ نہ پڑھتے جنازہ اس لیے پڑھا کہ حضور علیہ السلام کو علم تھا کہ نجاشی مسلمان ہو چکا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام کو دلوں کی کیفیت کا علم اللہ کریم نے عطا فرمایا ہے اور پھر حضور علیہ السلام نے بظاہر

marfat.com
Marfat.com

نجاشی کو دیکھا بھی نہیں یعنی ملاقات بھی نہیں ہوئی اسکے باوجود جنازہ کا پڑھانا آپ کے علم غیب کی دلیل ہے اور منافقین کی زبان بند کردی کہ جس کو تم عیسائی کہتے ہو وہ عیسائی نہیں تھا بلکہ مسلمان ہو چکا تھا وہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور قرآن پر ایمان اور انجیل پر ایمان رکھتا تھا یعنی اس کو بھی اللہ کی کتاب مانتا تھا اور اپنے رب کے حضور جھکنے والا تھا اور دل سے جھکتا تھا اور وہ ان میں سے نہیں تھا جو تعصب کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت والی آیات بدل دیتے تھے یعنی وہ حضور علیہ السلام کے فضائل و خصائص پر ایمان رکھتا تھا ایمان والا تھا اور یہ ان لوگوں میں تھا جن کی خوش عقیدگی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا ثواب اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

بعض حضرات نجاشی والی حدیث پیش کر کے غائبانہ نماز جنازہ کو درست جانتے ہیں بلکہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی لہٰذا غائبانہ نماز جنازہ درست اور جائز ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بعض عمل وہ ہیں جو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی خاصہ ہیں جو ہر شخص نہیں کر سکتا مثلاً وصال کے روزے رکھنا یہ صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے ہمارے لیے جائز نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سحری اور افطاری کیا کرو تم میری مثل نہیں ہو تو اسی طرح نجاشی کا نماز جنازہ بھی یا اس قسم کی دیگر روایات جو آئی ہیں یہ صرف اور صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ ہیں ہمارے لیے جائز نہیں ہیں۔

اسی طرح نماز جنازہ یعنی جس کو غائبانہ نماز جنازہ کہا جاتا ہے وہ ہمارے لیے جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو کوئی چیز غائب ہی نہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو حضور علیہ السلام نے نماز کسوف (جو سورج گرہن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے اسے کسوف کہتے ہیں) پڑھی تو صحابہ نے بھی حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی (تو جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے) تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے دیکھا تھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا تھا پھر ہم نے یہ دیکھا کہ آپ کچھ پیچھے ہٹے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھ کر یہ چاہا کہ اس میں سے پھلوں کا ایک خوشہ توڑ لوں اگر میں اس خوشہ کو لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس سے پھل کھاتے رہتے لیکن جب میں نے دوزخ کو دیکھا تو اس سے زیادہ ہولناک منظر مجھے نظر نہ آیا تھا میں نے دیکھا کہ دوزخ میں رہنے والی اکثر خواتین ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اس کی وجہ کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ان کی نافرمانیاں کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتی ہیں فرمایا کہ شوہروں کی مہربانیوں کا کفران کرتی ہیں۔ احسان فراموشی کرتی ہیں اگر تم موت تک ان کے ساتھ مہربانی کرتے رہو اور اگر ایک مرتبہ بھی ان کی مرضی کے خلاف کچھ کر دو تو کہیں گی آپ نے ہم سے کبھی بھلائی نہیں کی (مشکوٰۃ متفق علیہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے جس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جنت اور دوزخ ہے یعنی وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ اس سے نجاشی غائب کیسے ہو سکتا ہے پھر دوسری حدیث ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

marfat.com
Marfat.com

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا (الی الاخر) بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور نہ ہی کوئی چیز دور ہے۔ حضور علیہ السلام ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں یعنی اللہ نے حضور علیہ السلام کو یہ کمال عطا فرمایا ہے لہٰذا حضور علیہ السلام سے نجاشی کی میت نہ تو پوشیدہ تھی اور نہ ہی دور تھی لہٰذا جب پوشیدہ نہ ہوئی تو غائبانہ نماز جنازہ نہ ہوئی۔ اگرچہ دلائل لاتعداد ہیں مگر طوالت کے خوف سے درج نہیں کروں گا ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا پھر آپ نے کھجور کی تازہ ٹہنی منگوائی اور اسے آدھوں آدھ چیرا اور ہر ایک کی قبر پر ایک شاخ گاڑ دی اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (نسائی، بخاری شریف)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کے سامنے کوئی دیوار حائل نہیں ہو سکتی۔ حضور علیہ السلام قبروں کے اندر بھی دیکھ سکتے ہیں جو زمین کے اندر دیکھ سکتے ہیں ان سے قبر میں مردہ غائب کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو جنازہ نجاشی کا پڑھا تھا وہ غائبانہ نہیں تھا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو قبر والے پوشیدہ نہیں ہیں لہٰذا غائبانہ نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ جائز ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور پڑھتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں پڑھی جاتی۔ سید فاروق اعظم اور جناب عثمان غنی اور جناب علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں پڑھی جاتی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صرف اور صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ تھا اس لیے کہ حضور علیہ السلام سے کوئی مردہ غائب ہی نہیں تو اگر امام میت کو دیکھتا ہو امام کے سامنے میت حاضر ہو تو مقتدی کیلئے ضروری نہیں اور نہ ہی وہ غائبانہ نماز جنازہ کہلائے گی۔ کیونکہ حضور علیہ السلام سے نجاشی کی میت غائب نہ تھی حضور علیہ السلام اسے دیکھ رہے تھے اور پھر صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ نہ ہوتی اور سب کیلئے جائز ہوتی تو پھر خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ضرور پڑھی جاتی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز تراویح تین دن پڑھی مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خصوصاً خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پورے اہتمام سے اسے پڑھا اور چھوڑی نہیں اور آج تک لوگ تراویح کی نماز اہتمام سے پڑھ رہے ہیں۔ اگر غائبانہ نماز جنازہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا مسلمانوں کیلئے جائز ہوتی تو صحابہ اس کو کبھی ترک نہ کرتے۔ مگر صحابہ کا غائبانہ نماز جنازہ کا نہ پڑھنا ترک کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ تھا اور کسی کیلئے جائز نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اے ایمان والو صبر کرو صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو جب تمہارا مقابلہ دشمن سے ہو جائے تو صبر کا مظاہرہ کرنا کیونکہ کفار باطل کیلئے تمام مصائب برداشت کر رہا ہے اور کوئی بات ایسی منہ سے نہیں نکالتا جس سے کمزوری ظاہر ہو مگر تم تو حق کیلئے آئے ہو اور اللہ اور رسول کیلئے جہاد کر رہے ہو اگر تمہیں کوئی مصیبت آ جائے یا سختی کا وقت آ جائے تو تم ان سے بڑھ کر صبر کا مظاہرہ کرو تا کہ کفر کو ثابت ہو جائے کہ مومن اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہر قسم کی قربانی دینا سعادت جانتے ہیں۔

لہٰذا بے صبری کا مظاہرہ بالکل نہ ہونے پائے اور فرمایا یہ جو تم اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حق کیلئے یا اپنے ملک جو اسلامی ہو اس کیلئے قربانیاں دیتے ہو یا اس کی حفاظت کیلئے پہرہ دیتے ہو یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا رو کے رکھا۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے' تو قیامت کے روز گھوڑے کی خوراک اس کا پانی اور اس کی لید اور پیشاب بھی میزان میں ہوگا مگر اللہ کیلئے ہو تو ایسا شخص کامیاب ہوا اور بھی بہت زیادہ جہاد کے متعلق احادیث ہیں جن سے ثابت ہوا ملک کی حفاظت کرنا بہت بڑی نیکی کرنا ہے اور ملک کی مخالفت گمراہی اور بے دینی ہے۔

اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ اگر گفتگو کرے تو ایسی کرے جس سے ملک کا نقصان نہ ہو اگر ان چیزوں کا خیال نہیں رکھتا تو ایسا شخص ملک اور قوم کا دشمن ہے۔

❀......❀......❀

marfat.com

Marfat.com

سُوْرَۃُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّۃٌ
اٰیَاتُھَا (۱۷۶) رُکُوْعَاتُھَا (۲۴)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ①

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے لوگو اللہ سے ڈرو اگر مومن ہے تو اسے چاہیے کہ برے اعمال سے گریز کرے کیونکہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل نہ کرنا جرم ہے حاکم کے حکم کی مخالفت بغاوت تصور کی جاتی ہے جس کی سزا انتہائی سخت ہوتی ہے۔ (۱) حاکم کو تو مانتا ہو مگر حکم ماننے میں کوتاہی کرتا ہو تو ایسا شخص گناہ گار کہلائے گا (۲) اور یہ کہ حاکم ہی نہ مانے' ایسا شخص کافر کہلائے گا وہ مومن نہیں ہوگا تو اللہ وحدہ لاشریک سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور احکام شرعیہ میں کوتاہی کرتا ہے اس کو ڈرنا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے اور اپنے رب کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے اور دوسرا کافر ہے جو اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو الٰہ جانے ایسے شخص کو کہا جا رہا ہے کہ کفر وشرک سے توبہ کرو اور اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام پر عمل کرو کیونکہ وہ تمہیں پیدا کرنیوالا ہے اور پھر غور تو کرو ایک جان سے دوسری جان پیدا کی یعنی جناب آدم علیہ السلام کی پسلی سے جناب اماں حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اور جوڑا بنایا کون ہے جو ایسا کر سکے یہ صرف اللہ ہے جو قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اکیلے ہی تھے اور اکیلے رہ کر اکتا چکے تھے گھبراہٹ محسوس کرتے تھے تو حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے تو اللہ وحدہ لاشریک نے حضرت اماں حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اس لیے حکم ہے عورتوں سے پیار سے کام لیا کرو یعنی اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ یہ ٹیڑھی پسلی کی پیدائش ہے الفاظ اس طرح ہیں حضرت ابو ہریرہ

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر والا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہنا (بخاری شریف) حضرت حوا علیہا السلام' حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا جب جناب آدم علیہ السلام کی آنکھ کھلی' نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک میری ہم جنس میرے پاس ہے' خوش ہوئے۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے تنہائی کی وجہ سے اکتاہٹ محسوس کرتے تھے جب حضرت حوا علیہا السلام کو دیکھا تو ہاتھ بڑھایا تو حکم ہوا کہ اے پیارے آدم علیہ السلام اسے تیرے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے مگر پہلے اس کا مہر ادا کرو عرض کی کہ یا رب للعالمین اس کا مہر کیا ہے؟ تو فرمایا اے آدم علیہ السلام میرے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھو چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے سترہ بار حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا (صاوی بحوالہ نعیمی) اور پھر حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرفوع روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی انہوں نے آنکھیں کھولیں تو جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کیا الٰہی کیا مجھ سے بڑھ کر بھی کسی محترم و مکرم کو پیدا فرمائے گا۔ فرمایا ہاں اے آدم علیہ السلام تیری اولاد میں سے ایک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے انہی کی وجہ سے میں نے جنت و جہنم پیدا کئے پھر جب اللہ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام نے ایسی مخلوق دیکھی جو سب سے نرالی تھی اور اس میں شہوت رکھی عرض کیا الٰہی یہ کیا ہے؟ فرمایا حوا علیہا السلام۔ عرض کیا الٰہی کیا اس کو میرا جوڑا بنا دے گا؟ فرمایا مہر لاؤ عرض کیا' اس کا مہر کیا ہے؟ فرمایا اس نام والے پر دس مرتبہ درود بھیجو۔ عرض کیا کہ اے رب اگر میں نے ایسا کیا تو میرا جوڑا بنا دے گا؟ فرمایا ہاں پس انہوں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دس مرتبہ درود بھیجا اور یہی (حضرت حوا علیہا السلام کا) مہر تھا (سعادۃ دارین امام یوسف نبہانی)

فرمایا پھر اس جوڑے سے بہت سے مرد اور عورتیں کر دیئے اور یہ ساری مخلوق مرد اور عورتیں جناب آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو سوال کرتے یعنی وہ رب عظمت و شان کا مالک ہے جس کے نام کا صدقہ مانگتے ہو وہ تمہیں فرماتا ہے کہ رشتوں کا لحاظ رکھو یعنی والدین بہن بھائی عزیز و اقارب جو بھی آپ کے قریبی ہیں ان کا خیال رکھو کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رشتہ داری توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا (بخاری کتاب الادب) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کا رزق فراخ ہو اور اسکی عمر دراز ہو جائے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کیا کرے (بخاری کتاب الادب) ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک رحم یعنی مہربانی ایک ایسی شاخ ہے جو

marfat.com

Marfat.com

رحمٰن سے ملی ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو تجھ سے ملے گا میں اسے ملوں گا جو تجھ سے تعلقات توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا (بخاری) اور فرمایا اللہ وحدہ لاشریک تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مطلب کہ یہ مت خیال کرنا کہ ہمارے بدنیت ہونے کا علم نہیں اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اس لیے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق والدین عزیز واقارب رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک آدمی تھا اس کے پاس اس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا جب وہ جوان ہوا تو اس نے اپنے چچا سے اپنے مال کا سوال کیا کہ میرا مال واپس کرو تو چچا نے مال دینے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے حرام کھانے سے باز آؤ پاکیزہ روزی کھاؤ جب تمہارے پاس حلال روزی موجود ہے تو حیلے بہانے سے ناجائز مال ملا کر کھاؤ گے تو اللہ کے ہاں بہت بڑے مجرم قرار پاؤ گے کیونکہ حرام کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

ملا کر کھانے کا مطلب ہے کہ جیسے ٹب دودھ کا بھرا ہو تو اسے پیشاب کے چند چھینٹے اس کو ناپاک بنا دیتے ہیں اسی طرح حرام مال ملانے سے تمہارا صحیح مال بھی جو حلال ہے وہ بھی حرام ہو جائے گا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگوں کے پاس یتیم لڑکیاں ہوتیں ان کی پرورش کرتے اور وہ مالدار بھی ہوتیں جب وہ یتیم لڑکیاں جوان ہو جاتیں تو مال کی وجہ سے جو ان کی پرورش کرنے والے ہوتے تھے ان سے شادی کر لیتے مگر ان

marfat.com
Marfat.com

کے حقوق ادا نہ کرتے مطلب کہ شادی مال کی وجہ سے کرتے اگر مال نہ ہوتا تو وہ ان کو بیوی بنانے کیلئے تیار نہ ہوتے تو اللہ کریم نے فرمایا اگر تم نے ان کے حقوق ادا نہیں کرنے ہوتے تو ان سے شادی نہ کرو تو اللہ نے ان کو روکنے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ ظلم نہ کرو۔ اگر تمہیں یہ پسند نہیں ہیں تو تم ان سے شادی کرو جو تمہیں پسند ہیں دو دو تین تین بار چار چار کر لو بعض گمراہ فرقے ان الفاظ کا عجیب مطلب لیتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

یہ دو دو تین تین چار چار کہنے کا مطلب کہ اے لوگو بدکاریاں نہ کرو جرم نہ کرو دو دو کر لو تین تین کر لو چار چار کر لو یہ ایک محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر ایک کم ہے تو سب دو دو روٹیاں لے لو اگر پھر بھی بھوک رہے تو تین تین لے لو اگر پھر پیٹ نہیں بھرتا تو چار چار لے لو تاکہ بھوک ختم ہو جائے۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ چار تک لے سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا یہ مطلب لے کہ دو دو چار اور تین تین چھ تو یہ کل دس ہوئیں اور پھر چار چار آٹھ ہوئیں آٹھ اور دس ملایا تو اٹھارہ بن گئیں تو وہ اٹھارہ روٹیاں اٹھا لے تو اس کو بدنیت تصور کیا جائے گا۔ اس طرح جو شخص چار بیویوں سے زیادہ کا معنی لیتا ہے وہ بدکردار اور بدنیت ہے کیونکہ یہ تو ہجوم کی وجہ سے محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ بھئی دو لے لو مطلب کہ سب احباب اپنے حصہ کی دو روٹیاں لے لے اگر تین کہا جائے گا یا چار کہا جائے گا تو مطلب یہی ہوگا کہ ہر فرد کے حصہ میں چار آتی ہیں لہٰذا تم چار لے جا سکتے ہو اسی طرح فرمایا کہ تم چار بیویاں کر سکتے ہو یعنی یہ تکرار کیا گیا ہے مگر تمہیں انصاف کرنا ہوگا اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی کرو کیونکہ اگر تم بیویاں ایک سے زیادہ کر لو انصاف نہ کرو گے تو یہ سخت جرم ہے اس پر سزا ملے گی۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

تفسیر: مطلب یہ کہ عورتوں کو مہر دے کر چھیننا نہیں چاہیے عورت سے جبراً چھیننا غلط ہے۔ ہاں اگر اپنی خوشی سے وہ خرچ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہوتا یوں تھا کہ لڑکی کا ولی لڑکی سے حق مہر چھین لیتا تھا تو اللہ نے منع فرمایا ہے خواہ کوئی بھی ہو لڑکی سے حق مہر کی رقم جبراً چھیننا حکم کے خلاف ہے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

ترجمہ: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اسی میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: حضرت ابن عباسؓ نے (اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا جو مال اللہ کریم نے تمہیں عطا فرمایا ہے اور ذریعہ معاش بنایا ہے (یعنی کاروبار میں لگایا ہے) اس پر (یعنی کاروبار پر) عورتوں اور بچوں کو تسلط نہ دو (یعنی انکے ہاتھوں میں نہ دو) وہ تمہارے خلاف کریں گے (مطلب کہ تم سوچ سمجھ سے کاروبار کرو گے اور وہ ناسمجھی کی وجہ سے مال برباد کر دیں گے) اور تم ان کے ہاتھوں کو تکتے رہو گے اس لیے اپنا مال اپنے قبضہ میں رکھو مگر بخل سے کام نہ لینا اپنے بیوی بچوں پر توفیق کے مطابق خرچ کرنا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں (ترمذی' مشکوٰۃ) اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو مال عطا فرمائے تو خرچ کی ابتداء اپنی جان اور اپنے گھر والوں سے کرے (مسلم شریف' مشکوٰۃ) مطلب کہ اگر اللہ کریم نے تمہیں مال عطا فرمایا ہے تو بخل نہ کرو اپنے بچوں اور بیوی پر خرچ کرو اچھا لباس' اچھی تعلیم' اچھی خوراک دو تا کہ وہ معاشرے میں بہتر انسان ہوں خود پر خرچ کرو اور فرمایا ان کو اچھی بات کہو یعنی ان کی تربیت کرو انہیں عقل سکھاؤ بڑے کا ادب اور چھوٹے پر رحم کرنا سکھاؤ اور ہر برائی سے اسکے دل میں نفرت پیدا کرو اور ہر اچھائی پر عمل کرنے کی تلقین کرو تا کہ اس کی آخرت بہتر ہو جائے وہ ایک اچھا انسان بنے اور لوگ تمہاری اولاد کو دیکھ کر خوش ہوں اور تمہاری عزت میں اضافے کا سبب بنے۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

ترجمہ: یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہی (کے) سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو یتیم تمہارے پاس پرورش پا رہے ہیں وہ جب عاقل بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کو واپس کر دو یعنی ان کے سپرد کر دو۔ آگے فرمایا گیا حد سے بڑھ کر نہ کھاؤ اگر حاجت ہو تو کھا سکتے ہو یعنی جب انتہائی ضرورت ہو تو پوری کر سکتے ہو۔ مثلاً یتیم کی بھینس ہے اور تم بھوکے ہو کھانے کی چیز نہیں تو اس کا دودھ استعمال کر سکتے ہو۔ بھوک مٹانے

marfat.com
Marfat.com

کیلئے دودھ نوش کر سکتے ہو جائز ہے اگر لباس نہیں تو یتیم کے مال سے لباس کیلئے مال لے سکتے ہو مگر ضرورت پوری ہو جائے برہنہ بدن ہونے سے بچنے کیلئے۔ ایسا نہ ہو کہ اعلیٰ قسم کا لباس اور کئی کئی سوٹ بنا لو اس کی اجازت نہیں کیونکہ پرورش کرنے کا صلہ اتنا ضرور ہے اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو مال واپس کرتے وقت کچھ گواہ کر لو اور فرمایا اگر تم نے حیلے بہانے سے مال کھایا تو یاد رکھو اللہ حساب لینے والا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

ترجمہ: مردوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

تفسیر: ایک انصاری جس کا نام اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی اولاد میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا جو چھوٹی عمر کا تھا اوس کے دو چچا زاد بھائی آئے اور اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا چنانچہ اوس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور سارا قصہ عرض کیا تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی مگر حصہ نہیں بتایا گیا کہ کس کا کتنا حصہ ہے وہ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے جو اس آیت کی تفسیر میں بیان کر دیا جائے گا۔ (انشاء اللہ بفضل خدا)

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

ترجمہ: پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

تفسیر: اللہ فرماتا ہے اگر مال تقسیم کرتے وقت رشتہ دار آ جائیں یا یتیم مسکین آ جائیں تو ان پر بھی اس مال سے خرچ کرو مطلب یہ کہ مال بچانے والو جس کے مال سے تمہیں یہ مال مل رہا ہے تو اس عزیز داری کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے دیگر رشتہ دار ہیں ان پر بھی خرچ کرو ان کا کھانا وغیرہ اور مساکین یتیموں میں بھی خرچ کرو ان کو کھانا کھلا دو یا فوت ہونے والے کے نام پر اور کوئی چیز خیرات کرو تاکہ جس کا مال تھا اس کو بھی اس کا نفع ہو جائے اور اچھی باتیں کہو ان سے مطلب کہ اچھا مشورہ دو۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہیے کہ اس سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعض لوگ مرنے والے کے پاس اس کی عیادت کیلئے آتے اگر محسوس کرتے کہ اس کا آخری وقت ہے اب تو زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا تو اس کو مشورہ دیتے کہ تو اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کر جا خیرات کر دے اس لیے کہ تیرے وارث اس مال سے عیش وعشرت کی زندگی گزاریں گے جسکا تجھے کوئی نفع نہ ہوگا تجھے تو وہ مال فائدہ دے گا جو نیکی پر خرچ کرے گا لہٰذا تو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر جا اور آخرت سنوار لے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تیرے وارث کچھ حاصل نہ کرسکیں اگر ان کو مال ملے بھی تو برائے نام ہو اور بہت کم مال حاصل کرسکیں تو یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی (روح المعانی، نعیمی) (عامر بن سعد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں فتح مکہ کے دن بیمار ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ حضور علیہ السلام میری عیادت کیلئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میری ایک لڑکی ہے اس کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں ہے کیا میں دو تہائی صدقہ نہ کر دوں؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ میں آدھا مال صدقہ کر دوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں، تو میں نے تیسری بار عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پھر تہائی مال صدقہ کر دوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں یعنی تہائی مال صدقہ کر دو۔ اگرچہ یہ بھی بہت زیادہ ہے اپنے ورثا کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں فقیر چھوڑ کر مرو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (ابن ماجہ شریف)

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

ترجمہ: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے

marfat.com
Marfat.com

برابر ہے۔ پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی۔ پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور قرض کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ بندھا ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ان کے سوگواروں میں ایک بھائی ایک بیوی اور دو لڑکیاں تھیں۔ چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی نے سارے مال پر قبضہ کرلیا اور بھائی کے بیوی بچوں کیلئے کچھ نہ چھوڑا تو شہید کی بیوہ اپنی بچیاں ساتھ لے کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سعد ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ ہوں اور سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی نے سارے مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ ہمیں کچھ نہیں دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم پر کرم فرمائیں ان کو سمجھائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فکر مت کرو اللہ مہربانی فرمائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، کبیر و روح المعانی، واللہ اعلم)

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین (یعنی قرض) نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکال کر۔ اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو

marfat.com

Marfat.com

سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور قرض نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

تفسیر: قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ جیسے قرآن کا منکر کافر ہے اسی طرح حدیث کا منکر بھی کافر ہے تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میراث کے متعلق یہ بیان کر دیا گیا ہے اگر اس سے آگے ضرورت پڑے تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور جو اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوگا وہی کرنا مثلاً پوتی اور پرپوتی وغیرہ کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پیش ہونا جو حضور علیہ السلام فرمائیں وہ کر لینا کیونکہ حضور علیہ السلام کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے اس سے ثابت ہوا جو شخص حدیث کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں ہے جیسے اہل قرآن جن کو چکڑالوی یا پرویزی کہا جاتا ہے یہ لوگ حدیث کے منکر ہیں اور پانچ نمازوں کے منکر ہیں یہ ان کے حدیث کے منکر ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ حقیقتاً یہ منکر قرآن ہیں مختصر یہ کہ صحیح العقیدہ مومن وہ ہے جو قرآن اور حدیث دونوں پر ایمان رکھے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پاک سے وہی نکلتا ہے جو حق ہے اس لیے حضور علیہ السلام اگر اپنی رائے سے بھی فیصلہ فرمائیں تو حضور علیہ السلام کو اختیار ہے اور وہی فیصلہ حق ہوگا۔

عبداللہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس حدیث میں ہے کہ دو آدمی میراث اور پرانی چیزوں کے بارے میں جھگڑتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں جس کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوتا (ابوداؤد شریف) یہاں حضور علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں مگر اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ یوسف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں یاد کرنے کے ارادے سے ہر اس بات کو لکھ لیا کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتا پس لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ ہر اس بات کو لکھ لیتے ہیں جو کہ سنتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بشر ہیں جو ناراضگی اور رضا مندی میں بھی کلام فرماتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے انگشت مبارک سے دہن شریف کی طرف اشارہ فرماتے ہو فرمایا لکھتے رہو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس دہن مبارک سے کوئی بات نہیں نکلتی مگر حق۔ مطلب یہ کہ زبان پاک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا کیونکہ حضور

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بولنا اللہ کا بولنا ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے خواری کا عذاب ہے۔

تفسیر: ان الفاظ سے ظاہر ہوا جو بھی حدیث کا منکر ہوگا وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا جیسا کہ قرآن اعلان کر رہا ہے کیونکہ قرآن نے دادی، نانی، پوتی، پڑپوتی، پھوپھی، بھتیجی، چچی اور چچا کی اولاد دیگر عزیز واقارب قرآن میں نہیں اگر ان کا معاملہ ہوگا تو حدیث کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوگا تو یوں کہہ لیجئے جو حدیث کا منکر ہے وہ وراثت کے معاملہ میں صحیح فیصلہ کر ہی نہیں سکتا حق والے کو حق دلوا نہیں سکتا جب تک حدیث کو نہیں مانے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے (یعنی اہل ایمان کا) وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو کسی معاملہ میں حضور علیہ السلام کے فرمان کا انکار کرے گا جو بھی فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی حدیث کا منکر ہوگا وہ کافر ہے وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور ہمیشہ رہے گا۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور تمہاری عورتیں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو اپنے گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کرے ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہی کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھے پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندوں پر فضل کرتا ہوں اور اللہ کریم فرماتا ہے کہ ان پر فضل کرنا میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب بھی کوئی بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ اے میرے رب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ مجھے معاف فرمادے تو اللہ اسے معاف فرمادے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک تحریر لکھی کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی ہے یعنی بڑھ گئی ہے پس لکھا ہوا اس کے پاس عرش پر ہے۔ (متفق علیہ)۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ توبہ کرے اور گناہوں سے پرہیز کرے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۱۸

ترجمہ: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ انکی جو کافر مریں ان کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ موت کے فرشتے دکھائی دیتے ہیں تو پھر توبہ کی کوشش کرتے ہیں تو ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ مطلب یہ کہ وہ شخص بھی نامراد ہے جو اس قدر گناہوں کی دلدل میں پھنس جائے کہ موت کے فرشتے روح قبض کرنے آئیں تو پھر زبان سے توبہ کرے تو فرمایا ایسے کی توبہ نہیں قبول کی جائے گی اور نہ ہی کافروں کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ گناہوں سے لاکھ مرتبہ توبہ کرے فائدہ نہیں ہوگا جب تک کفر یعنی برے عقائد سے توبہ نہیں کرے گا برے اعمال سے توبہ تب قبول ہوگی جب برے عقائد سے توبہ کرے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا اعمال سے پہلے عقائد ہیں جو لوگ عقائد کو اہمیت نہیں دیتے وہ غلطی پر ہیں اور وہ منافقین کے پراپیگنڈہ کا شکار ہیں ان کو بھی توبہ کرنی چاہیے کیونکہ منافقین اعمال پر زور دیتے ہیں تاکہ انکی منافقت چھپی رہے مگر قرآن وحدیث نے پہلے عقائد پر زور دیا ہے کہ پہلے عقائد صحیح کرو اگر عقائد غلط ہوئے تو کوئی نیک عمل کام نہیں آئے گا مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کوئی فائدہ نہیں دیں گے جیسے مدینہ کے منافقین کو انکے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کچھ نفع نہیں دیں گے اس لیے کہ ان کے عقائد درست نہ تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ان کے نظریات غلط تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات خصائص وفضائل، علم، نورانیت، اختیارات اور دیگر اوصاف کے منکر تھے جس کی وجہ سے ان کے نیک اعمال ضائع ہوگئے اور فرمایا ایسے بدبخت لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ گناہوں سے توبہ کرے اس وقت سے پہلے کہ جب توبہ کے دروازے بند ہوجائیں کیونکہ توبہ گناہوں کو مٹادیتی ہے اور اللہ اپنے بندے پر خوش ہوجاتا ہے جب گناہ کے بعد شرمندگی محسوس کرے اور اپنے رب سے گناہ کی معافی مانگے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۗ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

marfat.com

Marfat.com

إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾

ترجمہ: اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا ان میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

تفسیر: دور جاہلیت میں عربوں میں ایک رسم تھی جس کا مرد فوت ہو جاتا تو اس کا قریبی اس کے مال کے ساتھ اس کی عورت کا وارث بھی بن جاتا اور اس کو یہ اختیار حاصل ہوتا کہ چاہے تو پاس رکھے چاہے تو آگے نکاح کر دے اور اس کا مال بھی سارے کا سارا ہڑپ کر جائے مطلب یہ کہ جو جی میں آئے کرے یہ اس کو رسم و رواج کے مطابق اختیار حاصل تھا تو اللہ کریم نے اس رسم اور رواج کا رد فرمایا ہے اور دور جاہلیت میں یہ دستور رائج تھا۔ جب حضور علیہ السلام کا زمانہ آیا ابو قیس بن اسلت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی بیوہ کبیشہ بنت معن انصاریہ رضی اللہ عنہا رہ گئی ابو قیس رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے جس کا نام حصن بتایا گیا ہے اور مقاتل بن حبان نے قیس بن ابی قیس سے کہا ہے اپنا کپڑا کبیشہ پر ڈال دیا اور اس کے نکاح کا وارث ہو گیا لیکن اس کو یونہی چھوڑے رکھا نہ قربت کی نہ خرچ دیا مقصد یہ ہے کہ تنگ کر کے اس سے وہ مال وصول کرے جو ترکہ میں اس کو ملا ہے۔ فدیہ لے کر چھوڑ دے کبیشہ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابو قیس رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا بیٹا میرے نکاح کا وارث ہو گیا۔ اب نہ وہ مجھے خرچ دیتا ہے نہ میرے پاس آتا ہے نہ میرا راستہ چھوڑتا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم اس وقت تک اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ کہ اللہ کا حکم تیرے متعلق نازل ہو تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری) تو اس سے معلوم ہوا عورتوں پر جبر درست نہیں اور نہ ہی عورتوں کو نکاح سے روکنا چاہیے جیسے آج کل رواج ہے کہ جائیداد کی وجہ سے لوگ بچیوں کے نکاح نہیں کرتے یہ سخت ظلم ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا عورتوں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ عورت کے حقوق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانوں میں سے کامل ایمان وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں (مشکوٰۃ۔ ترمذی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور تم میں سے وہ اچھے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں (مشکوٰۃ) اس سے معلوم ہوا جو لوگ جہالت کی وجہ سے عورت کو ایک جوتی کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور ان کا یہ خیال فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے تو ایسا ذہن باطل ہوتا ہے۔

وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا۟ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ أَتَأْخُذُونَهُۥ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

تفسیر: عرب میں رواج تھا کہ جب مرد اپنی عورت کو چھوڑنا چاہتا تو اس پر الزام لگا دیتا تھا اور وہ بے چاری عورت پریشان ہو جاتی اور وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتے کہ عورت پریشان ہو کر حق مہر وغیرہ چھوڑ دے یا اس کے پاس جو مال ہو وہ دے کر جان چھوڑ دے تو اللہ وحدہ لاشریک نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو اگر تم کسی دوسری عورت کو نکاح میں لانا چاہتے ہو تو پہلی کو پریشان نہ کرو اور نہ ہی اس حربہ سے اس کا مال ہتھیانے کی کوشش کرو یہ کھلا گناہ ہے اور غلط ہے کہ تم مال کے بدلے اس کی توہین کرو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پریشان کرنے سے منع فرمایا ہے جو لوگ خواہ مخواہ عورتوں کو پریشان کرتے ہیں وہ لوگ گناہگار ہیں۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم
مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَ
أَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ
وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم
بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا
قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ: اور کیونکر اسے واپس لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہولیا اور تم سے گاڑھ (پکا) عہد لے چکیں۔ اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

❀......❀......❀

marfat.com
Marfat.com

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور انکے سوا جو رہیں تم پر حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں رضامندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تفسیر: شان نزول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس میں جو فتح مکہ کے دن یا اس کے متصل ہوئی اسلامی لشکر بھیجا وہاں کے کفار مروڑ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور وہ پہاڑی میں چھپ گئے تھے اور لشکر اسلام نے ان کی بہت ساری عورتیں گرفتار کر لیں اور لے آئے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو لشکر اسلام میں تھے ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ عورتیں شوہر رکھتی ہیں۔

مطلب کہ ان کے شوہر زندہ ہیں اور انہوں نے ان کو طلاقیں بھی نہیں دیں لہٰذا ان سے صحبت کرنا حرام ہے۔ اس خیال کے تحت مجاہدین اسلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور لونڈیوں کے ساتھ جماع کی اجازت دی گئی کیونکہ دین اور دیار کا اختلاف ان کے شوہروں سے جدائی کا موجب ہو گیا۔ (الحسنات)

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ سے ثابت ہوا کہ حق مہر بہت ضروری ہے جو مال ہی کی صورت میں ہو مثلاً خدمت کرنا نفل پڑھنا یا اور کوئی نیک کام کر کے اس کو حق مہر کے طور پر اس کے کھاتے میں ڈال دینا یہ تمام چیزیں حق مہر نہیں ہو سکتیں۔ حق مہر صرف مال ہی ہو سکتا ہے مثلاً روپیہ پیسہ، چاندی سونا اور زیورات وغیرہ یہ سب مہر میں جائز ہیں۔

پھر اللہ وحدہ لاشریک نے جو شادی کرنے کا مقصد بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو مقصد صرف لذت حاصل کرنا نہ ہو بلکہ خود کو نیکی کرنے والا بنانے کیلئے ہو اور گناہ سے بچنے والا بننے کیلئے ہو جیسا کہ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ سے ثابت ہو رہا ہے۔ سفاح کے معنی زنا کے ہیں زانی صرف پانی بہاتا ہے۔ اس کا مقصد اولاد پیدا کرنا یا نسل بڑھانا نہیں ہوتا وہ صرف لذت حاصل کرتا ہے جو فعل بہت ہی برا ہے جب کہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ خود کو برائی سے بچایا جائے اور تقویٰ پرہیزگاری اختیار کی جائے اور اولاد کا پیدا کرنا مقصد ہو کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کثرت امت میری خوشی کا سبب بنے گی مگر شیعہ حضرات اسی آیت کریمہ سے متعہ کا جواز پیش کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ (فروع کافی ابواب المتعہ میں پہلی حدیث جو بیان کی

marfat.com

Marfat.com

گئی وہ یہ ہے)۔

"عن ابی بصیر قال سالت ابا جعفر علیه السلام عن المتعة فقال نزلت فی القرآن فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة"

ترجمہ: ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ متعہ کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا (ان سے جسمانی لذت حاصل کی ہے) تو ان کو اس کا معاوضہ ادا کرو اور اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار کی ادائیگی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(فروع کافی جلد ۵ ص ۴۴۸ ابواب متعہ)

فروع کافی کی اس روایت سے متعہ ثابت ہوتا ہے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ متعہ جائز ہے اور متعہ کا جواز یہ آیت ہے۔

(اہلسنّت کا موقف)

"اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور فائدہ حاصل کرلو تو بیوی کو پورا حق مہر ادا کرنا ضروری ہے خواہ فائدہ ایک مرتبہ ہی حاصل کیا گیا ہو اور اگر میاں بیوی رضامندی سے حق مہر میں کمی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ معاف کردے تو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے"۔ یہاں میاں بیوی کے متعلق ہے متعہ وغیرہ کا جواز نہیں ہے۔

جیسا کہ "غیر مسافحین" سے مسئلہ واضح ہو رہا ہے کہ صرف پانی گرانے کیلئے نہ جاؤ تمہارا بیوی کے پاس جانے کا مقصد نسل کو بڑھانا ہو امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑھانا ہو اور خود کو گناہ سے بچانا مقصد ہو تو یہ سب کچھ بیوی کے متعلق تو ہو سکتا ہے غیر کے متعلق نہیں ہو سکتا کیوں کہ جس عورت سے متعہ کیا جائے اس سے اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی نسل بڑھانا مقصود ہوتا ہے وہاں تو صرف عیاشی مقصد ہوتا ہے پانی کا گرانا ہوتا ہے تو اللہ کریم نے فرمایا تم صرف پانی گرانے کیلئے نہ جاؤ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ جائز نہیں۔ اوپر کی سطروں میں وضاحت ہو چکی ہے۔

حرمت متعہ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

ترجمہ: جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے۔

تفسیر: اور اگر کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ میں گناہ کی دلدل میں پھنس جاؤں گا۔ ذلك لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم یہ اس کیلئے (حکم) ہے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہو اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اگر متعہ جائز ہوتا تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا کہ اگرتم آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے تو مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلو اگرتم ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتے تو متعہ کرلو مگر اللہ کریم نے صرف دو صورتیں بیان فرمائی ہیں پہلی مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی اور دوسری مسلمان کنیزوں سے جماع کرنے کی۔ یہاں متعہ کا حکم نہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ متعہ جائز نہیں تھا اگر متعہ جائز ہوتا تو صبر کی بجائے متعہ کی اجازت ہوتی۔

دوسری دلیل

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی لیغنیھم اللہ من فضلہ (سورۃ نور پارہ ۱۸)

ترجمہ: اور چاہئے کہ بچے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔

قرآن پاک کے ان الفاظ سے بھی واضح ہوگیا کہ متعہ حرام ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں کیونکہ اگر متعہ جائز ہوتا تو اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اگرتم نکاح کی طاقت نہیں رکھتے تو متعہ کرلیا کرو مگر ایسا نہیں فرمایا گیا یہاں متعہ کی اجازت نہ دینا ہی اس کی نفی کی دلیل ہے بلکہ فرمایا اگرتم نکاح کی طاقت نہیں رکھتے تو پھرتم اپنے نفس پر قابو رکھو یعنی گناہ سے بچو اس میں تمہارے لیے بہتری ہے تو قرآن پاک سے ثابت ہوا جو لوگ متعہ کے قائل ہیں وہ لوگ قرآن کے منکر ہیں اور جو قرآن کا منکر ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور پھر جس کو قرآن حرام کہے اس کو حلال جاننا بھی کفر ہے چونکہ متعہ زنا ہے اور قرآن نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اب متعہ کو حلال جاننا بھی قرآن کی ضد ہے اور ایمان والا قرآن کے خلاف عقیدہ نہیں رکھتا اور پھر شیعہ حضرات اور اہلسنت کی کتب میں احادیث موجود ہیں جن کی رو سے متعہ حرام ہے زنا ہے جائز نہیں ہے۔

حرمت متعہ شیعہ کتب سے

عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیھم السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الا ھلیة ونکاح المتعة (تہذیب الاحکام ص ۲۵۱ ج ۷)

ترجمہ: زید بن علی اپنے اباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کردیا۔

نوٹ: یہی حدیث الاستبصار جلد ۳ ص ۱۴۲ میں بھی درج ہے۔

دوسری حدیث حرمت متعہ پر

وعن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن متعة النساء یوم الخیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیة (متفق علیہ)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ ان تمام دلائل کی روشنی میں مسئلہ واضح ہوا کہ متعہ حرام ہے اور کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔ اگر اسے حلال جان کر کرے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جس عمل کو قرآن وحدیث حرام جانے اس کو حلال جاننا کفر ہے۔

مختصر وضاحت: اصل میں ابتداء اسلام میں متعہ کی حقیقت شراب جیسی تھی جیسے لوگ ابتداء میں شراب پیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں حرام قرار دیا گیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق اس کو حرام جانا اور سارے مٹکے گلیوں میں انڈیل دیئے اسی طرح یہ متعہ بھی ابتداء میں ایک رواج تھا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد میں یعنی خیبر کے موقع پر حرام قرار دے دیا اور جنگ اوطاس کے سال تین دن کیلئے اجازت عطا فرما کر پھر منع فرما دیا اور حرام قرار دے دیا اور ایمان والے لوگ اس کو حرام جانتے ہیں۔

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرما دیا ہے۔ **فلن اوتی برجل نکح امراۃ الیٰ رجل الا رجمتہ بالحجارۃ** (مسلم)

ترجمہ: میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے متعہ (عارضی نکاح) کیا ہو تو میں اس کو پتھر مار مار کر رجم کروں گا۔ ان الفاظ سے واضح ہوا کہ متعہ زنا ہے قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور جو طاقت نہ رکھے آزاد عورت کو نکاح میں لانے کی وہ بسا سکتا ہے اپنی لونڈیوں کو جو مومنہ ہوگئی ہیں نیز ایماندار کنیزوں کو آزاد کر کے ایک آزاد عورت کی طرح اس کو اپنے نکاح میں بھی لا سکتا ہے اگر اپنی ملک لونڈی کو فروخت یا آزاد کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ مباشرت کرنے سے پرہیز کرے۔ بصورت دیگر اپنی لونڈی سے جماع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِهِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ
غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَي
الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝25 ع ٤
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝26

ترجمہ: اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی جب وہ قید میں آ جائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کیلئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ

marfat.com
Marfat.com

ہے اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لیے بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں (طریقے) بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اپنے بندوں پر اپنے احکام کھول کر بیان کر دیئے جائیں تاکہ ان احکام پر عمل کر کے میرے بندے بہتر سے بہتر انسان بنیں اور پھر جو پہلے نیک اور پارسا لوگ نبی ولی گزرے ہیں انکے زندگی گزارنے کے طریقے بتا دیئے جائیں تاکہ تم عمل کر کے میری رحمت حاصل کر سکو اور پھر اللہ تم پر رحمت نازل کرے اس سے معلوم ہوا اللہ کے نبیوں ولیوں کے طریقے پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے اور اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے الگ بہت ہو جاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے تمہیں برائی سے منع کرنے اور احکام شرعیہ پر چلنے کا حکم فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے احکام پر عمل کرو نیکی کی راہ پر گامزن ہو جاؤ اور میں تم پر اپنی رحمت نازل کروں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر اپنا کرم فرمانا چاہتا ہے مگر جو احکام خداوندی سے بغاوت کرتے ہیں اور دنیاوی لذتوں کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا کی رنگینیوں میں کھو چکے ہیں وہ تو یہ چاہتے ہیں سب لوگ ہماری طرح بے راہ روی کی زندگی گزاریں۔ بعض کا خیال ہے اس سے زانی لوگ مراد ہیں بعض کا خیال ہے مجوسی مراد ہیں کیونکہ مجوسی تمام عورتوں کو حلال جانتے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ یہودی ہیں جنہوں نے علاقائی بہنیں بھانجیاں بھتیجیاں حلال جانیں مطلب کہ ان کا خیال ہے کہ جن کو تم حرام سمجھتے ہو یا اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ حرام نہیں ہیں یعنی ہوس اس قدر زیادہ ہے کہ احکام شرعیہ کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنی من مانی کرتے ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

تفسیر: فرمایا اللہ تو اپنے بندوں پر آسانیاں پیدا کرتا ہے کیونکہ اللہ کو علم ہے کہ آدمی انتہائی کمزور ہے اور جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی یہ کمزوری بڑھتی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت غنیمت کو ذاتی دولت امانت کو مال غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان شمار کیا جائے آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اپنے دوست سے نزدیک اور اپنے باپ سے دور رہے مسجدوں میں دنیوی آوازیں بلند ہوں قبیلے کا سرداران میں سے بدکردار ہو اور قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوں۔ آدمی کی عزت اس کے شر سے ڈرتے ہوئے کی جائے اور گانے

marfat.com
Marfat.com

بجانے والی عورتیں ظاہر ہو جائیں اور شرابیں پی جائیں اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں (یعنی شیعہ ہو جائیں) کیونکہ شیعہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر لعن طعن کرتے ہیں معاذ اللہ) اس وقت سرخ آندھیوں زلزلوں سے زمین میں دھنسنے شکل بدلنے پتھر برسنے کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح متواتر آئیں گی جیسے لڑی کا دھاگا ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ طریقہ جس سے مال کمانا حرام ہو مثلاً جوا کھیلنا' شراب بیچنا' چوری کرنا' بددیانتی سے مال حاصل کرنا' ڈکیتی کرنا' سود لینا یا دیگر جتنے بھی غیر شرعی طریقے ہیں سب ناجائز ہیں اور اس سے کمایا ہوا مال حرام ہے۔ اللہ کریم نے منع فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کا مال غصب مت کرو۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بیشک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے (بخاری مشکوٰۃ) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا جو مشتبہ امور میں پڑا وہ حرام میں پھنس جائے گا جیسے چرواہا چراگاہ کے نزدیک چرائے گا تو خطرہ ہے کہ اس میں جا چریں آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ حرام امور ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جسم میں ایک (گوشت) کا لوتھڑا ہے وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ دل ہے (متفق علیہ) آگے فرمایا اگر باہمی رضا مندی ہو تو ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنی خوشی سے آپ کو کوئی چیز بطور ہدیہ دیتا ہے یا ہبہ کرتا ہے یا کوئی تجارت وغیرہ کرتے ہو تو اس کا نفع کماتے ہو یا دیگر وہ طریقے جو دین اسلام میں مال کمانے کے جائز بتائے گئے ہیں ان پر عمل کر کے مال کمانا درست اور جائز ہے کیونکہ جب تو تجارت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس مال سے نفع کماتا ہے باہمی رضا مندی کا یہی مطلب ہے اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی آپ کو دعوت کھلاتا ہے میلاد شریف میں کھانا کھلانا اس قسم کے تمام مذہبی تہواروں میں کھانا کھلانا سب اس میں شامل ہیں۔ پھر آگے فرمایا اپنی جانیں قتل

marfat.com
Marfat.com

نہ کرو اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ کسی کا مال ناجائز طریقے سے غصب کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن نہ بناؤ اور دوسرا یہ کہ کسی کا مال غصب کرو گے تو یہ تمہاری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے لہٰذا اللہ کریم تمہاری رہنمائی فرما کر تمہیں ان تمام مصائب سے بچانا چاہتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

ترجمہ: اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

تفسیر: یعنی جو شخص ظلم زیادتی کرے گا اللہ کریم فرماتا ہے کہ ہم اسے آگ میں داخل کریں گے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو یعنی قتل کرنے لگو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ایک دوسرے بھائی پر ہتھیار اٹھا کر ملیں تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہیں۔ جب ایک ان میں سے دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ ان سے ہی ایک اور روایت میں فرمایا جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ ملیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہیں۔ میں عرض گزار ہوا کہ قاتل کا تو معلوم ہے مقتول کیوں؟ فرمایا تو وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی تمنا رکھتا تھا (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا کہ ناحق مال کھانا اور ناحق قتل کرنا یہ انتہائی ظلم اور زیادتی ہے ایسا شخص جہنمی ہوگا۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

ترجمہ: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے تو صغیرہ ہم بخش دیں گے۔ اب دیکھنا ہے کہ کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہ کبیرہ یہ ہیں اللہ کا شریک ٹھہرانا والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کو ناحق قتل کرنا' جھوٹی قسم کھانا' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جھوٹی قسم کھانے کی بجائے جھوٹی گواہی دینا ہے (متفق علیہ) اسی طرح دوسری حدیث۔ ان چیزوں سے بچو یہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک ہیں مہلک ہیں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کون سی ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا جادوگری کرنا اور ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیموں کا مال کھا جانا' جہاد کے دن پیٹھ دکھانا اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ یہ سب اپنی جگہ کبیرہ ہیں مگر میرے نزدیک سب سے بڑا گناہ وہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

marfat.com

Marfat.com

خصائص وفضائل کا انکار کرنا علم پاک نورانیت اختیارات وغیرہ دیگر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہونا یہ تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے بدعقیدگی اور دیگر کبائر سے بچتے رہو اگر تم ان سے محفوظ رہے تو تمہاری چھوٹی چھوٹی لغزشیں ہوں گی وہ معاف کر دی جائیں گی اور تمہیں جنت عطا فرمادی جائے گی یعنی زنا چوری ڈکیتی دیگر کبائر سے اگر باز رہے تو بندے کو چاہے کہ اپنے مالک کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کیلئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کیلئے انکی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر میں کسی کو نعمت عطا فرمادوں یا کوئی خوبی عطا کروں یا کوئی فضیلت عطا کروں تم اس کا حسد نہ کیا کرو یعنی اگر اللہ کریم کسی معاملہ میں کسی کو فضیلت عطا فرمائے تو مومن کو چاہے اس کی اس فضیلت کا اقرار کرے کیونکہ اس کا انکار بوجہ حسد ہوگا جو اللہ کو پسند نہیں کیونکہ حاسد اللہ کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے۔ شان نزول۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح ہم بھی ثواب حاصل کرتے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس میں عورتوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر تم اپنے شوہر کی خدمت کرو اور پاک دامن بن جاؤ تو تمہیں بھی اتنا ہی ثواب حاصل ہوگا اور فرمایا کہ اللہ سے اس کا فضل مانگو مطلب کہ تمہیں اس نیک نیتی کا ثواب بھی اللہ عطا فرمائے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے سب کیلئے مال کے مستحق بنادیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں۔ ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

تفسیر: عربوں میں ایک رسم تھی وہ جن کو اپنا دوست بناتے یا اپنا بھائی یا بیٹا کہہ دیتے وہ بھی ان کی جائیداد میں حصہ دار ہوتے یعنی منہ بولے بیٹے اور بھائی بھی وراثت کے حصہ میں شامل ہوتے تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس رسم کا رد فرمایا ہے کہ وراثت کا حصہ دار وہی لوگ ہیں جن کو اللہ کریم نے وارث بنایا ہے پہلے جن سے معاہدہ ہوتا ان کو بھی حصہ ملتا بعد میں

marfat.com
Marfat.com

قرآن نے اس کو بھی منسوخ کر دیا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں۔ خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بڑا بلند ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا جس کا نام حبیبہ تھا تو حبیبہ کے والد گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے میری بیٹی کے منہ پر طمانچہ مارا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی جیسے حاکم اپنی رعایا پر حق رکھتے ہیں اسی طرح مرد اپنی بیوی پر حق رکھتا ہے تو جیسے رعایا کا بغاوت کرنا جرم ہے اسی طرح عورت کا اپنے خاوند سے بغاوت کرنا جرم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو یہ غصے میں رات گزارے۔ صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ دوسری حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو دوسرے کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت فوت ہوگئی اور اس کا خاوند اس سے راضی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگئی اور ایک جگہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو پانچ نمازیں پڑھے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے یعنی نیک ہو اور شوہر کا حکم مانے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد عورت سے افضل ہے اس لیے نبوت' امامت' عورت کیلئے نہیں۔ اذان خطبہ یا دیگر ایسے عمل عورت نہیں کر سکتی یہاں یہ بات یاد رہے جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے نا کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل ہے۔

جیسے ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاکھوں مرد بھی ان کی نعلین کی دھول کے برابر نہیں ہو سکتے یا اولاد رسول صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ حضرت زینب حضرت ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن لاکھوں مردان کی نعلین کی دھول کے برابر بھی نہیں ہو سکتے اس طرح اور ابھی ایسی فضیلت والی خواتین ہیں جن کو اللہ نے مردوں سے بہت مقام عطا فرمایا ہے مثلاً حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کائنات میں انکا کوئی ثانی نہیں' کروڑوں ولی ان کے قدموں پر نثار۔ ہر مرد ہر عورت سے افضل نہیں ہے بس شوہر اپنی بیوی سے افضل ہے اور مرد کو چاہیے بخل نہ کرے اپنی بیوی پر مال خرچ کرے مگر توفیق کے مطابق۔ حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری عورتوں کی بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں سے انہیں کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اس میں سے انہیں پہناؤ جو تم پہنتے ہو انہیں نہ مارو اور نہ برے لفظ کہو یعنی نہ گالی گلوچ کرو۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور اگر تمہیں میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو ان میں میل کر دے گا بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

تفسیر: اللہ کریم فرماتا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو ایسے نیک لوگ نیک نیت ہوں ان کو صلح کیلئے کہو وہ درمیان میں ہو کر صلح کرا دیں کیونکہ میاں بیوی کے درمیان صلح کرانا بہت بڑی نیکی ہے اور اختلاف ڈلوانا شیطانیت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عورت کو اس کے خاوند سے یا غلام کو اس کے آقا سے بدظن کیا وہ ہم سے نہیں ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بیشک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ میرے سوا کسی کو اللہ نہ مانے کیونکہ سجدہ کے لائق صرف اللہ کی

marfat.com
Marfat.com

ذات ہے کوئی دوسرا ایسا نہیں جو عبادت کے لائق ہو یعنی مومن وہ ہے جو توحید پر ایمان رکھے جو توحید کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں ہے۔
سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں ایسی (حتمی) بات بتادیں جس کے بعد مجھے کسی دوسرے سے سوال کی حاجت نہ ہو یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اقرار کر کہ میں اللہ رب العالمین پر ایمان لایا اور اس اقرار پر قائم رہ۔ پھر آگے فرمایا کہ ماں باپ سے بھلائی کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بہت بڑے کبیرہ گناہ نہ بتاؤں۔ ہم عرض گذار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں نہیں (یعنی ضرور بتایئے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا خبردار جھوٹی بات جھوٹی گواہی نیز جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے (اِلَی الْاٰخِرِ) اس سے معلوم ہوا والدین کا نافرمان سخت مجرم ہے اور کبھی روحانیت حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ کبیرہ کا مرتکب اللہ کا مقبول بندہ نہیں ہوسکتا اور پھر آگے رشتہ داروں کے متعلق حکم ہوا کہ رشتہ داروں سے بھی اچھا سلوک کرو۔ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (بخاری) اسی طرح یتیموں محتاجوں اور ہمسایوں کے حقوق ہیں۔ دوستوں اور راہ گیروں کے حقوق ہیں۔ نوکروں اور غلاموں کے حقوق ہیں جو شخص ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھے گا اللہ کے ہاں مجرم ہوگا۔ بندے کو چاہئے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھے۔ حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا حقیقت میں اس طرح نزدیک ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعے یہ بات بتائی یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسے یہ دو انگلیاں اکٹھی ہیں اسی طرح یتیم کی پرورش کرنے والا اور میں جنت میں اکٹھے ہوں گے اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا بیوہ اور مسکین کیلئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو قیام کرے (بخاری)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۳۷

ترجمہ: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کیلئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے

marfat.com
Marfat.com

چھپائیں اور کافروں کیلئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کی تلقین کرتے ہیں اور جو مال اللہ نے ان کو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ یہودی نہ خود اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو خیرات کرنے دیتے بلکہ مفلسی کا خوف دلاتے تاکہ لوگ خیرات نہ کریں تو اللہ کریم نے انکو مال چھپانے والا فرمایا کہ لوگ خیرات نہ کریں تو اللہ کریم نے انکو مال چھپانے والا فرمایا اور فرمایا بخل کرنیوالو تمہارے لیے ذلت کا عذاب ہے تم غریبوں کا حق کھاتے ہو مسکینوں کا حق کھاتے ہو جبکہ تمہارے مال میں ان لوگوں کا حق اللہ نے مقرر کیا ہے اور پھر جس اللہ نے دیا ہے اسکے راہ میں خرچ بھی کیا کرو کیونکہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ اس کے رزق کو دس گنا زیادہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا (یعنی ساتھی) تو کتنا برا مصاحب (ساتھی) ہے۔

تفسیر: سدی کا قول ہے کہ یہ آیت منافقوں کے متعلق نازل ہوئی تھی اور بعض علماء کے نزدیک اس آیت کا شان نزول مکہ کے مشرکوں کے حق میں ہوا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی کے راستوں میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ (مظہری)

اس سے ثابت ہوا کسی ایسی جگہ مال خرچ کرنا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا مقصود ہو وہ گمراہی اور بے دینی ہے جیسے آج کل بعض لوگ جلسہ کراتے ہیں مگر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرنے کیلئے اور لوگوں کو حضور علیہ السلام کے خصائص کا منکر بنانے کیلئے مطلب کہ گلے پھاڑ کر یہ بیان کیا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری ہی طرح کے ایک عام آدمی تھے جن کو علم غیب بھی نہیں دیا گیا اور کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور تھے مختصراً کہ تمام خوبیوں کا انکار کیا جائے مطلب کہ جو شیطان کا حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق عقیدہ تھا وہ پیش کیا جائے احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شرک کہا جائے (معاذ اللہ) تو یہ سب کچھ گمراہی اور بے دینی ہے تو ایسے جلسے اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر لوگوں پر خرچ کرنا شیطانیت ہے۔ فرمایا یہ وہ گروہ ہیں جو حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے یعنی حضور علیہ السلام کے فضائل خصائص کو نہیں مانتے۔ اس سے ثابت ہوا ایسے لوگوں پر خرچ کرنا جو حضور علیہ السلام کے فضائل کے منکر ہوں ایسے اداروں پر خرچ کرنا جہاں منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیار کئے جاتے ہوں سخت جرم اور گناہ ہے اور یہودیت ہے کیونکہ یہودی اپنا مال حضور علیہ السلام کیخلاف خرچ کرتے تھے اور ایسے لوگوں پر خرچ کرتے تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ

marfat.com
Marfat.com

والسلام کے فضائل وخصائص کے منکر تھے۔ مومن اپنا مال عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خرچ کرتا ہے۔ میلاد منانے پر معراج منانے پر دیگر ایسی جگہوں پر جس سے عظمت وشان مصطفیٰ ظاہر ہو اور لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہو اور ان لوگوں پر خرچ کرتے ہیں جو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس دیں اور لوگوں کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کریں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام ہی ایمان ہے جتنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان مضبوط ہوگا۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیئے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

تفسیر: فرمایا بری راہ میں خرچ کر کے انہوں نے جو اپنا نقصان کیا ہے اگر یہ وہی مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و شان کیلئے۔ اللہ کیلئے خرچ کرتے اور جن فضائل کے یہ منکر ہو کر اپنی آخرت خراب کر چکے ہیں ان کا انکار نہ کرتے بلکہ فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتے۔ ایمان لاتے اور اس بات پر یقین رکھتے کہ ہم نے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور جو مال انکو اللہ نے دیا تھا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو یقیناً ان کی بخشش کا سامان بن جاتا اور یہ لوگ اپنا دین ودنیا سنوار لیتے مگر یہ لوگ بدنصیب ہیں۔ اس مال سے فائدہ نہیں اٹھا سکے اور نہ ہی دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پکڑ کر خود کو ذلت اور رسوائی سے بچا سکے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا یہ گستاخ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں یعنی گستاخیاں کر کے اپنی آخرت خود خراب کرتے ہیں اور جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص پر ایمان لے آتے آپکی غلامی اختیار کر لیتے تو انکی نیکیاں دوگنی ہو جاتیں کیونکہ ایمان والوں کی نیکیاں بڑھ جاتی ہیں اور اللہ کا فضل شامل حال ہوتا۔ ان کو اللہ بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا اس لیے بندے کو چاہیے حق کا راستہ اختیار کرے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں رہے اور احکام شرعیہ پر عمل کرے۔

marfat.com
Marfat.com

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان بنا کر لائیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ہر بندے سے حساب ہوگا اور اس پر گواہ اس امت کا نبی ہوگا یعنی ہر امت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر گواہی دے گا کہ فلاں فلاں نے انکار کیا اور فلاں فلاں نے اقرار کیا اور فلاں نے یہ کیا فلاں نے وہ کیا۔

فلاں کافر تھا فلاں مومن تھا فلاں نے یہ یہ برائی کی اور فلاں نے یہ یہ اچھائی کی ان کی ہر چیز ہر عمل بیان کر دیا جائے گا اور وہ لوگ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کا انکار کریں گے اور اعتراض کریں گے۔

اور پھر اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کریم فرمائیں گے کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرمائیں تو پھر حضور علیہ السلام گواہی دیں گے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی انبیاء کے حق میں ہوگی۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متقی پرہیزگار لوگ یعنی علما صلحاء انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علماء صلحا کے حق میں گواہی دیں گے (واللہ اعلم بالصواب) مگر میرے نزدیک پہلی بات زیادہ حقیقت کے قریب ہے کہ ہر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی گواہی دے گا اور حضور علیہ السلام نبیوں کے حق میں گواہی دیں گے۔

گواہی کی وضاحت

قرآن پاک نے بیان کیا کہ ہر نبی اپنی امت کے متعلق گواہی دے گا اور گواہی کی دو صورتیں ہوتی ہیں یعنی دو قسم کی ہوتی ہے ایک یہ کہ وہ گواہی سچی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ وہ گواہی جھوٹی ہوتی ہے کہ سچی گواہی وہ ہوتی ہے جس واقعہ کو بندہ آنکھوں سے دیکھتا ہو اور کانوں سے سنتا ہو مگر دیکھنا اور سننا حاضر ہونے کی دلیل ہے مطلب کہ جو موجود نہ ہو وہ نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی سن سکتا ہے۔ اگر بغیر علم کے بغیر دیکھے بغیر سنے گواہی دے گا تو وہ گواہی درست نہ ہوگی اور گواہ بھی صحیح تصور نہیں کیا جائے گا اور گواہی کو غلط کہا جائے گا۔

اب قرآن کے الفاظ پر غور کیا جائے تو مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو گواہی دیں گے وہ کیسی ہوگی اور پھر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہی دیں گے اس کی کیا حیثیت ہوگی۔ اگر گواہ نہ دیکھ سکتا ہو اور نہ سن سکتا ہو اور نہ ہی موقعہ پر موجود ہوگا تو ایسی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی کی کیا حیثیت ہوگی معتبر ہوگی یا نہیں؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کوئی

marfat.com
Marfat.com

مسلمان تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی معتبر نہیں۔ ایمان والے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی سے بڑھ کر کسی گواہی کو معتبر جان ہی نہیں سکتے تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی مشاہدہ فرمانے والا ہے وہ خود فیصلہ کرے کہ وہ حضور علیہ السلام کی گواہی کو معتبر جانتا ہے یا نہیں؟ حضور علیہ السلام کی گواہی معتبر وہی جانتا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضور علیہ السلام سنتے ہیں دیکھتے ہیں اللہ نے ان کو ہر چیز کا علم دیا ہوا ہے اور وہ مشاہد فرمانے والے ہیں۔ اگر ان عقائد کا منکر ہے تو ایسا شخص حضور علیہ السلام کی گواہی کو نہیں مانتا جو شخص حضور علیہ السلام کی گواہی کو معتبر نہیں جانتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اس لیے قرآن سے ثابت ہوا صحیح العقیدہ وہی لوگ ہیں جو حضور علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پوری کائنات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور دیکھتے ہیں سنتے ہیں اور زندہ ہیں کیونکہ دیکھنا سننا مشاہدہ فرمانا زندہ ہونے کی دلیل ہے اور یہ سب خوبیاں حضور علیہ السلام کو اللہ کریم نے عطا فرمائی ہیں۔

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲

ترجمہ: اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

تفسیر: تو قیامت کے دن جب کفار و مشرکین اور منافقین کے خلاف انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے ہر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائے گا کہ ان لوگوں نے گستاخیاں کیں' توہین کی ہمیں ستایا اور احکام خداوندی کا تمسخر اڑایا ہمیں مذاق کیے اور کفر و شرک پر ڈٹے رہے اور منافقت کرتے رہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی ہوگی کہ انبیاء علیہم السلام صحیح فرما رہے ہیں واقعۃً یہ لوگ ایسے ہی تھے تو اس وقت وہ کافر منافق خواہش کریں گے کہ کاش ہمیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور ہمیں مٹی کھا گئی ہوتی اور ہماری قبریں برابر کردی گئی ہوتیں اور جانوروں کی طرح ہمیں معدوم کردیا جاتا۔ جیسے پرندوں کو حکم ہوگا' درندوں کو حکم ہوگا اور وہ خاک ہو کر زمین میں مل جائیں گے کافر منافق بھی یہی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی انہیں کی طرح خاک ہو گئے ہوتے اور آج ہمارے کرتوت ظاہر نہ ہوتے مگر اللہ کریم فرماتا ہے کہ وہ کافر منافق اللہ سے کوئی بات اور اپنے برے اعمال چھپا نہیں سکیں گے۔ اگرچہ زبان سے انکار کریں گے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اس کے بعد لبوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ہاتھ اور پاؤں ہر اعضاء گواہی دے گا اور ہر چیز ظاہر ہو جائے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

marfat.com

Marfat.com

وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والونشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت پکائی اور دعوت میں شراب بھی تھی تو بعض نے شراب بھی پی لی اس لیے کہ اس وقت شراب کے حرام ہونے کا حکم جاری نہیں ہوا تھا تو کھانا کھانے کے بعد نماز مغرب کا وقت ہو گیا چنانچہ نماز کی تیاری کی گئی تو جب امام صاحب جماعت کرا رہے تھے تو نشہ کی وجہ سے قل یاایھا الکافرون اعبد ما تعبدون وانتم عابدون ما اعبد پڑھ گئے اور دونوں جگہ ''لا'' نہ پڑھ سکے جس سے معنی الٹ ہو گئے اور امام صاحب کو نشہ کی وجہ سے خبر تک نہ ہوئی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں نے نماز کے قریب شراب پینا بند کر دیا اور پھر اس کے بعد شراب کی حرمت کا حکم آ گیا یعنی حرام کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کی زبان سے نشے کی حالت میں کفر کا کلمہ نکل جائے تو کافر نہیں ہوگا۔ مگر نشہ کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ضرور ہوگا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بندے پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ سو جائے تاکہ نیند کے غلبہ میں منہ سے کہیں غلط بات نہ کہہ دے۔ آگے فرمایا اگر کسی کو غسل کرنے کی ضرورت ہو خواہ احتلام کی وجہ سے یا جماع کی وجہ سے وہ بھی غسل کے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتا پہلے غسل کر کے پاک ہو جائے پھر نماز ادا کرے اگر مسافر ہے یا پانی مہیا نہیں مگر غسل کی ضرورت ہے تو فرمایا وہ تیمم کرے یا کوئی بیمار ہے وہ غسل نہیں کر سکتا۔ بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو وہ بھی تیمم کر سکتا ہے اور اگر قضائے حاجت کیلئے گیا ہے مگر پانی نہیں تو ایسا شخص بھی نماز کیلئے تیمم کر سکتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔ اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے یہودیوں کا رد فرمایا ہے تمہیں کتاب تو ملی مگر تم نے ایک حصہ مانا اور ایک کا انکار کیا یعنی

marfat.com
Marfat.com

جناب موسیٰ علیہ السلام کو تو تم نے مان لیا مگر جو فضائل و خصائص حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تورات میں درج تھے ان کا تم انکار کر گئے اور اب تم حضور علیہ السلام کا انکار کر کے کفر خرید رہے ہو جب کہ تورات میں یہ سب کچھ درج ہے کہ جانتے ہوئے بھی تم دیدہ دانستہ گمراہی خرید رہے ہو تمہیں چاہئے یہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں ان پر ایمان لاتے اور فضائل و خصائص پر یقین رکھتے جیسا کہ تورات میں درج ہے کہ اس شان کا مالک جس کی یہ نشانیاں ہیں یعنی حضور علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں ان پر ایمان لانا مگر تم نے یعنی یہودیوں نے ایک حصہ مانا کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور ایک کا انکار کیا کہ حضور علیہ السلام کے منکر ہو گئے اور اس کا شان نزول یہ ہے۔ رفاعہ ابن زید اور مالک ابن دخشم دو یہودی نہایت ہی بدتمیز گستاخ اور بدتہذیب تھے جب کبھی یہ دونوں مل کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو انتہائی گستاخانہ انداز میں گفتگو کرتے اور بہت ہی بیہودہ کلام کرتے اور حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے اس بیہودہ انداز پر صبر فرماتے اللہ کریم نے ان کا رد کرتے ہوئے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ ان گمراہوں کا خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو صراط مستقیم سے بہکا دیں یعنی اسلام سے پھیر کر گمراہی کی طرف لے جائیں (معاذ اللہ) مگر اے ایمان والو اپنے دشمنوں یعنی یہود و نصاریٰ سے نہ گھبراؤ اللہ تمہارا والی اور مددگار ہے اور اللہ تمہارے تمام دشمنوں کو جانتا ہے اس کا مطلب ہے اگرچہ بظاہر تمہیں یہ ہی نظر آ رہے ہیں جو چھپ کر مخالفت کرنے والے ہیں میں ان کو بھی جانتا ہوں مطلب کہ میں بے خبر نہیں ہوں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اس سے معلوم ہوا فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپانا یہودیت ہے اور دین کا کچھ حصہ مان کر کچھ کا انکار کرنا بھی گمراہی بے دینی ہے بندے کو چاہیے حق پورے کے پورے کو مانے یعنی خالص مومن ہو حضور علیہ السلام کا سچا غلام بنے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۚ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

ترجمہ: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعن کیلئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کیلئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا (یعنی بہتر ہوتا) لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ بھی ان گستاخ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضور علیہ السلام کی گستاخی الفاظ کی ہیرا

marfat.com

Marfat.com

پھیری میں کرتے۔ جب ان کو سمجھایا جاتا تو کہتے کہ ہم تمہاری باتیں سن رہے ہیں مگر جب جاتے تو کہتے ہم سنتے ضرور ہیں مگر مانتے نہیں اور اپنی زبان سے لفظ بگاڑ کر بولتے جس سے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے راعنا کو جب بگاڑ کر پڑھتے تو راعینا پڑھتے جس کا معنی چرواہا چھیڑو بنتا تھا اور یہ دین میں طعن کرنے کیلئے کرتے جبکہ ان کو چاہیے یہ تھا جب ان کو سمجھایا جاتا اس بات کو سمجھتے اور حضور علیہ السلام پر ایمان لاتے احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے اور جب کسی بات کی ان کو سمجھ نہ آتی تو عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر نظر کرم فرمایئے یعنی وہ الفاظ بولتے جن میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر ہوتی کیونکہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے اور احترام کرنے میں ہی ان کی بھلائی اور بہتری تھی مگر وہ لعنتی لوگ تھے اس لیے گستاخیاں کرتے یہی ان کا کفر تھا کہ وہ نہ ایمان لاتے اور نہ ہی احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے کیونکہ ان میں بہت تھوڑے یقین رکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام کی معمولی سی گستاخی کرنے والا بے ایمان ہو جاتا ہے اور پھر الفاظ بھی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں وہ بولنے چاہئیں جن میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو اور جن الفاظ میں توہین کا پہلو نکلے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بولنا حرام اور ناجائز ہے خواہ نیت بری نہ ہو اور جو دانستہ بولے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور لعنتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ حضور علیہ السلام کے علم کا انکار کر کے اختیارات ونورانیت کا انکار کرتے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے ہیں ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے اور وہ تحریریں جن میں حضور علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے ان سے برأت کرنی چاہیے اور تحریریں کرنے والوں سے تعلق توڑنے کا اعلان کرنا چاہیے ورنہ ان کے پیروکاروں کا حشر بھی ان گستاخوں کے ساتھ ہوگا جن لوگوں نے تحریروں میں توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے اور حق کو قبول نہ کرنا بھی یہودیت ہے جیسے کہ قرآن بتا رہا ہے۔

ان یہودیوں کو سمجھایا جاتا مگر وہ کہتے ہم تمہاری سن رہے ہیں مانتے ہیں اور وہ نہ ماننے کی ایک وجہ بیان کرتے جس کو قرآن نے طعن کے الفاظ سے بیان کیا ہے وہ یہ کہ یہودی کہتے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہوتے تو ہمارے دلوں کو جانتے ہوتے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دل کے خیالوں کو جاننے والے ہوتے ہیں اور ہمارے دل میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہیں عداوت ہے تب ہی ہم ایسا کرتے ہیں کہ لفظ بگاڑ کر توہین کرتے ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم پر طعن کرنا بھی یہودیت ہے اور دین اسلام کی مخالفت ہے جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہو رہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

ترجمہ: اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل

marfat.com
Marfat.com

اس کے کہ ہم بگاڑیں کچھ موہنوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ قرآن کو اللہ کی کتاب مانو اور اس پر ایمان لاؤ یہ اللہ کی سچی کتاب ہے اور پھر اس کے سچے ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ یہ توریت کی تصدیق کرتا ہے۔ مطلب کہ جو توریت نے بیان کیا ہے کہ ایک آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے جس کے فضائل وخصائص یہ ہوں گے قرآن بھی وہی بیان کرتا ہے ان دونوں کتابوں کے درمیان مطابقت پائی جاتی ہے اور دوسرا قرآن نے تصدیق کر دی ہے۔ توریت اللہ کی کتاب ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ قرآن اور حضور علیہ السلام پر ایمان لاؤ اگر تم نے حضور علیہ السلام کی غلامی اختیار نہ کی ایمان نہ لائے اللہ کے قرآن کو ٹھکرایا تو یاد رکھو تمہاری شکلیں بدل دی جائیں گی' تم پر لعنت برسائی جائے گی۔ اگر اس سے بچنا چاہتے ہو تو قرآن پر ایمان لاؤ اور حضور علیہ السلام کو اللہ کا سچا نبی مان کر غلامی اختیار کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی غلامی اللہ کے غضب سے بچاتی ہے جو بہت بڑا نفع ہے۔ یعنی مسلمان ہونے سے کلمہ پڑھ لینے سے نفع حاصل ہو جاتا ہے نہ شکل بدلتی ہے اور نہ ہی لعنت برستی ہے لہٰذا بات واضح ہو گئی جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع نہیں دیتے ان لوگوں کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ حضور علیہ السلام اور قرآن پر ایمان لانے کا نفع تمہیں یہ ہوگا کہ نہ تو تمہاری شکلیں بدلیں گی اور لعنت سے بھی محفوظ رہو گے۔ یہ بہت بڑا نفع ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے حاصل ہوتا ہے اور فرمایا اگر تم نے حق قبول نہ کیا تو ہفتہ والوں کا حشر تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ اللہ نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اگر بندہ شرک سے محفوظ رہا خواہ وہ کتنے بڑے گناہ کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو معافی ہو سکتی ہے مگر جو شرک کرے گا اور شرک کی حالت میں مر جائے اسے معافی نہیں دی جائے گی وہ ہمیشہ ہمیشہ کا جہنمی ہوگا مشرک چاہے بہت اچھے کام کرے وہ جنتی نہیں ہو سکتا کیونکہ جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے یعنی اللہ سے بغاوت کی ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو الٰہ ماننا اس کو سجدہ کے لائق ماننا اور اللہ کے سوا کسی کو عبادت کے لائق ماننا شرک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے

marfat.com

Marfat.com

اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی بھلائی (ایمان ہوا) وہ دوزخ سے ضرور آزاد کیا جائے گا اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکالا جائے گا اور جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوا تو وہ بھی دوزخ سے نکالا جائے گا۔ آگے الفاظ ہیں ''عن قتادة حدثنا انس من النبی صلی اللہ علیه وسلم من الایمان مکان خیر'' قتادہ انس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے خیر کی بجائے ایمان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف لا الہ الا اللہ کا نام ایمان نہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھ لے وہ ایمان والا ہو جائے گا اور وہ جنت میں چلا جائے گا ایسا بالکل نہیں۔ اگر یہی کہہ لینا ایمان ہو تو مطلب یہ کہ صرف توحید کا اقرار ہی ایمان ہو تو پھر نہ ہم عیسائی کو اور نہ یہودی کو اور نہ ہی مرزائی کو کہہ سکتے ہیں جبکہ یہودی عیسائی اور مرزائی کافر ہیں اور نہ منافقوں پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ منافق کافر سے زیادہ خطرناک کافر ہے ثابت ہوا الہ الا اللہ تو منافق بھی پڑھتا ہے جیسے مدینہ شریف کے یہودی تھے صرف لا الہ الا اللہ پڑھ لینا ایمان نہیں۔ حضور علیہ السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور پھر صرف اقرار نہیں دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو کیونکہ ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے (اپنے) والدین اور (اپنی) اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے تو واضح ہوا کہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور حضور علیہ السلام پر ایمان لائے اور صرف زبانی اقرار ہی نہیں دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھے تو پھر صحیح مومن ہے اگر کلمہ پڑھے دل عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہو تو منافق ہے کیونکہ مومن اور منافق میں صرف یہی فرق ہے مومن کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے اور منافق کا سینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوتا ہے۔ مسئلہ واضح ہوا کہ اگر کوئی خدا کا منکر ہے تب بھی کافر ہے۔ اگر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے تب بھی کافر ہے اور جنت میں وہی جائے گا جو دونوں پر ایمان رکھے۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کا گستاخ ہوا منکر ہوا وہ ہمیشہ کا دوزخی ہوگا۔

اور اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرنے سے مسئلہ مزید کھل کر سامنے آجائے گا چنانچہ جنگ احد میں وحشی نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انہیں اور ان کے ساتھیوں کو سخت ندامت ہوئی اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک عریضہ لکھا کہ ہم اسلام تو لے آئے ہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے قیام مکہ کے دوران یہ آیت سنا کرتے تھے۔ والذین لایدعون مع اللہ الٰھا (الی اخر) ہم لوگوں نے تو غیر خدا کی پوجا بھی کی ہے اور بے گناہ مسلمان کو قتل بھی کیا اور زنا بھی کیا پھر ہماری بخشش کیسے ہوگی اگر بخشش نہ ہوئی تو ہمارے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی الامن تاب وامن وعمل عملا صالحا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت لکھ کر ان کے پاس بھیجی جس کے جواب میں ان لوگوں نے پھر عریضہ لکھا کہ اس آیت میں بھی بخشش کیلئے نیک اعمال کی قید لگائی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ہم سے یہ نہ

marfat.com
Marfat.com

ہو سکے تب یہ آیت کریمہ اتری جس میں یہ فرمایا گیا ویغفر مادون ذلک لمن یشاء کہ اللہ کریم کفر وشرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو یہ آیت لکھ بھیجی۔ انہوں نے پھر جواب میں عریضہ لکھا کہ اس آیت میں بھی ہماری بخشش یقینی نہیں۔ نہ معلوم کہ اللہ تعالیٰ ہماری بخشش چاہے نہ چاہے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا (بحوالہ نعیمی، تفسیر کبیر وخازن وروح البیان) مطلب کہ گناہ کیسے بھی ہوں معاف ہو سکتے ہیں مگر بدعقیدگی کی معافی نہیں ہوگی یعنی کفر وشرک اللہ کی واحدنیت کا منکر ہونا اللہ کے سوا اوروں کو سجدہ کرنا الٰہ ماننا یا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونا اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا انکار کرنا توہین کرنا یہ معافی نہیں ہوگی۔ ہاں اللہ کی توحید پر ایمان رکھے اور حضور علیہ السلام پر ایمان رکھے اور دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو تو معافی کے امکان ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے کے برابر۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے چند یہودی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے انکے ساتھ چھوٹے بچے تھے تو کہنے لگے اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ان کے ذمے کوئی گناہ ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں تو کہنے لگے کہ ہم بھی تو انہی کی طرح ہیں۔ اگر دن میں گناہ ہو جاتا ہے تو رات کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ اگر رات کو ہوتا ہے تو دن میں اس کا کفارہ ہو جاتا ہے اور دوسری روایت شان نزول یہ بھی ہے۔ حسن ضحاک اور قتادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان ہے کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں نے نحن ابنآء اللہ واحبآؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہیں، معاذ اللہ) کہا اور یہ بھی کہ لن یدخل الجنۃ الامن کان ھودا او نصاری یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا پہلے یہودیوں کا دعویٰ تھا اور دوسرا عیسائیوں کا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اس سے معلوم ہوا اپنی پاکیزگی کے دعوے کرنا غلط ہے خواہ کوئی شخص بھی ہو جیسے آجکل رواج بن چکا ہے اگر پیروں کا لبادہ ہو تو یہ چیز کوئی عیب ہی نہیں جانی جاتی جو سراسر غلط ہے بندے کو چاہے کہ خودستائی سے باز رہے اور اپنے رب کے کرم کا امیدوار رہے اور حضور علیہ السلام کے کرم پر یقین رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمانے والے ہیں۔ ہم مسکینوں پر ضرور مہربانی فرمائیں گے مگر اس کے ساتھ ساتھ فرائض کو پورا کرے ذکر واذکار کو نہ چھوڑے کیونکہ امید اور خوف کے درمیان ایمان ہے اور اللہ جسے چاہے ستھرا کر دے گا مطلب ہے کہ اگر چاہے تو کسی کے گناہ بھی معاف کر سکتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ ایک فاحشہ نے کتیا کو پانی پلایا تو اللہ کریم نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے مگر

marfat.com
Marfat.com

اللہ ظلم نہیں کرتا فرمایا کھجور کے ڈورے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اگر کسی کو سزا ملی تو وہ اس کا اپنا کیا دھرا ہوگا اللہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ رحم وکرم فرمائے۔(آمین ثم آمین)

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٠ ع

ترجمہ: دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں یہ کافی ہے صریح گناہ

تفسیر: فرمایا یہ جو یہودی اور عیسائی دعویٰ کر رہے ہیں ہم جنت میں جائیں گے ہم اللہ کے لاڈلے ہیں اور اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) فرمایا یہ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں یعنی یہ خود جھوٹے ہیں اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا وہ بیوی بچوں سے پاک والدین سے پاک ہے نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ اللہ کسی کو جنتا ہے وہ بیٹوں سے پاک ہے ایسے دعوے کرنیوالے جھوٹے ہیں، گمراہ ہیں، بے دین ہیں، کافر ہیں اور یہ بہت بڑے مجرم ہیں ایسے کفر بکنے والے جنت میں نہیں دوزخ میں جائیں گے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝٥١

ترجمہ: کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی۔ کعب بن اشرف ستر یہودیوں کو لے کر مشرکین مکہ کے پاس پہنچا اور ان کو کہنے لگا کہ تم حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرو حملہ کرو یعنی باہر سے تم حملہ کرو اندر سے ہم تمہارا ساتھ دیں گے فتح یقینی ہوگی۔ تو قریش مکہ بولے کہ تم بھی کتابی ہو اور مسلمان تمہیں ہم سے زیادہ قریب ہیں یعنی اللہ کو تم بھی مانتے ہو اور مسلمان بھی اور ہم بتوں کو سجدہ کرنیوالے ہیں۔ لہٰذا ہمیں یقین نہیں آتا کہ تم ہمارا ساتھ دو گے تو یہودی بولے پھر ہم تمہیں کیسے یقین دلائیں جیسے تمہیں تسلی ہوسکتی ہے ہم اسی طرح تمہیں یقین دہانی کرانے کیلئے تیار ہیں۔ تو قریش مکہ نے کہا اگر آپ لوگوں نے ہمیں اعتماد دلانا ہے تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو چنانچہ ان بدنصیبوں نے بتوں کو سجدہ کیا تا کہ قریش مکہ کو یقین ہو جائے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں یہ یہودی ہمارا ساتھ دیں گے تو ابوسفیان بولے کہ بتاؤ ہم صحیح راہ پر ہیں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وہ یہودی بولے کہ تم ٹھیک راہ پر ہو (معاذ اللہ) تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا ہر ایمان والے کو احتیاط کرنی چاہیے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی تعریف نہ کرے جیسے آجکل ایک رواج ہو چکا ہے۔ اکثر جاہل جب کسی مسلمان سے کوئی غلط کام ہو جائے تو کہتے ہیں کہ چھوڑو جی یہ مسلمان ہیں یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) یہ طریقہ یہودیوں کا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور پھر آج بھی دیکھو یہودیوں اور بت پرستوں کا اسی طرح جوڑ ہے اور دونوں مل کر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف چل رہے ہیں اور اپنی پوری قوت صرف کر کے مسلمانوں کو محکوم بنانا چاہتے ہیں بوسنیا' کشمیر' افغانستان' عراق پر امریکی اور اسرائیل اور انڈیا کی کارروائی اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے مگر میرے رب نے بہت پہلے اپنے بندوں یعنی مسلمانوں کو خبردار کیا ہے مگر کچھ فاسق فاجر حکمران اسلام کے قاتل ثابت ہوئے جو کفار کے بچہ جمورا اور ایجنٹ ثابت ہوئے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

تفسیر: فرمایا یہ جو مسلمانوں کے خلاف کفار سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں۔ بت پرستی کر رہے ہیں اور بت پرستوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور گمراہوں کو کہہ رہے ہیں کہ یہ راہ پر ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو مگر یاد رکھو جس پر اللہ لعنت کرے وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائے گا یعنی جب اللہ کی طرف سے گرفت ہوگی تو پھر کوئی اس کا مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی مدد کر سکے گا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار کا کوئی مددگار نہیں ہوگا حضور علیہ السلام کی شفاعت بزرگوں کی سنگت صرف ایمان والوں کو فائدہ دے گی اور انبیاء علیہم السلام علما صلحا صرف ایمان والوں کی مدد فرمائیں گے۔ کفر کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا باطل کی حمایت بھی باطل ہوتی ہے۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ: کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے ایسا ہو تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔

تفسیر: یہودیوں کا یہ وعدہ تھا کہ حکومت اور نبوت صرف یہودیوں کا حق ہے۔ ہم بنی اسرائیل ہیں اس لیے ہم کسی اور کی اطاعت یا اتباع نہیں کر سکتے۔ ان کی تردید میں یہ آیت کریم نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا خود بڑا سمجھ کر کسی کی سچائی کو تسلیم نہ کرنا یا حق کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑی جہالت اور یہودیت ہے ان کو چاہیے کہ حق کو تسلیم کرے کیونکہ اس میں نجات ہے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے تو ہم نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل خصائص اصحاب ازواج دیگر فضائل و

marfat.com

Marfat.com

کمالات دیکھ کر جلتے تھے حسد کرتے تھے اور پھر کبھی ازواج کی وجہ سے تنقید کرتے کبھی اصحاب کی وجہ سے مخالفت کرتے کبھی معجزات کی وجہ سے اختلاف کرتے یعنی اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اتنی عورتیں کیوں حلال کیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہودیوں کو اس بات پر حیرانگی تھی اور حسد کی وجہ سے جل رہے تھے کہ لوگ حضور علیہ السلام کی غلامی کیوں اختیار کر رہے ہیں اور جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام بنتے یہودی ان سے جلتے اور ان سے عداوت رکھتے حسد کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ اور ایک وجہ حسد کی یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عربوں میں نبوت کیوں چلی گئی ہے؟ ان سب چیزوں کو سامنے رکھا جائے تو وجہ سامنے ایک ہی آتی ہے عداوت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو جب ان یہودیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت تھی تو ان کو پھر حضور علیہ السلام کی ہر اس چیز سے اختلاف تھا جس کا تعلق حضور علیہ السلام سے تھا لہٰذا وہ یہودی ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' اولا د رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' کے دشمن تھے اور حضور علیہ السلام کے ہر فضائل وکمالات کے منکر تھے کیونکہ حاسد ہوتا ہی وہ ہے جو ایسا ہو اور پھر آگے فرمایا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی نسل کو کتاب اور علم بھی اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی اس ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں خاص فرما دی تھی کہ غیر ابراہیمی نبی نہ ہو تو جب نبوت اولاد ابراہیم علیہ السلام کیلئے خاص کر دی گئی تھی تو مرزا قادیانی نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ مطلب کہ مرزا خبیث جھوٹا تھا کذاب تھا کیونکہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں نہیں تھا جب آل ابراہیم علیہ السلام میں نبوت خاص کر دی گئی تو اس سے مراد جناب اسماعیل علیہ السلام جناب اسحاق علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام ہیں حکمت سے مراد علم ہے اور یہ علم لدنی بھی ہو سکتا ہے کہ روحانیت کا سربراہ بھی غیر نہیں ہوگا وہ بھی ہر دور میں ابراہیمی ہی ہوگا یعنی سید ہی ہوگا جیسا کہ صواعق محرقہ والوں نے لکھا ہے کہ ہر دور میں قطب الاقطاب صرف سید ہی ہوگا جو وقت کے تمام ولیوں کا سربراہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سارے کا سارا باطنی نظام ہوتا ہے وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے ہدایات لیتا ہے اور آگے حکم جاری کرتا ہے۔

فَمِنْهُم مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُم مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر کوئی حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسد کرے گا کہ حکومت اور نبوت دونوں چیزیں مل گئیں ہیں اور انکار کرے گا تو حضور علیہ السلام کو کچھ نقصان نہ ہوگا یہ نقصان حسد کرنے والے کو ہوگا۔ ایسے لوگوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ والا دوزخ ہے اور جو ایمان لائے گا وہ بھی اپنے نفع کو کہ عذاب سے خود کو محفوظ کر رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دینگے کہ عذاب کا مزہ لیں بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے جو لوگ ہماری آیات کا انکار کریں گے یعنی حضور علیہ السلام کی مخالفت کریں گے وہ کمالات جو ہم نے حضور علیہ السلام کو دیئے ہیں ان کا انکار کریں گے حکومت' نبوت' فضائل وخصائص یا دیگر احکام جو ہم نے لوگوں کیلئے اتارے ہیں ان کا انکار کرنیوالوں کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں گی۔ جبکہ ان کی کھالیں پک جائیں گی پھر بدل دی جائیں گی۔ اس سے یہ مراد ہوسکتا ہے کہ صحیح ہونا پھر بدلنا بار بار یہ عمل ہونا یہ کھالیں بدلنا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ ان لوگوں نے حضور علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ سے حق کا انکار کیا اور باطل کی طرف چلے گئے اور اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہوگئے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں' ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کیلئے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو لوگ احکام خداوندی اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کریں گے یعنی اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق گزاریں گے۔ اللہ کریم فرماتا ہے انہیں جنت عطا فرمائی جائے گی جس میں نہریں رواں ہوں گی اور اس میں ان کی خدمت کیلئے ستھری بیبیاں ہوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حیض' پاخانہ' تھوک اور ناک کی ریزش سے پاک ہوں گی اور جو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے والے ہوں گے وہ حوریں ان کیلئے ہوں گی اور جنتیوں پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اور ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ ہوں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝ -

ترجمہ: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے۔ بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: یعنی ذکر کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان بن طلحہ کعبہ کا دروازہ بند کر کے کعبہ کی چھت پر چلے گئے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بیت اللہ کی چابی طلب فرمائی۔ جس کے دینے سے عثمان انکاری تھے اور عثمان کہتے تھے (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام اللہ کے نبی نہیں ورنہ میں انکار نہ کرتا چابی ضرور دے دیتا چنانچہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عثمان سے چابی زبردستی چھین لی اور دروازہ کھول دیا اور حضور علیہ السلام بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت نفل ادا کیئے اور پھر باہر تشریف لے آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چابی کا مطالبہ کیا اور ساتھ درخواست کی کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی ہمیں سونپی جائے اور دربانی کا حق بھی ہمیں ہی ملنا چاہیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضور علیہ السلام نے جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ عثمان کو چابی واپس کرو اور ساتھ معذرت بھی کرو اور جناب علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے چابی واپس کی اور ساتھ معذرت بھی کی اور فرمایا تمہارے معاملہ میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے جب جناب عثمان کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے اور بیت اللہ کی چابی آخر وقت تک یعنی وصال تک انہیں کے پاس رہی اور وصال کے وقت اپنے بھائی کو دے دی اور پھر آج تک انہی کے اولاد کے پاس ہے اور رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام کا ہر فیصلہ اللہ کی رضا کے مطابق ہوتا ہے اور وہی صحیح ہوتا ہے جیسے کہ حدیث بھی موجود ہے۔ یوسف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرماتے وہ میں یاد کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا تھا چند لوگوں نے یعنی اصحاب نے مجھے لکھنے سے منع کر دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی ناراضگی کی صورت ہوتے ہیں اور کبھی رضامندی کی یعنی خوشی کی۔ لہٰذا ہر بات نہ لکھا کرو چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بات کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام اپنی انگلی شریف سے منہ کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے نہیں نکلتی (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے) مگر حق (یعنی حق کے سوا اس منہ سے کچھ نہیں نکلتا) اس لیے کہ میرا بولنا رب کا بولنا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝٥٩

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے

marfat.com
Marfat.com

حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لشکر تیار کیا جس کے امیر جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنائے گئے اور اس لشکر میں جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اور جس بستی پر حملہ کرنا تھا ان لوگوں کو کسی طرح اطلاع ہوگئی کہ مسلمان ہم پر حملہ کرنے والے ہیں تو وہ بستی کے لوگ اپنا ساز و سامان لے کر رات کی تاریکی میں بھاگ گئے صرف ایک شخص بستی میں رہ گیا جو مسلمان ہو چکا تھا چنانچہ وہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو مل کر بتا چکا تھا کہ میں مسلمان ہوں اس لیے میں یہاں رہ گیا ہوں اور میری قوم بھاگ گئی ہے۔ اب آپ فرمائیں کہ میرا اسلام لانا نفع بخش ہوگا یا نہیں؟ اس پر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا اسلام لانا یقیناً نفع دے گا لہٰذا تو فکر نہ کر میں ضمانت دیتا ہوں کہ تجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ چنانچہ جب جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بستی پر حملہ کیا تو صرف ایک وہی شخص ملا اس کو قیدی بنا لیا گیا اور مال پر قبضہ کر لیا گیا تو جب حضرت عمار کو خبر ملی تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صورتحال سے آگاہ کیا اس پر جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر لشکر میں ہوں یا آپ مطلب یہ کہ کسی کو امان دینا یا نہ دینا یہ میرا اختیار ہے آپ کا نہیں۔ چنانچہ دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا جب مدینہ حاضری ہوئی تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ یہ معاملہ پیش ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں دے دیا اور اس قیدی کو چھوڑ دیا گیا اور ساتھ ہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ آئندہ امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو امان نہ دیا کریں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے مقابلے میں عمار رضی اللہ عنہ کو یہ اہمیت حاصل ہے؟ ایک غلام کو اتنی فضیلت ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو عمار رضی اللہ عنہ کو برا کہے اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے جو عمار رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے اللہ اس سے ناراض ہو۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے یہ الفاظ سنے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلنے شروع ہو گئے اور دامن پکڑ کر معافی مانگی اور ان کو راضی کر لیا۔ (خازن، روح المعانی، مظہری)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا ایمان والے کو چاہیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو مقدم جانے دنیا میں کوئی بادشاہ ہو یا کوئی اور حاکم اگر اس کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوگا تو ٹھیک ورنہ ٹھکرا دیا جائے گا اور اس آیت میں ہر صاحب ایمان کو کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مانو اس لیے ہر حاکم خواہ وہ وزیر ہو امیر ہو یا ملک کا بادشاہ ہو یا عدالت میں حاکم ہو جو بھی ہو اگر ایمان دار ہے تو وہ وہی کرے گا جو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حکم دیتا ہوگا اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کرے گا تو سخت مجرم ہوگا اور (اولی الامر منکم) جو حکومت والے ہیں وہ بھی وہی کریں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہو اور قوم کو چاہیے کہ حکمرانوں کے حکم کی اطاعت کریں جو ان حکمرانوں کے حکم کی اطاعت نہ کرے وہ بھی سخت

marfat.com

Marfat.com

مجرم ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے بھی اطاعت امیر کا حکم دیا ہے۔ آگے فرمایا اگر تمہارے درمیان کسی بات کا اختلاف ہو جائے تو تمہیں چاہیے کہ اللہ اور اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کرو مطلب کہ کسی کو کسی قسم کا یہ اختیار حاصل نہ ہے کہ من مانی کرے ہر شخص قرآن وحدیث کا پابند ہے۔ شریعت کی مخالفت کرنا قرآن وحدیث سے بغاوت ہے۔ صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ ذات بابرکات ہے وہ جو بھی حکم کریں ہر ایمان والے کو عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ بولنا وحی الٰہی ہے اللہ کا بولنا ہے جیسا کہ قرآن بتا رہا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی۔ قرآن کے یہ الفاظ بتا رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو بھی حکم کریں ان پر عمل کرنا ضروری ہے چاہے بظاہر قرآن کے خلاف ہی نظر آئے کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمانا اللہ کا فرمانا ہے جیسے صحابی کو روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس جانے کے معاملہ میں رعایت فرماتے ہوئے حکم جاری کیا کہ یہ کھجوریں خود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلا دو یہی تمہارا کفارہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمانا (تفصیل کیلئے ہماری کتاب اختیارات مصطفیٰ کا مطالعہ فرمائیں) بلکہ یہاں تک کہ جو حضور علیہ السلام فرمائیں اس پر عمل کرو خواہ وہ حکم قرآن کے خلاف ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے اور یہ صرف ہم ہی نہیں کہتے قرآن کا فیصلہ ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور دوسری جگہ فرمایا۔ یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی ذات پاک ہے جس کو یہ اختیار ہے اور فضیلت ہے جو حکم فرمائیں اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ضروری ہے چاہے کہ وہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے آنے والوں کو نمازوں کی چھوٹ دینا وغیرہ وغیرہ آگے فرمایا اس میں تمہاری بہتری ہے۔ اس عمل اور عقیدے کا انجام اچھا ہوگا یعنی قیامت کے دن اس عقیدت اور ایمان کا فائدہ ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک منافق تھا جس کا جھگڑا یہودی سے تھا۔ یہودی بولا چلو تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرا لیتے ہیں کیونکہ یہودی یہ جانتا تھا کہ میں حق پر ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں یقیناً فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ منافق بھی یہ جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ میرے حق میں نہیں ہوگا کیونکہ میں حق پر نہیں ہوں۔ چنانچہ منافق نے کہا نہیں یہ فیصلہ کعب بن اشرف سے کرواتے ہیں جو کہ یہودی ہے اس لیے کہ منافق کو علم تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے وہاں اپروچ ہو سکے گی۔ مختصر یہودی نے کعب بن اشرف کو منصف نہ مانا اور کہا کہ نہیں میں حضور علیہ السلام کے فیصلے پر عمل کروں گا مجھے یقین ہے وہ فیصلہ غلط نہیں کریں گے چنانچہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر دو فریق نے اپنی اپنی بات اور دلائل پیش کئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا اور منافق کہنے لگا کہ یہ فیصلہ منظور نہیں لہٰذا فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کرواتے ہیں تو پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی فیصلہ کیا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ منافق پھر اپنی بات سے پھر گیا کہنے لگا کہ ہم فیصلہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کراتے ہیں اس کا خیال تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کافروں کے معاملہ میں سخت ہیں لہٰذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہودی کے حق میں نہیں میرے حق میں ہوگا مگر منافق کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ تو جب بشر منافق نے ساری بات جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سنائی اس کے بعد عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہودی کو فرمانے لگے کہ تم بھی اپنی بات سناؤ؟ یہودی بولا حضور میں کوئی بات نہیں سناؤں گا۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس سے پہلے ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے میرے حق میں فیصلہ سنایا ہے مگر یہ بشر جو خود کو مسلمان کہلواتا ہے یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔ جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بشر منافق سے پوچھا کیا یہ ٹھیک کہتا ہے؟ بشر منافق، یہودی کی بات کی تردید نہ کر سکا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہیں ٹھہر و تمہارا فیصلہ کرتا ہوں اندر سے تلوار لائے اور منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا اس کیلئے میرا یہی فیصلہ ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا جو شخص فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو وہ کافر ہے جیسے اہل قرآن جن کو پرویزی کہتے ہیں وہ لوگ حدیث کے منکر ہیں (۲) یہ بھی ثابت ہوا نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حیلے بہانے سے منہ پھیرنے والے مومن نہیں ہیں وہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں اوروں کو ماننے والے ہیں۔ مومن وہ ہے جو نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے والا ہو (۳) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کافر مرتد ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے قتل نہ کرتے (۴) اور گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قتل جائز اور درست ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝۶۱

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: یہاں اللہ کریم نے منافقین کی ایک علامت بیان کی ہے جب کوئی معاملہ کیلئے ان کو کہا جائے کہ قرآن کے مطابق فیصلہ کر لیتے ہیں تو وہ اس سے بھی خوش نہیں ہوتے منہ موڑ لیتے ہیں منافقین قرآنی فیصلوں سے گھبراتے ہیں۔ اگر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کیلئے کہا جائے تو اس سے بھی جی چراتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر مومن نہیں ہے جیسے چکڑالوی جن کو اہل قرآن کہا جاتا ہے کیونکہ حدیث کا منکر بھی کافر ہے جیسے قرآن کا منکر کافر ہے اور یہاں یاد رہے کہ جو حدیث کا منکر ہو گا وہ قرآن کا ماننے والا کبھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی بتایا ہے کہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام ہے اور یہ میرا کلام ہے کیونکہ زبان تو ایک ہے جب اللہ کا کلام ہو گا پھر بھی زبان حضور علیہ السلام کی ہو گی۔ لہٰذا ہر مومن کیلئے ضروری ہے کہ پہلے حضور علیہ السلام پر ایمان لائے' زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھے پھر مومن ہو گا ورنہ نہیں تو مومن اور منافق میں یہی ایک فرق ہے۔ مومن حضور علیہ السلام سے محبت رکھتا ہے' یقین رکھتا ہے بغیر کسی دلیل کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہے اور منافق کے دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوتا اس لیے اس کا قرآن اور اللہ کا نام لینا معتبر نہیں ہو گا کیونکہ ان دونوں پر ایمان تب ہی پختہ ہو سکتا ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان ہو گا اور یہ بات واضح ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منہ موڑنے والا مومن نہیں ہو سکتا' ایمان تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔

فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ: کیسی ہو گی جب ان پر کوئی افتاد پڑے (یعنی مصیبت) بدلا ان کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے حضور حاضر ہوں اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا تو اس کے وارث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ ہمیں خون کا بدلہ دیا جائے کیونکہ بشر کا مطلب (وہ منافق جس کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے سے روگردانی نہ تھی بلکہ اس کا مطلب تھا کہ کوئی بہتر راستہ نکل آئے جس میں بھلائی ہو اور اختلاف نہ بڑھے تو اللہ کریم نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ تھا' فلاں تھا' سب غلط بیانی کر رہے ہیں کہ وہ بھلائی چاہتا تھا وہ میل یعنی صلح چاہتا تھا بلکہ وہ منافق تھا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ درست ہے اور وہ حضور

marfat.com

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کا انکار کر کے مرتد ہو چکا تھا اور مرتد کی سزا یہی ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی ہے اس سے ثابت ہوا حدیث کا منکر کافر ہے اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کی سزا قتل ہے اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر بھی گمراہ بے دین ہے صحیح مومن وہی ہے جو حضور علیہ السلام کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

ترجمہ: ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھا دو اور کہیے انہیں تنہائی میں ایسی بات جو موثر ہو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ منافق قسمیں اس لیے کھاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ شاید ہماری منافقت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر قلم کر دیا جس نے حضور علیہ السلام کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا تو اس کے ساتھی یا ورثا جو کہ منافق تھے حضور علیہ السلام کی بارگاہ حاضر ہو کر قسمیں اٹھانے لگے کہ اس کا مقصد بغاوت اور انکار نہ تھا اس کا مقصد بھلائی تھا یہ اس لیے ایسا کرتا تھا ان کا خیال تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہیں دیا گیا کہ وہ دلوں کے بھید جانتے ہیں اس لیے وہ جھوٹی قسمیں کھا کر اعتبار لانا چاہتے تھے مگر اللہ کریم فرماتا ہے۔ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں (اللہ) سب کچھ جانتا ہوں یہ واقعتاً جھوٹ بول رہے ہیں مگر پھر بھی تم ان سے چشم پوشی کرو مطلب کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں خاموش رہو اور انہیں سمجھاؤ کہ بشر کا (بشر جس کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا) تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر میرے کہنے پر اس چیز کو بھول جاؤ اور اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو پھر فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانو اور بدلے کا مطالبہ نہ کرو یہی وہ بات تھی جس چیز کا اللہ کریم ذکر فرما رہا ہے کہ ان کو تنہائی میں موثر بات کہو تا کہ یہ مطالبے سے دستبردار ہو جائیں کیونکہ اگر بدلہ دیا جاتا تو پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فیصلہ غلط ہو جاتا جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح تھا تو اللہ کریم کا یہ فرمانا کہ ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا ویسے سمجھا دو خاموش ہو جائیں یہ اس لیے تھا کہ اللہ کریم کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بالکل درست تھا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ہم جو رسول بھیجتے ہیں وہ اس لیے بھیجتے ہیں کہ ان کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے

marfat.com

Marfat.com

جب ہمارا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات تمہیں کہے تو ایمان والا وہ ہے جو اس پر عمل کرے جو مخالفت کرے وہ کافر اور جو عمل کرنے میں سستی کرے وہ مجرم ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (ابن ماجہ) قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اہل قرآن جو حدیث کے منکر ہیں جن کو چکڑالوی اور پرویزی کہا جاتا ہے اور وہ تین نمازوں کے قائل ہیں وہ کافر ہیں کیونکہ وہ حدیث کے منکر ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ اگر کوئی اپنی جان پر ظلم کرے یعنی مشرک ہو کافر ہو یا بہت زیادہ گنہگار ہو تو وہ مایوس نہ ہو جائے کہ اب مجھ سے ظلم ہو گیا یا کفر ہو گیا ہے یا شرک ہو گیا یا بہت بڑا جرم ہو گیا ہے لہٰذا اب سوائے جہنم کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ نہیں۔ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ تیری بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور سچے دل سے توبہ کریں معافی مانگیں اور اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر تو تم بھی ان کی سفارش کر دے تو پھر ہم (یعنی اللہ) اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اس پر مہربان ہوگا بشرطیکہ سچے دل سے تیری بارگاہ میں حاضر ہو اور معافی مانگے تو اللہ یقیناً اس پر مہربان ہوگا اور سب کچھ معاف کر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا جس کی سفارش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اس کے گناہ اللہ معاف فرمادے گا لہٰذا جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع نہیں دے سکتے۔ ان کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ سفارش کرنا نفع ہے اور جس کی سفارش حضور علیہ السلام فرمائیں گے وہ بخشا جائے گا یہی وہ نفع ہے جس پر اہل اسلام کا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع دیتے ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سفارش وہ ہے جس کو اللہ ضرور قبول کرتا ہے تو ایسی سفارش بہت بڑا نفع ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار میں ہوں سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہوگی (مسلم۔ مشکوٰۃ)

اور یہ بھی معلوم ہوا مجرم کا صرف توبہ کرنا کافی نہیں مجرم کے توبہ کرنے کے ساتھ حضور علیہ السلام کا سفارش فرمانا بھی

marfat.com

Marfat.com

ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجرم کی توبہ پر راضی ہو جائیں تب تو یہ فائدہ مند ہوگی اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راضی نہ ہوں اس کی توبہ قبول نہ فرمائیں تو کسی مجرم کی توبہ واستغفار کسی کام نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کا معافی مانگنے والے پر راضی ہونا ضروری ہے جس سے ثابت ہوا در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کرنے والا خواہ کون ہو کیسا ہو خواہ کتنی توبہ استغفار کرنے والا ہو صحیح مومن نہیں جب تک دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو کیونکہ در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھیجنے کا مطلب ہے کہ پہلے دل سے حضور علیہ السلام کو ماننے پیار کرے اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانے کیونکہ ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے۔

۳۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مزار پاک میں زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کی فریاد کو سنتے ہیں اور پھر سفارش فرماتے ہیں کیونکہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مزار پاک میں زندہ نہ ہوتے (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے جیسے گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ ہے تو اللہ کریم کسی کو یہ حکم نہ دیتا کہ اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کر لو تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ ان بد عقیدہ لوگوں کی بات مانی جائے تو پھر اللہ کے علم میں نقص ماننا پڑے گا (معاذ اللہ) جو اللہ کے علم میں نقص مانے وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ ہر نقص سے پاک ہے۔ اگر اللہ کے علم میں نقص نہیں جو یقیناً نہیں تو پھر یہ ماننا ہوگا کہ حضور علیہ السلام اپنے مزار میں زندہ ہیں اور حاضر ہونے والے کی فریاد کو سنتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ کریم اپنے بندوں کو یہ حکم نہ دیتا کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔ اللہ کا گنہگاروں کافروں، مشرکوں، دیگر مجرموں کو یہ حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مزار پر انوار میں زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کی فریاد کو سنتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان باتوں کا انکار کرتا ہے تو پھر یا تو اللہ کے علم میں نقص ماننا ہوگا جو کہ کفر ہے اور یا آیت منسوخ ہونا ثابت کرنا ہوگا جو ناممکن ہے اگر آیت منسوخ بھی نہ ہو تو پھر اس کا انکار دھڑے بندی کی وجہ سے ہوگا جو کھلی گمراہی اور غیر مومنانہ فعل ہے۔ سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ حرہ ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان اور اقامت نہ ہوئی اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد سے جدا نہ ہوئے (یعنی حضور علیہ السلام کی مزار پاک کے قریب ٹھہرے رہے) فرماتے ہیں نماز کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پاک سے آواز آنے پر جو میں قبر سے سنا کرتا تھا مطلب کہ حضور علیہ السلام کے مزار سے آواز آجاتی تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے (دارمی، مشکوٰۃ)

لہٰذا قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں سنتے ہیں اور غلاموں کی مدد فرماتے ہیں جو لوگ اس عقیدے کے خلاف ہیں وہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔

۴۔ جاء وك میں کوئی قید نہیں اگر مدینہ شریف کی حاضری ہو تو سبحان اللہ۔

اگر ایسا نہ ہو سکے تو خواہ کہیں بھی ہو وضو کرے مصلے پر بیٹھ جائے اور پوری پوری یکسوئی اختیار کرے اور خود کو بارگاہ میں حاضر

marfat.com

Marfat.com

تصور کرے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے بخشش مانگے تو اللہ کریم مہربانی فرماتے ہوئے توبہ قبول کرے گا بلکہ یقین ہونا چاہیے کہ میری توبہ قبول ہو چکی ہے مگر توبہ سچے دل سے کرے اور دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس عقیدے کا ہونا ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اللہ ضرور معاف کرے گا وہ وعدہ پورا کرنے والا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک پہاڑی نالے سے کھیتوں کو پانی دینے میں زبیر بن عوام کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا اور دونوں حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی اپنی سنائی۔ حضور علیہ السلام نے دونوں کی بات سن کر زبیر کے حق میں فیصلہ سنایا جس پر انصاری نے کہا زبیر کے حق میں فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ زبیر ان کی پھوپھی کا لڑکا ہے اس پر آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

اس سے معلوم ہوا مخلص مومن وہ ہے جو حضور علیہ السلام کے ہر فیصلے کو مانے جو انکار کرے گا وہ مخلص مومن نہیں کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے رب کی قسم وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا جو تیرے فیصلے کو تسلیم نہ کرے۔

۲۔ پھر قرآن پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام خدا کی خدائی کے بادشاہ ہیں حاکم ہیں اور قیامت تک ہی نہیں جب تک خدا کی خدائی ہے حضور علیہ السلام کی بادشاہی ہے حاکمیت ہے کیونکہ یہ حکم منسوخ نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاکم تھے حاکم ہیں اور حاکم رہیں گے۔ یہاں یہ بات جان لیں کہ حاکم کیلئے زندہ ہونا ضروری ہے مردہ حاکم نہیں ہوتا جیسے ملک کا سربراہ صدر وہ ہو سکتا ہے جو زندہ ہو مردہ صدر نہیں ہوتا اسی طرح حضور علیہ السلام کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ زندہ ہی حاکم بن سکتا ہے مردہ نہیں ہو سکتا لہٰذا جو لوگ حضور علیہ السلام کو مردہ کہتے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم نہیں مانتے جو حاکمیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرے گا وہ نص کا منکر ہے مومن نہیں رہے گا لہٰذا ایمان والا وہی ہوگا جو حضور علیہ السلام کو زندہ مانے گا پھر کوئی حاکم ایسا نہیں جو بے اختیار ہو بعض لوگ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو کوئی اختیار نہیں، وہ لوگ جہالت کے پتلے ہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ یہ کہنا کہ اللہ کے سوا کسی کو اختیار نہیں یہ عظیم ترین جاہل ہونے کی دلیل ہے اختیار تو اللہ کریم نے ہر بندے کو دیئے ہیں اگر اختیار ہی نہیں تو قیامت کے دن ہم سے کیا پوچھے گا؟ یہی پوچھنا ہے کہ ہاتھ تجھے میں نے دیئے تھے بتا ان کا ناجائز استعمال کیوں کیا؟ کیونکہ ہاتھوں کو استعمال کرنے کا اختیار اللہ نے بندے کو دیا ہے اسی طرح آنکھ زبان کان ہاتھ پاؤں بندے کو اللہ نے دیئے اور ساتھ اختیار بھی دیا کہ اب جائز یا ناجائز برتنے کا اختیار تجھے دیتا ہوں اگر تو نے ناجائز استعمال کیے تو قیامت کے دن تجھے پوچھ لوں گا۔ اگر اختیار ہی نہیں تو پوچھنا کیا ہے؟ مگر ضد اور دھڑے بندے کا خانہ خراب جو بندے کو عقل اور شعور سے دور رکھتی ہے۔ اگر تھوڑی سی بھی عقل استعمال کی جاتی تو اس مسئلہ کو الجھایا نہ جاتا۔

۴۔ اور اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا جو اسلامی قوانین کا منکر ہوگا وہ مومن نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے اسلامی قوانین پر عمل کریں اور جب الیکشن وغیرہ آئے تو اسلام کے حق میں ووٹ دے تا کہ ایمان سلامت رہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے ثابت بن قیس بن شماس ابن مسعود عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کی کچھ یہودیوں سے بحث ہوگئی اور یہودی کہنے لگے کہ ہم یہودی جناب موسیٰ علیہ السلام کو اس قدر مانتے ہیں اور مطیع ہیں جب ہم سے غلطی ہوئی تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ستر ہزار یہودیوں نے جان دے دی اور تمہارا یہ حال ہے کہ تمہارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جہاد کا حکم دیتا ہے جس میں تمہارے لیے بھلائی ہے تو تم میں بعض لوگ پس و پیش کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جانیں ہیں اگر حضور علیہ السلام ہمیں حکم دیں تو ہم اپنی جانیں حضور علیہ السلام کے قدموں پر قربان کر کے راحت محسوس کریں اور بار بار کریں اور گھر بار تو کیا کائنات کی ہر چیز حضور علیہ السلام پر قربان کر دیں۔

اس آیت میں اللہ وحدہ لاشریک نے صحابہ کا مقام اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کیا اور منافقوں کا رد کیا اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک والدین اور اولاد اور کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے پیار نہ کرے۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

marfat.com

Marfat.com

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ: اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی ان کو حضور علیہ السلام کے ملے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ثوبان رضی اللہ عنہ کیا ہوا مغموم نظر آتے ہو تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نہ ملنے سے خادم کی یہ حالت ہو جاتی ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے طبیعت سنبھل جاتی ہے' خوش ہو جاتا ہوں مگر جب مجھے آخرت کا خیال آتا ہے تو پھر تڑپ جاتا ہوں فرمایا ثوبان رضی اللہ عنہ کیوں؟ عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خیال سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بہت اونچے درجے پر ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو بہت ہی بلند و بالا ہوگا اور ہم جنت میں ہوئے تب بھی ہمارا مقام بہت نیچے ہوگا اور اگر ہم جنت میں نہ گئے تو پھر کیا بنے گا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کیلئے تڑپتے ہی رہیں گے۔ تو اللہ کریم نے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جناب ثوبان رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور یہ آیت نازل فرمادی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرنے والو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانو جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق زندگی گزارے گا اور محبت رکھے گا اس شخص کو ان لوگوں نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں اور ولیوں کا ساتھ ملے گا یعنی اللہ کریم فرما رہا ہے اگر تم لوگوں نے حضور علیہ السلام سے محبت کی اور احکام شرعیہ پر عمل کیا تو آپ کو یقیناً حضور علیہ السلام کا قرب ملے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم پر افسوس ہے تو نے قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے تیاری تو کوئی نہیں کی مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں تو انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام فرمانے لگے کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

فرماتے ہیں اسلام کے بعد میں نے مسلمانوں کو اتنا کسی بات پر خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے خوش ہوئے (متفق علیہ) ان دلائل سے ثابت ہوا جنت میں وہ داخل ہوگا جو ان لوگوں سے پیار کرتا ہوگا مگر بنظر انصاف اگر فیصلہ کیا جائے تو ان سب کو اہلسنت و جماعت مانتے ہیں ان کی محبت کو ایمان جانتے ہیں باقی تمام فرقے کوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر ہے۔ مطلب یہ کہ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتا ہے جیسے مرزائی ختم نبوت جو حضور علیہ السلام کی ایک صفت ہے۔ اس کا منکر ہے اسی طرح دوسرے باطل فرقے جو کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں کوئی نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں اور کوئی اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور کوئی علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم نہیں یا فلاں علم نہیں تھا (معاذ اللہ) اسی طرح خصائص فضائل کے منکر ہیں اور کچھ لوگ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں بعض گروہ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں بعض گروہ ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں بعض اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں اور کوئی صدیقوں اور کوئی شہیدوں کے منکر یعنی شہداء بدر شہداء احد شہداء کربلا و دیگر شہدائے عظام کے منکر ہیں اور کچھ اولیا اللہ کے منکر ہیں۔

مگر ایک جماعت ہے جو سب پر ایمان رکھتی ہے سب سے پیار کرتی ہے وہ اہلسنت ہے اس سے معلوم ہوا حق پر وہی ہیں جو نبیوں صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کے ماننے والے ہیں ان کے عقیدت مند ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان نیک لوگوں کی سنگت فائدہ مند ہے نفع دیتی ہے ان سے محبت کرنے سے بخشش ہو جاتی ہے اور ان سے عداوت بدنصیبی اور گمراہی ہے اور آگے فرمایا۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ ع ۱۱

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکھٹے چلو۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احتیاطی پہلو اختیار کر کے نکلو یعنی اسلحہ وغیرہ سامان جنگ ساتھ ہونا چاہیے تا کہ بوقت ضرورت کام آسکے اور پہلے اس بات کا بھی اندازہ کر لو کہ تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلنا بہتر ہے یا پورے لشکر کا اکھٹے جانا بہتر ہے مطلب کہ حالات کے مطابق فیصلہ کرو اس وقت کے مطابق عمل کرو یہ جنگی چال ہے جسکا اللہ حکم دے رہا ہے۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ: اور تم میں سے کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان

marfat.com
Marfat.com

تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے منافقوں کا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں پر جنگ میں مصائب آتے ہیں کہ جنگ میں کچھ لوگ شہید ہو جائیں یا بظاہر فتح نظر نہ آتی ہو تو منافق کہتا ہے کہ اللہ کا مجھ پر خاص احسان ہے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک جہاد نہ تھا اگر میں شریک ہوتا تو نہ جانے میرے ساتھ کیا ہوتا۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ: اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گویا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی (یہ بات) اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر تمہیں اے ایمان والو فتح ہو اور مال غنیمت ہاتھ لگ جائے تو پھر منافق ہاتھ ملتا ہے کہ کاش مجھے علم ہوتا تو میں بھی ان کے ساتھ ہوتا اور مال غنیمت سے حصہ لیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذاتی مفاد کیلئے کسی نیک کام میں حصہ لینا منافقوں کا کام ہے اور اسلام کی سربلندی ملک وقوم کیلئے جہاد وغیرہ میں حصہ لینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے جہاد کرنا یا دیگر نیک کام کرنا ایمان والوں کا طریقہ ہے اور اللہ کی بارگاہ میں وہی عمل قبول ہے جو اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے کیا جائے ملک وقوم کیلئے کیا جائے۔ اسلام کی سربلندی کیلئے کیا جائے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ایمان والوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے یعنی جہاد ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جہاد بخشش ہے ثواب ہے۔ حضرت ابوالنجیح سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا اس کیلئے جنت میں ایک درجہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اس کیلئے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جس پر اسلام میں بڑھاپا آیا تو اس کیلئے قیامت کے روز نور ہوگا (مشکوٰۃ) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان بندے کے پیٹ میں جہنم کا دھواں اور اللہ کی راہ میں غبار جمع نہیں ہو سکتے۔ مطلب کہ جو جہاد کو نکلے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا تو اللہ کریم فرماتا ہے جو جہاد کیلئے نکلے وہ غازی ہو یا شہید اللہ اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاۙۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ۝

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں

تفسیر: اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کو کفر کے ظلم وستم بچانے کیلئے جہاد کیا کرو مطلب یہ کہ جہاں کافر مسلمانوں کو تنگ کرتے ہوں اور مسلمان کمزور ہوں وہاں دیگر اہل ایمان کو جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو تم ان کی مدد کرو خواہ ہندوستان میں ظلم ہو رہا ہو یا بوسنیا ہو خواہ کشمیر' عراق' افغانستان ہو یا فلسطین ہو جہاں بھی مسلمانوں کو ستایا جا رہا ہو ان کی مدد کیا کرو۔ وہ مظلوم تمہیں یاد کر رہے ہیں اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں کوئی اپنی طرف سے مددگار عطا فرما جو ہماری مدد کرے اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝ ع

ترجمہ: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ وحدہ لاشریک نے ایمان والوں کی علامت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کیلئے لڑتے ہیں حق کیلئے جہاد کرتے ہیں ان کے ذاتی اغراض ومقاصد نہیں ہوتے ان کا جہاد کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہوتا ہے اور کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے ایمان والو اگر کافر شیطان کیلئے جان دینے سے گریز نہیں کرتے تو تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے جان قربان کرنے سے گریز نہ کرو اور شیطان کے ساتھیوں سے

marfat.com
Marfat.com

خوب لڑو اس قدر لڑو کہ کفار کو معلوم ہو جائے کہ ایمان والے اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سب کچھ قربان کر کے خود کو کامیاب جانتے ہیں۔ آگے اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم پختہ ارادے سے میدان میں اتر آئے تو میں بتاتا ہوں یہ باطل والے انتہائی کمزور ہیں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ‌ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً‌ ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ‌ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ‌ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ‌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۝

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا۔ تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کیلئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے (دھاگے) کے برابر ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر: مکہ مکرمہ میں چونکہ کفار مسلمانوں کو بہت زیادہ تنگ کرتے تھے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں بھی کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی جائے تو حضور علیہ السلام فرمایا آپ صبر کریں جب تک مجھے میرے اللہ کا حکم نہ ہوگا میں تمہیں جہاد کی اجازت نہیں دوں گا یہ اگر ظلم کرتے ہیں تو اس بات کا انتظار کرو کہ اللہ کی طرف سے کوئی حکم آجائے اور اس وقت تک نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو جو تمہیں حکم دیا گیا ہے چنانچہ ہجرت کا حکم ہوا حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لے آئے دیگر ایمان والے بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور پھر اس کے بعد جہاد کا حکم ہوا کہ چلو بدر کے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ یہ فرمان سن کر کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر خوف طاری ہوا مغموم ہو گئے اس پر اللہ وحدہ لاشریک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو احساس دلا رہا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ان کفار کا خوف کیوں کرتے ہو تم تو اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہو خوف تو صرف اللہ کا ہونا چاہیے مگر تم ان کفار سے ڈر رہے ہو کیونکہ موت تو صرف اللہ دے سکتا ہے یہ کافر کسی کو موت نہیں دے سکتے۔ اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ مطلب یہ کہ اے ہمارے رب ابھی ہمارے حالات جنگ کرنے کے نہیں ہیں سامان جنگ نہیں وسائل نہیں اگر تو ہمیں تھوڑی مدت اور عطا فرما دیتا ہم مسلمانوں کی افرادی قوت بڑھ جاتی اسلحہ وغیرہ سامان جنگ اکٹھا کر لیتے دیگر ضروریات جنگ پوری کر لیتے تو پھر جہاد کا حکم ہوتا کم از کم کفر کو معلوم ہو جاتا کہ مسلمان کتنا مضبوط ہوتا ہے مگر فکر اس بات کی ہے ہمارے پاس تو نہ سواریاں ہیں نہ سامان جنگ

marfat.com
Marfat.com

ہے اور نہ ہی مجاہدین کیلئے قیام طعام کا کوئی معقول بندوبست ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلی دی کہ اے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس بات کا فکر نہ کرو اگرچہ کفر کے پاس سامان جنگ اور دیگر وسائل بہت زیادہ ہیں مگر اس کے باوجود وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، تم پر دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہ کر سکیں گے کیونکہ میں قادر مطلق ہوں فرشتوں سے تمہاری مدد اور کفر کو ذلیل کروں گا۔

یہ خوف محض بشری تقاضا تھا نہ کہ ایمان کی کمزوری اور تھوڑی مدت مانگنا جنگ کیلئے بہتر منصوبہ بندی کرنا مقصود تھا نہ کہ جہاد سے بھاگنا جو لوگ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید کریں وہ منافق ہیں مومن نہیں کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید حضور علیہ السلام کو پسند نہیں اور پھر صحابہ تو وہ ہیں جو سب کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے والے ہیں۔

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ﴿۷۸﴾

ترجمہ: تم جہاں کہیں (بھی) ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے آئی ہے تم فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک نے یہودیوں اور منافقین کا رد فرمایا ہے اور ان کے وہ عقائد یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو کہتے تھے وہ بیان فرمایا ہے۔ یہودیوں اور منافقین کو جب کوئی فائدہ ہوتا فصل اچھا ہوتا یا کاروبار میں منافع ہوتا یا کوئی اور بھلائی پہنچتی تو کہتے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام چھوڑ دیتے صرف اللہ کا نام لیتے اور حضور علیہ السلام کا نام چھوڑنا اس لیے تھا کہ ان کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت نہیں عداوت تھی جس کی وجہ سے وہ صرف اللہ کا نام لیتے تھے۔ مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں کا نام لیتے تھے مطلب کہ جب کسی مسلمان کو کوئی بھلائی پہنچتی کہ وہ کہتا کہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے اور منافق صرف اور صرف اللہ کا نام لیتے تھے اور جب منافقین اور یہودیوں کو کوئی نقصان ہوتا فصل اچھی نہ ہوتی کاروبار میں منافع نہ ہوتا یا باغ وغیرہ پھل صحیح نہ دیتا تو اس وقت اس کو حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے اور بکتے کہ (معاذ اللہ) یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ایسے معاملات میں حضور علیہ السلام کا نام نہ لینا منافقین اور یہودیوں کا طریقہ ہے ایمان والے کا معمول تھا جب کوئی ایسا موقع آتا تو کہتے یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فضل ہے

marfat.com
Marfat.com

جب کوئی نقصان وغیرہ ہوتا تو کہتے یہ ہماری شامت اعمال ہے اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ معافی مانگتے تو اس کے جواب میں اللہ کریم نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرمادو کہ تم پر جو مصائب آتے ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں اور تمہاری منافقت کی وجہ سے آتے ہیں لہٰذا منافقت سے توبہ کرو اور مرنے سے پہلے کرو کیونکہ موت سے تم بچ نہیں سکتے خواہ قلعوں میں چھپ جاؤ وہ ہر صورت آئے گی اور پھر اس اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے لہٰذا منافقت سے توبہ کرو اور سچے دل سے اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ تاکہ آخرت بہتر ہو جائے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حق کو قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تمہیں سب لوگوں کیلئے رسول (بنا کر) بھیجا اور اللہ کافی گواہ ہے۔

تفسیر: ان الفاظ میں اللہ کریم ان کو عقائد درست رکھنے کی تلقین فرما رہا ہے کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو کہو کہ اپنے عقائد درست رکھو کیونکہ عقائد پر ہی نجات ہے لہٰذا تمہارا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ اپنے بندوں پر بھلائی فرماتا ہے اور بھلائی چاہتا ہے مگر جو برائی پہنچتی ہے وہ ہمارے اپنے کرتوت کی وجہ سے ہماری شامت اعمال اور نافرمانیوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض مومنین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجے بلند کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے امتحان کے بعد عہدہ ملتا ہے اسی طرح بعض دفعہ اللہ کریم اپنے پیاروں کو اعلیٰ درجے دینے کیلئے امتحان اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور بعض کو چھوٹی موٹی بیماری دے کر اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ بیماری گناہ کا کفارہ ہو جائے گی مگر ایمان والوں کو جو کوئی بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ آگے فرمایا اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب لوگوں کی طرف رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے مطلب یہ کہ اگر یہ چند منافقین، یہ یہودی یا دیگر منکر و کافر اگر مانیں یا نہ مانیں ہم نے تمہیں کائنات کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے اور پھر تمہیں ان کی محتاجی نہیں تجھے صرف اللہ کا گواہ ہونا ہی کافی ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے محتاج نہیں ہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جس نے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے منافقین کا رد فرمایا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی تو منافقین کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام تو چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) ہم انہیں رب مان لیں جس طرح عیسائیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مانا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی گئی اس سے یہ بھی معلوم ہوا حضور علیہ السلام کا حکم ماننا اللہ کا حکم ماننا ہے لہٰذا جو لوگ حیلے بہانے سے حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں (جن کو اہل قرآن' پرویزی یا چکڑالوی کہا جاتا ہے) جیسے ضروری ہے اللہ کا حکم ماننا اسی طرح فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنا یا انکار کرنا اللہ کے حکم کی مخالفت یا انکار کرنا ہے جو کفر ہے اور ان الفاظ میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی بیان کی گئی ہے کہ اے منافقو میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کو مانو اپنی طرح کا عام انسان جان کر حضور علیہ السلام کے فرمان کو نظر انداز نہ کرنا اگر کسی نے میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو اہمیت نہ دی یا پرواہ نہ کی تو ایسا شخص سخت سزا پائے گا اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر کوئی بدبخت تیری عظمت وشان کو نہیں جانتا منہ پھیرنے والا ہے تو تمہیں بھی اس کو بچانے کی ضرورت نہیں مطلب کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تیری شان کا منکر ہوتا ہے تو بھی اس کی پرواہ کرنا چھوڑ دے۔ یہ اس لیے فرمایا گیا کہ ہمارے آقا رحمۃ للعالمین ہیں سب کو دوزخ سے بچانا چاہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر دنیا اور آخرت محفوظ بنا لیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۸۱

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے منافقین کا رد فرمایا ہے اور ان کی عادت بیان کی ہے کہ منافق جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو کہتے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو فرمائیں گے ہم اس پر ایمان لائیں گے اور جس کا حکم فرماؤ گے ہم عمل کریں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم مانا ہے اور جب منافقین آپس میں رات کو اکٹھے ہوتے تو حضور علیہ السلام کے خلاف منصوبے بناتے تو اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ جو کرتے ہیں یا جو کہتے ہیں وہ سب ان کے اعمالنامے میں درج ہو رہا ہے وہ سب کچھ لکھ لیا جاتا ہے مگر علم ہونے کے باوجود بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فاعوض عنھم ان سے چشم پوشی کرنی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کسی چیز کا اظہار نہ کرنا حضور علیہ السلام کے علم کی نفی نہیں کرتا جیسے آج کل بعض گروہوں نے معمول بنا رکھا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو یوں فرما دیتے یا یوں کر لیتے ایسے لوگ قرآن سے ناواقف ہیں اور جاہل ہیں اللہ نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے جیسے کہ قرآن سے ثابت ہو رہا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ منافق یوں یوں کرتے ہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چشم پوشی کریں اظہار نہ کریں کیونکہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور یہ بھی معلوم ہوا ایسے اعتراضات کر کے علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرنا منافقین کا طریقہ ہے مومنین ایسا نہیں کرتے بلکہ وہ علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھتے ہیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتبار نہ کرنے والوں کا رد فرما رہا ہے کہ اے کافرو اور منافقو تم میرے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار کرتے ہو اور زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یقین نہ کر کے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کر رہے ہو مگر اس بات پر کبھی تم نے غور ہی نہیں کیا کہ اگر اللہ کی طرف سے یہ نہ ہوتا مطلب یہ کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بے پناہ اختلاف ہوتا یعنی کوئی واقعہ غلط ہوتا کوئی صحیح ہوتا مگر ایسا نہیں قرآن میں کوئی اختلاف نہیں اور اس میں اختلاف کا نہ ہونا ہی اللہ کا کلام ہونے کی دلیل ہے۔ اس سے معلوم ہوا جتنے اختلاف پائے جاتے ہیں یہ قرآن میں نہیں یہ ان منافقین کے ڈالے ہوئے ہیں جن کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں اگر دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تو کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ یہ غیر مسلموں کے اشارے پر چلنے والے مذہبی رہنماؤں کے کرتوت ہیں اور غیر مسلم انگریز حکومت کا مطلب صرف یہ تھا کہ جو فضیلت قرآن میں جناب عیسیٰ السلام کی ظاہر ہے وہ حضور علیہ السلام میں ثابت نہ ہو اور ان فضائل کا انکار کیا جائے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے مثلاً قرآن نے جناب مریم سلام اللہ علیہا کی فضیلت بیان کی۔ ۲۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نبی ہوئے۔ ۳۔ وہ روح اللہ تھے۔ ۴۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ ۵۔ وہ اندھوں کو آنکھیں دیتے تھے۔ ۶۔ وہ کوڑھیوں کو شفا دیتے تھے۔ ۷۔ وہ غیب کا علم جانتے تھے اور آج جو اختلافات ہیں ان پر غور کرو تو یہی ہیں انگریز نے چند ضمیر فروش منافق خریدے اور ان تمام فضائل کا انکار کیا کہ حضور علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

کے والدین مومن نہیں (معاذ اللہ) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال بعد نبوت ملی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری ہی مثل ایک بشر ہیں۔ وہ کچھ کر نہیں سکتے یعنی مردوں کو زندہ نہیں کر سکتے یہ فضیلت اللہ نے ان کو نہیں دی (معاذ اللہ)۔ اور وہ کسی اندھے کو کچھ نہیں دے سکتے جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو آنکھ دی اور یہودی کی بیٹی کو زندہ کیا جناب جابر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو زندہ کیا اگر جناب عیسیٰ نے کوڑھیوں کو شفا دی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک لگایا ٹوٹے ہوئے بازو درست فرما دیئے اور ٹوٹی ہوئی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم ما کان وما یکون عطا فرمایا۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب مسئلہ علم غیب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب اختلاف انگریز کے کہنے پر چند ضمیر فروش مولویوں نے ڈالے ہیں قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ بعد میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔

تفسیر: بعض لوگوں کا طریقہ یہ تھا ان کو اگر امن یا سلامتی کی خبر ملتی یا خوف کی خبر ملتی یا کوئی اور خبر ملتی کہ وہ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ایسے لوگوں میں کچھ سادے مسلمان شامل تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کچھ منافق بھی اس میں شامل ہو گئے ہوں تو اللہ کریم نے فرمایا ایسی بات کو لوگوں تک نہ کر دیا کرو پہلے اپنے اولی الامر سے بات کر لیا کرو یعنی صدیق اکبر عمر فاروق عثمان غنی اور جناب علی شیر خدا رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بات کر لیا کرو اللہ نے خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اولی الامر فرمایا ہے اور حضور علیہ السلام کی حدیث بھی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں مگر اس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دونوں وزیر آسمانی جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین پر میرے دونوں وزیر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مطلب یہ کہ خلفائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذمہ دار ہیں اسلام میں ان کی ایک حیثیت ہے ان لوگوں کو چاہیے تھا عام لوگوں میں بات کرنے سے پہلے ان اولی الامر

marfat.com

Marfat.com

یعنی خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی سے بات کر لیتے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صاحب بصیرت ہیں ان کی خدمت میں بات کر لیتے تو بہتر تھا اور وہ ان کو سمجھا دیتے اس کی اصل حقیقت یہ ہے لہٰذا تم لوگ ایسا کر لو۔ فرمایا تو یہ اللہ کا خاص فضل ہے کوتاہیوں کے باوجود تم لوگ شیطان سے محفوظ رہے ہو یعنی وہ تمہیں گمراہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگ بدعقیدہ ہونے سے بچتے اور کثرت شیطان کی پیروی کر کے گمراہ ہو جاتی۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ کافروں کی سختی اللہ روک دے اور اللہ کی آنچ سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا۔

تفسیر: احد کے موقعہ پر حضور علیہ السلام کا ابوسفیان سے وعدہ ہو چکا تھا یعنی بدر صغریٰ کی جنگ ابوسفیان سے مقرر ہو چکی تھی جب اس کا وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا کہ چلو جہاد کیلئے تیار ہو جاؤ تو کچھ لوگ وہ تھے جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کے فرمان کو خوشی سے قبول نہ کیا تو اللہ کریم نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

اور فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی راہ میں لڑو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی ان لوگوں کی پرواہ نہ کرو کوئی ساتھی بنے یا نہ بنے تم اپنی جان کو تیار کرو اور دیگر کو جہاد کیلئے تیار کرو مطلب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ صرف ان لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینا ہے باقی معاملہ ہمارے ذمہ ہے اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ امید رکھو کہ اللہ کافروں کو جنگ کی ہمت نہیں دے گا چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر سواروں کو لے کر نکلے اور کافروں کو سامنے آنے کی ہمت ہی نہ ہوئی فرمایا اللہ کی سختی سخت ترین ہے اور عذاب بھی سخت ترین ہے۔

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: جو اچھی سفارش کرے اس کیلئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کیلئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے لوگو اچھی سفارش کیا کرو کیونکہ تمہیں اچھی بات کی یا اچھے کام کی سفارش کرنے کا بھی

marfat.com
Marfat.com

ثواب ہوگا جیسے حدیث میں ہے کہ جب کوئی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں مانگنے کیلئے آتا تو حضور علیہ السلام سفارش کرنے کا حکم فرماتے کہ تم سفارش کرو تمہیں اس کا بھی ثواب ملے گا جو ایمان والوں کی اللہ کی بارگاہ میں بخشش کی دعا کرے گا اسے بھی ثواب ہوگا کیونکہ وہ سفارش کر رہا ہے کہ یا اللہ ایمان والے گناہگاروں کو بخشش دے اور پھر فرشتے سفارش کرنے والے کیلئے دعا کرتے ہیں اور جو بری سفارش کرے گا اس کو اس کا گناہ ہوگا اور سزا پائے گا۔ اس سے معلوم ہوا دنیا میں اچھی سفارش کرنا بھی نیکی ہے۔ غریب اور مظلوم کی مدد کرنا وغیرہ سب اس میں شامل ہیں اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کیلئے دعا کرنا بھی عبادت اور ثواب ہے کیونکہ یہ بھی سفارش ہے کہ اے اللہ اس بندے کے گناہ معاف کر دے تو دعا کرنے والے کیلئے نیکی اور بخشش ہوگی جو لوگ دعا کو ترک کر دیتے ہیں ان لوگوں کو چاہیے کہ ضد اور دھڑے کو ترک کر کے نیکی کی راہ پر چلیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝

ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک بندے کو سلام کرنے اور جواب دینے کی تلقین فرما رہا ہے کہ اے میرے بندو ایمان والو تم ایک دوسرے کو دعا دیا کرو کہ اے میرے بھائی اللہ تمہیں سلامتی عطا فرمائے جب کوئی تمہارے لیے یہ دعا کرے تم بھی اس کیلئے دعا کیا کرو انہی الفاظ سے یا اس سے بہتر الفاظ سے دعا کیا کرو بلکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کرو یہ تمہارے لیے تمہارے گھر والوں کیلئے برکت کا سبب ہوگا۔ (مشکوٰۃ) اور حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم قبرستان جاؤ تو پھر بھی سلام کرو "السلام علیکم یا اھل القبور" کیلئے بھی سلامتی کی دعا کیا کرو مگر جو لوگ ان اعمال کو ناجائز کہتے ہیں وہ لوگ یا تو جاہل ہیں یا پھر ضد میں دنیا اور آخرت خراب کر لیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو قرآن وحدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ ع ۱۱ ۸

ترجمہ: اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب احد کی طرف چلے تو کچھ منافقین راستے سے واپس آ گئے تو ان بھگوڑوں کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو گروہ ہو گئے بعض کا خیال تھا ان کے ساتھ بھی جنگ ہونا چاہیے اور بعض کا خیال تھا کہ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے منافقو اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور تم ان سے لڑنے سے گریز کر رہے ہو جو اللہ کے مقابلے میں بتوں کی پوجا کرنیوالے ہیں یعنی تم اللہ کو چھوڑ کر کفر کی حمایت کر رہے ہو مگر آج تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرنے سے انکاری ہو مگر یاد رکھو قیامت کے دن تم سب کو اکٹھا کروں گا اور یہ بات ضرور ہو گی اللہ کا ہر فرمان سچا ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا ایمان والوں کو چاہیے کہ حق کا ساتھ دیں باطل کی مخالفت نہ کرنا بھی حق کی مخالفت ہی ہوتی ہے۔ صحیح ایمان والا وہی ہے جو باطل کی مخالفت کرنے والا ہو اور حق کا زبردست حامی ہو یا یوں کہہ لیجئے کہ کفر سے نفرت ایمان کی دلیل ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

ترجمہ: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے کوتکوں کے سبب کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تو ہرگز اس کیلئے راہ نہ پائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے تم منافقین کے بارے میں نرم گوشہ رکھ رہے ہو اور اپنی جماعت میں اختلاف پیدا کر رہے ہو مطلب یہ کہ فرمایا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اور راستے میں سے ہی واپس آ گئے ہیں۔ تم بھی ان کیلئے پالیسی نرم نہ رکھو لہٰذا اس خیال کو دل سے نکال دو کہ یہ لوگ اسلام کے سچے حامی ہیں۔ نہیں، نہیں اگر سچے مومن ہوتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں شامل ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں نثار ہونا عبادت اور سعادت جانتے مگر یہ دامن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کرنے والے ہرگز راہ نہ پاسکیں گے اور اللہ ان کو سخت سزا دے گا اوندھا کر دے گا ان کی منافقت کی وجہ سے ان کے ساتھ جو ہوا ہے وہ ان کا اپنا کیا دھرا ہے یعنی ان کے اپنے کرتوتوں کی سزا ہے جن کو اللہ گمراہ کرتا ہے پھر تم دیکھو گے کہ وہ کبھی راہ پر نہیں آئیں گے۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام سے بغاوت بہت بڑا جرم ہے جو اللہ کی سزا سے کبھی نہیں بچ سکے گا۔ ہاں اگر توبہ کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی طلب کرے اور اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے معاف کر دیں تو بات بن سکتی ہے بصورت دیگر سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور مومن کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے بالکل تعلق نہ رکھے۔

marfat.com

Marfat.com

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

ترجمہ: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کافر تو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ کفر اختیار کرلو اور سب ایک ہو جائیں کوئی اختلاف باقی نہ رہے مگر اللہ کریم نے فرمایا۔ اے ایمان والو تم ان کفار کو دوست بھی نہ بناؤ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہوں وہ تمہارے دوست نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اگر تمہیں اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہوگی تو یقیناً تمہارے دل میں کفر سے نفرت اور کفار سے دشمنی ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی لذت سے بہرہ اندوز ہوگا ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں دوسرا یہ کہ صرف اللہ کیلئے کسی سے دوستی رکھے تیسرا یہ کہ دوبارہ کافر بننا اس قدر ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا ناگوار ہوتا ہے (بخاری و مسلم) آگے فرمایا کہ جب تک وہ اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں اس سے مراد ہے کہ جب تک ان کے دل میں ایمان مضبوط نہ ہو اور وہ پختہ مسلمان نہ ہو جائیں نیز وہ اپنا گھر بار ہر چیز حضور علیہ السلام پر قربان کرنا سعادت جانیں بلکہ ہر چیز سے بڑھ کر اپنے والدین اور اولاد سے بڑھ کر محبت کریں تو پھر صحیح ایمان والے ہیں اگر ایسا نہیں وہ منہ پھیرنے والے ہوں تو پھر ان کو ایمان والے نہ جانو نہ ان سے دوستی کرو اور نہ ہی ان کو اپنا مددگار جانو کیونکہ کافر مومن کا مددگار نہیں ہو سکتا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

ترجمہ: مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بیشک تم

marfat.com

Marfat.com

سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہو جائے خواہ اپنی کمزوری کے سبب ایسا کر لیتے ہیں یا کوئی دوسری وجہ ہو تو تمہیں بھی چاہیے کہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کرو اور اپنے کئے ہوئے معاہدے کا پاس کرو میرا یہ حکم مانو اس سے معلوم ہوا معاہدے کی بہت بڑی اہمیت ہے کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ جو کسی سے معاہدہ کرے اس کی پاسداری بھی کرے۔ ہاں اگر وہ کافر لوگ معاہدہ توڑتے ہیں تو پھر اور بات ہے اگر وہ معاہدہ نہ توڑیں اور لڑائی سے گریز بھی کریں اور مسلمانوں سے کنارہ کریں ہر اس کام سے علیحدہ رہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں تو پھر تمہیں حق نہیں کہ تم ان پر زیادتی کرو یہاں یاد رہے معاہدے کی پاس داری ضروری ہے مگر دوستی اور ہے فرمایا دوستی نہیں کر سکتے یعنی جنگ اور دوستی دونوں جائز نہیں دوستی کسی بھی کافر منافق سے نہیں ہونی چاہیے جنگ صرف ان سے نہیں جن سے معاہدہ ہو۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا
فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

تفسیر: کچھ منافق لوگ خود کو مسلمان ظاہر کر کے مدینہ طیبہ میں رہائش پذیر تھے اور ان کا تعلق قبیلہ اسد اور غطفان سے تھا جب ان لوگوں کو ان کی قوم کا آدمی ملتا اور وہ ان سے سوال کرتا کہ تم کس پر ایمان لائے ہو تو وہ اسکے جواب میں کہتے بندروں، بچھوؤں وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں یہ جواب اس لیے دیتے کہ ہمیں کسی طرف سے کوئی نقصان نہ ہو۔ ان کا خیال تھا دونوں طرف کے لوگوں سے راہ و رسم بنا کے رکھو تا کہ محفوظ رہیں تو ان منافقین کا رد فرماتے ہوئے اللہ کریم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اللہ کریم فرماتا ہے اگر یہ منافقین مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیتے ہیں تو ان کا وہی حشر کرو جو دیگر کفار کا کیا جاتا ہے اور تمہیں اختیار ہے جو چاہو سلوک کرو چاہے قیدی بنا لو یا واصل جہنم کر دو۔ یہ آیت کریمہ ان تمام آیات کی ناسخ ہے جن میں کفار سے نرمی برتنے کا حکم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمانوں کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم سے ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے ہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار کر رکھا ہے بڑا عذاب۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے وہ جہنمی ہے اور طویل مدت اس میں رہے گا اور پھر اس پر اللہ کا غضب ہوگا پھر لعنت اور دوزخ میں سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اسلام میں سب سے بڑا جرم اور آخری جرم قتل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس نے مسلمان کے قتل میں آدھی بات کہہ کر بھی اعانت کی وہ جب اللہ کے سامنے جائے گا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن برابر (دوزخ سے) آزاد اور نیکوکار (اس وقت تک) رہتا ہے جب تک کسی حرام قتل کا مرتکب نہ ہو جب حرام قتل کا مرتکب ہوجاتا ہے تو ہلاک ہوجاتا ہے (ابوداؤد) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے (ابن ماجہ) اور حجۃ الوداع میں لوگوں کو خاموش ہونے کا فرمایا اور فرمایا کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کے کافر نہ بن جانا۔

marfat.com

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۗ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت زیادہ غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو جب جہاد پر جاتے ہو تو تحقیق کرلیا کرو کہ کیا ہم کسی ایمان والے پر حملہ آور ہو رہے ہیں یا کفر پر اگر ایمان والا ہو تو حملہ نہ کرنا اگر کافر ہو تو اسے اس کے انجام تک پہنچا دینا اور دنیا مال و دولت کے لالچ میں کسی کو قتل نہ کر دینا تحقیق کرنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے اللہ کو تمہارے عملوں کی خبر ہے مطلب کہ اللہ جانتا ہے کہ تم اسے کیوں قتل کر رہے ہو اور اس کے شان نزول میں اور بھی روایات ہیں مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے۔ جب لشکر اسلام فدک پر حملہ آور ہوا تو اہل فدک بھاگ گئے کیونکہ ان کو پہلے خبر ہو چکی تھی۔ مگر ایک شخص وہیں رہا اس کا نام مرداس بن نہیک تھا اور مسلمان ہو چکا تھا اور اس وقت تک صرف یہ ایک ہی مسلمان فدک میں تھا باقی سب کافر تھے جب لشکر اسلام دور سے نظر آیا تو مرداس بن نہیک احتیاطاً اپنی بکریاں لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے جب لشکر اسلام قریب آیا تو اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں کان میں پڑیں تو خود بھی تکبیر کہتے ہوئے اتر آئے اور کلمہ پاک کا ورد کرتے ہوئے لشکر اسلام کے پاس پہنچ گئے اور لشکر اسلام کو کہا السلام علیکم مگر لشکر والوں نے خیال کیا کہ فدک میں تو سب کافر تھے یہ مسلمان کہاں سے آ گیا ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص ہمیں دھوکا دینے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے۔ جب یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالیہ میں پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ ہوا فرمایا جب اس نے کلمہ پڑھا تھا اسلام کیا تھا تو پھر تو نے ایسا کیوں کیا؟ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نے صرف اپنی جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھا تھا تو فرمایا تو نے اس کا دل دیکھ لیا ہے؟ تو اس فدک کے مسلمان کے قتل پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۗ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۗ

marfat.com
Marfat.com

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع ۱۳

ترجمہ: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھے رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔ اس کی طرف درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو ایمان والا جہاد کرتا ہے وہ افضل ہے۔ بلند درجوں والا ہے اور جو جہاد میں شرکت نہیں کرتا وہ برابری کا دعویدار نہیں ہے۔ مگر وہ لوگ جن کا دل جہاد میں شرکت کرنے کو چاہتا ہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے مثلاً وہ بیمار ہے یا معذور ہے ضعیف ہے چلنے سے قاصر ہے، لڑنے سے قاصر ہے یعنی ہاتھ مفلوج ہے اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا اس لیے کہ اس کی نیت ٹھیک ہے مگر عذر نے اس کو جہاد سے روکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا مجاہد کی بہت بڑی فضیلت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا اگر غیر مجاہد مجاہد کے برابر نہیں ہو سکتا تو پھر غیر نبی نبی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا اللہ ضامن ہے یا تو اسے اپنی رحمت و مغفرت کی جانب اٹھا لے گا یا اسے اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس کر دے گا۔ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہو اور برابر قیام کرتا ہو درمیان میں نہ تو قیام توڑے اور نہ روزہ حتی کہ مجاہد لوٹ آئے (ابن ماجہ) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے جب حضور علیہ السلام مدینے شریف کے قریب پہنچے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ جس راہ سے بھی چلے اور جس گھاٹی یا جنگل سے بھی تم گزرے وہ تمہارے ساتھ تھے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ مدینے شریف میں رہنے کے باوجود ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ انہیں عذر نے روک لیا تھا اس لیے وہ جہاد میں باقاعدہ شریک ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي

الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمہ: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے

marfat.com

Marfat.com

کہتے ہیں تم کن میں تھے؟ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے کیلئے گئے اور کفار کا ساتھ دیا۔ اس سے معلوم ہوا صرف کلمہ پڑھنے سے نہیں دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کرنے سے مسلمان ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام سب سے پیارا مذہب ہے اور جو شخص مذہب کی خاطر ہجرت کرے وہ جنتی ہے جو لوگ مذہب کو اہمیت نہیں دیتے وہ غلطی پر ہیں۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا
یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ
وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ
اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: مگر وہ جو دبا لیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں۔ تو قریب ہے ایسوں کو اللہ معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ رسول علیہ السلام کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو جندع بن ضمیرہ رضی اللہ عنہ جو بہت بوڑھے آدمی تھے کہنے لگے اگرچہ میں بہت ضعیف ہوں مگر میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں مدینہ شریف جا سکتا ہوں ہجرت کر سکتا ہوں' اللہ کی قسم میں مکہ میں ایک رات بھی ٹھہرنے کیلئے تیار نہیں ہوں چنانچہ آپ نے چارپائی پر سفر کیا یعنی فرمانے لگے چل نہیں سکتا میری چارپائی اٹھا لو چنانچہ آپ کی چارپائی اٹھا لی گئی اور جب آپ رضی اللہ عنہ مقام تنعیم پر پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا مگر انتقال سے پہلے آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا یا اللہ! یہ ہاتھ تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہے اور یہ ہاتھ میرا ہے اور میں بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی تو روح پرواز کر گئی جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے کاش وہ مدینہ شریف پہنچ جاتے تو اللہ کریم نے فرمایا جو گھر سے نکلا ہے اس کی ہجرت قبول ہوئی اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﳓ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: جب تم زمین میں سفر کرو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ جب بندہ سفر میں ہو تو نماز قصر کرے یعنی فرض چار کی بجائے دو پڑھے یہ اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انعام ہے مگر یاد رہے جب مسافر اکیلا نماز پڑھے اگر امام مقامی ہو تو پھر امام کی اقتداء ضروری ہے پھر چار رکعت پوری کرے قصر جب اکیلا پڑھے گا اس وقت ہو گی بعض جاہل کہتے ہیں کہ نہیں جی یہ تو خطرہ کے وقت ہے جب خطرہ نہ ہو تو پوری پڑھنی چاہیے۔ اس وقت سفر میں خطرہ ہوا کرتا تھا اس لیے فرمایا گیا اگر اب سفر میں خطرہ نہ ہو تب دوگانہ ہی پڑھی جائے گی۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا دوگانہ پڑھو یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ مسئلہ:- نماز قصر کیلئے سفر کی مسافت 57.1/2 میل ہے اگر اتنی دوری کا سفر ہو تو جہاں نماز کا وقت ہو جائے چار فرض کی بجائے دو رکعت فرض ادا کرے۔ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں۔

وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کریں تو ہٹ کر پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں اور کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار

marfat.com

Marfat.com

ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کیلئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ حالات کیسے ہی ہوں نماز ہر صورت میں پڑھنی ہوگی چاہے جان کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو اس کا ادا کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ آج ہم اس عمل یعنی نماز کو ادا کرنے میں ہم کتنی سستی کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کا حکم دوں پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ایسے آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں اور ان لوگوں کے پاس جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھر بار کو آگ لگا دوں۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ترک جماعت بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں اور ناراضگی کا سبب ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ نماز با جماعت ادا کرے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳

ترجمہ: اور پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا جب بندہ نماز سے فارغ ہو جائے تو ذکر کرے جیسے مساجد میں ہوتا ہے کہ لوگ نماز مکمل کر لیتے ہیں۔ امام صاحب سلام پھیر لیتے ہیں تو بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر ہوتا ہے تو یہ عمل کوئی بدعت وغیرہ نہیں جیسے کہ قرآن کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو بلکہ سب سے بہتر ذکر کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا ہے۔ مگر بعض نماز کے بعد بلند آواز کلمہ کا ذکر کرنے کو ناجائز جانتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ ہے بلکہ اللہ وحدہ لا شریک فرماتا ہے۔ ہر وقت ذکر ہونا چاہیے کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر خدا کرنا کلمہ طیبہ کا پڑھنا یا درود شریف پڑھنا یا اسم ذات کا ذکر کرنا باعث نجات اور بلندی درجات ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکر خدا نہ کرے اس کی یہ نشست اللہ کی طرف سے اس کیلئے خسارے کا سبب ہوگی اور جو شخص بستر پر لیٹ کر اللہ کا ذکر نہ کرے اس کیلئے یہ خسارے کی جگہ ہوگی اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اشخاص کی مثال جو اللہ رب العالمین کا ذکر کرتے ہیں زندوں کی سی ہے۔ اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ مردوں کی طرح ہیں۔ (متفق) اس سے معلوم ہوا کلمہ طیبہ ہو یا اللہ کا ذکر کرنا یا اور کوئی ورد وظائف کرنا درست اور ذریعہ نجات ہیں اور اللہ کی قربت کا سبب ہیں اور فرمایا ہر نماز کا وقت مقرر کیا ہے اس کو اس کے وقت میں ادا کرو۔

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

marfat.com
Marfat.com

مَا لَا یَرْجُوْنَ ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ ع ۱۵ ۱۲

ترجمہ: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں ایک تو یہ ہے کہ بدر صغری کی طرف جانے میں سستی کرنے پر نازل ہوئی۔ دوسرا ابوسفیان کے تعاقب کرنے میں سستی پر نازل ہوئی۔ تیسرا ہے کہ ابوسفیان کے لشکر کے تعاقب میں سستی کرنے پر نازل ہوئی ایک قول یہ بھی ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی (واللہ اعلم) بہر حال اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے ایمان والو کفار کے مقابلے میں سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور اگر تمہیں جنگوں میں تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کو بھی سب کچھ دکھ تکلیف پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ہر دکھ تکلیف اٹھانے کیلئے تیار ہیں اور اپنا مال و جان ہر چیز قربان کرنے کیلئے تیار ہیں وہ سستی نہیں کرتے تو تمہیں بھی چاہیے کہ اپنا سب کچھ قربان کر دو کافر اگر باطل کیلئے کر سکتے ہیں تو تم حق کیلئے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قربان کرو اور پھر ان کو مال جان سب کچھ قربان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ اے ایمان والو تمہیں تو اللہ نے بہت سارے انعام عطا فرمائے ہیں اور دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے گا۔ لہٰذا تمہیں اس اچھائی میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا اہل ایمان کو جہاد ہو یا کوئی دوسری نیکی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًا ۝

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

تفسیر: یہ آیت طعمہ بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی جس نے اپنے پڑوسی کی ذرہ چرائی اور آٹے کی بوری میں رکھ کر یہودی کے گھر چھوڑ آیا کہ میری یہ بوری امانتا رکھ لو تلاش کرنے پر یہودی کے گھر سے زرہ برآمد ہوئی تو یہودی نے کہا یہ آٹے کی بوری تو میرے پاس امانتا طعمہ بن ابیرق رکھ گیا ہے۔ جس پر طعمہ بن ابیرق کی قوم اس کی حمایت کرنے لگی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا بندے کو ہمیشہ حق کا فیصلہ کرنا چاہیے جو لوگ برادری دھڑے کی وجہ سے جھوٹے کا ساتھ دیتے ہیں سخت مجرم ہیں اور برائی کا ساتھ دینے والا بھی اس میں برابر کا شریک ہوتا ہے خواہ حاکم ہو یا غیر حاکم اس لیے جج ہو یا کوئی دوسرا حاکم اگر ظلم کا ساتھ دے گا تو ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ناجائز مقدمہ میں کسی کی مدد

marfat.com

Marfat.com

کرے یا ظلم کے معاملہ میں تعاون کرے اور پھر توبہ نہ کرے تو وہ خدا کے غضب میں رہے گا (ابن ماجہ) ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا حق مارے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا اور اس کیلئے دوزخ واجب کر دے گا۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہے تھوڑی سی چیز ہو؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا چاہے پیلو کی دو مسواک ہی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا حاکم ہو یا غیر حاکم اس کو انصاف کرنا چاہیے اور خود کو دوزخ سے بچانا چاہے اور پھر حضور علیہ السلام کی حدیث ہے۔ حاکم کی دو ہی صورتیں ہیں یا وہ سیدھا جنتی ہوتا ہے یا وہ سیدھا دوزخی ہوتا ہے۔ اگر انصاف کرتا ہے تو جنتی اگر رشوت لے کر نا جائز سفارش مان کر نا انصافی کرتا ہے تو لعنتی ہے اور دوزخی ہے۔

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۚ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اللہ سے معافی چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغاباز گنہگار کو۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجرم لوگ ہیں انکی طرف داری نہ کرو ان کی طرف سے وکالت نہ کرو کیونکہ جو مجرم کی مدد کرے گا وہ جرم کا ساتھ دیتا ہے اور جو جرم کا ساتھ دیتا ہے وہ مجرم ہے اس لیے وکالت کی اجرت حرام ہے۔ اگر چوروں بدمعاشوں زانیوں ڈکیتیوں یا دیگر جرم کرنے والے لوگوں سے جو رقم وصول کی جاتی ہے وہ سب حرام ہے اور وہ لوگ سخت مجرم ہیں جو برائی کی وکالت کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا جو لوگ جرم کرتے ہیں۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے۔ جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے جرم کرنے والو تم لوگوں سے تو چھپ سکتے ہو مگر اللہ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ اللہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اور تمہارے پاس ہے بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کے خیالات کو جانتا ہے اور تمہارا ہر عمل اسکے علم سے باہر نہیں وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے مطلب یہ کہ جرم کرنے والو تم بھی اور جرم کی مدد کرنے والو تم بھی کوئی چیز اللہ سے چھپا نہیں سکتے اللہ

marfat.com
Marfat.com

تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اس لیے ڈرو اللہ سے تم نے اس کی بارگاہ میں ہی پیش ہونا ہے تو فرمایا:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: سنتے ہو جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑتے ہو تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے دنیا میں برادری' دھڑے یا پارٹی کی وجہ سے تو ان کی مدد کرتے ہو مگر یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن جب اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے سب مجرم تو پھر ان کی طرف سے کون اللہ سے جھگڑا کرے گا کون ان کی مدد کرے گا اور کون ان کا وکیل ہوگا۔ مطلب کہ کسی کو یہ ہمت نہ ہوگی اور اس وقت نہ برادری نہ دھڑا کچھ کام نہ آئے گا لہٰذا جرم کو اس لیے ترک کرو کہ اس وقت پارٹی' برادری کام نہیں آئے گی اور مجرموں کا ساتھ دینے والو تم بھی یہ سوچو کہ اس وقت جن کا ساتھ دیتے ہو وہ چور' ڈکیت' زانی' شرابی' بدمعاش تمہارا ساتھ دیں گے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں لہٰذا تم بھی اس دن سے ڈرو ان مجرموں کا ساتھ نہ دو اللہ تمہیں بھی پوچھے گا پیسے لیکر مجرموں کی وکالت کرنے والو تمہیں بھی اللہ پوچھے گا جرم میں ساتھ دینا جرم ہے' مجرم کی مدد کرنا جرم کو فروغ دینا ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو شخص جرم کرتا ہے مطلب کہ چوری' ڈکیتی یا دیگر جرم کرتا یا اپنی جان پر ظلم کرتا ہے مراد وہ عمل جس میں وہ خود ہی ملوث ہو کوئی اور نہ ہو مثلاً جھوٹ بولنا' ماتم کرنا' بین کرنا' کسی کو گالی دینا' چغلی وغیرہ کرنا اللہ کی توحید کا انکار کرنا' حضور علیہ السلام کی کسی صفت کا انکار کرنا' آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنا' ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کا انکار کرنا یعنی بدعقیدگی کا شکار رہنا یہ اپنی جان پر ظلم کرنا ہے تو اللہ فرماتا ہے اگر تم سچے دل سے توبہ کرو اور بدعقیدگی سے توبہ کرو' کیے ہوئے کی معافی مانگو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا بشرطیکہ منافقت نہ ہو جیسے کافر اور مشرک بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بدعقیدگی سے توبہ کی اور گناہوں کی معافی مانگی' پھر سچے پکے مسلمان بن گئے اور پوری زندگی حضور علیہ السلام کی غلامی میں گزار دی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سچے دل سے بدعقیدگی سے اور برے اعمال سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو وہ مایوس نہ ہو اگر سچے دل سے توبہ کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے معافی مانگے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پڑے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا جو شخص برائی کرے گا سزا بھی وہی پائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ جرم کوئی کرے اور سزا کوئی دوسرا پائے ایسا نہیں ہوگا۔ یہ مجرم کو توبہ کی طرف راغب کرنے کیلئے واضح کیا جارہا ہے یعنی طعمہ بن ابیرق کو جس نے زرہ چوری کی تھی۔ مگر نصیحت سب کو ہے کہ کوئی بھی جرم کرنے والا ہے کہ یہ مت خیال کرنا کہ تم اللہ سے بچ جاؤ گے جو جرم کرے گا اگر اس سے توبہ نہ کی تو ضرور سزا پائے گا۔

وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡٓـئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡٓـئًـا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: جو کوئی خطایا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے بندہ چاہے گناہ کبیرہ کرے یا صغیرہ گناہ کوئی بھی ہو جو کسی دوسرے پر تھوپ دے بہتان لگائے اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے مطلب کہ بہتان لگانا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ دو جرم ہوئے ایک تو گناہ کیا اور دوسرا کسی بے گناہ کے ذمہ لگا دیا یہ بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا سخت ہے۔ حدیث میں جھوٹا الزام لگانے والے کیلئے سخت وعید ہے۔

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ‌ وَمَا يَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ‌ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر اللہ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کہ کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں۔ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کر رہا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی اس قوم کی نیتیں ٹھیک نہ تھیں یعنی اگر تجھے علم غیب نہ دیا ہوتا تو ابن ابیرق کی قوم کے کچھ لوگ تمہیں دھوکا دینا چاہتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بہکانا چاہتے تھے مگر میں نے تجھے علم غیب عطا فرمایا ہے تجھ پر اللہ کا فضل ہے تو لوگوں کے دلوں کے خیالوں سے واقف ہے اس لیے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مطلب کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکا دے لیں گے اس لیے کہ ان کے

marfat.com
Marfat.com

خیال میں حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں دیا گیا مگر یہ خود کو دھوکا دے رہے ہیں ان کا عقیدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے وہ غلط ہے یہی وہ دھوکا ہے جو خود کو دے رہے ہیں آگے فرمایا اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے صرف یہی علم غیب نہیں عطا فرمایا بلکہ ہم نے تو تمہیں کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے اور ایسی کتاب جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے سب اس کی تفصیل ہے۔ یعنی علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے اور تمہیں وہ سکھایا جو تم نہ جانتے تھے یعنی ہر چیز کا علم عطا فرما دیا یہ اللہ کا اے محبوب تم پر خاص فضل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور لوح محفوظ میں ہر چیز درج ہے جو ہو چکا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے سب درج ہے تو اللہ نے حضور کو قرآن کا علم عطا فرمایا ہے مطلب یہ ہوا کہ ہر چیز کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ اس طرف ہے جبکہ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع ہر گز پوشیدہ نہیں ہے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں (بخاری) اس حدیث سے ظاہر ہوا حضور علیہ السلام سے ہمارے ظاہری عمل بھی چھپے ہوئے نہیں ہیں جیسے کے رکوع کے پوشیدہ نہ رہنے سے ظاہر ہو رہا ہے اور فرمایا کہ تمہارا خشوع بھی پوشیدہ نہیں تو خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے جس سے ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام سے ہمارے دلوں کے خیال بھی چھپے ہوئے نہیں (تفصیل کیلئے ہماری کتاب علم غیب قرآن وحدیث کی روشنی میں پڑھیے)

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾

ترجمہ: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات کا یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ایسے لوگ جو ہوتے ہیں جن کے دلوں میں حق کی اہمیت کم ہو اور برادری دھڑے وغیرہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہوں ان کے مشوروں میں بھلائی نہیں ہوتی مگر جو نیک کام بتائیں صدقہ خیرات وغیرہ یہ ٹھیک ہیں یہ مان لینا چاہیے اگر یہ صلح وغیرہ کروائیں تو اس نیکی کا یہ اللہ سے ثواب پائیں گے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾

ترجمہ: جو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ ان پر کھل چکا

marfat.com

Marfat.com

ہو اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دینگے۔ اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جس شخص کو علم ہو تو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ ہے یا وہ یہ فرماتے ہیں ان کا حکم یہ ہے تو پھر یہ جاننے کے باوجود جو بندہ حضور علیہ السلام کے خلاف کرے گا اللہ کریم فرماتا ہے میں اس کو اس کے حال پر چھوڑ دوں گا کیونکہ وہ دیدہ دانستہ مسلمانوں کے عقائد کے خلاف کر رہا ہے ایسے بدعقیدہ کو دوزخ میں داخل کروں گا اور فرمایا آج تو وہ ایسا کر رہا ہے مگر اس دنیاوی زندگی میں اسے یہ معلوم نہیں کہ دوزخ کتنی بری جگہ ہے مطلب کہ سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ اگر کوئی بندہ مخالفت فی العقیدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر فی العمل کرے گا تو فاسق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جو فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرے اگر حضور علیہ السلام کے فرمان کو نہیں مانتا تو وہ مومن نہیں ہے جیسے اہل قرآن جن کو پرویزی یا چکڑالوی کہا جاتا ہے۔ وہ حدیث کے منکر ہیں تو جو حدیث کا منکر ہوگا وہ کافر ہوگا کیونکہ قرآن کے واضح الفاظ ہیں کہ جو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف کرے اور ایمان والوں کے راہ کے خلاف ہو وہ دوزخی ہے ایمان والا وہی ہے جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھے جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین نہ رکھتے خواہ وہ اللہ کا نام کثرت سے کیوں نہ لیتا ہو وہ مومن نہیں ہوسکتا کیونکہ جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین نہیں رکھتا وہ خدا پر بھی یقین نہیں رکھتا اس لیے کہ دیکھ کر تو کسی نے اللہ کو نہیں مانا لہٰذا منکرِ حدیث کا ایمان ٹھیک نہیں اور نہ ہی اس کا کلمہ پڑھنا معتبر ہے با ایمان اسی وقت جانا جائے گا جب حضور علیہ السلام کی زبان پر یقین رکھے گا۔ اگر حدیث کا منکر ہی رہے اور خود کو مسلمان کہلوائے تو وہ مسلمان نہیں دھوکا باز ہے اور قرآن سے ثابت ہے کہ وہ دوزخی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جو اہلسنت سے بچھڑے گا وہ صراط مستقیم پر نہیں ہے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اکہتر (۷۱) فرقے ہوئے جن میں سے ایک جنت میں جائے گا باقی دوزخ میں نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے جن میں سے ایک جنت میں جائے گا اور باقی دوزخ میں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنتی کون ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو جماعت کو پکڑے رہیں گے یعنی جو لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، ولیوں کی جماعت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھی ہونگے۔ جماعت اہلسنت وہ جماعت ہے جو سیدھی راہ پر ہے۔ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کی راہ پر ہے۔ اللہ فرماتا ہے جس پر انعام کرتا ہوں ان کو میں ان کا ساتھی بناتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ

marfat.com
Marfat.com

ضَلٰلًا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنی توحید کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا جو شخص اللہ کے سوا کسی کو الٰہ مانے گا اور اسی حالت میں مر جائے یعنی کفر کی حالت میں مر جائے تو وہ ہمیشہ کا دوزخی ہوگا اسی کی بخشش نہیں ہوگی اور جو شخص توبہ کرے کلمہ پڑھے اور حضور علیہ السلام کی غلامی اختیار کرے مطلب یہ کہ باایمان دنیا سے جائے تو اس شخص کے گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ اللہ جسے چاہے معاف فرما دے اور کافر کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ مشرک بھی عجیب لوگ ہیں یعنی انتہا درجے کے بیوقوف ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کو پوجتے ہیں کیونکہ اس وقت بھی مشرک بت پرست عورتوں کے بت بناتے اور ان کی پرستش کرتے اور بعض کافر (معاذ اللہ) فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے اور ان کی پرستش کرتے جیسے آج کل ہندو دیوی ماتا یا کالی دیوی کے بتوں کو پوجتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ اصل یہ شیطان کو پوجتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان مشرکوں کو یہ بھی بات بھول گئی کہ یہ شیطان نے واضح کہا تھا کہ میں بندوں کو گمراہ کروں گا۔

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۹﴾ یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؗ وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: قسم ہے ضرور بہکاؤں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا ہے۔ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے سب سے پہلے ایمان کا ذکر فرما کر بتایا ہے کہ جب تک بندے کا عقیدہ درست نہیں ہوگا اس کا کوئی نیک عمل کام نہیں آئے گا جیسے ہندو یا سکھ' عیسائی' یہودی یا دیگر کافر کوئی نیک عمل کریں جنت میں نہیں جائیں گے جب تک پہلے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوں گے کیونکہ نجات عقیدہ پر ہوگی اور نیک اعمال بھی اس کو فائدہ دیں گے جو لوگ باایمان ہوں گے اور ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے جیسے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہوں مطلب کہ صحیح العقیدہ مسلمان اس وقت ہوگا جب حضور علیہ السلام سے عشق ہوگا تو اس عقیدہ کے بعد جو اچھے کام کرے گا اللہ کریم فرماتا ہے میں اسے جنت دوں گا جس میں نہریں جاری ہیں اور فرمایا اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اللہ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہے لہٰذا جو شخص محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کرے اور پھر اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے وہ ہمیشہ ہمیشہ جنتی ہوگا۔ اگر صرف نیک اعمال کی بات ہی ہوتی تو پھر مدینے کے منافق بھی جنتی ہو جاتے (معاذ اللہ) اس سے معلوم ہوا صرف نیک اعمال کرنا ہی کافی نہیں پہلے عقیدہ درست ہونا ضروری ہے جو لوگ صرف اعمال کی بات کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کیں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ سائل نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ان نمازوں کے اول آخر کوئی نماز فرض ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں ان نمازوں کو گھٹاؤں گا اور نہ بڑھاؤں گا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر اس شخص نے سچ کہا تو یہ جنت میں جائے گا۔ (نسائی)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ

marfat.com
Marfat.com

اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار۔

تفسیر: ایک دن یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظرہ ہوگیا۔ بحث چھڑ گئی کہ کون بہتر ہے۔ سب اپنے اپنے دلائل دیتے رہے تو اللہ نے فرمایا اے یہودیو اور عیسائیو یا دیگر کافرو خواہ مخواہ خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو یاد رکھو جو برائی کرے گا سزا پائے گا۔ مطلب کہ تمہیں یاد رہنا چاہیے کہ جو تم در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کر رہے ہو تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جاؤ گے اور پھر تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی تمہارا مددگار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کفار کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی حمایت کرنے والا ہوگا جبکہ مسلمانوں کے بہت زیادہ بخشوانے والے ہوں گے جیسے کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ بخاری کی حدیث ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عورتوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرد ہم سے بڑھ گئے مطلب کہ وہ ہر روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دین اسلام کے متعلق سوال کرتے تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر ہم محروم ہیں لہٰذا ہمارے لیے بھی کوئی خاص دن مقرر فرما دیں۔ حضور علیہ السلام نے ان سے ایک دن کا وعدہ کر لیا۔ اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملے اور نصیحت فرمائی اور انہیں احکام (شریعہ) بتلائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو یہ بھی فرمایا تم عورتوں میں سے جو تین بچے آگے بھیجے (یعنی جس کے تین بچے فوت ہو جائیں) تو وہ بچے اس کیلئے دوزخ کی آڑ بن جائیں گے اور ایک عورت بولی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو بچے بھیج چکی ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں دو بچے بھی بخشوائیں گے تو مومن کو بچے بخشوائیں گے حضور علیہ السلام اپنے غلاموں کی مدد کریں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفارش کریں گے جو اللہ قبول کرے گا اور گنہگار بخشے جائیں گے۔ مگر کافر نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار ہوگا کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں جن کو سفارش کرنے کی اجازت ہوگی وہ نبی' صدیق' شہید اور ولی ہوں گے مگر وہ بد بخت ان کو تو مانتا ہی نہیں اس لیے یہ ان کی سفارش نہیں کریں گے اور جن کو وہ کافر مانتا ہے ان کو سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے واضح کر دیا ہے۔ نیک عمل اس کو فائدہ دیں گے جو مسلمان ہوں گے جو مسلمان نہیں اُسے نیکی فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی ان کے نیک عمل ضائع کر دیئے جائیں گے یا دنیا میں ان کا صلہ دے دیا جائے گا۔ مسلمان کا نیک عمل دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دونوں جگہ فائدہ دے گا اور اسے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا۔ مطلب کہ اس کے نیک عمل ضائع نہیں ہوں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوا اعمال کی ثانوی حیثیت ہے پہلے عقیدہ ہے جو لوگ عقیدہ کے متعلق کہتے ہیں کہ چھوڑو جی عقائد کے جھگڑے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ بس نیک عمل کرو چلتے لگاؤ تو وہ قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں سب سے پہلے عقیدہ ٹھیک ہو اور پھر عمل نیک ہوں تو نجات اللہ کے فضل سے ہو جائے گی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کیلئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو گہرا دوست بنایا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے لوگو سب سے بہتر دین وہ ہے جس میں توحید کی پختگی ہو مطلب کہ توحید پر ایمان ہو کہ الٰہ ایک ہے وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے اللہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا کیونکہ جو پیدا ہونے میں کسی کا محتاج ہو وہ الٰہ نہیں ہوتا لہٰذا الٰہ صرف اللہ ہے کوئی اور سجدہ کے لائق نہیں یعنی جناب ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جانا قبول کر لیا مگر اللہ کے سوا کسی کو الٰہ نہیں مانا تو اے ایمان والو تم بھی توحید پر اس قدر پختہ یقین رکھو مگر اللہ کریم نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا اور وہ گلزار بن گئی تو اللہ نے فرمایا جناب ابراہیم علیہ السلام نے دوستی کا حق ادا کر دیا تو ہم نے بھی اسے گہرا دوست بنایا ہے اور جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اللہ سے دوستی نبھانے والی حد کر دی قوم' حکومت' وقت' عزیز و اقارب بلکہ چچا آذر سب کو چھوڑ دیا۔ پرواہ نہیں کی مگر اپنے رب سے تعلق پکا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عملاً ثابت کیا اے میرے اللہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں میں تجھ سے پیار کرتا ہوں تو میرا الٰہ ہے اگر تیرے لیے مجھے دکھ تکلیف ملے تو میں خوشی سے جھیلوں گا مگر تیرا شریک نہیں ٹھہراؤں گا تو اللہ نے اعلان فرما دیا لوگو ابراہیم علیہ السلام میرا گہرا دوست ہے خلیل ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین ہے اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے لوگو کائنات میں جو کچھ ہے اس کا مالک حقیقی میں ہوں

marfat.com
Marfat.com

مطلب کہ جس کے پاس جو کچھ ہے میری عطا سے ہے اگر تم جاگیر کے مالک ہو یا کارخانے کے مالک ہو یا بہت بڑی جائیداد کے مالک بنے بیٹھے ہو تو یاد رکھو یہ سب اللہ کی دی ہوئی ہے اس کا حقیقی مالک اللہ ہے اور یہ عقیدہ رکھو کہ اب بھی ہر چیز اللہ کریم کے قابو میں ہے اسی کا کنٹرول ہے جو چاہے کرے جیسے چاہے کرے لہٰذا بڑی بڑی جائیدادوں کے مالک کہلوانے والو یہ نہ گمان کرنا کہ یہ تمہارا کمال ہے یا تمہارے باپ دادا کا کمال ہے کہ تم جاگیروں کے مالک ہو یہ سب اللہ کا فضل ہے اس کی عطا ہے۔ اگر وہ چاہے تو وہ ہر چیز چھین لے اور اس کو دے دے جس پر تمہیں گمان بھی نہ ہو سکے۔ یہاں ایک بات یاد رہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ جاگیر فلاں بندے کی ہے تو وہ مشرک نہیں ہوگا وہ خدا کے مالک ہونے کا انکار نہیں کر رہا۔ مشرک اس وقت ہوگا جب اس بندے کو مالک حقیقی تصور کرے گا اگر یہ کہے کہ اس کو اللہ نے یہ جائیداد یا جاگیر عطا فرمائی ہے اور یہ اس جاگیر کا مالک ہے تو یہ شرک نہ ہوگا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے اختیارات یا علم پاک فضائل و خصائص کے متعلق اگر بندہ کا عقیدہ ہو کہ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیارات عطا فرمائے ہیں یا علم غیب عطا فرمایا ہے یا فلاں خوبی عطا فرمائی ہے تو یہ شرک نہ ہوگا۔ شرک اس وقت ہوگا جب حضور علیہ السلام یا کسی دوسرے کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ یہ ان کا اپنا ہے اور یہ اس کے حقیقی مالک ہیں۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ سب کچھ اللہ کی عطا سے ہے تو یہ کفر و شرک نہ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے عالم کے پاس علم ڈاکٹر کو علم کسی کاریگر کو فن دینے والا اللہ ہے تو کوئی شرک نہ ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

تفسیر: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اس آیت میں وہ یتیم لڑکی مراد ہے جو کسی شخص کی زیر سرپرستی ہو، اور وہ شخص اس یتیمہ کا ولی ہو اگر لڑکی مالدار اور خوبصورت ہو تو ولی خود نکاح کرنے کا خواہش مند ہو جائے مگر حق مہر میں گڑبڑ کرے یعنی بہت کم جو ہونا چاہیے وہ نہ ہو بس برائے نام حق مہر مقرر کرے اور اگر وہ خوبصورت نہ ہو یا مالدار نہ ہو تو نکاح نہ کرے دیگر روایات بھی ہیں (واللہ اعلم) اس سے معلوم ہوا یتیموں سے پیار کرنا چاہیے اور ان کا حق بھی ان کو ضرور دینا چاہیے۔

marfat.com

Marfat.com

اگران کا مال ہو تو ان کو واپس کرنا چاہیے ورنہ سخت سزا ہوگی۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کریں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: بخاری، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے جب ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا زیادہ عمر کی ہو گئیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں چھوڑ دیں گے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری) اور بھی مختلف روایات ہیں (واللہ اعلم) مگر اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ اگر تمہاری بیوی تمہیں ناپسند ہو تب بھی اس کے حقوق پورے کرنا ضروری ہیں۔ اچھی زندگی گزار۔ ہاں اگر میاں بیوی کے درمیان کچھ شرائط طے ہو جائیں صلح ہو جائے بیوی اپنے حقوق معاف کر دے یا دوسری کو دے دے تو صلح زیادہ بہتر عمل ہے کیونکہ طلاق کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر تم دوسری شادی کر لیتے ہو تو یہ تو تم سے بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کہ دونوں کے ساتھ محبت برابر رکھ سکو۔ اگر محبت میں تم برابری نہیں کر سکتے تو حقوق میں برابری ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بیوی کو تو تمام تر سہولتیں حاصل ہوں اور دوسری خرچے وغیرہ یا شوہر کے پیار کو ترستی رہے۔ یہ ظلم ہے جس کی سزا سخت ہوگی کیونکہ حقوق العباد کی معافی وہی دے گا جس کا بندہ نے جرم کیا ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی

marfat.com
Marfat.com

بارگاہ میں عرض کیا کہ بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جب خود کھائے اسے کھلائے اور جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے منہ پر نہ مارے اسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ اکیلا کہیں نہ چھوڑے (ابن ماجہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا (ابن ماجہ) مطلب کہ جوان کے حقوق میں فرق کرتا ہو دل کا ایک کی طرف مائل ہو جانا قابل گرفت نہیں ہے کہ ایک کی محبت زیادہ ہو اور دوسری کی کم ہو تو پھر یہ سزا نہیں ہوگی۔ مجرم اس وقت ہوگا جب حقوق میں کوتاہی کرے گا۔

وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ: اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ اگر دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے یعنی طلاق ہو جائے تو دونوں فکر نہ کریں کہ اب کیا ہوگا۔ اللہ سب کا خالق مالک ہے سب کو روزی دینے والا ہے اور وہ ایک دوسرے کے محتاج نہ ہوں گے۔ ہوسکتا ہے بیوی کو اللہ اس سے بہتر شوہر دے دے اور ہوسکتا ہے مرد کو اللہ کریم اس سے بہتر بیوی عطا فرمائے۔ میاں بیوی کو طلاق سے بچنا چاہیے اگر ایسا ہو جائے تو پھر دونوں کو صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو کام ہوسکتا ہے وہ کسی سے بھی اور کسی وقت بھی ہوسکتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾

ترجمہ: اور اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک تاکید فرما دی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ بات مت بھولے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللہ ہے۔ یہ ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی اور پہلے نبیوں کی امتوں کو بھی بتا دیا تھا لہٰذا جو مالک حقیقی ہے اس سے ڈرو کفر و شرک سے بچتے رہو کیونکہ اگر تم کفر و شرک کرو گے یا اس کے احکام کی نافرمانی کرو گے تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے وہ بے نیاز ہے اور نہ ہی

marfat.com

Marfat.com

اس کے وقار میں یا الٰہ ہونے میں فرق پڑے گا۔ تم اپنا نقصان کرو گے کیونکہ ہر چیز اسکا ذکر کرتی ہے اور اسے الٰہ مانتی ہے کیونکہ ہر چیز کا مالک ہے اور سب خوبیوں والا ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ الٰہ صرف اپنے اللہ کو مانے اسی میں بندے کی نجات ہے اور بہتری ہے مطلب کہ توحید پر ایمان رکھنے سے اللہ کو نفع نہیں بندے کو نفع ہے۔ لہٰذا صحیح العقیدہ مسلمان وہ ہے جو توحید و رسالت پر ایمان رکھے اور سچا پکا مسلمان ہو کر دنیا سے جائے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

ع ۸

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللہ کو اس کی قدرت ہے جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس ہے دنیا اور آخرت کا انعام اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ زمین اور آسمانوں میں ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے اور مالک جو چاہے کر سکتا ہے اگر وہ چاہے تو اور لوگ لے آوے اگر وہ چاہے تم سب کو موت دے دے اور وہ مخلوق لے آئے جو ایک لمحہ بھی اس کے ذکر کے بغیر نہ گزارے یعنی اللہ کریم قادر مطلق ہے وہ جو چاہے' جب چاہے' جیسے چاہے' کرے وہ کر سکتا ہے لہٰذا اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو الٰہ ماننے والو اسی اللہ پر ایمان لاؤ اسی کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرو اسی کے کلام پر یقین رکھو اسی کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو فرمایا اگر تم انعام چاہتے ہو دنیا اور آخرت میں تو وہ اللہ تمہیں دے گا وہ دے سکتا ہے اور وہ دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں عرض کرو اور تم اس سے چھپے ہوئے بھی نہیں ہو۔ لہٰذا اس سے مانگو وہ تمہیں ہر چیز دے گا کیونکہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے ہر چاہت پر قادر ہے۔

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَ

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَ

تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کیلئے گواہی دو چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش

marfat.com
Marfat.com

کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑواور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا ہر بندے کو چاہیے کہ جو بھی معاملہ ہو انصاف سے کام لے اپنے یا غیر کا معاملہ ہو مطلب کہ کچھ بھی ہو انصاف کرنا ضروری ہے۔ اگر اللہ نے عزت دی ہو عدالت میں باقاعدہ حاکم مقرر کیا گیا ہو تو اسے تو ہر قدم پھونک کر رکھنا چاہیے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کوئی حاکم نہیں جس کو مسلمانوں پر حاکم بنایا جائے اور وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہوا مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے (متفق علیہ) یعنی رشوت لے کر یا سفارش مان کر فیصلہ غلط کرے تو اس پر جنت حرام ہوگی اور ایسے آدمی کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ اسی طرح اللہ وحدہ لاشریک گواہی کے متعلق فرماتا ہے کہ گواہی جب بھی دو سچی گواہی دو چاہے وہ تمہارے اپنے رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو ماں باپ ہوں یا قریبی رشتہ دار ہوں یا کوئی غریب ہو یا فقیر ہر چیز سے بے نیاز ہو کر سچی گواہی دینی چاہیے۔ حضرت حذیمہ بن فاتک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر تین مرتبہ فرمایا جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے۔ (الی آخر) (مشکوٰۃ) لہٰذا بندے کو چاہیے کہ جب حاکم بنایا جائے تو انصاف کرے جب گواہی دینا ہو تو سچی گواہی دے ورنہ سخت سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ دنیا میں تو الفاظ کے ہیر پھیر سے لوگوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے مگر اللہ کریم فرماتا ہے مجھ سے تمہارا کوئی کام چھپا ہوا نہیں مجھے ہر عمل کی خبر ہے اور علم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶

ترجمہ: اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو اپنے اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا ہے۔

تفسیر: چند یہودی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ پر اور جناب موسیٰ علیہ السلام پر اور تورات پر اور جناب عزیر علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن پر اور کسی کو نہیں مانتے تو اللہ کریم نے یہ آیت نازل کر دی اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا جیسے اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام پر بھی ضروری ہے اور قرآن پر بھی اور پہلی تمام آسمانی کتابوں پر بھی ضروری ہے اور فرشتوں اور دیگر نبیوں رسولوں پر بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ایک کا منکر ہوگا تو وہ مومن نہیں ہے مگر ان سب پر ایمان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کی زبان پاک پر اعتبار کرے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس

marfat.com

Marfat.com

ذات کی قسم جس کے قبضۂ (قدرت) میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکے والدین اوراس کی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہوں (بخاری)

اس محبت کے بغیر یہ عقیدہ ہو بھی نہیں سکتا جب یہ عقیدت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگی تو پھر یہ عقیدہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام کے زبان پاک سے جو نکلے گا وہ حق ہوگا ورنہ راہ حق سے بہت دور ہوگا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے اور نہ انہیں راہ دکھائے۔خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر: یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو منافق تھے اور کبھی ایمان کا اظہار کرتے اور کبھی کفر کا اقرار کرتے اور بار بار ایسا کرتے فرمایا ایسے لوگ وہ بدنصیب ہوتے ہیں جو بخشش سے محروم ہوتے ہیں اور ایسے منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔

الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾

ترجمہ: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کیلئے ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے بندو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ اس لیے کہ اگر تم سچے مسلمان ہو تو تم منکرین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوست نہیں بنا سکتے۔مومن کی غیرت گوارہ ہی نہیں کرتی کہ کسی گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوست بنایا جائے فرمایا اگر تم اس لیے ان کفار یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بناتے ہو کہ ہم عزت والے بن جائیں گے۔ان کے پاس روپیہ پیسہ ہے لہٰذا دنیاوی معاملات میں بہتر رہے گا تو فرمایا عزت دینے والا اللہ وحدہ لاشریک ہے اور ساری عزتیں اسی کے پاس ہیں اور اسی کیلئے ہیں لہٰذا اگر عزت چاہتے ہو تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے غلامی کا رشتہ پکا کرو۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ

marfat.com
Marfat.com

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ایمان والو میں تمہیں یہ فرما چکا ہوں کہ جہاں میری آیات کا مذاق اڑایا جارہا ہو یا انکار کیا جارہا ہو تو ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھو ورنہ تم بھی انہی میں شمار کیے جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اے ایمان والو تمہیں وہاں جانا چاہیے جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان ہو رہی ہو اسکے احکام کی پابندی کا درس دیا جارہا ہو نیکی کا حکم دیا جارہا ہو۔ حضور علیہ السلام کی محبت اور غلامی کا درس دیا جارہا ہو۔ جہاں قرآن وحدیث کا مذاق اڑایا جارہا ہو وہاں مت جاؤ اس سے ثابت ہوا بدمذہب کی محفل میں جہاں کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علم واختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا جارہا ہو یا توہین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا توہین ازواج رسول، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توہین اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو رہی ہو وہاں جانا سخت منع ہے بلکہ گمراہی ہے کیونکہ وہ انہی میں شمار کیا جائے گا جو بہت بڑی بدبختی ہے اور خوش قسمتی یہ ہے کہ نبیوں صدیقوں شہیدوں اور ولیوں کی سنگت نصیب ہو تو فرمایا ان کافروں کو اور منافقوں کو جو بظاہر تو کلمہ پڑھتے ہیں مگر ان کے ساتھی ہیں ان سب کو دوزخ میں اکٹھا کروں گا یعنی یہ سب دوزخی ہوں گے۔ معلوم ہوا بدعقیدہ کی صحبت میں خسارہ ہے اور نقصان دیتی ہے تو جیسے بروں کی صحبت نقصان دیتی ہے اچھوں کی صحبت نفع دیتی ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۠﴿۱۴۱﴾

ترجمہ: وہ جو تمہاری حالت کا انتظار کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک منافقوں کی کیفیت بیان فرمارہا ہے کہ منافق وہ ہوتا ہے جس کے دل میں اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہ ہو مگر زبان سے ظاہر کرے اور بظاہر تمام مذہبی رسمیں پوری کرتا ہو نماز روزہ وغیرہ کرتا ہو جیسے مدینے کے منافق تھے اور مومن وہ ہوتا ہے جس کو دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو اور کائنات سے بڑھ کر ہو۔ منافق ایمان والوں سے بھی تعلق رکھتا ہے اور کافروں سے بھی مومن صرف اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے تو منافق چونکہ دونوں سے تعلق رکھتا ہے تو جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوتا تو منافق کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہیں لہٰذا ہمیں مال غنیمت سے حصہ دیا جائے۔ اگر کافروں سے کوئی ایسا مفاد نظر آئے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہیں ہم نے مسلمانوں سے تمہیں بچایا ان کی خبریں تمہیں لا کر دیتے رہے ہیں۔ ہم جاسوسی کرتے رہے ہیں لہٰذا ہمیں حصہ ملنا چاہیے تو اللہ کریم فرماتا ہے ان کافروں کو قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ ان ایمان والوں کی کیا فضیلت ہے۔ اس دن جو وقار اور شان ایمان والوں کو ملے گی کافر حیران ہو جائیں گے اور قیامت کا دن مسلمانوں کے غلبے اور فتح کا دن ہوگا اور کافروں منافقوں کی ذلت اور رسوائی کا دن ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ سب کے ساجھے بنتے ہیں وہ گمراہ ہیں ایمان والا سب کا نہیں ہوتا وہ صرف اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا ہوتا ہے لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے ناموس رسالت کا مسئلہ ہو یا ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا یا ناموس ازواج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا۔ مومن وہ ہے جو واضح طور پر ناموس رسالت اور آل اصحاب رضی اللہ عنہم ازواج رضی اللہ عنہن، اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۟ۙ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مار یگا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہ منافق لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اللہ کو فریب دے رہے ہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ اب وہ منافق دھوکا تو حضور علیہ السلام کو دے رہے تھے اور ایمان والوں کو دے رہے تھے تو اللہ نے فرمایا یہ فریبی مجھے دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے مطلب کہ جیسے کوئی اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ اللہ عالم الغیب ہے۔ دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے اسی طرح کوئی شخص حضور علیہ السلام کو بھی دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے مگر منافق سمجھتے ہیں کہ ہماری منافقت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہیں مطلب کہ منافق لوگ یہ عقیدہ ہی نہیں رکھتے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب دیا ہے لہٰذا اس

marfat.com
Marfat.com

نظریئے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے دل کا کسی کو علم نہیں اور نماز میں صرف دکھلاوے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تا کہ ایمان والے لوگ ہمیں بھی ایمان والا تصور کریں مگر اس بدعقیدگی کی وجہ سے مارے جائیں گے۔اس بدعقیدگی کی وجہ سے وہ حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کے منکر رہیں گے اور یہی منافقت ان کی تباہی کا سبب بنے گی۔اس سے معلوم ہوا صرف نماز یا کوئی اور اسلامی عمل دیکھ کر کسی کا معتقد ہو جانا ٹھیک نہیں جب تک اس کا عقیدہ درست نہ ہو اگر عقیدہ درست نہ ہو تو کوئی عمل بھی نفع بخش ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی نیک عمل کرنا مسلمان ہونے کی دلیل بنایا جا سکتا ہے۔مسلمان ہونے کیلئے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے جیسے آجکل لوگ اعمال کیلئے تو بہت زور دیتے ہیں مگر عقائد کے بارے میں خود کو چھپاتے ہیں صرف نماز روزہ کافی نہیں ہوتا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے (نیک) اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے وہ پیکان میں دیکھیں گے تو کچھ نظر نہ آئے لکڑی کو دیکھے تو کچھ نظر نہ آئے ترکش کو دیکھے تو کچھ نظر نہ آئے البتہ شکار کو دیکھ کر شک گزرتا ہو (بخاری کتاب التفسیر) مطلب کہ قرآن پڑھنے والے ہوں گے' نمازی ہوں گے' ایمان دار نہ ہوں گے۔دین کے دشمن ہوں گے مگر بظاہر دیندار نظر آئیں گے۔نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا درس دیں گے مگر پھر بھی وہ صاحب ایمان نہ ہوں گے کیونکہ ایمان اعمال میں نہیں عقائد میں ہوتا ہے۔

لہٰذا صرف اعمال نہیں عقائد ضروری ہیں۔دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت ہو فضائل وخصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہوں پھر اعمال فائدہ دیں گے۔

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کیلئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ منافق درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں یہ ادھر کے ہیں اور نہ ادھر کے ہیں۔اصل میں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دل ودماغ میں دنیا اس قدر گھر کر جاتی ہے کہ ان کا کوئی اپنا نظریہ ہوتا ہی نہیں جدھر مفاد نظر آیا ادھر کا ہو گیا۔منافق دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو کافر ہے مگر دنیاوی مفاد کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اور ایک وہ جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے مگر کفر کی حمایت کرتا ہے وہ ایمان والا نہیں وہ بھی منافق ہی ہوگا کیونکہ کفر کی حمایت کفر ہے۔فرمایا یہ وہ حرص اور لالچ کے بندے ہیں جن کیلئے سب کچھ دنیا ہے یہ بھی ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ

marfat.com

Marfat.com

عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کیلئے صریح حجت کرلو۔ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز انکا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو کافروں کو اپنے دوست نہ بناؤ اگر کسی کو دوست بنانا چاہتے ہو تو ایمان والوں کو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو دوست بناؤ۔ یہاں دوستی کا مطلب پیار ہے کیونکہ جو حضور علیہ السلام سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر کو پیار نہیں کرتے محبت کرنے والوں کو ہر وہ چیز پیاری ہوتی ہے جس کی نسبت محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو ہر اس شخص سے نفرت ہوتی ہے جو حضور علیہ السلام سے بغاوت کرے۔ اس لیے فرمایا ایمان والوں کو یہ نہیں جچتا کہ وہ منکرین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کریں اگر حضور علیہ السلام سے وہ محبت نہیں جس کا حکم ہے تو پھر یہ منافقت ہے کیونکہ کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے مومن کا کافر رشتہ دار ہو سکتا ہے، دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ جس سے دوستی ہوگی قیامت کے دن اسی کا ساتھی ہوگا آگے فرمایا ان منافقین کا کوئی مددگار نہ ہوگا کیونکہ قیامت کے دن جن لوگوں نے سفارش کرنی ہے وہ تو نبی، ولی، صدیق، شہید ہوں گے لہٰذا یہ کافر کا ساتھ نہ اس دنیا میں دیتے ہیں اور نہ ہی قیامت کو دینگے اور نہ ہی اللہ کافروں کی سفارش کرنے کی اجازت دے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کوئی مددگار نہ ہونا بھی کفر کی علامت ہے۔ کیونکہ مومنین کے مددگار بہت ہوں گے قرآن وحدیث گواہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جہنمی صف بستہ کھڑے ہوں گے کہ ایک جنتی ان کے پاس سے گزرے گا تو ان میں سے ایک آدمی کہے گا اے فلاں کیا آپ ہمیں پہچانتے نہیں کہ میں نے آپ کو پانی پلایا تھا دوسرا کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضوء کیلئے پانی پیش کیا تھا پس وہ ان کی (یعنی پانی پلانے والے اور وضو کرانے والے کی) شفاعت کرے گا۔ اللہ کریم انہیں جنت میں داخل کردے گا۔ (مشکوٰۃ ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا مومنوں کے مددگار ہوں گے کافروں کا کوئی نہیں ہوگا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۴۶﴾

ترجمہ: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کیلئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر یہ منافق توبہ کرلیں اور سچی توبہ کریں اور مخلص مومن بن جائیں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور پھر فرمایا اپنا دین خالص اللہ کیلئے کرلیں اور مسلمانوں کے ساتھی بن جائیں گے یہ تین چیزوں کو اپنا ئیں تو

marfat.com
Marfat.com

پھر یہ مومن ہوں گے اور اللہ ان کو بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔توبہ کریں اور خود کو سنواریں یعنی پکی توبہ کریں دل سے توبہ کریں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔اب قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کی رسی کیا ہے۔

(اقتدوا بالذین من بعد ابی بکرو عمر فانھما حبل اللہ الممدود من تمسك بھما فقد تمسك بالعروۃ الوسقیٰ لاانفصام لھا)

ترجمہ:طبرانی نے حضرت ابوالدردا سے بیان کیا ہے کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو کیونکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں جو ان سے تمسک کرے گا وہ ایک مضبوط کڑے کو پکڑے گا جو نا قابل شکست ہوگا۔یعنی اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مانے کیونکہ منافق صحابی پر طعن کیا کرتے تھے مطلب کہ صرف اللہ اور رسول پر ایمان لانا کافی نہیں یہ منافق میرے تمام ساتھیوں کو بھی مانیں اس لیے کہ یہ منافق صرف اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں کہ انہوں نے کفر کے مقابلے میں حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا ایمان لائے تو آج اگر یہ توبہ کر کے مسلمان ہو بھی جائیں جب تک خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور جناب علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نہ مانیں تو یہ قبول نہ کئے جائیں گے۔قبول اس صورت میں ہوں گے کہ میرے صحابہ پر بھی یقین رکھیں اور تمام قباحتیں ختم کر کے خالص اللہ کیلئے ہر عمل کریں اور عقیدہ بھی خالص اللہ کیلئے ہو تو پھر یہ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے مطلب کہ ایمان والوں کی جماعت میں شامل ہوں گے پھر اللہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان کو بھی بڑے ثواب سے نوازے گا اس لیے کہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوں گے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝

ترجمہ:اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

تفسیر:اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر سچے دل سے صحیح توبہ کرلو آئندہ کفر وشرک اور منافقت سے باز رہنے کا پکا عہد کر لو اور توحید خداوندی پر ایمان لے آؤ حضور علیہ السلام کو اللہ کا سچا رسول جان کر تمام صفتیں جو اللہ کریم نے عطا فرمائیں ہیں ان کا قرار کرلو علم واختیارات نورانیت کمالات معجزات خصائص پر یقین لے آؤ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرو کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دشمنی تو اسی لیے تھی کہ ان لوگوں نے رسول کا ساتھ دیا ہے۔یہ دشمنی ترک کر دو اور ان کی فضیلت کا اقرار کرو تو اللہ تمہیں کیونکر عذاب دے گا۔پھر اللہ تمہیں عذاب نہیں دے گا۔اگر تم حق کا اقرار کرلو تو پھر سمجھو کہ تم عذاب سے محفوظ ہو گئے ہو کیونکہ تمہیں عذاب تو تمہاری بدعقیدگی اور گستاخیاں کرنے کی وجہ سے دیا جانا تھا اگر تم یہ چھوڑ دو تو تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا بلکہ جب تم ایمان والے ہو جاؤ گے اللہ کریم تمہیں ایمان لانے کا صلہ دے گا۔ثواب دے گا مگر یہ یاد رکھنا تم اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے' وہ عالم الغیب ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا۝

ترجمہ: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک کوئی بری بات کرنا پسند نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے گناہ کا چرچا کرنا، چغلی کرنا، کسی کے عیب کو جگہ جگہ بیان کرنا، جھوٹ بولنا، گالی دینا وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (ابوداؤد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علاء کے والد ماجد فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیبت کیا ہے؟ فرمایا اپنے بھائی کا ایسا ذکر جو اسے ناپسند ہو۔ پھر عرض گزار ہوئے کہ جو میں کہتا ہوں وہ عیب میرے بھائی میں ہو تو پھر کیا حکم ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جو تم کہہ رہے ہو وہ عیب تمہارے بھائی میں ہو تو یہی غیبت ہے اگر وہ بات اس میں نہ ہو تو بہتان باندھنا ہے (ابوداؤد) حضور علیہ السلام نے فرمایا گالی دینا فسق ہے۔ یعنی گناہ ہے اور جنگ کفر ہے مسلمانوں سے۔ (بخاری) فرمایا اللہ پسند نہیں فرماتا بری اور بے حیائی والی بات مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ حصول انصاف کیلئے بیان کرسکتا ہے۔ اسے اجازت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بری اور بے حیائی والی گفتگو کرنا اللہ کو پسند نہیں اور نہ ہی کسی کے عیب بیان کرنا البتہ جو کسی کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے قیامت کے دن ان کے عیبوں پر اللہ پردہ ڈالے گا۔

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا۝

ترجمہ: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں زبان درازی کررہا تھا مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خاموش رہے جب وہ باز ہی نہ آیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا تو حضور علیہ السلام وہاں سے چل پڑے اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک وہ نازیبا بات کرتا رہا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی سے سنا جب میں نے اس کو جواب دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چل پڑے کیا آپ کو میرا جواب دینا پسند نہیں آیا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے میرے صدیق رضی اللہ عنہ جب تو خاموش تھا تو اللہ نے ایک فرشتہ مقرر فرمادیا تھا جو تمہاری طرف سے جواب دیتا اور جب تم نے خود اس کو جواب دینا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا اور میں بھی چل پڑا (خزائن)

اس سے معلوم ہوا جو بدبخت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں بکتا ہے اس پر

marfat.com

Marfat.com

اللہ کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں پھر خصوصاً خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے والا انتہاء درجے کا ملعون ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو کہ تمہاری شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۵۰

ترجمہ: وہ جو اللہ اور رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن لوگوں کے دلوں میں ایمان نہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے وہ چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں علیہم السلام کو جدا کر دیں کسی کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں یعنی یہودی اور عیسائی۔ یہودی جناب موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتے ہیں مگر حضور علیہ السلام کے منکر ہیں۔ اسی طرح عیسائی حضور علیہ السلام کے منکر ہیں مگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور یہودی دونوں کے منکر ہیں۔ حضور علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بھی۔ تو فرمایا اس قسم کے لوگ جو منافق ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی ایسا راستہ نکالا جائے تاکہ ہمارے انکار کا پتہ بھی نہ لگے ہماری منافقت چھپی رہے۔ اس سے معلوم ہوا کسی بھی نبی علیہ السلام کا انکار کیا جائے وہ کفر ہے اور پھر اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں فرق کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس طرح ذکر نہ ہو یعنی کثرت سے نہ ہو لوگوں کے دلوں میں وہ عقیدت نہ ہو جیسے اللہ کے متعلق ہے کہ اگر اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے تو جرم ہے اگر انکار کیا جائے تو کفر ہے۔ ایسی فضیلتیں جو اللہ نے حضور علیہ السلام کو بھی دی ہیں جس سے ایمان والوں کے دلوں میں ایک مقام ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ہے محبت ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں سے نکال دیا جائے اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈال دیا جائے کہ حضور علیہ السلام ایک عام انسان کی طرح انسان تھے بس نبی تھے تو جیسے اللہ کی محبت ہے حضور علیہ السلام کی نہ ہو۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۱۵۱

ترجمہ: یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو رسولوں علیہم السلام کے منکر ہیں یہ پکے کافر ہیں اور فرمایا یہ جو میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہو رہے ہیں ان سب کو یہودی ہو یا عیسائی یا غیر کتابی کافر یا منافق جو بھی میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر رہے ہیں سب کو ذلت کا عذاب دوں گا کیونکہ ان لوگوں نے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

marfat.com

Marfat.com

کمالات خصائص معجزات کا انکار کر کے جھٹلایا ہے میری آیات کو جھٹلایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں علیہم السلام پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جس نے اللہ کے سب نبیوں رسولوں علیہم السلام کو مانا سب پر ایمان لایا تو اللہ انہیں ان کے اس صحیح العقیدہ ہونے کا ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس سے معلوم ہوا صرف نیک عمل ہی کافی نہیں صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے جو لوگ عقائد کی بات کرنا پسند نہیں کرتے یا تو وہ خود منافق ہیں یا پھر وہ جاہل ہیں انہیں قرآن وحدیث کا علم ہی نہیں کیونکہ مومن اور کافر عقیدہ سے ہوتا ہے صرف نیک عمل کرنا معتبر نہیں صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے بدعقیدہ جتنے چاہے اچھے عمل کرے جنتی نہیں ہوگا۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اہل کتاب تم پر سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتارو تو وہ تو موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو تو انہیں کڑک نے آلیا انکے گناہوں پر پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آ چکیں تو ہم نے یہ معاف فرما دیا اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن غلبہ دیا۔

تفسیر: ایک مرتبہ یہودی سرداروں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا کہ تم سچے نبی علیہ السلام ہو تو آسمان سے ایک کتاب اتارو یعنی اپنے رب کو کہو کہ ایک بار ہی ایک کتاب اتار دے جس میں احکام ہوں ہم اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے اگر آسمان سے کتاب تم لے آنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور یقین کر لیں گے کہ تم اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو اور اس کا شان نزول بھی یہی ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا تھا۔ تو اللہ وحدہ لاشریک فرمایا یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

marfat.com
Marfat.com

کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک اللہ پر یقین نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو ظاہرانہ دیکھ لیں گے۔ پھر ان لوگوں کو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر قبیلے کا ایک بندہ لے آؤ چنانچہ یہ ستر بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے تو وہاں ان کو کڑک نے آ لیا اور یہ سارے کے سارے مر گئے پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوئے۔ (اس کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵ میں دیکھئے) مگر اس کے بعد بھی یعنی اتنی روشن نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اللہ نے پھر ان کو معاف کر دیا۔ مطلب کہ یہ لوگ ہدایت کیلئے نہیں ایسا کہتے اگر ہم آپ کو کتاب دے بھی دیں یہ وہ بدنصیب اور ضدی ہیں کہ پھر بھی حق قبول نہیں کریں گے۔ تو اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمایاں غلبہ دیا تھا اسی طرح اگرچہ یہ بدبخت ہزار باتیں بنائیں فتح حق کی ہوگی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ڈنکا بجے گا اور یہ لوگ معتوب ہونگے اور اسلام کا پرچم بلند ہوگا اور لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی قبول کرینگے ان یہودیوں کو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا حق کے مقابلے میں ضد کرنا یہودیت ہے جب روشن دلائل مل جائیں اس کے بعد حضور علیہ السلام کے خصائص کمالات فضائل کا منکر ہونا گمراہی اور بے دینی ہے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا (یعنی پکا) عہد لیا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے توریت پر عمل کرنے کا وعدہ لیا تھا مگر یہودی مکر گئے کہنے لگے ہم سے یہ نہ ہو سکے گا تو جب وہ وعدہ سے پھر گئے تو اللہ فرماتا ہے۔ ہم نے پہاڑ اونچا کیا یعنی فرشتے کو حکم ہوا کہ پہاڑ اٹھا کر ان کے سر پر لے آئے اور کہا کہ ہاں مانتے ہو یا پہاڑ تم پر گرا کر تمہیں اسی جگہ ختم کر دیا جائے چنانچہ خوف کے مارے کہنے لگے کہ ہم تعمیل حکم کریں گے اور پھر فرمایا اس شہر کے دروازے سے (اریحا شہر کا نام تھا) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہوگا اور پھر فرمایا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کرنا ہوگا تو ان تین چیزوں کے بارے میں عہد لیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا اللہ جس کام کا حکم دے بندے کو چاہیے کہ اس پر عمل کرے جیسے یہودیوں کو حکم ہوا کہ ہفتہ کے دن شکار نہیں کرنا ہوگا۔ اسی طرح مسلمانوں کو حکم ہے کہ جمعہ کی اذان ہو جائے تو فوراً کاروبار ختم کرو اور نماز جمعہ کیلئے تیار ہو جاؤ مگر مسلمان اس میں سستی کرتے ہیں اور اکثر تو جمعہ پڑھتے ہی نہیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نماز جمعہ ادا کرنے کو جانا ہر بالغ مرد پر فرض ہے۔ سید اوس

marfat.com

Marfat.com

بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن اپنی بیوی سے محبت کرے اور نہائے جلد جا کر امام کے قریب بیٹھے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے تو اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور عبادت کا ثواب ملے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جمعۃ المبارک کا دن بارہ ساعتوں پر مشتمل ہے جو بندہ اللہ سے کچھ مانگے تو اللہ جل جلالہ اسے عنایت فرمائے گا تو اس وقت کو عصر کے بعد آخری ساعت میں تلاش کرو مگر مسلمان غفلت کی وجہ سے محروم رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسی ہوتیں ہیں جن کا احترام کیا جاتا ہے جیسے اریحا شہر کا احترام کیا گیا کیونکہ وہاں نبیوں علیہم السلام کے مزارات تھے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ شریف کا احترام کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: تو ان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لیے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان لوگوں یعنی یہودیوں نے بدعہدی کی اللہ کی آیات کے منکر ہو گئے یعنی وہ آیات جو تورات میں حضور علیہ السلام کی فضیلت میں آئیں تھیں اور آپ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے سلسلہ میں موجود تھیں۔ ان کا یہودیوں نے ضد کی وجہ سے انکار کیا اور ہم نے ان پر لعنت کی کہ لعنت ہو تم پر کہ تم نے امام الانبیاء علیہم السلام کا انکار کیا ہے جس کا ذکر موسیٰ علیہ السلام سناتے رہے اور توریت میں بھی موجود ہے اور تم نے ان آیات کا بھی انکار کیا اور دیگر نبیوں علیہم السلام کو بھی ناحق شہید کرتے رہے ہو تم ہو ہی گستاخ رسول اب تم سزا سے کبھی بھی نہیں بچ سکو گے۔ اب ہم تمہارے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں مگر یہ تمہارے کفر کے سبب ہے۔ اب تم میں بہت تھوڑے ایمان والے ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا سب سے بڑا کفر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ شہید وہ شخص ہی کرتا ہے جو اپنے دل میں انبیاء علیہم السلام کا احترام یا محبت نہیں رکھتا لہٰذا یہ ثابت ہوا ان کے دل نبیوں علیہم السلام کی عقیدت سے خالی تھے مومن کے دل میں عقیدت ہوتی ہے اور محبت ہوتی ہے بلکہ محبت ہی ایمان ہوتا ہے۔ جس کے دل میں جتنا پیار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہوگا اتنا پکا مومن ہوگا۔

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ جو ان پر مہریں لگا دی گئی ہیں وہ ان کے کفر کی وجہ سے لگائی گئی ہیں کہ ان یہودیوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام جناب عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر نبیوں علیہم السلام خصوصاً امام الانبیاء علیہم السلام کی توہین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یوں توہین کرتے رہے کہ ان کی والدہ ماجدہ جناب مریم علیہا السلام پر بہتان باندھا ان کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بدکردار کہا فرمایا تو ایسے گستاخ جو اللہ کے مقبول بندوں نبیوں علیہم السلام کی مخالفت اور توہین کرنے والے ہیں ان کی یہی سزا ہے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ کفر کی موت مریں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سخت سے سخت عذاب میں مبتلاء رہیں۔ اس سے معلوم ہوا جناب مریم علیہا السلام پر الزام لگانے والے ضرور سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر توبہ نہ کی یوں ہی حضور علیہ السلام کے والدین پر کفر کا الزام لگانے والے بھی سخت سے سخت سزا پائیں گے کیونکہ وہ ان کی توہین کر رہے ہیں جبکہ ان کا ایمان ثابت ہے۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔ اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ان کے بیچ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن پاک رحموں میں اور پاک پشتوں میں تشریف لائے ہیں سب کے سب ایمان والے ہیں جو انکے ایمان کا انکار کرتے ہیں بہت بڑا بہتان باندھنے والے ہیں کوئی مومن ایسا نہیں کرسکتا۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

ترجمہ: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول علیہ السلام کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کیلئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: یہودیوں نے کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول علیہ السلام کو شہید کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگوں نے اللہ کا رسول علیہ السلام ماننے کے باوجود شہید کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ وہ رسول علیہ السلام مانتے تھے اور ماننے کے باوجود انہوں نے شہید کر دیا تو یہ عجیب بات ہے کہ وہ اللہ کا رسول علیہ السلام بھی مانیں اور شہید بھی کریں یہ کیسے ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہوئے کہ یہ اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں شہید کرنا یہودیوں کا ممکن ہے اس لیے کہ یہودی انتہائی حریص قوم ہے اور وہ اپنے مفاد کو ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے جیسے حضور علیہ السلام کو جانتے ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہودیوں نے آیات تو بدلا لوگوں کے سامنے جھوٹ بولا اس لیے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہی وہ آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو لوگ ان کی طرف چلے جائیں گے کلمہ پڑھ لیں گے اور ہماری آمدنی جو مذہب کے نام پر ہوتی ہے ختم ہو جائے گی اس لیے حضور علیہ السلام کی مخالفت کی اور کئی مرتبہ شہید کرنے کے ارادے کیے اور اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام اور دیگر نبیوں علیہم السلام کو شہید کیا۔ اگر حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کر سکتے ہیں تو جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جانتے ہوئے ایسا کرنا ممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوا جن کے دل و دماغ میں دنیا رچ بس جائے یا دنیاوی مفاد گھر کر جائیں تو ان سے یہ توقع ہو سکتی ہے جیسے یزید پلید نے یہ جانتے ہوئے کہ حسین علیہ السلام نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ خاندان نبوت کو شہید کر دیا مگر ایسے لوگ خود کو مسلمان ظاہر کریں بھی تو ہوتے نہیں ہیں اور جواب اس کا یہ بھی ہے جیسے مفسرین نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے بطور استہزاء کیا یعنی مذاق سے کیا جیسے آج کل کوئی کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کہتا ہے۔ جاؤ اپنے شیر کو اٹھا لاؤ یا پہلوان کو لے آؤ یہ جملہ وہ بطور تذلیل بولتا ہے حقیقت میں اس کو شیر یا پہلوان نہیں مانتا اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جس کو تم اپنا شیر جانتے ہو یا اپنا پہلوان مانتے ہو وہ گرا ہوا پڑا ہے لے آؤ تو اسی طرح یہودیوں نے بھی بطور استہزاء کیا تھا وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے نہیں تھے۔ یہ یہود دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے مگر اللہ کریم فرماتا ہے وما قتلوہ یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم نے قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی سولی دے سکے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کی اللہ تردید فرما رہا ہے کہ نہ تو یہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے سکے ہیں اور نہ ہی قتل کر سکے ہیں بلکہ ولکن شبہ لھم ان یہودیوں کیلئے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنا دیا گیا تھا اس کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے سولی پر لٹکایا ہے۔ نہ یہ حضرت عیسیٰ السلام کو شہید کر سکے ہیں اور نہ ہی سولی پر لٹکا سکے ہیں ان لوگوں نے جس کو سولی پر لٹکایا ہے قتل کیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کا تھا۔ فرمایا کہ جو لوگ اختلاف کر رہے ہیں کہ ان کو یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دیا گیا وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ایک جماعت یہودیوں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب مریم علیہا السلام کو گالیاں بک رہی تھی تو آپ علیہ السلام نے ان پر بددعا فرمائی ان سب کے چہرے مسخ ہو گئے وہ بندر اور سور بن گئے۔ جب خبر یہودیوں کے سردار (جس کا نام یہودا تھا) کو پہنچی تو اس نے تمام یہودیوں کو اکٹھا کیا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کیلئے چلے جس مکان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے وہاں جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ ادھر وہ یہودی جو آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کیلئے آئے تھے انہوں نے طیطانوس نامی یہودی کو اندر مکان میں بھیجا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پا نہ سکا مگر اللہ نے اپنی قدرت سے اس کی شکل چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کر دیا جب وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے سمجھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ حقیقت میں انہوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی اور نہ ہی قتل کیا (روح المعانی) اور بعض محققین کا خیال ہے کہ یہودیوں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ جس کو ہم نے قتل کیا ہے کیونکہ اس کی

marfat.com
Marfat.com

شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی تھی یعنی بنائی گئی تھی دوسرا جسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا نہ تھا جس سے ان میں اختلاف ہو گیا مگر یہودیوں نے اس کو اپنی ہتک سمجھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اگر لوگوں کو یہ علم ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام واقعۃ اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں اور ان کی یہ فضیلت ہے کہ اٹھا لیے گئے ہیں تو اس میں ہماری تذلیل ہوگی یہ کہتے رہے اور لوگوں کو یقین دلاتے رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی ہے قتل کر دیا ہے مگر بعض اختلاف کرتے رہے کہ یہ غلط کہتے ہیں۔ اسکے جسم سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں۔ ابو علی جبائی کہتے ہیں کہ یہودیوں نے ایک آدمی قتل کر کے اس کو سولی پر لٹکا دیا اور کسی کو قریب نہ آنے دیا جب اس کی لاش کا حلیہ تبدیل ہو گیا پہچاننا مشکل ہو گیا تو کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں (معاذ اللہ) اللہ فرماتا ہے اب وہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور انہیں کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا صرف اپنے اپنے گمان کے مطابق کچھ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے کچھ کہتے ہیں نہیں کوئی اور تھا۔ مگر ایمان والوں کو اللہ نے بتایا کہ اے ایمان والو تمہارا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ یہودی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی صورت میں نازل ہوں گے پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے اور بے حساب مال تقسیم کریں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس وقت ایک سجدہ دینا اس کی ساری متاع سے بہتر معلوم ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زمین کی طرف نازل ہوں گے پس شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال ان کی زندگی ہوگی پھر وفات پائیں گے۔ وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن کیے جائیں گے پس میں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دونوں ایک ہی قبر سے (قریب قریب قبریں ہوں گی) ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے (مشکوٰۃ) ان دلائل کی روشنی میں یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے ہر چیز کا علم عطا فرما دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے فرما دیا کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزار اکٹھے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر وصال سب کچھ بتا دیا کہ کب آئیں گے اور کب تک زندہ رہیں گے اور پھر بعد از وصال ان کا مدفن بتا دیا جو میرے روضہ انور میں دفن ہوں گے۔ یہی بات ہی قادیانی کذاب کے جھوٹے ہونے پر دلیل ہے یہی وہ علم غیب ہے جس پر اہلسنت کا عقیدہ ہے اور ہر مومن کا ہونا چاہیے۔

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ: اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن ان پر گواہ

marfat.com

Marfat.com

ہو گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے یہود و نصاریٰ میں کوئی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ مطلب یہ کہ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ دوسری صورت مفسرین نے یہ بھی لکھی ہے کہ جب بھی کوئی اہل کتاب مرے گا یہودی اور عیسائی جو آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر کافر ہو چکا ہے۔ موت کے قریب جب فرشتہ جان لینے کیلئے آئے گا تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم غلطی پر تھے خواہ مخواہ کفر پر اڑے رہے عیسیٰ علیہ السلام حق پر تھے اور اللہ کے سچے رسول علیہ السلام تھے اس وقت سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت ان کا ایمان لانا کسی کام نہ آئے گا جیسے فرعون نے آخری وقت فرشتے کے تشریف لانے پر اللہ کی واحدانیت کا اقرار کیا تھا اور جان گیا کہ خدا ہے جس نے میرے سمیت کائنات کو پیدا کیا ہے۔ مگر اس کا اس وقت ایمان لانا کام نہ آیا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لایا۔ چونکہ ایسے وقت بھی اس نے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو تسلیم نہ کیا اس لیے وہ کافر ہی مرا۔

میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب کسی کو موت آتی ہے اور ملک الموت تشریف لے آتے ہیں تو اس وقت یہود و نصاریٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان سچے تھے آپ نے جو فرمایا کہ ایک آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں جب آ جائیں تو یہودیت' عیسائیت ترک کر کے اس کی غلامی کر لینا' کلمہ پڑھ کر اس کی امت میں شامل ہو جانا۔ یہ ہے وہ ایمان لے آنا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لے آئیں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے غلام ہوں گے آپ کو تسلیم کریں گے اور آپ کی امامت کو قبول کریں گے اور کوئی باقی نہ رہ جائے گا اور آپ سب پر گواہ ہوں گے یعنی ہر نبی اپنی امت کا گواہ ہوگا اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے گواہ ہوں گے تو اس سے معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام پر سب لوگ ایمان لے آئیں گے جیسا کہ قرآن بتا رہا ہے یہاں قادیانیوں کا قرآن نے رد کر دیا ہے اور قرآن سے ثابت ہوا کہ مرزا جھوٹا تھا' کذاب تھا اس پر تو نہ یہودی ایمان لائے ہیں نہ عیسائی اور نہ ہی مسلمان اس لیے کہ مرزا دجال تھا' کذاب تھا۔ مرزائیوں نے تحریراً تقریراً بہت کوشش کی ہے کہ حیات مسیح کے مسئلہ کو بنیاد بنا کر مرزا کذاب کا تحفظ کیا جائے مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

مرزائی مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں (معاذ اللہ) یعنی مرزا قادیانی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہے (معاذ اللہ) مگر قرآن پاک کی روشنی میں مرزا قادیانی دجال ہے جھوٹا ہے کیونکہ قرآن نے تو بیان کیا ہے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لائیں گے مگر مرزا پر کوئی ایمان نہیں لایا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ صلیب توڑیں گے اور یہ مرزا قادیانی تو انگریز حکومت کا پیدا کردہ ہے اور انہی کا چمچہ تھا اور ان کی خاطر سب کچھ کرتا تھا اور پھر حضور علیہ السلام نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا وہ عادل حاکم ہوں گے۔ مرزا محکوم رہا انگریز کی اتباع کرتا رہا ہے اور بھی بہت سی نشانیاں حضور علیہ السلام نے بیان فرمائیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا دجال تھا' کذاب تھا انگریز کا پیدا کردہ تھا اور انگریز حکومت کے مفاد کی خاطر کام کرتا رہا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کیلئے حلال تھیں ان پر حرام فرما دیں اور اس لیے کہ انہوں نے بہتوں (یعنی اکثر لو) اللہ کی راہ سے روکا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے چونکہ یہودی ظالم تھے اس لیے ہم نے ان پر بعض حلال چیزیں' پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں وہ ظلم ہی تھا کہ وہ انبیاء کے گستاخ اور قاتل تھے اور وہ آیات جن میں حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص اور معجزات درج تھے یہودیوں نے ان کو بدل ڈالا چھپانے کی کوشش کی اور حضرت جناب مریم علیہا السلام کی توہین کرنا وغیرہ وغیرہ یعنی ان کی وجہ سے ان پر پاکیزہ رزق حرام کر دیا گیا اب وہ ان پاکیزہ رزق کو نہیں کھاتے' حرام کھا جاتے ہیں مگر اللہ کا پاک رزق نہیں کھاتے اور یہ سزا اس بات کی ہے کہ یہودی حضور علیہ السلام کی غلامی سے روکتے تھے حضور علیہ السلام کی اتباع سے روکتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے تھے تو اس کی سزا اللہ نے یہ دی کہ وہ پاکیزہ رزق نہیں کھا سکتے اور آج کل بھی دیکھنے میں آیا ہے ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ رزق کھانے سے گریز کرتے ہیں مثلاً دیکھنے سننے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اللہ کا پاکیزہ رزق اس لیے نہیں کھاتے کہ اس پر قرآن پڑھا گیا ہے یا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا ہے یا کسی بزرگ کے نام کا ہے تو اس آیت سے ظاہر ہوا کہ ان کا یہ عمل حضور علیہ السلام کے گستاخ ہونے کی سزا ہے جیسے یہودی نہیں کھاتے اسی طرح وہ بھی نہیں کھاتے حرام جانتے ہیں۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ: اور اس لیے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: اللہ کریم نے اس آیت میں یہودیوں کے وہ عمل بیان کئے ہیں جن سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ ایک تو سود لینا ختم کر دیا' سود سے منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہ آئے اور پھر وہ مال کے معاملہ میں اس قدر حریص تھے کہ جائز اور ناجائز کا خیال نہیں کرتے تھے تو اللہ کریم نے فرمایا ان لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے جو ان کو دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا' مال حرام کھانا' کسی کا مال ناجائز طور پر حاصل کرنا' ڈاکے یا چوری سے طاقت کے زور سے یا سود کی صورت میں کوئی صورت ہو

marfat.com
Marfat.com

ایسا مال بندے کیلئے قیامت اور قبر میں عذاب بن جائے گا۔ سمرہ بن جذب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ ہم ایک خون کی نہر کے قریب گئے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے قریب ایک اور شخص کھڑا تھا جس کے پاس پتھروں کا ڈھیر تھا اور جو شخص اس خون کی نہر میں تھا اس نے نکلنے کی کوشش کی مگر جو قریب کھڑا تھا اس شخص نے اس نکلنے والے کو ایک پتھر اٹھا کے مارا اور وہ پھر اس خون کی نہر میں جا گرا اور وہ وہاں چلا گیا جہاں پہلے تھا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے جس کو پتھر مار کر پھر اس خون پیپ کی نہر میں گرا دیا گیا ہے؟ تو ساتھیوں نے جواب دیا وہ سود خور تھا۔ مطلب کہ سود خور زخموں کے خون پیپ کے دریا میں غوطے کھائے گا یا جو بھی کوئی مال حرام کماتا ہے غریبوں سے چھین لیتا ہے یا کسی بھی طریقہ سے حرام مال کماتا ہے وہ مال خون اور پیپ کی صورت میں ہوگا اور حاصل کرنے والا س میں ڈبویا جائے گا اور یہی اس کے ساتھ ہوتا رہے گا بندہ کو یاد ہونا چاہیے کہ اللہ نے فرمایا جو سود کھاتا ہے وہ اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جائے اور مال حرام قبر میں اور دوزخ میں بہت بڑے اژدہا کی صورت میں ڈسے گا جس سے آدمی کا جسم گل جائے گا پھر ٹھیک ہوگا پھر ڈسے گا اس مال حرام کمانے والے کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا مگر جو توبہ کر جائے سچے دل سے تو اللہ بخشنے والا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓىِٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾

ترجمہ: ہاں جو ان میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان یہودیوں میں کچھ لوگ پختہ ایمان والے بھی ہیں سارے ایسے نہیں کہ حرام خور ہوں کئی ایسے لوگ ان میں بھی ہیں جو ایمان کے لحاظ سے بہت مضبوط ہیں جو توریت پر پختہ یقین رکھتے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے مگر انہوں نے جو توریت میں حضور علیہ السلام کے فضائل پڑھے ہوئے تھے ان پر یقین بھی تھا تو جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے تو اللہ نے ان کو اور ان جیسے دیگر لوگوں کو علم میں پختہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر یہ

marfat.com
Marfat.com

یقین کرلیا تھا کہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے یہ فرمایا لوگو اسلام کو پھیلاؤ' لوگوں کو کھانا کھلاؤ' صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ (ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ) تو ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا اے محبوب یہ پختہ علم والے لوگ ہیں جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں تیری خوبیوں کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں تیرے فضائل وخصائص معجزات کمالات کو دیکھ کر جان جاتے ہیں اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اچھا عقیدہ نہیں رکھتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے منکر ہیں علم' نورانیت' اختیارات دیگر صفتوں کا انکار کر کے گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ پختہ علم والے وہ ہیں جو تیری عظمت کو جانتے ہیں اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور جو پہلے کتابیں نازل کی گئی ان پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں یعنی ہمیشہ پڑھنے والے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں اور قیامت کے منکر بھی نہیں ایمان رکھتے ہیں اور اللہ ایسے خوش عقیدہ کو بہت جلد بہت زیادہ ثواب دے گا مگر قیامت کسی نے دیکھی تو نہیں قرآن کے متعلق کوئی ثبوت نہیں کہ یہ اللہ کا قرآن ہے۔ سوائے اس کے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ کا قرآن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا ایمان والا پختہ علم والا وہ ہے جو حضور علیہ السلام کی زبان پاک پر اعتبار کرے ورنہ ایمان والا نہیں ہوگا کیونکہ نہ تو قیامت کو دیکھ کر مانا گیا ہے نہ خدا کو دیکھ کر مانا گیا ہے یہ تو صرف زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یقین کرنا ہوگا اور قرآن کو بھی اللہ کا کلام تب ہی مانا جائے گا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر یقین ہوگا۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ
وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

ترجمہ: بیشک اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح (علیہ السلام) اور اس کے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور ایوب (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) کو وحی کی اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سکین عدی بن زید جو یہودیوں کا بہت بڑا راہب تھا۔ ان حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم ایک شرط پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا سکتے ہیں اگر یک بارگی کتاب نازل ہو یعنی قرآن' پھر ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان لیں گے تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن)

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾

marfat.com
Marfat.com

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۝

ترجمہ: اور رسولوں علیہم السلام کا ذکر جن کو آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان رسولوں علیہم السلام کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے حقیقتاً کلام فرمایا۔ رسول علیہ السلام خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں علیہم السلام کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً کلام فرمایا ہے وہ میرا کلیم ہے۔ اللہ کا یوں کلام کرنا بہت فضیلت کی بات ہے اور اعلیٰ درجہ کی وحی ہے کہ یہ شان دیگر نبیوں علیہم السلام میں سے صرف جناب موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے مگر ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا فرمائی ہے کہ جبریل امین علیہ السلام کا فرشتوں کی جماعت لے کر حاضر ہونا' قدموں کو چومنا' پھر براق پر سوار کرا کے مسجد اقصیٰ لے جانا اور تمام نبیوں، رسولوں علیہم السلام اور ملائکہ کی امامت فرمانا' پھر آسمانوں کی سیر کراتے ہوئے لامکان تک جانا' پھر اللہ سے ملاقات کا ہونا' حضور علیہ السلام نے فرمایا رایت ربی (عزوجل) فی احسن صورۃ میں نے اپنے اللہ کریم کو حسین صورت میں دیکھا جو اس کی شان کے لائق ہے پھر اللہ نے میرے کندھوں پر دست قدرت رکھا جس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی پھر میں آسمانوں اور زمین کے تمام علوم جان گیا۔ (مشکوٰۃ)

یہ فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ بڑھ کر ہے کیونکہ حضور علیہ السلام سب سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں شان والے ہیں جو کمالات دیگر تمام نبیوں رسولوں علیہم السلام کو عطا فرمائے گئے ہیں وہ سب اکٹھے کئے جائیں تو ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ آگے فرمایا ہم نے رسول اس لیے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو بشارتیں دیں' اللہ کی راہ پر چلائیں کہ جو اللہ کے حکموں کی تعمیل کرے گا اس کو جنت ملے گی اور جو انکار کرے گا وہ کفر کرے گا جو ہمیشہ کا جہنمی ہوگا اور جو سستی کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا مگر جس کو اللہ چاہے معاف فرما دے اور اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تمام نبی بھیجے۔ ہر نبی علیہ السلام آ کر اپنی امت کو بتائے اور دیگر لوگوں کو بھی بتائے کہ ایک آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے جو بھی اس پر ایمان لے آئے گا اس پر اللہ کی رحمت اور انعامات کی بارش ہو جائے گی لوگو یہ تمہارے لیے خوشخبری ہے اور جو اس کا انکار کرے گا وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوگا۔ اگر کسی نے امام الانبیاء کی فضیلت کا انکار کیا یا اس کے خصائص وکمالات کا انکار کیا' معجزات کا انکار کیا' علم اختیارات یا نورانیت کا انکار کیا تو وہ جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا یہ اس لیے اعلانات کرائے گئے کہ کوئی عذر نہ کر سکے فرمایا اللہ غالب حکمت والا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: لیکن اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

تفسیر: مکہ کے کچھ سردار حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میری نبوت رسالت کا ذکر توریت میں بھی درج ہے مگر ہم نے یہودیوں سے پوچھا ہے وہ انکار کر رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) ہم نے نہیں پڑھا جبکہ توریت میں حضور علیہ السلام کا ذکر تھا مگر یہودی تعصب کی وجہ سے انکار کر گئے تو اللہ نے فرمایا اگر یہ بدبخت انکار کر گئے ہیں تو پھر کیا ہوا اے محبوب میں تمہارا گواہ ہوں یہ قرآن تمہاری نبوت اور سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی گواہی دے رہا ہے جو اللہ نے اپنے خاص علم کے ساتھ اتار دی ہے۔ مطلب یہ وہ کتاب ہے جس میں جو ہو چکا اس کا علم اور جو ہو رہا ہے اس کا علم اور جو ہوگا اس کا علم ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہے تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اس کا علم تجھے عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ کتاب یعنی قرآن تیرا گواہ ہے اور فرشتے تیرے سچے نبی ہونے پر گواہ ہیں جبریل علیہ السلام کا حاضر ہونا' میکائیل علیہ السلام کا خادم کی حیثیت سے حاضر ہونا دیگر ملائکہ کا سلام پڑھنا سب تیرے سچے رسول ہونے کے دلائل ہیں اور فرمایا اللہ تیرا گواہ ہے تجھے کسی کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں میں تیرا گواہ ہوں میرے گواہ ہونے کے بعد تجھے کسی اور کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

ترجمہ: وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں نے کفر کیا یعنی تیرے فضائل و خصائص کمالات جو توریت میں درج تھے ان کو چھپایا تیرے فضائل کو چھپایا اور لوگوں کو فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ بتا کر تیری غلامی سے دور رکھا ایمان لانے سے روکا لوگوں کو تیرے دروازے کا باغی بنایا وہ بڑے حد درجے کے گمراہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ السلام کے فضائل کو چھپانا لوگوں کو نہ بتانا تاکہ لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہ ہو جائے غلامی کا رشتہ نہ جوڑ لیں بس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام آدمی جو پیغام لا کر دینے والا ہے یہی جانے تو ایسے آدمی گمراہ ہیں بے دین ہیں ایمان والوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوتی ہے اور محب اپنے محبوب کو عام آدمی نہیں جانتا محب تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علم' فضیلت' خصائص' فضائل اور نورانیت' اختیارات اور حسن و جمال کے لحاظ سے ہمارے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کائنات میں کوئی نہیں تمام کائنات جن وانس میں ہمارے آقا علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

جیسا نہ کوئی آیا ہے اور نہ ہی آئے گا کسی کے پاس وہ خوبیاں نہیں جو حضور علیہ السلام میں ہیں بلکہ کائنات کی خوبیاں جمع کی جاتیں تو وہ سب ہمارے آقا علیہ السلام کی خوبیوں کی زکوٰۃ بھی نہیں بنتی۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا۔ قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا (مشکوٰۃ) یعنی حضور علیہ السلام اس اعتبار سے بھی سب سے افضل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ: جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں نے (یعنی یہودیوں نے) کفر کیا مطلب یہ کہ جانتے ہوئے کہ واقعۃ یہی وہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے صدقے کائنات بنائی گئی مگر اس کے باوجود حضور علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہو گئے اور آپ کے معجزات فضائل وخصائص کا انکار کیا علم پاک اختیارات کا انکار کیا اور صرف اس لیے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہی وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے متعلق توریت میں ذکر ہے کہ ان پر ایمان لے آنا اور جناب موسیٰ علیہ السلام بھی فرماتے رہے تو لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور پھر ہمیں چھوڑ دیا جائے گا اور جو عزت یہودیت کے نام پر ملی ہے وہ ختم ہو جائے گی اس وجہ سے ان یہودیوں نے لوگوں پر ظلم کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی سے روکا' مسلمان ہونے میں رکاوٹ پیدا کی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا اور نہ ہدایت کی توفیق دے گا جہنم کے سوا کوئی راہ ان کو نہیں دکھایا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات فضائل کو چھپا کر لوگوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت اور محبت پیدا نہ ہونے دینا یہودیت ہے ایسے لوگ گمراہ ہیں جیسے آج کل کچھ لوگوں کو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چڑ ہے۔ اصل میں یہ یہودیت ہے ایسے لوگوں کو شیطان نے دھوکا دے رکھا ہے اور یہ لوگ شیطان کے قابو میں ہیں۔

اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان کی اس برائی کی سزا یعنی حضور علیہ السلام سے لوگوں کو دور رکھنا' فضیلت بیان کرنے سے گریز کرنا' لوگوں کے سامنے حضور علیہ السلام کے خصائص وفضائل بیان نہ کرنا' اس بخل کی سزا یہ ہوگی کہ ان کو اس کفر کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور اللہ کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں مطلب کہ بعض ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ اتنے

marfat.com
Marfat.com

لوگوں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اللہ نے فرمایا یہ عمل میرے لیے بالکل آسان ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے ہیں تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے اے لوگو تمہارے پاس یہ میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسول خدا حق کے ساتھ آیا ہے یہ وہ رسول جس کا ہر قول و فعل حق ہے ہر ادا حق ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا' کرنا' سمجھنا' حق ہے۔ یوسف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں حفظ کرنے کے ارادے سے ہر اس بات کو لکھ لیا کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتا پس لوگوں نے مجھے منع کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر اس بات کو لکھ لیتے ہو جو سنتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انسان ہیں جو ناراضگی اور رضامندی میں بھی کلام فرماتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے اپنی انگشت مبارک کا اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تم لکھا کرو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے (یعنی میرے منہ سے) کوئی بات نہیں نکلتی مگر حق (ابوداؤد شریف) یعنی حضور علیہ السلام کا ہر قول، فعل، ہر ادا حق ہے تو فرمایا اے لوگو حضور علیہ السلام پر ایمان لاؤ اور ایمان لا کر یہ نہ سمجھو کہ ہم نے کوئی احسان کیا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا ہے نہیں ایسا مت سوچنا۔ بلکہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احسان جانو کہ انہوں نے تمہیں قبول کرلیا ہے اور تم یہ عقیدہ رکھو کہ ہم اپنی بھلائی کیلئے ایمان لائے ہیں اس سے ہمیں نفع ہوگا کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہوئے ہیں تم یہ جانو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کرنے سے ہمیں دین دنیا قبر و حشر میں نفع ہوگا کیونکہ نفع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دینے والے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نفع نہیں دے سکتے کیونکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللہ ہے لہٰذا اللہ مومن اور غیر مومن کو خوب جانتا ہے اور حکمت والا ہے اس لیے صحیح بدلہ اسے ملے گا جو دل سے حضور علیہ السلام کا غلام بن جائے گا۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌؕ اِنْتَهُوْا

marfat.com

Marfat.com

خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ: اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے کتابیو دین میں زیادتی نہ کرو اس کا مطلب ہے کہ جو توریت اور انجیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرو اس کے خلاف عقیدہ نہ رکھو۔ اگر یہودی مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے تمہیں انبیاء علیہم السلام کی توہین کی اجازت نہیں دی مگر تم جناب مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہو جبکہ اللہ نے تمہیں توریت میں نبیوں کی توہین وتذلیل سے منع کیا ہے اگر عیسائی مراد ہوں تو فرمایا کہ حد سے نہ بڑھو دین میں زیادتی نہ کرو اللہ ان چیزوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا بیٹا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر دین میں زیادتی کی اور یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر کے اپنے دین میں زیادتی کی ہے فرمایا اللہ کے متعلق درست باتیں کہا کرو سچ یہ ہے کہ وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی اللہ کا کوئی بیٹا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام مریم علیہا السلام کا بیٹا ہے اور اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اللہ کا کلمہ ہے اور مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا ایک روح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے یعنی نطفہ کے پیدا کئے بغیر یہ صرف ربانی فیض تھا فرمایا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ تین نہ کہو مطلب یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور رسول مانو اور اس عقیدے میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر تم کفر یا شرک کرو گے تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑو گے اور تم کفر وشرک سے پاک رہو گے تو اس میں تمہاری بھلائی ہے اور بیوی بچوں سے پاک ہے مگر سب کچھ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور وہ کافی کارساز ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے عیسائیو تم میرے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ ماننے میں ہتک محسوس کرتے ہو مگر میرا عیسیٰ علیہ السلام تو میرا بندہ کہلوانے سے نفرت نہیں کرتا اور نہ ہی فرشتے اللہ کی عبادت کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں مطلب کہ عبادت اللہ وحدہ لاشریک کی کرتے ہیں اور نفرت یا تکبر نہیں کرتے کہ ہم اللہ کی عبادت کیوں کریں یا نہیں کرتے یہ صرف تم ہو جو کفر کر رہے ہو مگر یاد رکھو کہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے وہاں کیا جواب دو گے اس لیے آج کفر و شرک سے توبہ کرو اور اللہ کی توحید پر ایمان لاؤ اور حضور علیہ السلام کی غلامی کر لو اسی میں نجات ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو ایمان لے آئے ایمان سے مراد خدا کی توحید پر ایمان لانا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول ماننا ہے۔ عیسائیوں کی طرح نہ ہو کہ فلاں اللہ کا بیٹا ہے یا فرشتے (معاذ اللہ) اللہ کی لڑکیاں ہیں ان تمام کفریات سے پاک عقیدہ ہو تو فرمایا ایسا صحیح العقیدہ بندہ جو نیک عمل کرے گا ان کا ثواب اللہ کریم بہت زیادہ عطا فرمائے گا۔ اور ان لوگوں کے صحیح العقیدہ ہونے کا صلہ یہ ہوگا کہ اللہ ان کو عمل سے زیادہ بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ یہاں اللہ کریم نے پہلے ایمان کی بات کی ہے نیک عمل کی بات بعد میں کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے نیک عمل کا صلہ اسے ملے گا جو صحیح العقیدہ ہوگا بدعقیدہ کو نیکی کوئی فائدہ نہیں دے گی جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کو خیرات کچھ فائدہ نہیں دے گی یا کعبہ کی زیارت کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ سکھ کو قرآن پڑھنا فائدہ نہیں دے گا وغیرہ وغیرہ کیونکہ نیکی صرف صحیح العقیدہ کو نفع دیتی ہے۔ اس لیے جو لوگ عقائد کو اہمیت نہیں دیتے وہ جاہل ہیں یا منافق ہیں اور پھر آگے فرمایا وہ جن لوگوں نے نفرت اور تکبر کیا مطلب یہ کہ نماز روزہ دیگر عبادات کو عار جانا' بڑے بنے' ان کو اللہ عذاب بہت دکھ دینے والا دے گا ابو صالح رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کا حکم دوں پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ایسے آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر جاؤں جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں اور ان لوگوں کے پاس جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھروں کو آگ لگا دوں (ابوداؤد شریف)

تو فرمایا ایسے متکبر لوگ اور دینداری اور عبادت سے نفرت کرنے والے لوگ کسی کو اپنے اللہ کے سوا حمایتی نہیں پائیں

marfat.com

Marfat.com

گے۔اس سے معلوم ہوا جو اسلام سے نفرت کرنے والا ہوگا اللہ نے اس کو متکبر فرمایا ہے اور نفرت کرنے والے کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے لوگو تمہاری طرف اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی ہے۔ برہان سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات جو آپ کی نبوت کی دلیل ہیں۔اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو اپنی دلیل یعنی اللہ کی دلیل فرمایا ہے اب جو دلیل پر تنقید کرے یا اس میں نقص بیان کرے اصل میں دعوے کا توڑ کرتا ہے کیونکہ دلیل دعوے کو ثابت کرتی ہے دلیل کے مضبوط ہونے سے دعوی مضبوط ہوتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اللہ کی دلیل ہیں لہٰذا جو کوئی مضبوط طریقے سے مانے گا وہی اللہ کی توحید پر ایمان لائے گا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑے وہ توحید کا ماننے والا نہیں ہو سکتا اگر توحید کا اقرار کرتا ہے مگر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے تو ایسا شخص منافق ہوگا کیونکہ اللہ تخیل، تصور میں نہیں آتا علم و عقل اسے محیط نہیں کر سکتی وہم و گمان میں نہیں آتا، کانوں کی سماعت اسے محیط نہیں کر سکتی، خوشبو پھول کے اندر ہوتی ہے نظر نہیں آتی مگر سونگھنے سے پتہ چل جاتا ہے اللہ سونگھا بھی نہیں جاتا، مزہ کھانے کے اندر ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا، چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔اللہ چکھا بھی نہیں جاتا تو پھر اللہ پر ایمان کیسے لایا جا سکتا ہے تو اللہ نے فرمایا میری دلیل حضور علیہ السلام ہیں اور یہ میرا نور ہے جو میں نے اتارا ہے جس کو دیکھنے سے مجھ پر ایمان لانے کو جی چاہے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی ہے جس کے نور کا فیض یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف میں تشریف لائے اور لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کیلئے حاضر ہوئے اور میں بھی حضور علیہ السلام کو دیکھنے کی نیت سے حاضر ہوا اور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بتایا ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، کھانا کھلایا کرو، جب رات کو سوتے ہو تو نمازیں پڑھا کرو تو جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے (ابن ماجہ)

اور پھر فرمایا برہان کے ساتھ ساتھ ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا یہاں اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو نور فرمایا ہے تو جو لوگ نور مصطفیٰ کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ قرآن کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن بتا رہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں نور کا انکار قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار کفر ہے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار نص کا انکار ہے جو کفر ہے تو ثابت ہوا ایمان سلامت ان لوگوں کا ہے جو نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہیں منکر گمراہ ہے قرآن کا منکر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاؕ۝۱۷۵

ترجمہ: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اسکی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے جو میرے الٰہ ہونے پر ایمان لائے مجھے قادر مطلق جانے خالق، مالک، رازق جانے میری توحید پر ایمان لائے، مجھے وحدہ لاشریک جانے اور پھر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے تو اللہ کی رسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کیونکہ بہ کی ضمیر برہان کی طرف لوٹ رہی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کی رسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اور ہو بھی کون سکتا ہے تو مطلب یہ نکلا کہ خدا کو ایک مانے اور حضور علیہ السلام کی غلامی کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو تو اللہ فرماتا ہے میں اسے اپنی رحمت اور فضل میں داخل کروں گا اور پھر وہ شخص خوش قسمت ہوگا جس کو میں یعنی اللہ اپنی طرف یعنی میرے قرب حاصل کرنے والے راستہ پر چلایا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا صرف اللہ پر ایمان لانا کافی نہیں صرف توحید کا اقرار کافی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی عقیدت محبت ضروری ہے جو لوگ صرف توحید کی بات کرتے ہیں اور در رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور رہتے ہیں اور لوگوں کو دور رکھتے ہیں وہ انتہائی بدقسمت ہیں اور صحیح العقیدہ مسلمان نہیں ہیں صحیح العقیدہ وہ ہیں جو اللہ کی توحید پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہیں کیونکہ ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین، اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (بخاری) اور پھر یہ بھی ثابت ہوا کوئی بدعقیدہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا فضل نہیں ہوتا اللہ کریم نے شرط یہ عائد کی ہے کہ اللہ کو مانے اور اللہ کی رسی یعنی حضور علیہ السلام کی سچی پکی غلامی کرے حضور علیہ السلام سے محبت رکھے جو حضور علیہ السلام کے خصائص کا منکر ہو، فضائل کا منکر ہو، اس کے دل میں محبت نہیں ہوتی جس کے دل میں محبت ہو وہ اپنے محبوب جیسا نہ تو علم میں، نہ کمالات میں، نہ حسن و جمال میں، نہ ہی نورانیت میں، کسی بھی لحاظ سے وہ اپنے محبوب کا کسی کو ثانی نہیں مانتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کو سب سے افضل اور اعلیٰ جانتا ہے لہٰذا سچا پکا مسلمان اور پیار کرنے والا وہی مسلمان ہوگا جو علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیگر فضائل و خصائص میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کسی کو نہ جانے۔ اس سے معلوم ہوا ولی اللہ صرف صحیح العقیدہ اہلسنت و

marfat.com
Marfat.com

جماعت ہی ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ داتا صاحب' خواجہ صاحب' مجدد الف ثانی' غوث پاک' دیگر بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب اہلسنت ہیں۔ وہ نہ تو دیوبندی ہیں اور نہ ہی وہابی اور نہ ہی شیعہ۔ اللہ کے فضل سے سب کے سب اہلسنت ہیں کیونکہ قرآن بتا رہا ہے کہ حضور کا گستاخ ولی نہیں ہو سکتا۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ
مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا
إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾ ع ٢

ترجمہ: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لیے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اٰیَاتُهَا (۱۲۰) سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوْعَاتُهَا (۱۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے!

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ①

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو اپنے منہ سے نکالی ہوئی بات کا پاس کرو وعدہ خلافی نہ کرو بدعہد نہ بنو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (بخاری) ثابت ہوا مومن کو چاہیے کہ وعدہ پختہ کرے یعنی کسی سے غلط بات نہ کرے اور نہ ہی تمہارے لیے احرام میں شکار کھیلنا جائز ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ②

ترجمہ: اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرا ؤ اللہ کی شان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال وآبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد

marfat.com

Marfat.com

حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شعائر سے مراد مناسک حج ہیں یعنی طواف کعبہ' صفا مروہ کی سعی کرنا' عرفہ اور مزدلفہ میں قیام کرنا' جمرات کو کنکریاں مارنا' سر کو منڈوانا' قربانی کرنا وغیرہ وغیرہ ان تمام امور پر عمل کرنا یہ شعائر اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو ان تمام امور کو صحیح طریقے سے ادا کرو ان کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنے کو شعائر اللہ کی توہین قرار دیا ہے اسی طرح فرمایا جو ادب والے مہینے ہیں ان کا بھی احترام کرو رجب' ذیقعد' ذوالحجہ اور محرم اور جانور جن کے گلے میں علامتیں آویزاں ہیں یعنی قربانی کے جانور یعنی نہ ہی قربانی کیلئے لائے گئے جانور اور نہ ہی حاجیوں کے مال لوٹو۔ اس وقت لوگ حاجیوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور جو جانور حاجی قربانی کیلئے لے کر آتے وہ بھی چھین لیا کرتے تھے تو اللہ کریم نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو اور اس پر ہی یہ آیت نازل ہوئی تھی مطلب نہ حاجیوں کو بالکل تنگ نہ کیا کرو یہ اللہ کے مہمان ہیں اور جو جانور وہ ساتھ لاتے ہیں ان سے مت چھینوں۔ اگر گوشت کھانا چاہو تو احرام اتارنے کے بعد شکار کرلیا کرو۔ اگر کوئی آنے والا تمہارا ذاتی دشمن بھی ہو مگر جب حج کیلئے آئے اس وقت ذاتی دشمنی کی بنا پر اسے بھی تنگ نہ کرو بلکہ نیکی میں پرہیزگاری اور ان کی مدد کیا کرو ہاں گناہ میں برائی میں معاونت مت کرو اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس سے معلوم ہوا جو نیکی کا ارادہ کرے اس کی معاونت کرنی چاہیے۔ چاہے ناراضگی ہی ہو مطلب کہ نیکی میں مدد دینا چاہیے اور گناہ میں مددگار نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی ثابت ہوا حاجیوں کی خدمت کرنا ثواب ہے کیونکہ وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا جن کی نسبت نیکوں سے ہو جائے وہ چیزیں محترم بن جاتی ہیں جیسے صفا مروہ دیگر شعائر اللہ۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳

ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جن کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے آج

marfat.com
Marfat.com

تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک اور پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے بندو تمہیں حرام سے مکمل پرہیز انتہائی ضروری ہے۔ جو تم پر حرام کیا گیا ہے وہ یہ ہے مردار اور ذبحہ کا خون اور سور کا گوشت' خون سے مراد وہ خون جو ذبح کے وقت جانور کی گردن پر چھری چلانے پر نکلتا ہے اور سور کا گوشت سے مراد یہ نہیں کہ باقی اجزاء جائز ہیں (معاذ اللہ) نہیں ہر گز نہیں سور نجس العین ہے۔ ہر چیز حرام ہے۔ قرآن نے جو صرف گوشت کا ذکر کیا ہے وہ اس لیے کہ اس وقت صرف سور کا گوشت کھایا جاتا تھا اس لیے صرف گوشت کا ذکر فرمایا گیا حدیث نے باقی کو حرام قرار دیا ہے۔ یہاں ایک بات ضروری ہے وہ یہ کہ جو لوگ حدیث کے منکر ہیں یعنی چکڑالوی اہل قرآن جن کو پرویزی کہا جاتا ہے جو حدیث کا انکار کرتے ہیں ان کیلئے یہ ہے کہ اگر حدیث کے منکر بنتے ہو تو پھر تمہیں سور کا گوشت نہیں کھانا چاہیے باقی اجزاء استعمال تو تمہارے نزدیک درست اور جائز ہوئے سور کی کھال وغیرہ۔ دیکھا جو حدیث کا منکر ہوا اسے کیا سزا ملتی ہے مگر حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر کافر ہیں تو آگے فرمایا جو اللہ کے سوا بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے یعنی جس کے ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر نہ پڑھا جائے کسی بت کا نام لیا جائے یا اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے وہ بھی حرام ہے اور جو گلا گھٹ جانے سے مر جائے اینٹ یا لاٹھی مارنے سے مر جائے یا گر کر مر جائے مثلاً مکان کی چھت پر سے گر کر مر جائے یا جس کو کوئی دوسرا جانور مار دے یا درندہ مار دے وہ بھی حرام ہے۔ ہاں اگر مکان کی چھت پر سے گر جائے اور زخمی ہو گیا ہو مردہ نہ ہو زندہ ہو اگر اس پر تکبیر پڑھ کر ذبحہ کر لیا جائے تو وہ بھی حلال ہو گا۔ اسی طرح اگر درندہ پھاڑ جائے مگر بکرا یا چھترا یا ہرن زخمی حالت میں مل جائے مگر زندہ ہو ذبحہ کر لیا جائے تو حلال ہے۔ آگے فرمایا "وما ذبح على النصب" اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو یہ وہ جگہیں تھیں جو کفار نے مقرر کی ہوئیں تھیں اور منسوب تھیں کہ اگر فلاں بت کے نام دینا ہو تو یہ جگہ ہے اگر فلاں بت کے نام کا دینا ہو تو اس کیلئے فلاں جگہ ہے کیونکہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے اور جو کوئی ان بتوں میں سے کسی ایک کے نام کا دینا چاہتا تھا اس کے نام کا ایک پتھر نصب کیا گیا تھا کہ اگر تم اس بت کے نام پر دینا چاہتے ہو تو اس جگہ ذبحہ کرو یعنی اس مخصوص جگہ پر ذبحہ کیا جاتا تھا تو اللہ کریم نے فرمایا پہلے تو بتوں کے نام پر ذبحہ کرنا حرام ہے اور پھر خاص جگہ پر جو مقرر کی گئی ہے یہ رسم بھی بیہودہ ہے اور اسلام کے خلاف ہے لہٰذا جو کفر کی رسموں پر ذبح کیا جائے بتوں کے نام پر ذبحہ کیا جائے سب حرام ہے۔ ہاں اگر مسلمانوں کے طریقہ پر ذبح کیا جائے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبحہ کیا جائے۔ ذبحہ کرنے والا صحیح العقیدہ مسلمان ہو تو حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام اور پانسے ڈال کر تقسیم کرنا عربوں میں ایک جاہلیت کے دور کا رواج چلا آ رہا تھا وہ کفار عرب اگر کوئی کام کرنا چاہتے تو تیروں سے فال نکالتے وہ تیر کعبہ کے مجاوروں کے پاس ہوتے ایک تیر پر

marfat.com

Marfat.com

کام کی اجازت ہوتی دوسرے میں منع کیا گیا ہوتا اور تیسرا تیر خالی ہوتا اور ان کو پھینکا جاتا جو رزلٹ ہوتا اس کے مطابق عمل کیا جاتا تو اللہ نے ان تیروں پر کسی کام کو نہ کرنے یا کرنے یا کوئی چیز تقسیم کرنے سے منع فرمایا یہ کہ یہ فضول رسم ہے اس سے باز رہو یہ جہالت ہے ہر شخص کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کرے جس کام کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جائز قرار دیتے ہیں وہ تیروں کی فال سے حرام جاننا جائز نہیں یا جس کام سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منع کرے اس کام کو تیروں کی وجہ سے فال نکال کر جائز نہ بناؤ تمہارے ذمہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننا ہے اس جہالت کی پیروی کرنا نہیں فرمایا ان جہالت کی رسموں پر عمل کرنا قرآن وحدیث کو چھوڑنا یہ بہت بڑا گناہ ہے فسق ہے۔

مختصر وضاحت

یہاں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے قرآن مجید کے الفاظ میں **وما اھل لغیر اللہ بہ**

وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبحہ کیا جائے وہ کھانا حرام ہے مگر کچھ لوگوں نے قرآن کے ان الفاظ کی آڑ میں قوم کو فتنہ میں مبتلاء کر دیا اور پھر اس کو کفر اسلام کا مسئلہ بنا کر قوم کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا جب کہ یہ کوئی مسئلہ نہ تھا مگر اصل میں وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اس قدر پختہ ہیں کہ سوچنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے جبکہ یہ طریقہ جاہلانہ ہے عقلمند لوگ غور وفکر کرتے ہیں اور اس راستے پر چلتے ہیں جو صحیح ہو اور قرآن حدیث کے مطابق ہو تو قرآن کے الفاظ ہیں **وما اھل لغیر اللہ بہ** وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبحہ کیا گیا ہو۔ ہوتا یوں تھا کہ عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ بکرے، چھترے، اونٹ، بکری وغیرہ وہ جس جانور کو ذبحہ کرتے تو ذبحہ کے وقت جیسے مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ کافر اسی طرح اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے اور اس جانور پر تلوار کا وار کرتے اور جانور کا سر اس کے تن سے جدا کر دیتے یعنی اپنے بت کا نام لے کر اس کا سر کاٹتے جیسے ہم تکبیر پڑھ کر چھری چلاتے ہیں عرب کے کافر چونکہ بت پرست تھے وہ بتوں کا نام پکارتے اور بکرے کا سر علیحدہ کر دیتے تو اللہ کریم نے فرمایا **وما اھل لغیر اللہ بہ** یہ جو اللہ کے مقابلے میں ذبحہ کے وقت بتوں کے نام پر ذبحہ کر دیئے ہیں یہ بھی حرام ہے لہٰذا اے ایمان والو اس کا گوشت مت کھانا مسلمان پر بت کے نام کا ذبحہ کیا ہوا کھانا حرام کر دیا گیا ہے اور اہل ایمان کی غیرت بھی یہ گوارہ نہیں کرتی کہ جس کو اللہ کے مقابلے میں مانا جائے اس کے نام کا کھائے لہٰذا یہ حرام ہے مگر بعض گمراہ فرقوں نے قرآن کے ان الفاظ کو پڑھ کر لوگوں کو کہا ہر وہ چیز حرام ہے جسکے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ فلاں نبی یا ولی کے نام کی ہے یا کسی اور کا نام آجائے وہ حرام ہے جبکہ یہاں مسئلہ صرف یہ ہے کہ ذبحہ کے وقت اللہ کے سوا کسی کا نام لے کر ذبحہ کیا جائے تو وہ حرام ہے جیسے تمام مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ یعنی **وما ذبح للاصنام والطواغیت** یعنی جو بتوں اور طاغوتوں کیلئے ذبح کیا جائے (تفسیر خازن)

وما اھل لغیر اللہ بہ یعنی **ما ذبح علی غیر اسم اللہ** یعنی اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام سے ذبح کیا

marfat.com
Marfat.com

جائے پھر آگے فرماتے ہیں وما اھل لغیر اللہ بہ یعنی ماذکر علی ذبحہ غیر اسم اللہ وذالک (خازن) ان العرب فی الجاھلیۃ کانوا یذکرون اسماء اصنامھم عندالذبح فحرم اللہ ذالک بھذا الایۃ. وما اھل لغیر اللہ بہ وہ جانور جس کو ذبحہ کرنے کے وقت اللہ کے سوا یعنی بتوں کا نام لیا جائے اور وہ یہ ہے کہ عرب جاہلیت کے دور میں ذبح کرنے کے وقت اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس عمل کو حرام قرار دے دیا۔ (خازن)

اسی طرح روح المعانی میں الفاظ ہیں کاللات والعزیٰ کہ کافرلوگ ذبحہ کے وقت لات وعزی جو کافروں کے بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے ان کا نام بلند کرتے تھے اور اسی طرح تفسیر مدارک نے یہی لکھا ہے اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزیٰ وہ عرب کے جاہل جو کافر تھے وہ لات عزیٰ جو ان کے بت تھے جن کو وہ پوجا کیا کرتے تھے ذبحہ کے وقت ان کا نام لیا کرتے تھے بلکہ سب مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ کافر جب بھی کوئی جانور ذبحہ کرتے تو جیسے ہم ذبحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں کافر اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے تو اللہ نے فرمایا کہ یہ جو اللہ کے سوا کے نام پر ذبحہ کیے جا رہے ہیں یہ حرام ہیں مگر لوگوں نے ہر چیز کو حرام کہہ دیا اگر ان جاہل مفتیوں کے فتوے سامنے رکھے جائیں تو تمام مفسرین کو غلط کہنا پڑے گا کیونکہ تمام مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ذبحہ کے وقت غیر خدا کا نام لے کر ذبحہ کیا جاتا تھا تو اللہ نے فرمایا وما اھل لغیر اللہ بہ جو غیر خدا کے نام پر بتوں کے نام ذبحہ کر رہے ہو سب حرام ہے اگر ان جاہل مفتیوں کی بات مان لی جائے تو قرآن کی مخالفت ہو جائے گی کیونکہ قرآن کے الفاظ ہیں۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سآئبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثر ھم لا یعقلون (پارہ ۷، رکوع ۴)

اللہ نے مقرر نہیں کیا (یعنی حرام نہیں فرمایا) کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔ یہ جانور بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام وہ جانور تھے جو کافر اپنی مذہبی رسموں اور بتوں کے نام چھوڑ دیتے تھے نہ ان کا دودھ پیتے تھے اور نہ گوشت کھاتے تھے اور نہ ان پر سواری کرتے تھے یعنی ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کے نام پر چھوڑے گئے تھے وہ خود پر حرام جانتے تھے۔ جب وہ جانور مسلمانوں کے قبضے میں آئے تو اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ ان کو کھاؤ اور بعض مسلمانوں نے کہا کہ نہیں یہ جائز نہیں کیونکہ یہ بتوں کے نام پر چھوڑے گئے ہیں اور کافرانہ رسموں پر چھوڑے گئے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ مسئلہ پیش ہوا تو فرمایا گیا اس کے ذبحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھو اور کھاؤ جائز ہے یہ کفار نے اپنی من گھڑت باتوں سے حرام کیا ہے اللہ نے حرام نہیں کیا۔ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب فرمایا ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں یعنی اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہیں اللہ نے انہیں حرام نہیں فرمایا تو اگر بتوں کا نام آ جائے یعنی یہ جانور فلاں بت کے نام کا ہے مگر اس کے ذبحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جائے تو وہ حرام نہیں ہے کھانا جائز ہے تو پھر کسی نبی ولی یا دیگر بزرگوں کے نام کا جانور بھی حرام نہیں ہوتا۔ مگر غیر خدا کے نام کے جانور کو حرام کہنا تو کافروں کا عقیدہ ہے جیسے قرآن سے ظاہر ہو رہا ہے مسلمان اسے حرام نہیں جانتے تھے بشرطیکہ اس کے ذبحہ کے

marfat.com

Marfat.com

وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے کیونکہ حرام اس وقت ہوگا جب ذبحہ کے وقت بتوں کا نام یا کسی بھی غیر خدا کا نام لیا جائے گا۔ اگر ذبحہ کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا تو وہ حرام نہیں واکثر ھم لا یعقلون ۔ قرآن کہتا ہے یہ حرام کہنے والے اکثر بے عقل ہیں جاہل ہیں۔ یہ شعور ہی نہیں کہ کیا حرام ہے اور کیا حلال ہے خواہ مخواہ کسی کو حرام اور کسی کو حلال کہتے چلے جاتے ہیں۔ اگر کسی کا نام لینے سے جانور حرام ہوتا تو پھر بحیرہ وصیلہ سائبہ اور حام حرام ہوتے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ کھاتے اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو جائز قرار دیتے اور نہ ہی قرآن کی آیت نازل ہوتی کہ اللہ نے حرام نہیں کیے یہ کافر اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اللہ نے ان کو حرام نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے نام سے جانور حرام نہیں ہوتا اور حدیث بھی یہی بتا رہی ہے کہ نام سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت موجود نہ تھے اور وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے میں اس وقت حاضر نہ تھا اگر میں ان کے نام پر کچھ خیرات کروں تو کیا ان کو ثواب ملے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں پہنچے گا تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا فلاں باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بخاری) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اگر ان کو بولنے کی طاقت ہوتی تو ضرور خیرات کرتیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میں اس کے نام پر اس کی طرف سے خیرات کروں تو کر سکتا ہوں؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں ان کی جانب یعنی ان کے نام کی خیرات کر سکتے ہو۔ (بخاری) اب طوالت کا خوف ہے اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں کے نام پر کنواں کھدوایا ایک نے اپنا باغ والدین کے نام پر دیا جن کا پھل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کھایا اور حضور علیہ السلام نے کھایا اور کنویں کا پانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پیا اور حضور علیہ السلام نے نوش فرمایا اگر نام سے کوئی چیز حرام ہو جاتی تو کنویں کا پانی نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیتے اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیتے باغ کا پھل نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود تناول فرماتے اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کھاتے مگر سب نے پھل کھایا اور کنویں کا پانی نوش فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی کے نام سے چیز حرام نہیں ہوتی مگر یار لوگوں نے خواہ مخواہ قوم میں فساد پھیلایا ہوا ہے۔ آگے فرمایا الیوم یئس الذین کفروا من دینکم آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی۔ مطلب کہ آج کے بعد کافر مایوس ہو گئے ہیں کہ مسلمان ختم ہو جائیں گے۔ کافروں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو ہم بدعقیدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے مگر اب ان کو مایوسی ہو گئی ہے کہ مسلمان بدل جائیں گے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی والکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا حضور علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے مجھے ڈر یہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے (بخاری) یعنی حضور علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میری

marfat.com
Marfat.com

امت مشرک نہیں ہوگی۔ شرک نہیں کرے گی مگر بعض لوگ ہر ایمان والے کو مشرک ہونے کا فتوی لگا دیتے ہیں یہ وہ جاہل مفتی ہیں جن کی خبر حدیث میں موجود ہے کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آگے فرمایا فلا تخشو ھم واخشون تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے۔ مطلب کہ اے ایمان والو ان کافروں کا خوف نہ رکھو یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ کا ڈر رکھو مطلب کہ اگر ہم سچے مسلمان ہو جائیں تو پھر صرف اللہ کا خوف رکھیں کیونکہ دنیا میں بڑی سے بڑی قوت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اگر اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہو تو فرمایا آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوا دین اسلام اللہ کا خاص تحفہ ہے جو مسلمانوں کو اللہ نے حضور علیہ السلام کا صدقہ دیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس پر اللہ خاص فضل کرتا ہے اسے صحیح العقیدہ مسلمان بناتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوا دین اسلام آخری دین ہے یہ منسوخ نہیں ہوگا اسی پر نجات ہے جو لوگ اسلام سے بغاوت کرتے ہیں اپنا سب کچھ برباد کرتے ہیں اے ایمان والو تم ہر جرم سے بچو اگر تمہیں بھوک پیاس کی شدت ناچار کر دے یعنی تم سخت مجبور ہو جاؤ تو پھر بھی ممکن حد تک برداشت کرو گناہ سے بچو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حجتہ الوداع میں بمقام عرفہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک یہودی نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آیت آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک میں ہے جس کی آپ تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم پر یعنی یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے تو جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے تو یہودی نے یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم تو اس کے جواب میں جناب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن عرفہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اس دن ہماری دو عیدیں تھیں ایک تو قیامِ عرفہ اور دوسرا جمعہ شریف اور ایک روایت یہ بھی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ روئے کیونکہ یہ آیت حضور علیہ السلام کے وصال کی اطلاع تھی اور اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام (۸۱) اکاسی دن اپنے خدام میں رہے اور پھر انتقال فرما گئے یہی وجہ تھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے رونے کی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے حلال ہوا تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ

marfat.com
Marfat.com

سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

تفسیر: ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ آیت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور زید بن مہلہل رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان دونوں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم شکار کھیلتے ہیں کتے سے بھی اور باز سے بھی تو ہمیں فرمایئے کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے مطلب کہ کیا ہم باز یا کتے کا شکار کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو فرمایا جن کو تم نے سکھایا ہوا ہے جب تم اس سدھائے ہوئے باز یا کتے وغیرہ کو چھوڑو اور وہ تمہارے لیے شکار کرے اس جانور کو جو کھانا حلال ہو پاکیزہ ہو تو اس پر تکبیر پڑھ کر کھا لو جائز ہے اور وہ کتا ہو یا باز وغیرہ خود نہ کھائے صرف شکار کو پکڑ کر آپ کے پاس لائے یا وہیں دبوچ کر بیٹھ جائے یعنی سکھایا ہوا ہو۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع

ترجمہ: آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں۔ اب جبکہ اللہ پاکیزہ چیزوں کو حلال فرما رہا ہے ان کو حرام کہنے والا جب تک کوئی نص پیش نہیں کرے گا اس چیز کو حرام نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کسی کو یہ اختیار حاصل نہ ہے کہ حلال چیز کو حرام قرار دے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو ایسی بات کے بارے میں چون وچرا کرے جو اس سے قبل حرام نہ تھی اور اس کے چون وچرا کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی (متفق علیہ) اس سے ثابت ہوا جو لوگ خواہ مخواہ حلال کھانوں کو حرام قرار دیتے ہیں جیسے موجودہ دور میں بعض گروہ گیارھویں یا نیاز حسین یا میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھائی وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جبکہ اللہ نے ان کو پاک اور حلال قرار دیا ہے تو فرمایا جو لوگ ان حلال کو حرام کہتے ہیں سخت مجرم ہیں آگے فرمایا اہل کتاب کی عورتیں اور کھانا مسلمانوں پر حلال ہیں مگر اہل کتاب ہوں موجودہ یہودی اور عیسائی اہل کتاب نہیں ہیں وہ کافر ہو چکے ہیں اس لیے نہ ہی ان کا ذبیحہ جائز ہے کیونکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور بھی کافی عقائد کفریہ

marfat.com
Marfat.com

ہیں لہٰذا گریز ضروری ہے۔ آگے فرمایا غیر مسافحین و لا متخذی اخدان کے الفاظ بتاتے ہیں کہ متعہ حرام ہے اور زنا ہے کیونکہ متعہ صرف شہوت پوری کرنے کیلئے ہوتا ہے جس سے اللہ کریم نے منع فرمایا ہے اور حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی متعہ حرام ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فتح خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گدھے گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔ (نسائی) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس کے سال تین دن کیلئے متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرما دیا (مسلم شریف) تو فرمایا نہ تو متعہ جائز ہے اور نہ ہی کوئی داشتہ رکھنے کی اجازت ہے مطلب کہ زنا کسی بھی صورت جائز نہیں فرمایا جو شخص ان بے حیائی کے کاموں سے نہ رکا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو اس کو جائز ماننا یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ جائز اور حلال ہے وہ کفر ہے۔ ایک ہوتا ہے کہ جس کو اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرام قرار دیں اس کو حرام جاننا مگر پھر بھی کرنا وہ سخت گناہ ہے ایک یہ صورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے اور اسے حرام نہ جاننا حلال جاننا یہ کفر ہے کیونکہ ایسا شخص نص کا منکر ہے جو نص کا منکر ہوگا وہ کافر ہوگا۔

اس لیے جو متعہ حلال مانے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور جو حرام جانے مگر پھر کرے گا تو سخت مجرم ہوگا فرمایا جو مسلمان مرتد ہو جائے گا اس کا سب کچھ ضائع ہو گیا قیامت کے دن اسے معلوم ہوگا کہ وہ سخت خسارے والوں میں ہوگا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جب نماز پڑھنا چاہو تو وضو کے بغیر نہ پڑھنا اور وضو میں چار فرض ہیں۔ منہ کا دھونا اور کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا اور سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا اس ترتیب سے ثابت ہوا وضو کرنے کا طریقہ اہلسنت وجماعت کا صحیح ہے جو لوگ پہلے پاؤں دھوتے ہیں ان کا طریقہ قرآن کے خلاف ہے اور پھر آگے فرمایا اگر تم نے نماز پڑھنی ہے مگر پانی میسر نہیں یا تم سفر میں ہو اور پانی میسر نہیں یا قضائے حاجت سے آئے ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہے مطلب کہ وہ عمل جس سے تمہیں پانی کی ضرورت ہے مگر تمہارے پاس پانی نہیں یا پانی ہے مگر تمہارا پانی تک پہنچنا محال ہے یا تم حاصل نہیں کر سکتے تو اس صورت میں تیمم کرلو کیونکہ مٹی پاک کردی لہٰذا تیمم کر کے فرض ادا کرلو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے بندو میرے احسان یاد کیا کرو جو میں نے تم پر کیے ہیں۔ اس لیے کہ جو شخص کسی کا احسان یاد رکھتا ہے اس کے دل میں اپنے محسن کی قدر ہوتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ بغاوت کرنے والوں میں نہیں ہوتا تو اللہ کریم نے فرمایا میرے احسان یاد کیا کرو تا کہ تم شکر گزار بنو اور سب سے بڑا احسان اللہ کا یہ ہے کہ ہمیں اپنا محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرمایا اور ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنایا یہ بہت بڑا احسان ہے جس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فی فیھم رسولا کہ اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں اپنے آخری رسول محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا اور پھر جو عہد لیا گیا کہ وہ بھی پورا کرو۔ عہد پر مفسرین کے مختلف قول ہیں بعض کا خیال ہے کہ صلح حدیبیہ بعض کا خیال ہے وہ میثاق مراد ہے جو ذریت آدم علیہ السلام سے پشت آدم علیہ السلام سے نکالنے کے بعد سب سے اللہ نے لیا تھا بعض کا خیال ہے بیعت رضوان وغیرہ وغیرہ مگر میرے نزدیک وہ عہد ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے غلامی پکی کرنے کا عہد ہے الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون مآ امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک ھم الخاسرون

وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام سے غلامی کا رشتہ پکا کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کر کے زمین میں فساد نہ پھیلانا ایسا کرو گے تو سخت خسارے والے ہو جاؤ گے کیونکہ حضور علیہ السلام کی غلامی ایمان ہے

marfat.com
Marfat.com

جیسا کہ حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین اور اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (بخاری) اس سے معلوم ہوا سب سے زیادہ مضبوط رشتہ حضور علیہ السلام سے ہونا مضبوط ایمان کی دلیل ہے جس کے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں اور جس کے دل میں عام انسانوں جیسی محبت ہو وہ مخلص مومن نہیں مومن وہی ہے جو سب کچھ قربان کرنے والا ہو احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہو اپنا دین ایمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جانتا ہو۔ آگے فرمایا اللہ دل کی باتوں کو جاننے والا ہے مطلب یہ ہے کہ منافقت بھی نہ ہو اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے کہ دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہو یا نہیں اگر زبان سے کوئی اقرار کرے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں مگر اللہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے کیا اس دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے یا نہیں مگر محبت کا ایک اصول ہے محب کو اپنے محبوب جیسا کائنات میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا محبت کرنے والے محبوب کو بے مثل بے مثال مانتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ ۸

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو جو اللہ کریم حکم فرمائے اس پر عمل کرو اور خوب عمل کرو کہ جب تمہیں گواہی دینی ہو تو غلط گواہی نہ دو بالکل انصاف کے ساتھ گواہی دو صحیح گواہی دو چاہے تمہارے کسی اپنے عزیز رشتہ دار کے خلاف ہو ایسا نہ کرنا کہ کسی بندے یا قوم کے تم خلاف ہو تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہو یا کوئی اختلاف ہو تو تم اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے دو یہ سخت جرم ہوگا انصاف کا دامن نہ چھوڑنا اللہ ہر چیز اور ہر کام کی خبر رکھتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ ۹

ترجمہ: ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

تفسیر: ان الفاظ نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پہلے عقیدہ ہے اس لیے پہلے ایمان کا ذکر فرمایا ہے اور

marfat.com

Marfat.com

بعد میں نیکی کا ذکر فرمایا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس میں ایمان نہ ہو اس کے نیک اعمال کسی کام نہیں آئیں گے لہٰذا عقیدہ کا صحیح ہونا ضروری ہے جو لوگ صرف اعمال کی بات کرتے ہیں عقیدہ کو چھوڑتے ہیں وہ جاہل ہیں یا پھر منافق مگر زیادہ گمان منافقت کا ہے اس لیے وہ اپنے عقائد کو چھپاتے ہیں مومن ایسا نہیں کرتا کیونکہ ایمان عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے اور عشق چھپتا نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔ کفر سے مراد اللہ کے احکام کا انکار ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت اور کمالات کا انکار ہے حضور علیہ السلام کے فضائل وخصائص کا انکار ہے جیسے مرزائی نے حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا ہے اور وہ کافر ہیں اسی طرح کوئی بھی فضیلت جو اللہ نے حضور علیہ السلام کو دی ہے اس کا انکار کرنا جس کا قرآن نے ذکر کیا ہو تو وہ شخص نص کا منکر ہوگا اور نص کا منکر کافر ہوتا ہے تو یہود ونصاریٰ نے بھی حضور علیہ السلام کی نبوت فضائل وخصائص کا انکار کیا تھا اور بت پرستوں نے بھی انکار کیا تھا تو اللہ کریم فرماتا ہے یہ سب کافر ہیں جنہوں نے ہماری آیات جھٹلائیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے انکے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

تفسیر: حضور علیہ السلام ایک مسئلہ میں یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیونکہ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہمارے درمیان جنگ نہ ہوگی مگر جب حضور علیہ السلام یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے پلان کیا کہ اوپر سے کوئی بھاری پتھر گرا دیا جائے جو ان مسلمانوں کو کچل کر رکھ دے جب ایک یہودی اوپر یہ عمل کرنے کیلئے گیا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ یہ یہودی یہ عمل کرنے والے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر مدینہ شریف روانہ ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی اور بھی شان نزول درج ہیں (واللہ اعلم بالصواب) ایک یہودی ہاتھ میں تلوار لے کر کہنے لگا کہ اے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اب مجھ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کون بچائے گا؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا اللہ! اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اسی طرح اور بھی ہیں۔ مگر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ مجھے کوئی نہیں مار سکتا اور جب موت کا وقت آجائے گا پھر کوئی نہیں بچا سکتا اور دشمن کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ رکھنے والا مومن ہی صحیح مومن ہے اور بندے کو خوف صرف اپنے رب کا ہونا چاہیے اور برائی سے جب ٹکرائے بے خوف ہو کر ٹکرائے ملک وملت کی حفاظت جرات اور دلیری سے کرے اور اللہ پر بھروسہ رکھے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان پر بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور تمہیں ضرور باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں پھر اسکے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے میں نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا تھا جب توریت نازل ہوئی تھی کہ یہ بارہ سردار ہم نے تم پر مقرر کر دیئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے نماز پابندی سے ادا کرنی ہوگی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اللہ کے راہ میں خرچ کرنا ہوگا مخلوق خدا کی خدمت کرنی ہوگی اور صرف یہی کافی نہیں ساتھ جو بہت ضروری ہے۔ واٰمنتم برسلی میرے رسولوں پر ایمان لانا ہوگا۔ وعزر تموھم اور ان کی تعظیم بھی کرنی ہوگی۔ مطلب کہ صرف نیک اعمال کو کافی نہ سمجھ لینا میرے رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی عزت عظمت کا اقرار بھی کرنا ہوگا ورنہ نیک اعمال کسی کام نہیں آئیں گے کیونکہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو نیکیاں کام آئیں گی اور نہ ہی فرائض کی ادائیگی اس آیت کریمہ سے ان گروہوں کو سبق حاصل کرنا چاہے جو نیک عمل کی دعوت تو دیتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر تو گلی گلی جا کر لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں اور منبروں اور محرابوں میں اچھل اچھل کر لوگوں کو نیک اعمال کی دعوت دیتے ہیں بلکہ ہر نیک عمل پر زور دیتے ہیں مگر فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر جاتے ہیں کہیں علم پر اعتراض، کہیں نورانیت پر، کہیں اختیارات پر اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ کوئی نفع وغیرہ نہیں دے سکتے وغیرہ وغیرہ بس صرف ایک انسان ہماری طرح کے تھے ہماری ہی مثل تھے ان کو چاہیے قرآن پر عمل کرتے ہوئے احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیں کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

اعمال کی ثانوی حیثیت ہے اور عقائد کی پہلی۔ تو فرمایا اللہ کریم نے اگر تم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر نبیوں رسولوں کی تعظیم کی اور ان پر ایمان لائے تو میں تمہیں جنت میں داخل کروں گا اور جو تمہارے گناہ ہوں گے ان کو معاف کردوں گا۔ اس سے معلوم ہوا گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ مہربانی نہیں فرمائے گا یہ سب فضل وکرم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوں گے اور فرمایا اگر اتنے واضح اعلان کے باوجود بھی تم نے توہین انبیاء علیہم السلام نہ چھوڑی اور خصوصاً حضور علیہ السلام سے عداوت ترک نہ کی ان کے فضائل وکمالات کو نہ مانا تو یاد رکھو تم گمراہی کی راہ پر ہو اور کفر کر رہے ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معمولی توہین بھی کفر ہے اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ کرنا گمراہی اور منافقت ہے اور اگر تم نے جو میں نے حکم کیا ہے ان نیک اعمال پر بھی عمل کیا اور نبیوں رسولوں کے سچے پکے خادم بنے خصوصاً حضور علیہ السلام کے در اقدس کے گدا بن کر رہے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کیا اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درودوسلام کو عبادت جانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اپنا سرمایا جانا اور احترام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرض جانا۔ وقال اللہ انی معکم تو اللہ کا اعلان سن لو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: تو ان کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے۔ تو انہیں معاف کرو اور درگزر بیشک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے چونکہ یہود ونصاری نے بدعہدی کی ہے۔ انہوں نے عہد توڑا ہے نبیوں، رسولوں کی مخالفت کی ہے اور خصوصاً حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اللہ کے نبیوں رسولوں کو جھٹلایا اور آسمانی کتب کو پس پشت ڈال دیا اور کمالات وفضائل کو جانتے ہوئے ضد کی وجہ سے انکار کر دیا تو اللہ نے ان منکرین پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور وہ اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں کا مطلب ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ عہد کے مطابق حق کو تسلیم کر لیتے مگر وہ اتنے خبیث اور بدباطن تھے کہ توریت میں جو فضائل اور خصائص حضور علیہ السلام کے درج تھے ان کو بدل دیتے تاکہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہ ایمان نہ لے آئیں یعنی حضور علیہ السلام کے فضائل وکمالات' کو چھپاتے تھے جیسے آج کل بعض لوگ مذہبی گروہ بندی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل کو چھپاتے ہیں نورانیت علم اور اختیارات دیگر فضائل

marfat.com
Marfat.com

کو بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اس عمل کی وجہ سے لعنت فرمائی کہ لعنت ہو تم پر میرے رسول کے فضائل کو چھپاتے ہو اور جو اللہ نے تمہیں نصیحتیں فرمائی تھیں وہ بھول گئے ہو یعنی تمہیں تو نصیحت کی گئی تھی کہ آخر الزماں نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی عزت و عظمت کا اعتراف کرنا اور انکی غلامی کرنا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی تمہیں یہی کہا تھا کیا تم اس نصیحت کو بھول گئے ہو تمہیں تو چاہیے تھا حضور علیہ السلام کی اتباع کرتے' اور فرمایا اے محبوب تم ہمیشہ ان کے مکر و فریب سے مطلع ہوتے رہو گے مطلب کہ انتہائی دغا باز ہیں اور بدعہد ہیں آئے دن یہ تمہارے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے مشرکوں سے مل کر حضور علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنانا' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفوں کی امداد کرنا' آئے دن سازشیں کرنا' سب اس میں شامل ہیں۔ فرمایا ان میں بہت کم لوگ حق قبول کریں گے اور ان کے کیے پر درگزر کرو احسان کرنے والے اللہ کو پیارے ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا حق کو قبول نہ کرنا۔ انتہائی بدقسمت ہونے کی علامت ہے جس پر اللہ مہربان ہوتا ہے اسے حضور علیہ السلام کی غلامی عطا فرماتا ہے اور بدعقیدگی پر ڈٹ جانا' دل کا سخت ہو جانا' صرف گروہ بندی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل کو نہ ماننا ملعون ہونے کی دلیل ہے۔ خوش قسمت وہ ہوتے ہیں جو حق کو قبول کریں جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا یا دیگر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے ضد نہیں کی بلکہ اسلام قبول کیا اور کفار کی طرح کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جادو کا نام نہیں دیا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل خصائص مان کر ایمان لے آئے اور آج بھی خوش قسمت وہی ہیں جو دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ⑭

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے۔ بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ یہ عیسائی جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم نصاریٰ ہیں یعنی اللہ کی مدد کرنے کے دعویدار ہیں ان سے بھی وعدہ لیا تھا کہ جب حضور علیہ السلام آئیں تو تم کو حضور علیہ السلام پر ایمان لانا ہوگا انجیل میں بھی اور

marfat.com

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی وعدہ لیا تھا مگر یہ اپنے کیے ہوئے وعدے بھول گئے ہیں وہ نصیحتیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو دیں وہ بھول گئے ہیں یعنی جیسے یہودیوں نے ضد کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا اسی طرح عیسائیوں نے بھی نہ تو اپنے نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بات مانی اور نہ ہی انجیل پر عمل کیا اور ان کے اس انکار کی وجہ سے ہم نے ان میں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے۔ اگرچہ بظاہر اس دور میں یہودی اور عیسائی آپس میں شیر وشکر نظر آتے ہیں مگر اختلاف اپنی جگہ موجود ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب مریم علیہا السلام کے متعلق بکواس کرتے ہیں جس کی وجہ سے جو صحیح معنوں میں عیسائی ہیں وہ یہودیوں کو کبھی قبول نہیں کرتے تو فرمایا عنقریب اللہ کریم انہیں بتادے گا یعنی قیامت کے دن انہیں سخت سزا دے گا ان کے عمل کی وجہ سے جو کچھ یہ کر رہے ہیں یعنی فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھپانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا سب اس میں شامل ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی چیزیں جو تم نے کتب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سے معاف فرماتے ہیں بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک یہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو فرما رہا ہے کہ یہودیو اور عیسائیو جس نبی کی خبر توریت اور انجیل میں دی گئی تھی اور جس کی بشارت سب نبی دیتے رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر نبی، وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں یعنی حضور نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ہر فرمان حق ہوگا اور تم پر ہر وہ حکم کھول کر بیان کرے گا جن کو یہودی اور عیسائی عالم چھپایا کرتے تھے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے مثلاً حضور علیہ السلام کے اوصاف چھپایا کرتے فضائل وکمالات چھپایا کرتے تھے اس لیے کہ اگر لوگوں کو علم ہوگیا کہ یہی وہ آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی غلامی میں نجات ہے تو لوگ ہمیں چھوڑ جائیں گے اور مذہب کے نام پر جو ہم لوگوں سے مال بٹورتے ہیں سب ختم ہو جائے گا اس لیے وہ یہودی اور عیسائی عالم حضور علیہ السلام کے فضائل چھپایا کرتے تھے جیسے آج کل کچھ گروہ حضور علیہ السلام کے فضائل چھپاتے ہیں بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں صرف توحید کا درس دیتے ہیں یا نیک اعمال کی بات کرتے ہیں عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے سے گھبراتے ہیں اور پھر ان یہودی اور عیسائی عالموں میں یہ چیز تھی کہ مال لے کر فتویٰ بدلتے تھے مثلاً کوئی زنا کرتا تو زانی سے مال لے کر اسے سنگسار ہونے سے

marfat.com
Marfat.com

بچاتے۔ کہتے کہ اس کا سر مونڈنے کا حکم ہے کسی زانی کے متعلق سو (۱۰۰) جوتے کا حکم سناتے اسی طرح دیگر احکام میں ردوبدل کرتے' اصل حکم چھپاتے صرف مال بٹورنے کیلئے تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اے یہودیو اور عیسائیو! تم نے احکام چھپائے اب وہ رسول آیا ہے جو سب ظاہر کرے گا اور تم بددیانتی کرتے رہے اب تم ایسا نہیں کرسکو گے یہ میرا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں تک میرے احکام ٹھیک ٹھیک پہنچائے گا وہ ذاتی معاملات میں تو بہت کچھ درگزر کرتے ہیں مگر احکام خداوندی میں یہ برداشت نہیں کریں گے کہ کوئی بددیانت لوگوں کے سامنے اللہ کے احکام چھپائے صرف دنیا حاصل کرنے کیلئے اس آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک یہود کی جماعت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئے کہ جناب آپ کے نزدیک زانی کو سنگسار کرنا چاہیے یا کوئی اور سزا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں تمہارا سب سے بڑا مذہبی رہنما کون ہے تو انہوں نے ابن صوریا جوان کا سب سے بڑا پادری تھا عالم تھا اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے تو حضور علیہ السلام ابن صوریا کو مخاطب کر کے فرمایا تجھے قسم ہے اس اللہ کی جس نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور طور کو بنی اسرائیل پر اٹھایا بول حق کیا ہے؟ تو ابن صوریا کہنے لگا کہ ہاں توریت میں بھی زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر کیوں چھپاتے ہو اللہ کا حکم؟ تو ابن صوریا کہنے لگا اصل بات یہ ہے کہ قوم کے مالدار لوگ کثرت سے زنا میں مبتلا ہو گئے تھے تو ہم نے سزا میں نرمی کر دی کہ جو زنا کرے اسے سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں' کسی کا منہ کالا کیا' کسی کا سر مونڈا تو جب انہوں نے اعتراف کیا تو آیت نازل ہوئی (روح المعانی) آگے فرمایا قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اس میں شک نہ کرنا کہ یہ جو محبوب آئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ کا نور آیا ہے اور ساتھ روشن کتاب لے کر آیا ہے جو ہر چیز کو واضح کر دینے والی کتاب ہے۔ یعنی نور سے مراد حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مگر بعض گروہ جو عیسائیت یعنی انگریز کے پیدا کردہ ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے خلاف ہیں اور حضور علیہ السلام کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں کہ وہ نور نہیں تھے بس ہماری ہی مثل بشر تھے (معاذ اللہ) جو سراسر غلط ہیں اور قرآن کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نور مانتے ہیں مگر نور ہدایت مانتے ہیں ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نور نہیں مانتے وہ ہماری طرح کے بشر ہیں مگر اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات بھی نور ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہدایت بھی ہیں۔

جیسے اللہ کریم نے سورہ اعراف میں قرآن پاک کو نور فرمایا ہے۔ الفاظ یہ ہیں واتبعوا النور الذی انزل معہ اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا یعنی قرآن کریم تو یہاں اللہ کریم نے قرآن کو نور فرمایا اب سوال یہ ہے کہ قرآن نور کیسے ہے! ایک مسلمان کو اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ اور عقیدہ وہ ہونا چاہیے جس سے ایمان سلامت رہے اور آخرت درست ہو اور وہ عقیدہ ذریعہ نجات ہے تو وہ عقیدہ ہوگا کہ قرآن کا مفہوم نور' مقصد نور' معنی نور' الفاظ نور' زیر نور' زبر نور' ہر حرف نور اور الفاظ نور' ہر

marfat.com

Marfat.com

مسلمان کا قرآن کے متعلق یہی عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ پر نجات ہے تو اسی طرح اللہ نے حضور علیہ السلام کو بھی نور فرمایا ہے تو ہر مومن کا حضور علیہ السلام کے متعلق بھی یہی عقیدہ ہے اور ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بشری لبادہ نور، حقیقت نور، ہر فرمان نور، کلام نور اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور علیٰ نور ہیں۔ جیسے قرآن نور علیٰ نور ہے۔ نور علیٰ نور کا مطلب ہے کہ قرآن، مفہوم، معنیٰ، مقصد بھی نور ہیں اور جو الفاظ کا لبادہ ہے وہ بھی نور ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بشری لبادہ بھی نور ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں بھی نور ہیں اور نور ہدایت بھی ہیں جیسے قرآن ویسے بھی نور ہے اور نور ہدایت بھی ہے۔

ضروری وضاحت

حضور علیہ السلام کا لبادہ بشری ہے اور ہر مسلمان کو اس پر عقیدہ ہونا چاہیے ورنہ قرآن کی مخالفت ہوگی جو گمراہی ہے مگر جیسے بشریت کا انکار گمراہی ہے اسی طرح یہ کہنا کہ ہماری طرح یعنی ہماری مثل بشر ہیں یہ بھی گمراہی ہے ایسا عقیدہ رکھنے والے کہنے والے، سب گمراہ بے دین ہیں۔ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت بے مثل ہے، ہماری مثل نہیں ہے (تفصیل کیلئے ہماری کتاب نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیکھئے)

يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے اس نور کے ذریعہ سے دیتا ہے یعنی حضور علیہ السلام کے ذریعہ سے ہدایت ملتی ہے اور جو شخص اللہ کی مرضی پر چلا' کا مطلب ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق زندگی بسر کرے گا وہ سلامتی کے راستے پر گامزن ہوگا اور ہر جہالت سے نکل کر صراط مستقیم پر چلنے والا ہوگا کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات ایسی ذات ہے جو انسان کو گمراہی اور کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی طرف لے جاتی ہے اور ایمان کی روشنی نصیب ہوتی ہے اور جو بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سچا پکا غلام ہو جائے اللہ اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ یہ پراپیگنڈہ کرتے کہ حضور علیہ السلام نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان وہ لوگ یا تو جاہل ہیں یا پھر منافق ہیں کیونکہ قرآن واضح کہہ رہا ہے کہ اللہ ہدایت دیتا ہے مگر اپنے نور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دیتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام نفع دینے والے ہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ قرآن کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے تو پھر یہ بتانا ہوگا کہ قرآن کس کے صدقے ملا۔ وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ملا تو پھر ہدایت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم کے صدقے پر نفع ثابت ہوا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ: بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے تو ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اسکی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کیلئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تفسیر: سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نجران کے عیسائیوں نے حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو خدا مانا اور عیسائیوں کے دو فرقے یعقوبیہ اور ملکانیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کریم جناب عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں حلول کیے ہوئے ہے جیسے خوشبو پھول میں ہوتی ہے (معاذ اللہ) تو اللہ کریم نے ان کا رد فرمایا ہے۔ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے والو اگر اللہ کریم جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ علیہا السلام کو موت دے دے تو پھر کیا کرلو گے اللہ کا۔ کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے اور اسی کی بادشاہی ہے زمین اور آسمانوں پر اور کائنات کے ہر ذرے پر اور وہ جو چاہے پیدا کر سکتا ہے مطلب کہ تم اس لیے خدا مانتے ہو کہ وہ بغیر باپ کے پیدا کیے گئے ہیں تو فرمایا میں قادر ہوں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ جیسے بغیر ماں باپ کے جناب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور بغیر ماں کے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا ان چیزوں پر غور کرو پھر تمہیں عقل آئے گی کہ خدا وہ ہے ان سب کو پیدا کرنے والا ہے اور جس نے آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے بغیر ماں کے پیدا کیا اور جناب اماں حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اس اللہ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا بغیر باپ کے مریم علیہا السلام کو فضیلت دی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

ترجمہ: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کیلئے سب سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: بعض یہودیوں اور عیسائیوں کا خیال تھا کہ اللہ ہم پر باپ کی طرح شفیق ہے مہربان ہے تو جیسے بیٹا کیسا ہی ہو باپ اسے معاف کر دیتا ہے اسی طرح ہم جو کچھ بھی کریں ہمارا رب ہمیں کچھ نہیں کہے گا کیونکہ ہم اللہ کے پیارے ہیں فرمایا تم غلط کہتے ہو اللہ اولاد سے پاک ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا تو تم دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے ہو اور تمہارے چہرے مسخ ہوئے قیدی بنے ہو اور قتل ہوئے ہو اور یہ تمہیں اقرار ہے کہ ہمیں عذاب چند دن ہوگا۔ اگر تم اللہ کے خاص ہو تو پھر تو تمہیں اتنا کچھ نہیں ہونا چاہیے تھا مگر یاد رکھو جیسے دوسرے لوگ مخلوق ہیں تم بھی اللہ کی مخلوق ہو اور ساری کائنات کا وہ مالک خالق ہے ہر چیز اس کی طابع ہے آج راہ ہدایت پر آ جاؤ دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پکڑو اور حضور علیہ السلام کی غلامی کر لو اگر اسی حالت میں مر گئے تو یہ یاد رکھو کہ سب نے اسی کی طرف جانا ہے اللہ کا فضل و کرم اس پر ہوگا جس نے حضور علیہ السلام پر یقین کیا ایمان لایا اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کی ایمان کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں یعنی احکام خداوندی پر عمل کرنے سے نجات ہوگی۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ
وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۹ ع

ترجمہ: اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل، سعد بن عبادہ، عقبہ بن وہب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دو راہبوں کو کہا جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے ان کو کہا کہ تم لوگوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ایک آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے ہیں جن کی یہ فضیلت ہوگی ان میں یہ کمال ہوگا۔ ان کے یہ فضائل و خصائص ہونگے اور وہ تمام اوصاف تم لوگوں نے جو بیان کیے تھے وہ سب کے سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہیں اور جو نشانیاں توریت میں بیان کیا کرتے تھے وہ بھی موجود ہیں اب تم ایمان کیوں نہیں لاتے۔ وہ لوگ یعنی یہودی اس بات سے مکر گئے کہ ہماری کتابوں میں کوئی ایسی خبر نہیں کہ ایک آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ
وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ اے میری قوم اللہ کا احسان مانو کہ اے بنی اسرائیل تم میں اللہ نے بہت نبی پیدا فرمائے ہیں اور بادشاہ بھی کیے ہیں۔ حضرت سلیمان اور حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا آنا اللہ کا احسان ہے اگر بنی اسرائیل کے نبیوں کا آنا احسان ہے تو حضور علیہ السلام کا آنا تو احسان عظیم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑی اور عظیم نعمت ہیں اور پھر فرمایا کہ تمہیں بادشاہی عطا فرمائی تو اس سے معلوم ہوا نیکوں کی اولاد ہونا بہت اچھی چیز ہے اور فضیلت ہے جیسے کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ تم کو وہ دیا گیا جو اور کسی کو نہ دیا گیا مگر نیکوں کی اولاد ہونا فضیلت ہے اگر عقیدہ بھی اللہ کے ان نیک بندوں جیسا ہو اگر عقیدہ غلط ہو جائے تو نوح کے بیٹے کی طرح ہے' کہ فرمایا اسے ڈوب جانے دے یہ تیری اہل سے نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نیک آدمی کا بیٹا ہے تو فضیلت تب ہوگی اگر نیک ہوگا اور صحیح العقیدہ ہوگا اگر بدعقیدہ ہے تو قابل عزت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت ہے کیونکہ وہ بھی نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرح ہے یہی سادات کیلئے ہے اگر عقائد درست ہوں صحیح العقیدہ اہلسنت ہو تو انتہائی واجب الاحترام ہے اگر بدعقیدہ ہے تو بالکل نوح کے بیٹے کی طرح ہے۔ اگر سید رافضی یا خارجی ہو جائے یا مرزائی ہو جائے تو وہ قابل عزت نہ ہوگا اور نہ ہی سید ہونے کا اسے کوئی فائدہ ہوگا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے اس زمین کو پاک فرمایا ہے اور اس پاک زمین سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ نے اس زمین کو پاک کیوں فرمایا اس لیے کہ وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں معلوم ہوا جہاں نبیوں کے مزارات ہوں ان جگہوں کا بھی احترام ہوتا ہے اور جہاں نیک لوگوں کا تعلق ہو وہ جگہیں شریف ہوتی ہیں ان کو شریف کہنا جائز ہے۔ حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا اور کہا گیا اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر لعنت کیجئے تو جناب علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے جو چالیس افراد ہیں جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے

marfat.com
Marfat.com

کو مقرر فرمادیتا ہے اس کے سبب لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور ان کی طفیل دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے صدقے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے (احمد بحوالہ مشکوٰۃ) اس سے معلوم ہوا بعض بزرگوں کی نسبت کی وجہ سے علاقے شریف ہو جاتے ہیں اور بابرکت ہو جاتے ہیں اور ان بزرگوں کی وجہ سے اہل علاقہ سے عذاب دور ہوتے ہیں، بارشیں ہوتی ہیں یعنی اہل علاقہ کو ان بزرگوں کا ہونا نفع دیتا ہے تو اگر ابدالوں کا ہونا نفع دیتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یقیناً نفع دیتے ہیں ہمیں تو ہر نفع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ مل رہا ہے۔ تو فرمایا اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ اس میں داخل نہ ہونا پیچھے پلٹ جانا تمہارے نقصان کا باعث ہوگا تمہارا نفع اس میں ہے کہ اس زمین میں داخل ہو جاؤ۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ

ترجمہ: بولے اے موسیٰ علیہ السلام اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہونگے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں گے ہاں وہ وہاں نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

تفسیر: تو جب موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ نقیبوں کو بھیجا کہ جاؤ حالات معلوم کر کے آؤ اور ان بارہ سرداروں نے جب ان لوگوں کو دیکھا چونکہ یہ بہت دراز قد تھے۔ گھبرا گئے اور ان کے قد اس قدر دراز تھے کہ قوم جبارین کے جوتے میں بنی اسرائیل کا آدمی پورا آ جاتا (روح البیان) چنانچہ ان کا دراز قد ہونا بنی اسرائیل پر کافی اثر انداز ہوا اور کہنے لگے ہم بالکل وہاں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے۔ اللہ نے انہیں نوازا بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

تفسیر: جب دس نقیبوں نے آ کر قوم کو ان کے حالات بتائے کہ وہ تو اس قدر دراز قد ہیں ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو بنی اسرائیل ان سے ڈر گئے کہ اتنے جوان ہیں ہم ان سے مقابلہ کیسے کریں گے مگر جو بارہ نقیبوں میں سے دو تھے ایک کا نام کالب تھا اور دوسرے کا نام یوشع تھا۔ جنہوں نے یہ کہا تھا کہ فکر نہ کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہوگی اللہ پر بھروسہ کرو مطلب کہ اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے تو پھر نہ گھبراؤ زبردستی شہر میں داخل ہو جاؤ کامیابی تمہاری ہوگی

marfat.com
Marfat.com

مگر انہوں نے یہ جواب دیا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: بولے اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ علیہ السلام جایئے اور آپکا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہمیں بے حکموں سے جدا رکھ۔

تفسیر: جب قوم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو جواب دے دیا کہ ہم وہاں نہ جائیں گے وہ تو اتنے بڑے جوان ہیں کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا آپ لڑیں یا آپ کا رب لڑے ہم نہیں لڑیں گے۔ ہم تو بیٹھے لڑائی دیکھیں گے کہ کیا بنتا ہے تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے اللہ یہ قوم بزدلی کا مظاہرہ کر رہی ہے میرا کہنا نہیں مان رہی لہٰذا میں اپنا اور اپنے بھائی کا ذمہ لیتا ہوں جو تیرا حکم ہوگا ہم تعمیل کرنے والے ہوں گے اور اے میرے رب ان فاسقوں سے مجھے علیحدہ کر دے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا کہ تم نے میرے حکم کے خلاف کیا ہے لہٰذا اب تم پر چالیس سال تک وہ زمین حرام ہے یعنی تمہارا داخلہ ممنوع ہے اب اس زمین میں چالیس برس بھٹکتے پھرو چنانچہ وہ تیہ کے میدان یا جنگل میں چلے گئے۔ وہ اسرائیل وہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے دن بھر چلتے مگر اللہ کی قدرت وہ پھر وہیں ہوتے نکل نہ پاتے وہیں ان لوگوں پر من سلویٰ اتارا گیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِىْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ

marfat.com

Marfat.com

يَدِىَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۚ إِنِّىٓ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ إِنِّىٓ أُرِيْدُ أَنْ تَبُوْٓأَ بِإِثْمِىْ وَإِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اورانہیں پڑھ کرسناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے ضرور قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔ بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے' تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہانوں کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑیں تو تو دوزخی ہوجائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

تفسیر: فرمایا انہیں سناؤ جناب آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی سچی کہانی یعنی ہابیل اور قابیل کا واقعہ وہ یہ ہے کہ حضرت اماں حوا سلام اللہ علیہا کے ہاں جوڑا پیدا ہوا کرتا تھا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور جو دو اکٹھے پیدا ہوتے ان کا آپس میں نکاح نہیں کیا جاتا تھا دوسرے سے کیا جاتا تھا جو اس کے ساتھ پیدا نہ ہوئی ہو چنانچہ اس دستور کے مطابق قابیل کا نکاح یہودا کے ساتھ اور ہابیل کا اقلیما کے ساتھ ہونا تھا مگر قابیل اس پر راضی نہ تھا کیونکہ کہ اقلیما حسین تھی اس لیے قابیل بضد تھا کہ میں ہر صورت اقلیما کے ساتھ نکاح کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر ڈٹا رہا آخر میں جناب آدم علیہ السلام نے فرمایا قربانی دے لو دونوں میں سے جس کی قربانی قبول کرلی جائے اس کے مطابق فیصلہ ہوجائے گا چنانچہ قربانی بھی ہابیل کی قبول ہوئی آگ ہابیل کی قربانی کو جلا گئی اور قابیل کی گندم صحیح سلامت رہی یہی قبول ہونے کی علامت تھی کہ جس قربانی کو آسمانی آگ جلائے وہ درست ہوگی چنانچہ جس کی وجہ سے قابیل نے قتل کا ارادہ کرلیا اور ہابیل نے کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا اس لیے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو ساری کائنات کا مالک ہے میں چاہتا ہوں جب میں اپنے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو میرے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو میں نافرمانوں میں نہ ہوں کیونکہ قاتل دوزخی ہے۔ اس ظلم کی یہی سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا بندے کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر قابیل والدین کی فرمانبرداری کرلیتا تو اتنے بڑے جرم سے بچ جاتا لہٰذا جو لوگ والدین کے نافرمان ہیں ان کیلئے بہت بڑا سبق ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا حسد' حرص' ہوس یہ بہت بڑی بیماریاں ہیں جن کی وجہ سے آخرت برباد ہوجاتی ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ أَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کردیا تو رہ گیا نقصان میں

تفسیر: جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا مگر اس سے پہلے کوئی قتل ہوا ہی نہیں تھا اس لیے قابیل

marfat.com
Marfat.com

پریشان تھا کہ قتل کس طرح کیا جائے اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا تو شیطان بھیس بدل کر آیا جانور کی صورت اختیار کر کے سامنے آیا اور ہاتھ میں ایک پرندہ پکڑا ہوا تھا اور قابیل کو دکھا کر اس پرندے کے سر پر پتھر مارا اور وہ پرندہ مر گیا۔ قابیل یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ قتل کیسے کیا جاتا ہے چنانچہ اس کے بعد قابیل ہابیل کے پاس گیا تو دیکھا کہ ہابیل سو رہا ہے اور قابیل نے پتھر اٹھایا اور ہابیل کے سر پر دے مارا اور سر کچل دیا اور ہابیل انتقال کر گئے اور اس وقت ہابیل کی عمر بیس سال تھی۔ یہ پہلا انسانی قتل تھا۔ اس لیے یہ علم نہ تھا کہ قتل کے بعد اس کو سمیٹنا کیسے ہے۔ چنانچہ قتل کے بعد وہ لاش بے گور و کفن پڑی تھی۔ قابیل سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے مگر کچھ سمجھ نہیں آسکا تھا آخر اس لاش کو کندھوں پر اٹھایا اور ایک طویل مدت (بعض نے چالیس دن کہا' بعض نے سال بھر لکھا ہے) لے کر پھرتا رہا آخر اللہ نے مدد فرمائی۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

تفسیر: اللہ نے ایک کوّا بھیجا اور پھر دوسرا کوّا آیا دونوں لڑے اور ان میں سے ایک کوّا مر گیا تو دوسرے کوّے نے زمین کرید کر ایک چھوٹا سا گڑھا بنایا اور مردہ کوّے کو اس میں ڈال کر مٹی برابر کر دی یہ قابیل کی تعلیم کیلئے تھا چنانچہ قابیل کو معلوم ہو گیا اس لاش کو اس طرح دفن کرنا ہے' چھپانا ہے (جلالین مدارک وغیرہ) پھر کہنے لگا ہائے میری خرابی یعنی خود قتل کر کے خود ہی ہائے وائے کرنے لگا' کوسنے لگا کہ میں کوّے جیسا بھی شعور نہیں رکھتا اور پچھتاتا رہ گیا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے سب لوگوں کو جلایا اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنیوالے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں فساد پھیلانا اور قتل وغارت کرنا سب سے بڑا جرم ہے اور جس نے قتل کیا وہ ایسے ہے جیسے اس نے سب انسانوں کا قتل کیا ہے یعنی ان کا گناہ اس کے سر ہوگا اور کسی ایک انسان کو موت سے بچایا وہ یوں ہے کہ سب انسانوں کو بچایا۔ مگر جن کا قتل عندالشرع جائز ہے وہ اس میں شامل نہیں مثلاً گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قتل جائز ہے، مرتد کا قتل جائز، زانی کو سنگسار کرنا، قتل کے بدلے میں قتل کرنا مطلب کہ جسے عدالت سزائے موت دے، حربی کافر وغیرہ ایسے لوگوں کا قتل درست ہے شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب۔

تفسیر: کچھ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے یہ عرینہ کے رہنے والے تھے۔ مدینہ شریف میں قیام پذیر ہوئے مگر بیمار ہو گئے رنگتیں زرد پڑ گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان کو صدقہ کے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ ملا کر پلاؤ چنانچہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق عمل کیا گیا اور وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں مرتد ہو گئے مگر انہوں نے اپنی بدعقیدگی کو چھپائے رکھا ایک مرتبہ کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اونٹوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے ان کو شہید کر کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا انہوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ان کو گرفتار کر کے لاؤ۔ جب وہ لائے گئے تو اللہ کریم نے ان کیلئے وہی سزا سنائی جو ان لوگوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو دی تھی چنانچہ ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا اور تپتی ہوئی زمین پر پھینک دیا گیا۔ یہی اس آیت کا شان نزول ہے۔ (کبیر، خازن)

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ع

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: مگر وہ جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر کوئی گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلے وہ آخرت کے عذاب سے تو بچ جائیں گے ڈکیتی کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور قصاص لیا جائے گا یعنی اگر قاتل ہیں تو اسکے بدلے قتل ضرور ہونگے اور مال بھی واپس کرنا ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا کہ بس توبہ کرلی ہے لہٰذا نہ مال لیا جائے اور نہ قصاص۔ اس سے مال بھی واپس لیا جائے گا اور قصاص بھی لیا جائیگا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔
تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور میری طرف یعنی اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو یہاں فرمایا گیا ایمان والوں کو کیونکہ جن لوگوں میں ایمان نہیں وہ اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے اس لیے اللہ نے پہلے فرمایا اے ایمان والو جو ایمان والے نہیں انہیں وسیلہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر نیک عمل سے پہلے ایمان کا ہونا ضروری ہے جس بندے میں ایمان نہیں ہوگا اسے نہ تو کوئی نیک عمل فائدہ دے سکے گا اور نہ ہی کوئی نیک آدمی خواہ ولی ہو یا نبی مومن کے سوا کسی کو نفع نہیں دے گا۔

نیک عمل اور نیک لوگ فائدہ اس کو دے سکیں گے، نفع ان کو دے سکیں گے جن کے دلوں میں ایمان ہوگا۔ بے ایمان کو فائدہ نہیں دے سکیں گے اس لیے اللہ کریم نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور وسیلہ ڈھونڈو۔ مطلب کہ اے ایمان والو دل میں اللہ کا خوف بھی رکھنا اور اس کے قرب کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔ وسیلہ اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی تک رسائی حاصل کی جائے مثلاً دریا پار کرنے کیلئے کشتی وسیلہ ہوگی اس کے بغیر کنارے پر پہنچنا ممکن نہیں اس طرح کنویں سے پانی حاصل کرنے کیلئے ڈول کا وسیلہ ضروری ہے اس کے بغیر پانی حاصل کرنا ناممکن ہوگا تو وسیلہ اس کو کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے مراد حاصل ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب قحط سے واسطہ پڑتا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے خداوندا! پہلے ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو بارش ہوتی تھی اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی علیہ السلام کے چچا رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں ہمیں سیراب فرما۔ راوی فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت بارش ہونے پر ظاہر ہوئی (بخاری: حضور علیہ السلام کے چچا جان رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی تو قبول ہوگئی اور بارش شروع ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا وسیلہ اسے کہتے ہیں جس کی وجہ سے مراد حاصل ہو تو

marfat.com
Marfat.com

اللہ کریم فرماتا ہے اے ایمان والو تم وسیلہ ڈھونڈو جس کے سبب سے تم میرے مقرب بندے بن جاؤ میرے محبوب بندے بن جاؤ اور وہ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے جو سب سے بڑا وسیلہ ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور ان کی اطاعت کرنے نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے پر اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے یا پھر وہ اللہ کے مقبول بندے جو اللہ کی مخلوق کی رہنمائی کیلئے منتخب ہوتے ہیں جیسے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں یہ بھی وسیلہ ہیں جن کی غلامی کرنے سے اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور انہی کی غلامی کا حکم دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو اگر اللہ تک رسائی چاہتے ہو تو ان کا وسیلہ پکڑو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ضروری وضاحت

مگر آجکل یہ عمل ایک بزنس بن چکا ہے۔ ایسے لوگوں سے دور رہنا اور بچنا انتہائی ضروری ہے اور بعض بزرگوں کی وہ نالائق اولاد ہے جو بزرگوں کا نام بیچتے ہیں اگرچہ ان کو نسبت تو بزرگوں کی حاصل ہے یعنی اولاد تو ہیں مگر نہ تو ان کے پاس دین ہے اور نہ ہی ان میں صلاحیت ہے ایسے صاحبزادوں یا ایسے بہروپیوں (جن کو اپنا پتہ معلوم نہیں) ان سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ ولائت وراثت نہیں ہے کہ اگر باپ ولی ہے تو بیٹا بھی ولی ہو یہ ضروری نہیں جیسے نیم حکیم سے علاج کرانا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسی طرح ایسے بہروپیوں سے اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔ بیعت اس کی ہونی چاہے جو اللہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی بنائے اور اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درس دے جو بدبخت خود ان چیزوں سے محروم ہے وہ لوگوں کو کیا اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرب دے گا (انشاء اللہ اس پر ایک مفصل کتاب حاضر خدمت کی جائے گی تاکہ لوگ گمراہوں اور بزنس مینوں سے بچیں) تو آگے فرمایا وسیلہ پکڑو اور اس کی راہ میں جہاد کرو مطلب یہ کہ صرف یہی کافی نہیں کہ کسی صاحب حال کی غلامی کر لی تو یہ اللہ تک پہنچائے گا۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو یعنی متقی پرہیزگار بنو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرو جب تم اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرو گے تو اللہ کا قرب حاصل ہوگا فلاح پاؤ گے مطلب کہ یہی تمہاری کامیابی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۳۶

ترجمہ: بیشک جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے برابر اور اگر ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھوڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کیلئے دکھ کا عذاب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جن لوگوں نے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا ہے اور کافر ہو گئے ہیں مثلاً یہود و نصاریٰ مرزائی وغیرہ جن لوگوں نے بھی حضور علیہ السلام کا انکار کیا یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و فضائل کا انکار کیا جیسے مرزائی وغیرہ ہیں یہ لوگ سخت عذاب میں مبتلاء ہوں گے تو اس وقت یہ چاہیں گے کہ ہم سے سب کچھ لے لیا جائے مگر ہمارا عذاب ختم ہو جائے بلکہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس سے کئی گنا زیادہ ان کی ملکیت ہو تو سب کچھ دینے کیلئے تیار ہوں گے مگر ان لوگوں سے لیا نہیں جائے گا۔ ان کیلئے عذاب ہوگا ان کے کفر کا بدلہ ملے گا یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہونے کی سزا ہوگی اور ہمیشہ رہے گی۔

يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: دوزخ سے نکلنا چاہیں اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کیلئے عذاب ہوگا ہمیشہ رہنے والا۔

تفسیر: یعنی وہ کفار خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکلیں مگر ان کے کفر کے سبب وہ عذاب سے نکل نہیں سکیں گے اور ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹو چوری کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت سزا دینے میں رعایت نہ برتو مطلب یہ کہ اگر کوئی بڑا آدمی ہو تو سزا نہ دینا اگر کوئی چھوٹا آدمی یعنی غریب ہو تو سزا دینا یہ غلط ہے چور کو سزا ضرور دینی چاہیے خواہ کوئی بڑا آدمی ہو یا چھوٹا اور فرمایا یہ سزا اللہ نے مقرر فرمائی ہے جس میں کسی کو اختیار نہیں کہ سزا میں کمی کر سکے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک چور کو لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ لوگوں نے کہا ہمارا خیال نہیں تھا کہ نوبت یہاں تک چلی جائے گی۔ مطلب یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے معاف کر دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر اس جگہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتیں تو تب بھی ہاتھ کاٹا جاتا کا مطلب ہے کہ مجرم مجرم ہوتا ہے خواہ کون ہو لہٰذا ایمان والو اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے میں کوئی چیز آڑے نہ آئے کیونکہ کوئی شخص اللہ کے حکم سے افضل نہیں

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝

ترجمہ: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ زمین وآسمان پر میری بادشاہی ہے لہٰذا یہاں قانون بھی میرا ہی چلے گا اگر مجھے مانتے ہیں تو پھر میں جو چاہوں سزا دوں یا کسی کو معاف کروں کیونکہ بادشاہ سزا دے تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں اور اگر معاف کر دے تو تب بھی کسی کو حق نہیں کہ اس کو کیوں بخشا اس لیے کہ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے کرسکتا ہے اور پھر اللہ فرما رہا ہے کہ اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی دوسرا بادشاہ ماننا جائز ہے یا نہیں مثلاً سعودیہ کا بادشاہ یا انگلینڈ کا بادشاہ یا اردن کا بادشاہ یا پاکستان کا بادشاہ یا افغانستان کا بادشاہ یا کسی ملک کا بادشاہ ماننا کیا کفر ہے یا شرک ہے یا حرام ہے؟ کیا کوئی مفتی یا بڑے سے بڑا علامہ یہ فتویٰ دے گا کہ جو کسی ملک کے بادشاہ کو بادشاہ مانے وہ کافر یا مشرک ہو جائے گا۔ کبھی نہیں کوئی مولوی کسی ملک کے بادشاہ کو بادشاہ کہنے پر کافر یا مشرک ہونے کا فتویٰ نہیں دے گا جب کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اس لیے کہ اگر اس دنیا کے بادشاہ کو حقیقی بادشاہ مانے گا تو کافر ہوگا مشرک ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ یہ دنیا کے بادشاہ اللہ کے بنائے ہوئے ہیں اور حقیقی بادشاہ اللہ ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا اسی طرح اگر عقیدہ ہو کہ اللہ کے بنانے سے نبی ولی مددگار ہیں مگر حقیقی مددگار اللہ ہے۔ کوئی کفر نہیں ہوگا جیسے دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہی کا اقرار کفر نہیں اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مددگار ہونے کا اقرار کفر نہیں کیونکہ نبیوں ولیوں کو یہ کمال اللہ نے عطا کیا ہے ان کا ذاتی نہیں عطائی ہے جیسے دنیا کے بادشاہ کا کمال ذاتی نہیں عطائی ہے اور اس کا اقرار کفر و شرک نہیں۔

مع
يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْاؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔاؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ

marfat.com
Marfat.com

اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور انکے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بول بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے میرے پیارے حبیب اگر کوئی شخص کفر کی طرف جاتا ہے تو غمگین نہ ہو اگر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جھوٹی باتوں پر عقائد بدل جاتے ہیں مطلب کہ ان لوگوں کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا ہوتا اگر ان کے دل میں ایمان ہوتا تو پھر یہ لوگ یوں نہ بدلتے کہ جہاں سے کوئی رعایت نظر آئی انہی کے ہو گئے اور یہ لوگ جھوٹ یعنی یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں مطلب کہ ان کو فتوی ان کی مرضی کا ملنا چاہیے چاہے وہ جھوٹ ہو اور یہ لوگ اس جھوٹ کو خوب کان لگا کر سنتے ہیں جس میں انہیں رعایت ملتی ہو اور ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہبی رہنما سے جھوٹا کہلوا کر یا جھوٹ بلوا کر یا جھوٹ لکھوا کر اپنا معاملہ سیدھا کرنا چاہتے ہیں اور جھوٹ خوب سنتے ہیں۔ آگے فرمایا لوگوں کی خوب سنتے ہیں اس کا مطلب ہے یہ لوگ سچ سننا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے خلاف جاتا ہے اس لیے یہ لوگ ان جھوٹ بولنے والے لوگوں کی خوب سنتے ہیں کیونکہ وہ ان کے خلاف جاتا ہے اس لیے یہ لوگ ان جھوٹ بولنے والے لوگوں کی خوب سنتے ہیں کیونکہ وہ ان کے حق میں بولتے ہیں اس لیے ان جھوٹے لوگوں کی سنتے ہیں سچوں کی نہیں سنتے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں لکھا ہے فدک کے علاقہ کے ایک یہودی نے زنا کیا۔ چنانچہ فدک کے یہودیوں نے مدینہ منورہ کے یہودیوں کو لکھا کہ حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھو اگر وہ سنگسار کرنے کا حکم دیں تو بالکل نہ ماننا اگر کوڑے مارنے کا حکم دیں تو مان لینا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا سنگسار کرنے کا حکم ہے تو انہوں نے انکار کیا مگر ان کو سنگسار کر دیا گیا (مظہری) تو اللہ کریم نے فرمایا تمہارے پاس حاضر ہوتے ہیں مگر یہ یہودی ہیں یہ اللہ کی آیات کو بدل دیتے ہیں جس کا یہودیوں نے اعتراف بھی کیا کہ جب ہم میں زنا عام ہو گیا تو ہم نے یہ حکم بدل دیا' بجائے سنگسار کرنے کے منہ کالا کر نا شروع کر دیا اور گدھے پر سوار کرنا اور یا کوڑے مارنے کا حکم جاری کر دیا اللہ کے حکم کو بدل دیا کیونکہ توریت میں یہی سزا سنگسار کرنا ہی تھی مگر یہودیوں نے ان آیات کو بدل دیا۔ آگے الفاظ ہیں ومن یرد اللہ فتنتہ فلن تملك لہ من اللہ شیئا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا۔ مطلب کہ اے پیارے محبوب یہ بدبخت جو تیرے فرمان کو نہیں مانتے اور نہ میرے

marfat.com

Marfat.com

فرمان کو مانتے ہیں اور بجائے ماننے کے ان لوگوں نے میرے حکم بدل دیئے یعنی توریت میں تبدیلی کرلی اور رجم کی آیات کو پس پشت ڈال کر بدکاری کو عام کرنے میں معاون بنے اور دن بدن کفر میں آگے گھستے چلے جا رہے ہیں۔ میرے اور تیرے فرمان کا تمسخر اڑا رہے ہیں اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب تجھے بھی اجازت نہیں کہ تو ان کی سفارش کرے یا ان کیلئے میری بارگاہ سے رعایت مانگے کیونکہ انہوں نے تیری بات بھی نہیں مانی ان کو چاہیے تھا کہ تیرے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے مگر ان بدنصیبوں نے ان جھوٹوں کی باتوں کو اہمیت دی جنہوں نے میری آیات بدل دی ہیں مگر تیرے فرمان کو ٹھکرا دیا لہٰذا تجھے بھی یہ اجازت نہیں کہ کفار کی سفارش کرے مگر ایمان والوں کے متعلق تجھے اجازت ہے کہ تو سفارش کرسکتا ہے اور میں تیری سفارش کو قبول کروں گا مگر جو تیرے گستاخ ہوں ان کی سفارش کرنے کا تجھے اختیار نہیں کیونکہ یہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں اس لیے اب اللہ کو یہ منظور ہی نہیں کہ یہ پاک ہوں اس لیے اگر یہ پاک ہو جائیں پھر تو معافی ہوسکتی ہے یعنی اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں مگر اب اللہ چاہتا ہے کہ ایسے گستاخوں کو سزا ضرور ملنی چاہیے اور ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی ہو اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم ہو۔

اس سے ثابت ہوا کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر بڑے سچے پکے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اندر سے مسلمان نہیں ہوتے ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ان کا دل ایمان سے خالی ہوتا ہے ایسے لوگوں کو ہی منافق کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایمان کیا ہے تو ایمان ہے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کہ حدیث ہے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت تک کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنی اولاد اور والدین اور کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے تو جو فرمایا گیا ہے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں داخل ہوا اس کا مطلب ہے کہ ان کے دل محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ہیں اور بظاہر ان کے عمل بہت بہتر ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بہتر مسلمان ہیں جبکہ ایسا نہیں ہوگا چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی۔ ایک ٹولے والے گفتار کے اچھے اور کردار کے گندے ہوں گے۔ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا دین سے اس طرح نکل گئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر۔ واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے وہ ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے اس کیلئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور جس کو وہ قتل کریں۔ وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے اور کسی معاملہ میں بھی وہ ہمارے نہیں ہوں گے تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نشانی کیا ہے فرمایا وہ سر منڈوائیں گے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر وہ تمہارے حضور حاضر ہوں ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیرو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ فرماؤ بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

تفسیر: یہودی رہنماؤں کی عادت تھی کہ وہ رشوت لے کر احکام بدل دیتے تھے فیصلے بدل دیتے تھے تو اللہ کریم نے ان کا رد فرمایا۔ یہ بد بخت جھوٹ سنتے ہیں اور بڑے حرام خور ہیں اگر یہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ ہمارا فیصلہ فرماؤ تو اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اختیار ہے چاہو تو ان کے منصف بن جاؤ اگر نہ چاہو تو نہ بنو۔ اگر تم نہ بھی بنو گے تو لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اگر تم پسند کرتے ہو کہ ان میں فیصلہ کروں تو تب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے مگر فیصلہ انصاف سے کرنا اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ع

ترجمہ: اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ بایں ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان والے نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان کا یعنی یہودیوں کا حاضر ہو کر فیصلہ کے متعلق عرض کرنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ وہ کچھ رعایت پائیں گے اگر آپ نے فیصلہ ان کی مرضی کے مطابق کیا تو مانیں گے ورنہ انکار کر دیں گے۔ اس لیے وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہے ہیں۔ مگر اے محبوب تم تو وہی کرو گے جو اللہ کا حکم ہے اور وہی حکم توریت میں بھی موجود ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں رشوت لیکر ان کے حکمران اور مذہبی رہنما فیصلے بدلنے والے ہیں اور یہ تمہارا فیصلہ نہیں مانیں گے کیونکہ توریت میں بھی وہی حکم ہے اس کا یہ انکار کرتے ہیں اور یہ ایمان والے نہیں ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے قلیل قیمت نہ لو جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاردی گئی تھی۔ یہ ہدایت بھی ہے اور نور بھی ہے مطلب کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور علماء اور فقہا جوان کو فرماتے تھے وہ درست تھا اور اس میں ان یہودیوں کا ہی فائدہ تھا اگر یہ ان کے فرمان کے مطابق عمل کرتے تو راہ حق پر ہوتے کیونکہ نبی علیہ السلام وہ کہتے ہیں جو اللہ کا فرمان ہو وہ آیات سناتے ہیں کہ تمہارا رب تمہیں یہ حکم دے رہا ہے اور توریت میں ہدایت تھی اور وہ نور تھی یعنی روشنی تو بات یوں بنی جیسے کوئی شخص سیدھے راستے پر روشنی میں چلا جاتا ہے تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اگر اندھیرا بھی ہوا اور راستہ بھی خراب ہو تو آدمی سخت پریشان ہوتا ہے اور منزل پر نہیں پہنچ سکتا تو اسی طرح اگر یہ یہودی نبیوں کے فرمان کے مطابق توریت پر عمل کرتے تو دین دنیا کی پریشانیوں سے محفوظ ہو جاتے مگر ان لوگوں نے احکام کو بدل کر دنیا کے لالچ میں اپنا سب کچھ تباہ کرلیا ہے۔ دنیا اور آخرت خراب کرلی ہے۔ فرمایا میری آیتوں کے بدلے قلیل دام نہ لو۔ مطلب کہ ظالمو تم نے بجائے اللہ کی کتاب اور نبیوں سے فائدہ حاصل کرنے کے اپنا نقصان کیا ہے۔ کتاب اللہ کو بدل دیا اور نبیوں کی مخالفت کر کے جہنم کا ایندھن بن گئے ہو۔ صرف چند ٹکوں کیلئے اور تم نے کفر کیا ہے دنیا کے لالچ میں فضائل وخصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والی آیات چھپائیں اور کچھ کو بدل دیا دیگر احکام بدل دیئے یہ کفر کیا تم نے نہ نبیوں کو مانا اور نہ جو صحیح عالم تھے اور صحیح فقیہ تھے ان کو مانا تم نے دنیا کے حریص لوگوں کو مانا جو مال لے کر احکام خداوندی بدلتے ہیں۔ لہٰذا جو تم نبیوں اور توریت کے منکر ہو سب کافر ہو۔ کیونکہ جو میرے نبیوں کا دشمن ہے وہ کافر ہے اور علماء حق کی مخالفت فسق ہے اور آیات کو بدلنا کفر ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور توریت میں ہم نے ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کراوے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: اور ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ اے ایمان والو تم بھی ایسا ہی کیا کرو کہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دیں ان پر عمل کرو ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ہم یہودیوں کی مطابقت تو نہیں کر رہے مگر آج کے مسلمان بھی اسلامی قوانین سے بھاگ رہے ہیں مگر اللہ کریم فرماتا ہے جو قرآن پر عمل نہ کرے اور اس کی مخالفت کریں تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔ یہاں یہ یاد رکھنا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا انکار کفر ہے عمل نہ کرنا سخت قسم کا جرم ہے۔ اللہ کریم ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کریں اور ملک پاکستان میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ کریں۔ (آمین ثم آمین)

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشانِ قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلے تھی ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے توریت انجیل کو ہدایت اور نور فرمایا ہے اور پھر آگے فرمایا وھدی و موعظة للمتقين ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو جب کہ اللہ کی کوئی کتاب ہو وہ آتی ہی ہدایت کیلئے ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ قرآن بھی یہی کہتا ہے ھدی للمتقین کہ قرآن ہدایت دیتا ہے متقین کو اور توریت اور انجیل کے متعلق بھی یہی ہے کہ وہ متقین کو ہدایت دیتی ہے جبکہ وہ سب لوگوں خواہ کافر ہو یا منافق یا فاسق ہو کوئی بھی گمراہ ہو وہ ان کی ہدایت کیلئے بھیجی جاتی تھیں۔ یہ الفاظ کچھ سیدھے سادھے مسلمانوں کو حیران کر دیتے ہیں کیونکہ عطر کا کام ہے خوشبو دینا سونگنے والا چاہے کون ہو عیسائی ہو ہندو، ہو سکھ ہو یہودی ہو مسلمان ہو سب کو خوشبو دیتا ہے اسی طرح کتب آسمان بھی سب کی ہدایت کیلئے ہی آتی رہیں یہاں پرہیزگاری کا مطلب ہے کہ قرآن ہو انجیل یا توریت اس سے سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر گستاخ جو نبیوں کا مخالف ہو انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کرنے والا ہو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسے آسمانی کتب سے بھی کچھ نہیں ملے گا۔ عام کافر جو گستاخ نہ ہو جن کے دلوں پر مہریں لگا دی گئی ہیں وہ بدبخت نہ ہو دیگر جو بھی ہو گا اسے فائدہ ہو گا کیونکہ پرہیزگاری کا مطلب ہے ڈرنے والے، بچنے والے۔ کس سے بچے؟ حضور علیہ السلام کی گستاخی سے بچے اور ڈرے کہ کہیں گستاخ نہ ہو جاؤں تو اس کو قرآن سے ہدایت ملے گی جو گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو گا اس کو قرآن سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا ہاں جو سچے دل سے توبہ کرے اور در رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر گڑگڑا کر عرض کرے اور معافی مانگے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفارش فرما دیں گے جیسا کہ

marfat.com

Marfat.com

قرآن سے ثابت ہے کہ ولو انھم اذ ظلموا (الیٰ آخر)

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ان عیسائیوں کو چاہیے وہ حکم کریں یعنی وہ آیات انجیل کی پڑھ کر سنائیں اور بتائیں جو اللہ نے اس میں اتاری ہیں مطلب کہ انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضائل تھے اور خصائص تھے جیسے توریت میں آیات موجود تھیں کہ ایک آخرالزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے جس میں یہ خوبیاں ہوں گی اور وہ اس شان کا مالک ہوگا اور سب سے اعلیٰ اور افضل ہوگا اور ان میں یہ یہ نشانیاں ہونگی یہ سب آسمانی کتب میں درج تھیں مگر یہودیوں نے ان آیات کو چھپایا اور کچھ کو بدل دیا اور اسی طرح عیسائیوں نے کیا کہ جو آیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں تھیں جن میں یہ حکم تھا کہ اس آخرالزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مان لینا یہودیو یہودیت کو ترک کر کے عیسائیو عیسائیت کو چھوڑ کر دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑ لینا ان پر ایمان لے آنا اور ان کی فضیلت کو مان لینا مگر جیسے یہودیوں نے انکار کیا اسی طرح عیسائیوں نے بھی انکار کیا تو اللہ نے فرمایا جو میرے اتارے ہوئے حکموں کو نہ مانے وہ فاسق ہے۔

یہاں فاسق سے مراد کافر ہیں یعنی ان کے مذہبی رہنما جو ان آیات کو چھپاتے ہیں جن میں فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مطلب کہ وہ مذہبی رہنما اور دوسرے لوگ جو بھی حضور علیہ السلام کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو دیگر احکام جو اللہ نے اتارے ہیں ان پر عمل نہ کرنا فسق ہے اور انکار کفر ہے مثلاً زنا کے متعلق یا چوری کے متعلق یا دیگر احکام جو بھی ہیں انکا انکار کفر ہے۔ انکار نہ کرے مگر عمل بھی نہ کرے تو یہ فسق ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی

marfat.com
Marfat.com

پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ہم نے تم سب کیلئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کا پھیرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

تفسیر: ان الفاظ میں اللہ کریم نے اپنے بندوں کو انصاف کا حکم دیا ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس جو کتاب اتاری گئی ہے یہ مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا اس کے مطابق زندگی بسر کرو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو تو فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق ہو اور فرمایا یہ سچی کتاب ہے پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے اور پھر آگے فرمایا یہ جو مختلف گروہ بنے ہوئے ہیں اگر اللہ چاہتا تو صرف ایک ہی گروہ ہوتا مگر تمہیں جو اختیار دیا گیا ہے جس گروہ کو چاہو اپناؤ اور جس کو چاہو چھوڑ دو تو یہ اس لیے کہ تمہیں آزمایا جائے کہ کون حق کا ساتھ دیتا ہے اور کون باطل کا ساتھی بنتا ہے مطلب کہ کون حضور علیہ السلام کا غلام بنتا ہے اور کون حضور علیہ السلام کا انکار کرتا ہے۔ فرمایا اگر انکار کرو گے تو قیامت کے دن بتا دیا جائے گا کہ کون حق پر ہے اور حق کی حمایت کا صلہ اور باطل کا ساتھ دینے کی سزا اسی دن ہوگی۔

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ کعب بن اشرف اور عبداللہ بن صوریا اور ساس بن قیس نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حضور علیہ السلام کو ان کے دین سے بہکائیں یہ مشورہ کر کے حاضر ہو کر کہنے لگے اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو معلوم ہے کہ ہم یہودیوں کے اس وقت سب سے بڑے عالم اور سردار ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معلوم ہے کہنے لگے اگر ہم آپ کو مان لیں، ایمان لے آئیں تو کوئی یہودی اختلاف نہیں کریگا مگر ہماری ایک شرط ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بولو کیا ہے؟ تو تینوں نے کہا کہ ہمارے اور قوم کے درمیان اختلاف ہے۔ ہم وہ مسئلہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں لہٰذا اگر آپ نے فیصلہ ہمارے حق میں کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا اور کبھی بھی نہیں ہوگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾
اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

ترجمہ: اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ

marfat.com
Marfat.com

کہیں تجھے لغزش نہ دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچانا چاہتا ہے اور بے شک بہت آدمی بے حکم ہیں تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم (ہے) یقین والوں کیلئے۔

تفسیر: اس کا شان نزول یہ ہے۔ عرب کے دو قبیلوں میں دشمنی تھی جبکہ دونوں خاندانی لحاظ سے ایک ہی تھے اور عقیدۃً دونوں یہودی اور توریت کو مانتے تھے۔ ایک قبیلے کا نام بنی قریظہ اور دوسرے کا نام بنی نضیر تھا۔ بنی قریظہ والے کہتے کہ اگر بنی نضیر والے ہمارے کسی بندے کو قتل کر دیتے ہیں تو اس کا خون بہا ہمیں ستر وسق کھجوریں دیتے ہیں۔ اگر ہم انکے بندے کو قتل کرتے ہیں تو وہ ہم سے ایک سو چالیس وسق وصول کرتے ہیں یعنی خون بہا دوگنا لیتے ہیں۔

ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اگر آپ فیصلہ ہمارے حق میں دیں تو ہم سب کلمہ پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں گے (روح المعانی) جب مقدمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں لائے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کسی بندے کو کسی پر فضیلت نہیں قتل کا حکم سب پر برابر ہے خواہ کون ہو۔ یہی میرے اللہ کا حکم ہے (اور آیت نمبر ۵۰) تو جب حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سب انسان برابر ہیں۔ قتل میں یہی اللہ کا حکم ہے تو قریظی بولے آپ چونکہ ہمارے خلاف ہیں لہٰذا ہم آپ کا فیصلہ نہیں مانتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے یہودیو تم مجھ سے جہالت کا فیصلہ چاہتے ہو مگر میں اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا کیونکہ سب سے بہتر فیصلہ یہی ہے اس سے معلوم ہوا ہر حاکم کو انصاف سے فیصلہ کرنا چاہیے اور پھر نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہتر نظام ہے۔ ملک اور قوم کی بقا اسی میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کے کہنے پر مومن کو نہیں چلنا چاہیے کیونکہ کافر اسلامی نظام سے بھاگنے والا ہوتا ہے اور مومن پسند کرتا ہے اس لیے فرمایا کافر کی خواہش نہ پوری کرنا وہ تمہیں خرابی کی طرف لے جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱

ترجمہ: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہیں بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری یہودیوں سے بہت دوستی تھی اور وہ پھر مالدار یہودیوں سے یعنی یہودیوں میں بھی وہ یہودی جو دنیاوی لحاظ

marfat.com
Marfat.com

سے یہودیوں میں ایک حیثیت رکھتے تھے مگر میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھوں لہٰذا سب کی دوستی ختم کر دی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی سلول بھی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا میں نے اس لیے یہودیوں سے تعلقات ختم نہیں کیے کہ کبھی رابطہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عبداللہ بن ابی ہاں تو یہودیوں سے رابطہ رکھ، عبادہ ایسا نہیں کر سکتا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا چلیں جناب ان کو ہمارے پلہ میں ڈال دیں۔ (خازن)

اس سے معلوم ہوا دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ایمان حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہے اور جس دل میں حضور علیہ السلام کی محبت ہو گی وہ گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں کریں گے یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگ بعض بدعقیدہ لوگوں سے ہاتھ نہیں ملاتے کیونکہ ان کے نزدیک وہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس محبت کی وجہ سے وہ ان کی امامت وغیرہ بھی قبول نہیں کرتے اور یہ ان کے ایمان کے مضبوط ہونے کی دلیل ہے۔ فرمایا یہ منکرین ہیں یعنی یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم ان گستاخوں سے دوستی رکھو گے تو تم بھی انہیں میں شمار کیے جاؤ گے۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ بزرگان دین کا طریقہ درست تھا کہ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نہ رابطہ نہ واسطہ کچھ بھی نہیں تھا اس لیے کہ وہ خود کو اس چیز سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے کہ کہیں ہمارا شمار ان بدعقیدہ لوگوں میں نہ ہو اور حدیث پاک بھی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ جو ایک قوم سے محبت رکھتا لیکن اس تک پہنچ نہیں سکتا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا بدعقیدہ گستاخ رسول خواہ یہودی ہو یا عیسائی یا دیگر ایسے بدعقیدہ کسی سے دوستی اچھی نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝

ترجمہ: اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آ جائے تو نزدیک ہے اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دل میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو مخلص مومن نہیں ان کو دیکھو گے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں یعنی بدعقیدہ لوگوں کی طرف دوڑ کے جاتے ہیں یعنی قرآن کے ان الفاظ سے ثابت ہوا بدعقیدہ لوگوں کی طرف طبیعت کا میلان ہونا بھی منافقت کی

marfat.com

Marfat.com

علامت ہے اور دل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمی ہے کیونکہ جتنی محبت زیادہ ہوگی اس قدر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، منکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ذہن میں دوری ہوگی اور جن کے دلوں میں بیماری یعنی منافقت ہوگی وہ بدعقیدہ میں مل جل کر رہنا عار نہیں سمجھے گا اس سے مراد عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھی ہیں۔ کیونکہ یہ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے کہا تھا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں سے اس لیے تعلق بنا کر رکھتا ہوں کہ دنیاوی معاملات میں اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو کسی معاملہ میں کوئی دقت پیش نہ آئے جن میں غلے کا لینا دینا یا اور کوئی معاہدہ وغیرہ کرنے کی ضرورت ہو تو کم از کم میرا رابطہ ہونے سے کوئی مشکل پیش نہ ہوگی تو اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا اللہ کریم جب مسلمانوں کو فتح دے مسلمان غالب آ جائیں مکہ فتح ہو جائے یا خیبر یا دیگر علاقے فتح ہو جائیں اور پھر اللہ کی طرف سے کوئی حکم آ جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ حکم ہو جائے کہ ان کو قتل کر دو اپنی بستیوں سے نکال دو تو اس وقت کیا کرو گے؟ مطلب کہ تمہارے یہ تعلقات کا کیا بنے گا کہ اس وقت یہ لوگ پچھتاویں گے کہ کاش ہم سچے مومن ہوتے اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور منکرین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق نہ رکھتے کفار سے دوستی نہ رکھتے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ وحدہ لاشریک ان منافقوں کا ذکر فرما رہا ہے جو مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور یہودیوں کو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور دونوں کو یقین قسمیں اٹھا کر دلواتے تھے۔ مسلمانوں کو کہتے کہ ہم ہر طریقے سے آپ کے ساتھی ہیں اور یہودیوں کو کہتے کہ ہم ہر طریقے سے آپ کے ساتھ ہیں مالی امداد ہو یا جانی دینے کیلئے تیار ہیں۔ اس عمل کی وجہ سے جھوٹی قسمیں کھانے اور حضور علیہ السلام سے مخلص نہ ہونے کی وجہ سے ان کا سب کچھ ضائع ہو گیا۔ مطلب کہ جیسے کسی بدعقیدہ کا عمل قبول نہیں ہوتا ہندو سکھ یا کوئی اور کافر نیکی کرے تو وہ اس کا نیک عمل اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی طرح ان منافقوں کا کوئی نیک عمل ان کو کوئی نفع نہ دے گا سب بے کار ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا مذہب میں منافقت کی کوئی گنجائش نہیں اسلام میں تو بالکل نمایاں ہونا چاہیے جیسے صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی جناب علی رضوان اللہ علیہم اجمعین یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور منافق نیم دروں اور نیم بروں ہوتے ہیں کہ ہم سب کے سانجے یہ حقیقت میں تیسری مخلوق ہے جنہیں مذہبی مخنس کہا جاتا ہے مومن ایسا نہیں ہوتا۔

marfat.com
Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝

ترجمہ: اے ایمان والوتم میں جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیار مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ ایمان والوں کو باخبر کردو کہ اے ایمان والوتم میں سے اگر لوگ دین سے پھریں گے تو اسلام کو کچھ فرق نہیں پڑے گا مگر یہاں ایمان والوں کو کہا جارہا ہے یہ ایک خبر ہے جو اللہ کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یعنی وحی کے ذریعہ سے ایمان والوں کو پہنچارہا ہے کہ ایک ایسا واقعہ ہونے والا ہے کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد عرب کافی تعداد میں مرتد ہو گئے تھے کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنگ کا فیصلہ فرمایا مگر بعض حضرات نے جنگ کرنے کی مخالفت بھی فرمائی مگر اس کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنگ کا فیصلہ نہ بدلا بلکہ فرمایا خدا کی قسم جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے جو حضور علیہ السلام کو ایک بکری کا بچہ بھی دیتے تھے اگر انہوں نے مجھے دینے سے انکار کیا تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ پھر اس کے بعد مسیلمہ کذاب سے جنگ فرمائی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ یاد رہے کہ مسیلمہ کذاب نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی نبوت کا دعوٰی کر دیا تھا مگر اس کو کیفر کردار تک خلافت صدیقی میں پہنچایا گیا اور مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کرنے والا وحشی تھا جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور وحشی یہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں میں سے سب اعلیٰ جو آدمی تھا اسے شہید کیا اور جب میں مسلمان ہو گیا بے ایمانوں سے جو بدترین بے ایمان تھا اسے واصل جہنم کیا ہے دیگر جو ایسے واقعات ہوئے کافی عرب دین سے پھر گئے تو قرآن نے پہلے اشارہ فرما دیا تھا مگر ساتھ ساتھ خوشخبری بھی سنائی کہ عنقریب اللہ ایسے آدمی لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور آدمی اللہ سے پیار کرنے والے ہوں گے اور مسلمانوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کیلئے جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ بھی نہیں کریں گے اور ان صفتوں کا ہونا اللہ کا فضل ہے اور وہ جس پر چاہے فضل کرے اللہ نے پہلے جس واقعات کی خبر دی تھی وہ سب واقعات ظہور پذیر ہوئے مگر کس دور میں ہوئے؟ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئے تو یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر زبردست دلیل ہے کیونکہ مرتدین سے جنگیں صرف جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

marfat.com

Marfat.com

ہوئی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کفار سے جنگیں ہوئی ہیں اور اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی کفار سے جنگیں ہوئی ہیں اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگیں صرف باغیوں سے ہوئی ہیں۔ مرتدین سے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ہیں اور قرآن نے اشارہ بھی دیا تھا کہ ایمان والے اپنے دین سے پھریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ اپنے پیارے بندے لائے گا جو اللہ سے پیار کریں گے اور اللہ ان سے پیار کرے گا اور وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے جنہوں نے مرتدین یعنی دین سے پھرنے والوں کے خلاف جہاد کیا اور پھر بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جنگ کی مخالفت بھی کی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کسی رکاوٹ کرنیوالے کی پرواہ نہیں فرمائی' کفار پر سختی کی اور زکوۃ نہ دینے والوں سے زکوۃ وصول کی تو یہ تمام چیزیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقانیت پر واضح دلیل ہیں اب جو شخص خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو باطل جانتا ہے وہ قرآن کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہو وہ مسلمانوں والا عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ گمراہ بے دین ہے کیونکہ قرآن کی مخالفت ایمان نہیں ہو سکتی لہٰذا ہر اہل ایمان کو چاہیے کہ خلافت صدیق اکبر کو حق مانے اور صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق ماننا کافی نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے چاروں خلفاء رضوان اللہ علیہم اجمعین حق پر تھے اور ان چاروں میں سے کسی کی خلافت پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر سے بھی ثابت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے اور اس کا انکار قرآن کا انکار ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے سے انکار ہے کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان انکار نہیں کر سکتا چنانچہ ملاحظہ ہو عبارت

فقال ان ابابکر یلی الخلافة بعدی ثم بعده ابوكِ فقالت من انبأك هذا قال نبانی العليم الخبير

تفسیر صافی جلد دوم ص ۱۶۷

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شک میرے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر اس کے بعد تیرے باپ (جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کی (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرتاج من) یہ خبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے دی ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے یہ خبر میرے علیم و خبیر اللہ نے دی ہے۔ اس سے ثابت ہوا خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت پر تنقید کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر تنقید ہے اور بغاوت ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کا انکار کفر ہے گمراہی بے دینی ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ ۵۵

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما نماز نفل ادا کر رہے تھے کہ ایک سوالی نے سوال کیا (کہ اللہ کے نام پر کچھ عطا کیا جائے) تو اس وقت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ رکوع میں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی اتار کر سائل کو خیرات کر دی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری روایت یہ بھی ملتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہودیوں نے ہم سے بائیکاٹ کر لیا ہے اور انہوں نے قسمیں اٹھائی ہیں کہ جو مسلمان ہو جائے اس سے ملنا برتنا میل ملاپ سب بند کر دو اور رشتے ناطے سب ختم۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو خوشخبری دی کہ تمہیں کیا ضرورت ہے ان گمراہوں کی دوستی کی۔ تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والے ہیں جو سچے پکے مسلمان ہیں' نماز قائم رکھتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں اور نفل وغیرہ ادا کرنے والے یعنی متقی پرہیزگار ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اسکے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں سے تعلق پیدا کرنا دوست بنانا ان نیکوں کے گروہ میں شامل ہونا دین و دنیا کی کامیابی ہے کیونکہ نیکوں کا گروہ اللہ کا گروہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر بھی ایسے وقت آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک جوتا دوسرے کے برابر ہوتا ہے جس طرح کہ کوئی بنی اسرائیل میں اپنی ماں کے پاس علانیہ طور پر آیا تو ایسا ہی میری امت میں ہوگا۔ بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹی تھی میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جو ماسوائے ایک کے سب کے سب جہنمی ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون سی جماعت ہے (جو جنتی ہوگی) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اس سے معلوم ہوا اللہ کا گروہ وہ ہے جس میں اللہ کے نیک بندے جو اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرتے ہیں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر بزرگان دین ہیں کیونکہ ان بزرگوں کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والا ہے اہلسنت کے سوا کسی کا عقیدہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین والا نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور

marfat.com

Marfat.com

کافروں میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث یہ دونوں منافق تھے بظاہر مسلمان تھے مگر دل میں کفر تھا تو بعض مسلمان ان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر ان کو مسلمان سمجھتے ہوئے ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا صرف زبان سے اظہار کرنا کہ ہم مسلمان ہیں کافی نہیں تمہارے دل میں بھی ایمان ہونا چاہیے اگر دل میں کفر ہو اور زبان پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو تو یہ دین سے مذاق ہے تو اللہ کریم نے ایمان والوں کو حکم فرمایا ایسے منافقوں سے دوستی نہ رکھو۔ مطلب کہ خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرک ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اگر تم مومن ہو۔ اگر تمہارے دلوں میں ایمان ہے کا مطلب ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو وہ کبھی بھی منافق یا کافر کو دوست نہیں بنا سکتا کیونکہ ایمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا نام ہے تو محبت کا یہ خاصہ ہے کہ جو محبوب کا دشمن ہو وہ دوست نہیں ہوتا دشمن سمجھا جاتا ہے لہٰذا اگر تمہارے دلوں میں ایمان یعنی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے تو پھر تم کفار سے دوستی کر ہی نہیں سکتے اور ساتھ اللہ سے ڈرو کا مطلب ہے کہ اس بات کا تمہیں خوف ہونا چاہیے کہ کہیں ان کی دوستی ہماری آخرت خراب نہ کر دے یعنی قیامت کے دن کفار کی دنیا کی دوستی کی وجہ سے حشر کے دن ان کے ساتھ نہ اٹھایا جاؤں۔

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۵۸

ترجمہ: اور جب تم نماز کیلئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لیے کہ وہ نرے بے عقل ہیں۔

تفسیر: ایک روایت ہے کہ جب موذن اذان دیتا تھا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کیلئے آتے اور نماز ادا کرتے تو یہودی مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھ کر کبھی قیام کرتے ہیں کبھی سجدہ کبھی رکوع ان حالتوں کو دیکھ کر وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور جب اذان ہوتی اسی وقت وہ آپس میں بکنا شروع کر دیتے کہ لو مسلمانوں کے ایسے ایسے کرنے کا وقت ہو گیا ہے اور نماز پڑھتے مسلمانوں کو دیکھ کر ہنستے اللہ کریم نے فرمایا یہ بے عقل لوگ ہیں اور خازن میں لکھا ہے کہ ایک گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نصرانی مدینہ طیبہ میں رہتا تھا جب موذن اذان دیتا اور پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک لیتا (اشھد ان محمدا رسول اللہ) کہتا تو وہ گستاخ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بکتا (حرق الکاذب) جھوٹا جل جائے وہ خبیث یہ توہین کیا کرتا تو ایک دن آگ کا ایک شعلہ اڑا جس سے اس کے گھر کو آگ لگ گئی اور پورا گھر اس آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بچوں سمیت اسی آگ میں جل کر واصل جہنم ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا اللہ کریم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والا پسند نہیں اللہ کریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور گستاخوں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے اور قبر و حشر میں بھی کرے گا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرنے والوں پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور قبر و حشر میں بھی کرے گا۔

marfat.com
Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو تمہیں ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان سے کہ اے یہود و نصاری تعجب ہے یہ تم پر کہ تمہیں اس بات سے مخالفت ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور پھر آسمانی کتب پر ایمان لائے ہیں! مطلب کہ تمہیں یہ چاہیے تھا کہ تم خوش ہوتے ہم نے وہ کیا ہے کہ جو تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے مطلب کہ توریت انجیل سب میں یہ موجود ہے کہ ایک آخر الزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے اس پر ایمان لانا۔ اللہ نے تمہیں حکم دیا اور سب نبیوں نے بشارتیں دیں اور تم نے اپنے نبیوں کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے اور ہم نے اپنے اللہ کے حکم کو مانا اور توریت اور انجیل میں جو لکھا ہوا ہے اس پر عمل کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے کلمہ پڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو گئے اس پر تمہیں خوش ہونا چاہیے تھا مگر تم مخالفت کرتے ہو تم میں اکثر فاسق ہیں یعنی تم آسمانی کتب اور اللہ کے حکم کے بھی منکر ہو گئے جو کہ کفر ہے۔ اس سے معلوم ہوا گروہ بندی کی ضد میں حق کا اقرار نہ کرنا کفار اور یہود و نصاریٰ کا کام ہے مومن وہ ہے جو گروہ بندی کی ضد کو ترک کر کے دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکڑے اور خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہ کرے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات معجزات کو تسلیم کر کے ایمان کو مضبوط کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم و فضل اختیارات اور نورانیت اور دیگر فضائل پر ایمان لائے اور کفار کے نقش قدم پر نہ چلے۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ ہیں وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔

تفسیر: فرمایا اللہ وحدہ لاشریک کے نزدیک سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو نبیوں کے منکر ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور وہ منکرین انبیاء ہیں جن پر اللہ غضب فرماتا ہے ان میں سے کچھ کی شکلیں بدل دیں چہرے مسخ کر دیئے کوئی بندر بنا دیا گیا اور کوئی

marfat.com

Marfat.com

سور بنا دیا گیا اور ان سے ایسا کیوں ہوا کہ شیطان کے پجاری تھے اور جہنم میں بھی ان کو سب سے زیادہ بری جگہ دی جائے گی جہاں سب سے زیادہ سخت قسم کا عذاب ہوگا اس لیے کہ انہوں نے اپنی زندگی صحیح راہ پر نہیں گزاری اور نبیوں کی گستاخیاں کرتے گزاری ہے اور اللہ کی رحمت تو ان لوگوں پر ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے ہوتے ہیں اور سب نبیوں کو ماننا ضروری ہے اگر ایک نبی کا بھی منکر ہوگا تو لعنتی ہوگا اور کافر ہوگا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔ اصل میں یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ کے مقبول لوگ ہیں اللہ ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم ٹھیک راہ پر ہیں تو فرمایا گیا اے یہودیو تم ایسے ہی کسی خوش فہمی میں نہ رہو پہلے اپنا کردار تو دیکھو کیا اس کے پیاروں کا کردار یہ ہوتا ہے؟ مطلب کہ تم اللہ کے پیارے کیسے ہو سکتے ہو کہ تم تو نبیوں کے قاتل اور گستاخ ہو' بچھڑے کی پوجا تم نے کی اور صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں۔ بندر اور سور تم بنے کیا یہ اللہ کے پیارے ہونے کی علامتیں ہیں؟ نہیں تم وہ لوگ ہو جن پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔ اللہ کا فضل اور رحمت ان لوگوں پر ہوتی ہے جن کے دلوں میں انبیا علیہم السلام کا احترام ہوتا ہے۔ تم نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا ہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہو۔ اگر اللہ کے پیارے بننا چاہتے ہو تو دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کرو انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کرنا ترک کرو پچھلی جو کی ہیں ان کی اللہ سے معافی مانگو سچے دل سے توبہ کرو اور اللہ کے سب نبیوں پر ایمان لاؤ صحیح العقیدہ مسلمان بن جاؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کرنا ذریعہ نجات جانو پھر دیکھنا اللہ کی رحمتیں تم پر کیسے نازل ہوتی ہیں کیونکہ اللہ کی رحمت ایمان والوں پر ہوتی ہے اور ایمان والے ہی اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

تفسیر: یہودیوں کے بعض گروہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوتے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے جبکہ ان کے دلوں میں کفر ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے دل کے حالت بتا دی کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ جھوٹے ہیں ان کے دل میں ایمان نہیں صرف زبان سے اقرار کرتے ہیں دل میں کفر ہے۔ مطلب کہ اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دل کا علم عطا فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ منافق ہیں زبان سے اپنے دل کا کفر چھپا رہے ہیں جیسے یہ آتے وقت کافر تھے جاتے وقت بھی یہ اسی طرح کافر ہیں۔ ان الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرما دیا ہے۔ اللہ کے عطا کرنے سے حضور علیہ السلام کو ان منافقین کے دلوں کی حالت معلوم ہوگئی یہی عقیدہ اہلسنت کا ہے کہ اللہ کے عطا کرنے سے حضور علیہ السلام کو ہر چیز کا علم ہے تو آگے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جو یہ چھپا رہے ہیں۔ مطلب کہ یہ بے وقوف سمجھتے ہیں کہ ان کو ہمارے دل کی حالت معلوم نہیں جبکہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ٦٢

ترجمہ: اور ان میں تم بہتوں (کثیر) کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی حرام خوری پر دوڑتے ہیں بے شک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ان یہودیوں کو دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ میں زیادتی کرتے ہیں یعنی توریت میں جو حضور علیہ السلام کے فضائل درج ہیں۔ خصائص درج ہیں ان کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کہ کہیں لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ یہی وہ امام الانبیاء علیہم السلام ہیں جن کا توریت میں ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبیاں چھپانا' حضور علیہ السلام کے علم کی نفی کرنا' نورانیت کی نفی کرنا' اختیارات کا انکار کرنا' ان آیات واحادیث کو بیان کرنے سے گریز کرنا جن میں فضائل رسول ہیں جیسے آج کل بعض گروہ مذہبی تعصب کی وجہ سے کر رہے ہیں' یہ سب عظیم گناہ ہیں یہودیت کی پیروی اور منافقت کی علامت ہے ایسا شخص گمراہ اور بے دین ہے پھر آگے فرمایا **والعدوان** زیادتی کے کرنے پر دوڑتے ہیں۔ مطلب کہ توریت میں ردوبدل کرتے ہیں یعنی ان کو چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ کا حکم مانتے ہوئے توریت پر عمل کرتے اور حضور علیہ السلام پر ایمان لے آتے مگر ان بدبختوں نے توریت میں ردوبدل کر دیا۔ فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپائے اور اپنی طرف سے کچھ لکھ دیا دیگر احکام میں بھی بہت زیادہ ردوبدل کر دیا تو فرمایا زیادتی کرنے پر دوڑتے ہیں اور اس زیادتی کی وجہ جو بیان کی گئی ہے۔ **واکلھم السحت** اور کھانے ان کے حرام ہیں یعنی حرام خور ہیں اس لیے حد سے بڑھنے والے ہیں مطلب کہ توریت میں ردوبدل کر کے لوگوں سے رشوت وصول کرتے ہیں فضائل وکمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چھپاتے ہیں تو صرف مال کمانے کیلئے فتوے غلط اس لیے دیتے ہیں کہ مال کماتے ہیں تو اللہ نے فرمایا یہ حرام خور ہیں حد سے بڑھنے والے ہیں۔ فرمایا اس میں شک نہیں کہ ان کے یہ عمل اس قدر غلط ہیں کہ ان کی تباہی ہوگئی ہے جہنم کا ایندھن بن گئے ہیں۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ ٦٣

ترجمہ: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بے شک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: فرمایا ان یہودیوں کے جو مذہبی رہنما ہیں ان کو کیا ہوا ہے کہ ان لوگوں نے مذہب کو ایک ذریعہ معاش سمجھ لیا ہے توریت میں تغیر وتبدل کے پیسے لیتے ہیں۔ حقیقت کو چھپاتے ہیں یعنی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے چھپاتے ہیں کہ ہماری آمدنی ختم نہ ہو جائے کیونکہ مذہب کے نام پر مال کماتے تھے۔ ان کے بڑے عالموں کو اور مذہبی رہنماؤں کو چاہیے تھا کہ ان کو اس برے فعل سے روکتے مگر برائی سے منع کرنے کی بجائے ان کے ساتھی بن گئے ہیں جبکہ یہ بہت بڑی برائی ہے۔

اس سے معلوم ہوا جماعتی تعصب کی وجہ سے تقریروں اور تحریروں میں یا درس وتدریس کرتے ہوئے فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان نہ کرنا یا عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بخل کرنا تحریروں میں کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تحریر نہ کرنا اور طلبا کو تدریس کرتے وقت عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس نہ کرانا بخل کرنا یہ سب یہودیت کی پیروی ہے اور منافقت ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۶۴

ترجمہ: اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھاتا ہے اور زمین میں فساد کیلئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودیوں کو دعوت حق دی اور فرمایا کہ مجھ پر ایمان لاؤ میں اللہ کا سچا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں مگر ان لوگوں یعنی یہودیوں نے حضور علیہ السلام کی تکذیب کی اور اللہ کے حکم کا انکار کیا حضور علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کیا اور توریت کی آیات کا انکار کیا نافرمانی کی تو اللہ نے ان کے رزق میں کمی کر دی جو مالدار تھے وہ غریب ہو گئے ہر کاروبار میں بے برکتی ہو گئی۔ ہر طرف سے خسارہ ہی خسارہ شروع ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی کنگال ہو گئے تو اس وقت یہودیوں نے کہا کہ کیا اللہ بخیل ہو گیا ہے (معاذ اللہ)؟ کیا اللہ کا ہاتھ بندھ گیا ہے اور یہ کہنے والا فخاص تھا جو اپنے قبیلے کا

marfat.com
Marfat.com

سردار تھا تو اللہ نے یہودیوں کی تردید فرمائی فرمایا یہ جو اللہ وحدہ لاشریک کے متعلق یہ بکواس کرنے والے ہیں ان کے ہاتھ باندھے جائیں گے اور یہ لعنتی ہیں اس لیے بکواس کررہے ہیں اللہ پوری کائنات کو رزق دینے والا ہے مگر جسے چاہے اسی طرح کرتا ہے اگر چاہے تو کسی کا رزق کشادہ کردے اگر وہ چاہے تو رزق کم کردے کیونکہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ جہالت کی وجہ سے ایسے جملے بولتے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے اگر توبہ نہیں کرے گا تو وہ یہودیوں کی پیروی کرنے والا ہوگا اور سخت سزا کا مستحق ہوگا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ باطل کی حمایت کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کے گستاخ ہونے سے بھی ایسی وبائیں نازل ہوتی ہیں تو آگے فرمایا ہر شخص ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرے لہٰذا ایسے لوگوں کو جن کے دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے ان کے کفر اور شرارت میں اضافہ ہوتا ہے مطلب کہ پہلے انہوں نے توریت کا انکار کیا وہ آیات نہ مانی جن میں تیری فضیلت تھی اور تیری غلامی کرنے تجھ پر ایمان کا حکم تھا تو وہ انکار سے کافر ہوئے اور اس کے بعد وہ قرآن اور تیرے فرمان کا انکار کررہے ہیں یہ ان کے کفر میں ترقی ہے اور جوں جوں تیرے فضائل قرآن میں بیان ہوئے ہیں اسی رفتار سے ان کے دلوں میں حسد بڑھ رہا ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی شرارت کھڑی کردیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ کو ان کے یہ عمل پسند نہیں اللہ کو فساد پھیلانے والے لوگ اچھے نہیں لگتے اللہ کو وہ اچھے لگتے ہیں جو امن کیلئے کام کریں۔ یہودی حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتے اور عیسائی بھی ان کا ساتھ دیتے تو اللہ نے فرمایا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تمہاری مخالفت کیا کرسکتے ہیں ہم نے ان دونوں یعنی عیسائیوں اور یہودیوں میں دشمنی ڈال رکھی ہے یعنی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بکواس کرتے ہیں ان کے روح اللہ ہونے کی وجہ سے اس لیے عیسائی یہودیوں کو قطعاً قبول نہیں کرتے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر: یہود و نصاریٰ میں جو بھی اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آتا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے اور ان کو جنت عطا فرمائی جاتی کیونکہ جنت میں صرف ایمان والے جائیں گے اور ایمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا نام ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ کریم اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے (مسلم، مشکوٰۃ) تو آگے فرمایا اگر وہ نماز پڑھتے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد پھر وہ نمازی ہوتے اور توریت اور انجیل پر ایمان رکھتے قرآن پر یقین رکھتے تو یقیناً یہ عذاب یعنی غربت ان سے اٹھالی جاتی اور بہت زیادہ مالدار ہو جاتے اوپر نیچے سے مراد رزق کا زیادہ ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے تم ایسا کہو نیچے اوپر مال ہی مال ہوگا۔ یہ محاورہ ہے کہ عربوں میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ آگے فرمایا سارے کے سارے ایسے نہیں کچھ اعتدال پسند بھی ہیں مگر بہت کم تھے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مگر کثرت برے لوگوں کی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچا دو جو کچھ اتارا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے پیغام پہنچاؤ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل اور تبلیغ کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور علیہ السلام نے اللہ کے نازل کردہ احکام سے کچھ چھپایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

فرمایا: اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق لوگوں تک پہنچاؤ اگر کوئی ان کفار سے خطرہ محسوس فرماتے ہو تو ان کی پرواہ نہ کرو کیونکہ تمہاری حفاظت کرنا ہمارا کام ہے مطلب کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید نہیں کر سکیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر میں ہوتے تو جب حضور علیہ السلام نے آرام فرمانا ہوتا تو ایک درخت سایہ دار کے نیچے آرام فرماتے ایک دن حضور علیہ السلام درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور تلوار درخت سے لٹکا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو ایک آدمی نے درخت سے تلوار اتار کر حضور علیہ السلام پر تان لی اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا تو حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا میرا اللہ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: تو تم فرمادو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور بے شک اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا (ہے) اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے یہود ونصاریٰ تم تو یہودی اور نصرانی بھی نہیں ہو اگر تم یہودی ہوتے توریت پر عمل کرتے جو احکام توریت میں درج ہیں ان پر تمہارا یقین ہوتا مگر تم تو ان کے بھی منکر ہو اور اے عیسائیو اگر تم عیسائی ہوتے تو انجیل پر عمل کرتے اس پر یقین رکھتے مگر تم دونوں نے اپنی کتابوں کا انکار کیا ہے کیونکہ توریت اور انجیل میں حضور علیہ السلام کا ذکر تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص تھے۔ حضور علیہ السلام کی نبوت کا ذکر تھا کہ آخرالزمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے ہیں ان کی یہ نشانیاں ہیں مگر تم نے اس کا انکار کیا۔ یہودیوں نے بھی اور عیسائیوں نے بھی تو فرمایا گیا تم تو کافر ہو نہ یہودی ہو اور نہ عیسائی۔ اگر یہودی یا عیسائی کہلوانا چاہتے ہو تو توریت اور انجیل پر یقین رکھو اپنے نبیوں کے فرمان کو یاد رکھو دیگر احکام جو آسمانی کتب میں ہیں اس کے مطابق زندگی بسر کرو اس وقت تم کچھ بھی نہیں ہو۔ آگے فرمایا اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے یعنی قرآن تو اس سے ایسے لوگوں کو ایمان یا ہدایت نہیں ملے گی بلکہ ان کے کفر میں ترقی ہوگی، شرارت میں اضافہ ہوگا۔

اس کا مطلب ہے کہ پہلے ہی کافر ہیں اور ان کے کفر میں اضافہ ہوگا اور جوں جوں کسی سے دشمنی سخت ہو جاتی ہے اس کا حسد وبغض وعداوت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر آدمی ہر وقت اس کے متعلق سوچتا ہے کہ کیا کیا جائے کہ اسے کوئی نقصان ہو تو اس کو اللہ نے شرارت فرمایا ہے ان کا حسد بڑھے گا مگر اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی کچھ پرواہ نہ کرو تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اس سے معلوم ہوا جن دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ان کو قرآن سے بھی کچھ نہیں ملتا قرآن سے ہدایت اسی کو ملے گی جو دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھتا ہوگا جو لوگ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں حضور علیہ السلام کے فضائل کے منکر ہیں اپنی مثل کہنا علم واختیارات کا انکار یہ سب عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے عشق والے ایسا نہیں کہتے کیونکہ جن دلوں میں عشق ہو وہ محبوب کو سب سے زیادہ فضیلت والا مانتے ہیں اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عیب نکالنا منافقت کی علامت ہے۔ ہر خوبی والا ماننا ایمان کی علامت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا

marfat.com

Marfat.com

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرما رہا ہے کہ وہ لوگ جو منافق ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں مگر مسلمان نہیں اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور ان صفتوں کا اقرار کریں جو اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہیں ان کو دل سے مان لیں ان پر یقین لے آئیں دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کریں جہاں عداوت اور منافقت ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پیدا کریں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور قیامت پر ایمان لے آئیں تو پھر وہ عذاب جہنم سے بچ سکتے ہیں خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا ستارہ پرست مطلب یہ کہ کتابی کافر ہو یا غیر کتابی کافر ہو تو اچھے کام کریں تو پھر آخرت کا غم نہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے اس امت میں کوئی یہودی اور نصرانی میری بات سنے بغیر مر گیا (یعنی میرا کہا نہ مانا) اور اس دین وشریعت (اسلام) پر ایمان نہ لایا جس کو میں لایا ہوں تو وہ جہنمیوں سے ہوگا۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف) یعنی نجات کا دارومدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا برکات پر ایمان لانا اور ان سے محبت رکھنے پر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مجھے ایک دفعہ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے دراز گوش پر سواری کرنے کا شرف ملا اس وقت میرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان زین کی لکڑی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے کون سے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں تب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق رب تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے اس کو عذاب نہ کرے۔ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ خوشخبری میں دوسروں کو پہنچا دوں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات دوسروں کو نہ بتانا کیونکہ وہ بھروسہ کھو بیٹھیں گے (یعنی عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (متفق علیہ)

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے جب کبھی انکے پاس کوئی رسول وہ

marfat.com
Marfat.com

بات لیکر آیا جوان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا ہوا تھا کہ توریت پر ایمان رکھو گے اور اس پر عمل کرو گے اور جو توریت میں مستقبل کی خبریں ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کی خبر ان سب پر ایمان رکھنا ہے اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہو جائے اور اعلان نبوت کریں تو ان پر ایمان لانا ہے یہ وعدہ تھا جو یہودیوں نے اللہ سے کیا تھا اور پھر ان کی طرف رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھیجے تا کہ وہ وعدہ یاد دلاتے رہیں اور دیگر احکام اللہ کے ان تک پہنچادیں مگر یہ بدبخت وہ مانتے جو ان کی مرضی ہوتی اور جو ان کی خواہش کے خلاف ہوتا وہ جھٹلا دیتے اور کچھ نبیوں کو ان لوگوں نے جھٹلایا اور کچھ کو شہید کیا بلکہ یہودی کافی نبیوں کے قاتل ہیں جن میں جناب زکریا علیہ السلام اور جناب یحییٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے مومن وہ ہے جو تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرے بلکہ جس چیز کی نسبت حضور علیہ السلام سے ہو جائے اس چیز کی تعظیم بھی مومن پر واجب ہے اور ان کی تعظیم کرنا ایمان ہے اور توہین کرنا منافقت اور بے ایمانی ہے۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ: اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک نے یہودیوں کو اندھے اور بہرے فرمایا کیونکہ اندھے دیکھ نہیں سکتے اور بہرے سن نہیں سکتے تو فرمایا وہ یہودی اندھے اور بہرے ہو گئے تھے وہ نہ حق سنتے تھے اور نہ ہی حق دیکھتے تھے۔ وہ صرف اس گمان میں تھے کہ ہماری نسبت بڑی عظیم ہے اور ایک ہزار کے قریب ہم سے نبی پیدا ہوئے ہیں یعنی بنی اسرائیل سے لہٰذا ہمیں سزا نہیں ہوگی ہم بخشے ہوئے لوگ ہیں جو چاہیں کریں ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا تو وہ اس گمان میں اندھے اور بہرے ہو گئے تھے مگر وہ اس باطل گمان کی وجہ سے انتہا درجے کے گستاخ ہو چکے تھے اور بعد میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ یہاں یاد رہے کہ جو نبیوں کے قاتل تھے ان کی توبہ قبول نہ ہوئی وہ مردود ہی مرے تھے مگر بعض نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان لیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو بعض نے تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حضور علیہ السلام پر ایمان لے آئے مگر بعض اسی طرح اندھے اور بہرے رہے۔ مطلب کہ جیسے اندھے کو راستہ نظر نہیں آتا ان اندھوں کو بھی حق نظر نہیں آیا اور جس طرح بہرہ سنتا نہیں اسی طرح ان یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی حق سنا ہی نہیں یعنی حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تو ان منکرین کو اللہ نے بہرے اور اندھے

marfat.com

Marfat.com

فرمایا ہے۔ تاہم اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے کا مطلب ہے کہ اس انکار کی سزا تمہیں وہ دوں گا جو نہ ختم ہونے والی ہے اور تم اس وقت مجھ سے کچھ چھپا نہیں سکو گے کیونکہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا اگر بزرگوں کی اولاد بدمذہب ہو جائے تو وہ قابل عزت نہیں رہتی کیونکہ بدمذہب کا بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا خواہ ولی کی اولاد ہوں یا نبی کی یعنی سید ہوا گر عقیدہ ٹھیک ہو تو پھر ان کو عمل بھی وہ کرنا چاہے جن پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۞

ترجمہ: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل علیہ السلام کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب (ہے)۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانے یا خدا کا بیٹا مانے وہ جہنم میں جائے گا کیونکہ وہ مشرک ہے اور مشرک ہمیشہ کا دوزخی ہے۔ فرمایا ابن مریم جناب عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے والو وہ تو تمہیں کہا کرتا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو وہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی تو تم اس کے فرمان کے خلاف کررہے ہو اس لیے جناب عیسیٰ علیہ السلام بھی تمہاری مدد نہیں کریں گے بلکہ مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا کیونکہ جو اللہ کے مقابلے میں دوسرا خدا مان لیں ان کی مدد کوئی خدا والا تو نہیں کرے گا یعنی نبی، ولی مشرکوں کے مددگار نہیں ہو سکتے۔ ولی، نبی تو مومنوں کے مددگار ہوں گے ایمان والوں کی مدد کی جائے گی۔ حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا میری شفاعت ایمان والوں کیلئے ہے بے ایمانوں اور کافروں کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی مدد کرنے والا نہیں اصل میں وہ خود کو مشکوک کررہے ہیں کیونکہ ایمان والوں کے مددگار بہت ہوں گے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞

ترجمہ: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے وہ کافر ہے جو میرے سوا کسی اور کو الٰہ مانے الٰہ صرف اللہ ہے جو سجدہ کے لائق اور عبادت کے لائق ہے۔ مگر یاد رکھو جو لوگ اس شرک سے باز نہ آئے اور توبہ کے بغیر مر گئے یعنی کفر کی حالت میں دنیا سے گئے تو ان

marfat.com
Marfat.com

کیلئے سخت ترین سزا ہوگی کیونکہ مشرک اللہ کا باغی ہے۔

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ: تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: فرمایا تعجب ہے ان لوگوں پر کہ یہ توبہ نہیں کرتے کیونکہ انکا توبہ نہ کرنا ان کیلئے نقصان دہ ہے مگر اس کے باوجود یہ اپنی غلطی سے باز نہیں آتے۔ اگر یہ باز آجائیں اور سچے دل سے توبہ کریں تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور ان کو بخش دوں گا اور یہ مجھے مہربان پائیں گے۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ ؕ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ کَیْفَ

نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

ترجمہ: مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کیلئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الٰہ نہیں وہ تو مریم کے بیٹے ہیں جو صدیقہ ہے یعنی فضیلت والی ماں کے بیٹے ہیں جس کی ماں ہو جو جنا جائے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا الٰہ وہ ہے جس نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے رسول بنایا ہے تو وہ صرف رسول ہیں الٰہ نہیں حضرت مریم علیہا السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تھے الٰہ وہ ہے جو کھانے سے پاک ہے بلکہ الٰہ وہ ہے جو ان کو کھانے کو دیتا ہے مگر یہ بدبخت اتنے روشن دلائل کے باوجود الٹے جاتے ہیں حالانکہ جن خوبیوں کو دیکھ کر تم جناب عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہو وہ بھی ان کو اللہ وحدہ لاشریک نے عطا فرمائیں ہیں یہ بھی ان کی ذاتی نہیں ہیں اللہ کی عطا کردہ ہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے! یعنی تعجب کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا غیروں کو پوجنے والو تمہیں ذرا بھی عقل نہیں؟ کچھ تو سوچو کہ تم کس کی پوجا کر رہے ہو یعنی اے عیسائیو کم از کم کچھ تو سوچو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں یہ کہتا رہا کہ اس رب کی پوجا کرو جس نے زمین و آسمان بنائے اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور پھر تم اس کی پوجا کرتے

marfat.com

Marfat.com

ہواس کو الٰہ مانتے ہو جو خود اللہ وحدہ لاشریک کی پوجا کرتا رہا ہے اور پھر اس کے دنیا میں آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کا درس دے اور خدا کے سوا کسی کی پوجا کرنے والوں کے خلاف جہاد کرے تو جو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہو کہ لوگوں کو توحید کا درس دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ اس سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہیں نفع دے گا؟ اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے ایسا سوچو بھی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہیں نفع دیں گے کہ وہ کل قیامت کو اللہ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کریں گے یا کسی قسم کی مدد فرمائیں گے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ کسی کافر یا مشرک کی مدد نہیں فرمائیں گے اور نہ ہی اس قسم کا کوئی نفع دیں گے اور نہ ہی ہم نے کسی نبی ولی پیر پیغمبر کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کسی کافر مشرک کو قبر و حشر میں کسی قسم کا نفع دے سکے بلکہ اگر نبیوں ولیوں کو اختیار ہوتا بھی تب بھی وہ کسی کافر اور مشرک دشمن خدا کی نہ تو مدد کرتے اور نہ ہی کسی قسم کا نفع پہنچاتے کیونکہ جو خدا کا دشمن ہو نبی ولی پیر پیغمبر اس کی مدد یا حمایت کیسے کر سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہاں نبی ولی پیر پیغمبر ایمان والوں کو نفع دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء شہداء (مشکوٰۃ۔ ابن ماجہ) مگر ایمان والوں کی شفاعت کریں گے کیونکہ انبیاء علماء شہداء یا دیگر لوگ اگر نفع دے سکتے ہیں تو صرف ایمان والوں کو۔ کافر مشرک کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی حمایت ہوگی کسی قسم کا نفع کافر مشرک کو نہیں ہوگا۔

قرآن کہتا ہے **وما لھم من اللہ من واق** کفار کو مشرکین کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں تو اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے عیسائیو جناب عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار ہی نہیں دیا کہ وہ کفار کو نفع دیں یا مشرکین کی سفارش کریں اور جن کمالات کو دیکھ کر تم اسے الٰہ مان رہے ہو اس کی وہ خوبیاں بھی میری عطا کردہ ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں بیماروں کو شفا دیتے ہیں اندھوں کو بینائی دیتے ہیں غیب کا علم جانتے ہیں تو یہ کمالات بھی اس کے ذاتی نہیں ہیں کیونکہ جس کے پاس جو کمال بھی ہے حسن مال دولت عقل علم ولایت نبوت شہرت عزت دیگر نعمتیں جتنی بھی ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں کسی کی ذاتی نہیں ہے۔ سب کی سب اللہ نے عطا فرمائی ہیں لہٰذا میرے دشمن کی وہ کبھی حمایت نہیں کریں گے اور نہ نفع دیں گے اور نہ ہی ان کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کافر کی سفارش کریں اس کو نفع دیں اور نہ نقصان یعنی وہ نقصان بھی نہیں دے سکتے مطلب کہ نہ وہ کافر کو جنت میں پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو عذاب دے سکتے ہیں اللہ فرماتا ہے کافروں اور مشرکین کو عذاب دینے کا اختیار بھی کسی کو نہیں وہ صرف میں دوں گا۔

اختیارات کی مختصر بحث

اس مسئلہ میں تھوڑی سی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے کچھ دلائل پیش کر رہا ہوں کہ بعض لوگ ایسی آیات پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اصل میں ان کے دل میں عداوت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ جاہل بھی ہوتے ہیں یہاں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عیسائیو جس کی تم پوجا کرتے ہو وہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو تمہیں نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ نفع سے مراد کہ وہ تمہیں جہنم سے بچا نہیں سکے گا اور نہ ہی مشرک کافر کو بچانا چاہے گا۔ نقصان سے مراد ہے۔ اگر تم اس شرک کرنے

marfat.com
Marfat.com

سے توبہ کرو گے تو عیسیٰ علیہ السلام تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ناراض ہو کر بد دعا نہیں دیں گے بلکہ تم پر خوش ہوں گے تم نقصان کا ڈر نہ رکھو کیونکہ کسی کو عذاب دینا میرا کام ہے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یا کسی اور نبی ولی کا لہٰذا وہ نہ تمہیں نقصان دینا چاہے گا اور نہ دے سکتا ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ تھا مگر بعض گمراہ فرقوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں دیتا جب کہ قرآن واضح اعلان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے ہیں اللہ نے انکو یہ اختیار دیا ہے کہ کوڑھیوں کو شفا دیتے ہیں' اندھوں کو بینائی دیتے ہیں' غیب کی خبریں دیتے ہیں جو قرآن کی نص سے ثابت ہیں جن کا انکار کفر ہے تو ان فضائل سے جو قرآن سے ثابت ہیں انکار کفر ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات بھی دیئے ہیں کیونکہ جس مردے کو چاہیں زندہ کریں اگر نہ چاہیں تو نہ زندہ کریں۔ اگر چاہیں تو آنکھیں دیں اگر نہ چاہیں تو نہ دیں۔ اگر چاہیں تو شفا دیں اگر نہ چاہیں تو نہ دیں تو یہ آیات بتاتی ہیں نفع نقصان کا مطلب صرف یہ ہے کہ کافر اور مشرک کی نہ سفارش کریں گے اور نہ ہی مدد کریں گے جو لوگ مطلق یہ کہہ دیتے ہیں ان کو کوئی اختیار نہیں وہ گمراہ فرقے ہیں اور قرآن کا انکار کرنے والے ہیں کیونکہ ہر فرد کو اللہ نے اختیارات دیئے ہیں اگر اختیارات نہ دیئے ہوتے تو بندوں سے پوچھ گچھ بھی نہ ہوتی کیونکہ ہمیں اختیار ہی نہیں کہ ہم نیکی کر سکیں یا گناہ۔ نہ کوئی یہودی ہوتا' نہ کوئی عیسائی ہوتا اور نہ ہی مسلمان ہوتا' نہ کوئی مومن ہوتا' نہ کافر' نہ مشرک یہ سب کچھ تب ہی ہے جب بندے کو اختیار دیا گیا ہے متقی پرہیز گار اور فاسق فاجر بنتا ہے تو اختیار کی وجہ ہے۔ جیسے آنکھ تو اللہ کریم نے بندے کو عطا فرمائی ہے مگر اس کا استعمال کرنے کا اختیار اللہ نے بندے کو دیا ہے چاہے گناہ کرے یا نیکی اسے غلط استعمال کرے یا صحیح' ہاتھ اللہ نے دیئے ہیں' استعمال کا اختیار بندے کو ہے جائز کرے یا ناجائز' پاؤں اللہ نے دیئے مگر اختیار بندے کو دیا جائز استعمال کرے یا ناجائز' تو یہی اللہ پوچھے گا کہ تجھے یہ اختیار دیا تھا تو نے اس کا ناجائز استعمال کیوں کیا؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی کو کوئی اختیار نہیں وہ یا تو جاہل ہیں یا منافق ہیں اگر علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے اور اگر صحیح العقیدہ مسلمان ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات کا انکار نہ کرتے' انبیاء علیہم السلام یا دیگر جو اللہ کے خاص بندے ہیں جن کو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ان کا انکار نہ کرتے کیونکہ بات تو سیدھی سی ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت اللہ نے دی ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں مگر آگے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مرضی ہے کہ کسی مردے کو زندہ کرے یا نہ کرے آنکھیں دینے کا کمال اللہ نے دیا آگے مرضی ہے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی کہ وہ کسی کو نفع دیں یا نہ دیں کمال اللہ نے دیا ہے مگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مرضی ہے کسی بیمار کو شفا دے کر نفع دیں یا نہ دیں۔ مطلب کہ اللہ نے نفع دینے کی طاقت دی ہے آگے وہ کسی کو نفع دیں یا نہ دیں۔ ایک ہے کہ نبی کو نفع دینے کی طاقت ہی نہ ہو ایک ہے نفع دے سکتے ہیں مگر دیتے نہیں تو حضرت عیسیٰ نفع دے سکتے ہیں کہ وہ اندھوں کو آنکھیں' بیماروں کو شفا' مافی الارحام کا علم (کہ تو فلاں چیز کھا کے آیا ہے اور باقی تمہارے گھر میں اتنی موجود ہے) اور مردوں کو زندہ کرنا ان چیزوں کی طاقت اللہ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو دی ہے آگے نبی کی مرضی ہے کسی کو نفع دے یا نہ دے اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرنے والو اس کو خدا ماننے والو میں نے یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ مشرک کافر کو قبر و حشر میں نفع دے سکیں یا اس

marfat.com

Marfat.com

کوعذاب یعنی نقصان کیونکہ کوئی نبی بھی کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ وہ دشمن خدا مشرک اور کافر کی حمایت کرے۔ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ نبیوں، ولیوں کو سب کمالات تو میں نے دیئے ہیں اب وہ میرے دشمنوں کے ساتھی نہیں ہوسکتے یہ گمان کرنا بھی گمراہی ہے، کفر ہے کہ کوئی نبی کافر کا حامی ہو یا ولی کافر کا حامی ہو۔ نہیں بالکل ایسا نہیں نبی، ولی اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہوچکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرمادو کہ اے یہودیو اور عیسائیو ناحق زیادتی نہ کرو وہ زیادتی یہ تھی کہ یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور عیسائیوں کی زیادتی یہ تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور دوسری زیادتی یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور منکر ہوگئے اور حضور علیہ السلام کے بھی منکر ہوگئے اور گستاخ ہوگئے۔ توریت کو تبدیل کردیا اور عیسائیوں کی زیادتی یہ کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا انکار کیا اور توحید خداوندی کے منکر ہوئے تو آگے فرمایا ایسوں کو اپنا رہنما نہ مانو جو خود بھی گمراہ ہیں اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کرچکے ہیں وہ تو گمراہی کے گڑھے میں غرق ہوچکے ہیں لہٰذا گمراہوں کی پیروی نہ کرو اس سے معلوم ہوا گمراہ چاہے کون ہو اس کی پیروی جائز نہیں آجکل بہت سے لوگ جو خود کو مذہبی روحانی شخصیت ظاہر کرتے ہیں مگر عقائد گمراہوں والے ہوتے ہیں گمراہ ہوتے ہیں ایسے جاہل پیروں کی پیروی کرنے والا گمراہ ہوگا سخت مجرم ہوگا کیونکہ پیر یا امام وہ ہونا چاہیے جو رافضیت خارجیت یا دیگر فتنوں سے پاک ہو صحیح العقیدہ مسلمان ہو اہلسنت ہو۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾

ترجمہ: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلا انکی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برا کام کرتے تھے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایلہ کے رہنے والوں نے جب ہفتہ کے روز شکار کرنا شروع کردیا جو ان کیلئے جائز نہ تھا بلکہ ان کو منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی ان پر لعنت کی

marfat.com
Marfat.com

جس سے ان کی شکلیں بدل گئیں وہ بندر بن گئے چہرے مسخ ہو گئے اور مائدہ والوں نے خوان کی نعمتیں کھا کر بھی کفر کیا جس پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور کہا کہ تمہیں شرم آنی چاہیے اب تو تمہیں کفر سے دور بھاگنا چاہیے تھا مگر تم پھر کفر کر رہے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی تو وہ پانچ ہزار آدمی بندر اور سور بنا دیئے گئے۔اس سے معلوم ہوا نبیوں کی مخالفت کرنا کفر ہے اور اللہ اپنے نبیوں کی دعا رد نہیں کرتا لہٰذا نبیوں سے مخالفت بالخصوص حضور علیہ السلام کی مخالفت اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے اور جو لوگ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں ان کا ساتھ دینے والا بھی انہیں میں شمار کیا جائے گا اور ان کو گستاخی سے نہ روکنے والا بھی انہیں میں شمار ہو گا۔بہتر وہ ہو گا جو گستاخوں کو روکے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی مت کرو اور گستاخوں سے دور رہے اس لیے بعض بزرگ گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے کہ ان کتابی کافروں کو دیکھو گے ان کی دوستی مشرکین سے ہو گی یعنی ایک تو پہلے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لا کر کافر ہو گئے ہیں اور اوپر سے مشرکین سے دوستی کر کے اپنے لیے مزید مشکلات پیدا کر رہے ہیں بلکہ جہنم میں اپنے لیے سخت عذاب کا بندوبست کر رہے ہیں کیونکہ کافروں سے دوستی بہت برا عمل ہے۔اس سے معلوم ہوا کفار یا مشرکین یا مرزائی ہوں یا کوئی ایسا بدعقیدہ ہو جس سے دوستی کرنا منع ہے تو ایسا شخص جو ان کو دوست بناتا ہے وہ اپنے لیے قبر و حشر میں مشکلات پیدا کر رہا ہے بھلائی اسی میں ہے کہ کسی گمراہ سے واسطہ نہ ہو دوستی نیک لوگوں سے ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی دوستی یعنی اولیا اللہ اور انبیاء کی غلامی ان کا قرب عذاب خداوندی سے محفوظ رکھتا ہے۔نفع بخش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو جس سے محبت کرے گا قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا کتنا خوش بخت ہے وہ شخص جس کے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو اور قیامت کے دن غلام کی صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھی ہو اس لیے بندے کو چاہیے انبیاء اولیاء علماء صلحا سے عقیدت رکھے پیار کرے کیونکہ یہ تعلق نفع بخش اور قبر و حشر میں فائدہ مند ثابت ہو گا۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس کے نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرمارہا ہے کہ یہ یہودی جو خود کو صاحب ایمان کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے تو اللہ پر ایمان رکھتے اور پھر نبی علیہ السلام پر ایمان رکھتے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرتے اور پھر توریت پر ایمان رکھتے مطلب کہ جو اس میں حکم کیا گیا ہے اس کو مانتے اور یقین رکھتے مگر یہ تو کافر ہیں نہ خدا کی مانتے ہیں نہ اپنے نبی علیہ السلام کی مانتے ہیں اور نہ ہی توریت پر یقین رکھتے ہیں اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے تو پھر کفار سے دوستی نہ کرتے بلکہ بجائے کفار کو دوست بنانے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے ان کی غلامی کرتے کیونکہ اللہ بھی یہی حکم دیتا ہے اور ان کے نبی علیہ السلام یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کو یہی حکم دیا تھا کہ ایک آخر الزمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے جس کیلئے سب کچھ بنایا گیا ان پر ایمان لانا وہ سب کے امام ہوں گے اور توریت میں بھی یہی درج تھا مگر ان بے ایمانوں نے ہر چیز کو چھوڑ کر کفر پسند کیا ہے اور انہی سے دوستی کرتے ہیں۔ اصل میں انہی میں اکثر فاسق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا بدعقیدہ سے دوستی منافقت کی علامت ہے جس سے مومن کو گریز کرنا چاہیے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَہُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَہُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْہُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُہْبَانًا وَّاَنَّہُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝

ترجمہ: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

تفسیر: اللہ وحدہ لاشریک فرماتا ہے اے مسلمانو تمہارے سب سے بڑے دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔ ان دونوں کے دل میں وہ عداوت ہے جس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے یعنی انتہاء درجے کے دشمن ہیں جو ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں اور غیر مسلموں میں سے جو مسلمانوں کے قریبی پاؤ گے وہ نصاریٰ ہیں۔ مگر یہاں سب عیسائی مراد نہیں کہ سب عیسائی مسلمانوں کے دوست ہیں نہیں ایسا نہیں یہاں صرف وہ عیسائی مراد ہیں جو انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مانتے تھے مشرک نہ تھے کیونکہ موجودہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے اور ان کو الٰہ مانتے ہیں یہ کافر ہیں یعنی یہاں وہ عیسائی مراد ہیں جو انجیل اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ

marfat.com
Marfat.com

والسلام کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تا کہ ہم ان کی غلامی میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کریں اور دین دنیا سنوار لیں وہی گروہ عالموں اور درویشوں کا تھا جن میں تکبر اور غرور نہیں تھا۔

نسائی اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ہے۔

اس سے معلوم ہوا غیر مسلم اہل ایمان کے دوست نہیں ہو سکتے جو لوگ غیر مسلم کو اپنا دوست جانتے ہیں وہ قرآن کے خلاف کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو ملک کا اہم عہدہ نہیں دینا چاہیے کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازش کر کے نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا مرزائی ہو یا غیر مسلم کسی اسلامی ریاست میں کلیدی اسامیوں پر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ نہ تو ملک کا دوست ہے اور نہ مسلمانوں کا دوست ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم اور درویش وہ ہوتا ہے جو حق کو قبول کرے جو حق کو قبول نہ کرے وہ نہ تو عالم ہے اور نہ ہی درویش اور پھر عالم اور درویش تکبر اور غرور سے پاک ہوتا ہے کیونکہ تکبر اور غرور شیطان کا عمل ہے۔ مخلوق ہو کر کسی کو حق نہیں کہ تکبر کرے یا غرور لہٰذا جو اصلی عالم اور درویش ہوتے ہیں وہ تکبر اور غرور سے پاک ہوتے ہیں۔

❀......❀......❀

marfat.com

Marfat.com

عقائد کے جھگڑوں کے خاتمے کے لئے
صراط مستقیم کی پہچان کے لئے

شرح احادیثِ بخاری

فی فضائل محبوب باری

کا مطالعہ کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے

علماء اور عوام کیلئے یکساں مفید، آسان اردو میں ایمان کی مضبوطی کیلئے سنگ میل ثابت ہوگی

انشاء اللہ بہت جلد آپکی خدمت میں

ناشر مکتبۃ الحسنین حافظ آباد فون نمبر 0547 520732

Marfat.com

مفسر قرآن پیر سید شبیر حسین شاہ نقوی الحسینی

کی دیگر علمی مستند تصانیف

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ علم غیب

مسئلہ گیارہویں شریف

ہم صلوٰۃ وسلام کیوں پڑھتے ہیں؟

نجومِ رسالت

خلیفہ بلا فصل کون؟

منکر حدیث کون؟

محبِ اہل بیت کون؟

تبلیغی جماعت قرآن و حدیث کی روشنی میں

سفیر امن فی ردِ قباحتِ زمن

مکتبۃ الحسنین حافظ آباد

0321-8523002

marfat.com

Marfat.com

Marfat.com